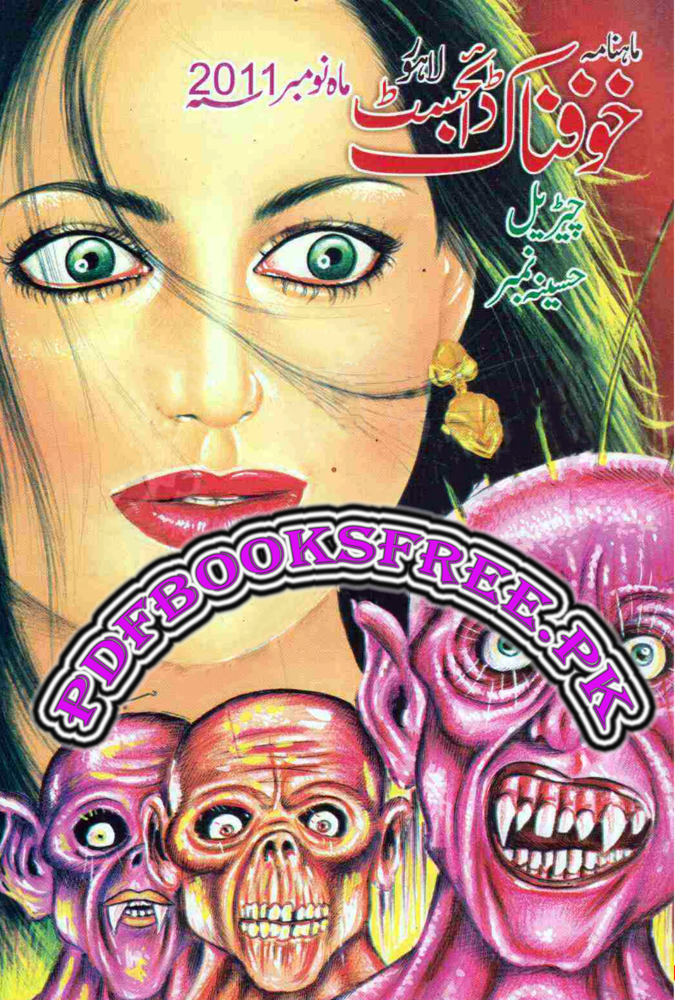

PDFBOOKSFREE.PK

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ لاہور

ماہ نومبر 2011ء کے شمارے چڑیل حسینہ نمبر کی جھلکیاں

6 خون آشام ناگن قسط: 2
عمران رشید۔ راولپنڈی
گھنڈارا گاؤں میں بسنے والے لوگ مستقبل سے بالکل لاعلم تھے کہ اس گاؤں میں اب کونسی نئی آفت ٹوٹنے والی ہے

38 بھٹکتی روحیں
اسد شہزاد۔ منڈی بہاؤالدین
میں نے چاقو سے اس پر وار کر دیا تھا لیکن یوں لگا تھا جیسے میری طرح اس کا جسم بھی دھواں کا بنا ہوا ہو... ایک خوفناک کہانی

45 تارِ عنکبوت قسط: 2
خالد شاہان۔ صادق آباد
وہ چیختی ہوئی بھاگ رہی تھی بچاؤ بچاؤ اس کی درد اور خوف میں ڈوبی آوازیں سن کر وہ لڑکی کو بچانے کی غرض سے بھاگا...... پراسرار کہانی

66 شیطان کی پجارن
ڈاکٹر وحید علی
چہرے پر کسی جگہ گوشت تھا تو کسی جگہ ہڈیاں تھیں پھٹے پرانے سفید کپڑے کے اوپر خون کے گہرے نشان تھے... ایک سنسنی خیز کہانی

71 سمندری عفریت
عمران قریشی۔ کوئٹہ
وہ ایک جادوگر تھا جو تیس سال بعد ایک آفت بن کر ہمارے گاؤں پر نازل ہوتا اور تیس دنوں میں تیس نوجوانوں کا خون کرتا

81 جنونی
انعام علی۔ جنڈ، اٹک
ایک ایسی لڑکی کی کہانی جو کسی دوسری لڑکی کی ہم شکل تھی۔ ہم شکل لڑکی نے اس کی صورت سے فائدہ اٹھا کر اس سے دوستی کر لی

86 پراسرار بچھو
ثقلین ساجد۔ کوہاٹ
اسے ہر روز ڈراؤنے خواب آتے تھے جو حقیقت بن جاتے۔ ایک رات وہ گھر سے غائب ہو گئی، اسے جن اٹھا کر لے گیا تھا

98 جلتی آنکھیں
تُم تُم ناشاد۔ فتح جنگ
وہ ہر رات اسے جا کر ڈرایا کرے۔ بھوت نے اسے ڈرانا شروع کر دیا اور وہ اس قدر ڈر گئی کہ مرنے کے قریب ہو گئی

جلد نمبر 15 شمارہ نمبر 7
ماہ نومبر 2011ء
چڑیل حسینہ نمبر
قیمت: -/55 روپے

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ لاہور

ماہ نومبر 2011ء کے شمارے چڑیل حسینہ نمبر کی جھلکیاں

104 انجام انتقام
ساحل دُعا بخاری۔ بصیر پور
ہم اس جگہ جا پہنچے جہاں رات کو وہ سایہ میناز مین میں سوراخ کرتا دکھائی دیا تھا۔ وہاں سوراخ بدستور دکھائی دے رہا تھا لیکن اس میں کا نشان تھا

114 خونی بدروح
ایس امتیاز احمد۔ کراچی
آکاش جادوگر کو سفید دائرے کے اندر دیکھ کر جلدی سے چیخ کر بولا آکاش... آکاش تم یہاں جتنی جلدی ہو سکتا ہے

120 مظلوم دوشیزہ
کامران شکیل۔ واہ کینٹ
پانی کے اندر ان کا زبردست سحر پھیلا ہوا ہے۔ تم جیسے ہی دریا کے قریب پہنچو تو کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دینا...... ایک خوفناک کہانی

130 پراسرار ہمسفر
ریاض احمد۔ لاہور
ایک ایسی کہانی جس کا ہر کردار کسی نہ کسی طرح شیطانی چکر میں پھنسا ہوا ہے اور اس بری طرح سے پھنسا ہوا ہے کہ نکلنا محال ہے

154 ڈائن میری مہمان
کشور کرن۔ پتوکی
نورانی طاقتوں اور بدی کی طاقتوں کے درمیان ایک بہت ہی بھیانک اور خوفناک ٹکراؤ...... جیت کس کی ہوئی؟

166 جن کا بچہ
اقراء۔ لاہور
آخر کرنا یوں ہوا کہ اس نے شہر سے دور ویرانے میں گاڑی کھڑی کر دی۔ جہاں سامنے کھنڈرات نظر آ رہے تھے...... ایک خوفناک کہانی

172 کالا ناگ
ظفر اقبال۔ پتوکی
ایک ایسی لڑکی کی داستان جس کی زندگی کی لکیر ایک ایسے شیطان نے قید کر لی ہے...... دل دہلا دینے والی داستان!

چڑیل حسینہ نمبر

جلد نمبر 15 شمارہ نمبر 7
ماہ نومبر 2011ء
چڑیل حسینہ نمبر
قیمت: -/55 روپے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دنیا اور اس کی حقیقت

تحریر: قاضی وقار حسین۔ چکسواری

قارئین کرام اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ لیکن انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے دنیا کی عیش وعشرت میں کھو گیا ہے۔ (سوائے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے) لیکن یہ دنیا کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ بندہ ناچیز آپ کی خدمت میں چند واقعات پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہے، امید ہے آپ کو پسند آئیں گے، ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول جناب حضرت موسیٰ نے اللہ رب العزت سے دعا فرمائی کہ اے میرے رب مجھے اس دنیا کی اصل حقیقت دکھا دے۔ اللہ تعالیٰ کب انکار فرمانے والے تھے، فرمایا اے میرے دوست موسیٰ! صبح جو چیز آپؑ کو سب سے پہلے نظر آئے گی وہ دنیا ہوگی۔ چنانچہ آپؑ سفر پر روانہ ہوئے راستے میں آپؑ کو ایک عورت نظر آئی جس کا لباس سرخ رنگ کا تھا اور وہ بہت بھلی لگ رہی تھی لیکن جب آپ نے آگے بڑھ کر اس عورت کو دیکھا تو اس کی شکل نہایت ہی بدصورت تھی چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپؑ نے اس بڑھیا سے پوچھا تم کون ہو؟ اس عورت نے کہا میں دنیا ہوں آپؑ نے فرمایا کے مان لیا تم دنیا ہو لیکن تمہارا چہرہ تو بہت بدصورت ہے۔ اس عورت نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپؑ اللہ کے نبی ہیں اس لئے سامنے آکر دیکھ لیا۔ لیکن میں پیچھے سے ہی اپنا خوبصورت آنچل لہرا کر چلی جاتی ہوں اور لوگ میرے پیچھے بھاگتے ہیں، اسی طرح جناب حضرت محمد ﷺ نے بھی دنیا کی حقیقت کے بارے میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جب حساب کتاب کا فیصلہ ہو جائے گا تو آخر میں دنیا کو ایک بوڑھی عورت کے روپ میں اللہ تعالیٰ حاضر فرمائیں گے اور فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ اس عورت کو دوزخ میں داخل کر دو وہ بوڑھی عورت یعنی دنیا اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گی کہ اے اللہ میرے پیچھے آنے والوں کو بھی میرے ساتھ دوزخ میں داخل کیا جائے چنانچہ ان لوگوں کو بھی دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا کیونکہ یہ لوگ اپنی پہلی زندگی میں دنیا کی لذتوں میں کھوئے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بھول گئے تھے۔

علم و عمل

تحریر: عثمان چوہدری۔ ڈڈیال

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے علم دین اس لئے حاصل کیا کہ دین سے دنیا کمائے تو اس کو جنت کی ہوا بھی نہ لگے گی (ابو داؤد، ابن ماجہ)۔ حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے علم اس لئے حاصل کیا کہ علماء سے مناظرہ اور مقابلہ کرے جہلاء کو شک میں ڈالے اور اپنی چرب زبانی اور خوش بدیانی سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرے گا (ترمذی شریف) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے علم اس لئے حاصل کیا کہ اس سے دنیا داروں تک پہنچے اور لوگوں کے قلوب کو

اپنی طرف مائل کرے تاکہ ان سے دنیا حاصل کرے تو قیامت کے دن ایسے شخص کے نہ فرض قبول ہوں گے نہ نفل (ابو داؤد) حضرت جندب بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے عمل عالم کی مثال ایسی ہے جیسے چراغ دوسروں کو روشنی پہنچاتا ہے لیکن اپنے آپ کو جلاتا ہی رہتا ہے۔ (طبرانی)۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا قیامت میں سخت ترین عذاب عالم بے عمل کو ہوگا (طبرانی) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں عالم ہوں وہ عالم نہیں بلکہ جاہل ہے (طبرانی)۔

ہماری آخرت کیسی

تحریر: سید تصور شاہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

میرے بھائیو، دوستو اور بہنوں ہم روز آخرت سے کتنے غافل ہو گئے ہیں ہم کو اس دن سے ڈرنا چاہیے وہ دن کیسا ہوگا اللہ رب العزت نے خوب اچھی طرح ہم سب پر واضح کر دیا ہے قرآن پاک کی سورۃ الاالفطار کی پہلی آیتوں کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔ ’’جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب تارے بکھر جائیں گے اور جب سمندر ابل پڑیں گے اور جب قبریں کھودی جائیں گی (اس وقت) ہر شخص جان لے گا جو کچھ اس نے آگے بھیجا اور جو اس نے پیچھے چھوڑا، اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔‘‘

ہم کو اس بات کی کوئی خبر نہیں کہ کس چیز نے ہم کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے، وہ چیز کیا ہے؟ دنیا کی عیش وعشرت روپیہ پیسہ دنیاوی شان وشوکت، اور دنیاوی محبت ہم کو ان سے بچنا چاہیے خدا سے لو لگانی چاہیے آخرت کی فکر کرنی چاہیے، ہم اپنے آپ کو پتا نہیں کیا سمجھتے ہیں، ارشاد ربانی ہے ’’اور زمین پر اکڑ کر مت چلو بے شک تو کبھی بھی زمین کو پھاڑ نہ سکے گا یہ سب برے کام تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں (بنی اسرائیل ۳۸) ہم کو اس زمین کے اندر ہی سمونا ہے نجانے ہم کو قبر کے لئے دو گز زمین ملتی بھی ہے کہ نہیں۔ میرے دوستو اسلامی بھائیو بہنوں! جو کچھ ہو چکا اس کو بھول جاؤ رب کریم سے سچے دل سے معافی مانگو اور فکر آخرت کو دل میں جگہ دو اسی سے کامیابی ہے اگر ہم اس طرح گناہوں میں لگے رہے تو پچھلی قوموں کی طرح ہمارا حشر ہوگا۔ حالیہ زلزلے کی تباہی قیامت صغریٰ سے کم نہیں تھی، اللہ تعالیٰ کے عذاب زلزلوں، طوفانوں، آندھیوں اور بیماریوں کی صورت میں ہم پر نازل ہو رہے ہیں خدارا اپنے آپ کو بدلو نہیں تو یہ سب کچھ ختم ہو جائے گا اور ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہو جائیں آخرت کا عذاب بڑا دردناک ہے، ہم کو اس سے پناہ مانگنی چاہیے اور جو کچھ اللہ نے ہم کو دیا اس کو شکر کے ساتھ استعمال کریں نہ کہ غلط طریقوں سے مال اکٹھا کریں جو ملا شکر کرو، رسول پاکؐ نے طواف کے موقع پر یہ دعا کی تھی۔ ’’اے اللہ ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور جہنم کے عذاب سے بچا نیز فرمایا اے اللہ تو مجھے قناعت دے اسی پر جو کچھ تو نے مجھے عطا کر رکھا ہے اور اس میں میرے لئے برکت عطا فرما اور ہر غیب چیز میں تو بھلائی اور خیر کے ساتھ نگران بن جا‘‘ یہی دعا ہم کو بھی کرنی چاہیے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خون آشام ناگن

۔۔۔تحریر: عمران رشید۔ راولپنڈی۔ قسط نمبر۲۔۔۔

جیسا کہ پہلے آپ نے پڑھا کہ رادھا ناگن کے روپ میں ایک بار پھر سے چاند کی چودھویں رات کو وجود میں ظاہر ہو چکی تھی اس کے بھیانک روپ کو صرف وہ دو بہن بھائی جانتے تھے یا پھر وہ ہندو جوگی بابا رامیش چندر جو انڈیا میں ایک شیش محل میں رہائش پذیر تھا وہ دونوں اس ناگن کے بھیانک روپ سے اچھی طرح واقف تھے یاسر اپنی بہن صبا کو اس ناگن کے بارے میں سب کچھ بتا دیتا ہے اس ناگن سے محبت کرنے والے ناگ جو پہلے بھی اس کے ساتھ ساتھ رہتا تھا اس ناگ کے جوڑے کو کسی شیطان کی نظر لگ گئی تھی ایک شیطان کے پجاری نے ان دونوں کو جدا کر دیا تھا جوگی بابا کا اس ناگن سے بہت پرانا واسطہ تھا تبھی ناگن کے ساتھ ساتھ اس ناگ کو بھی مار ڈالا جو اسے مستقبل میں بہت بڑا خطرہ نظر آ رہا تھا یاسر اور صبا اس راکیش نام کے ناگ سے ہمدردی رکھتے ہوئے اس کی مدد کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں جو یاسر کا ہمشکل ہوتا ہے یاسر اور صبا کا اس دنیا میں سوائے اس بوڑھے بابا کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہوتا جو انہیں سہارا دے سکتا تھا شام نگر کی پہاڑیاں یوں تو ماضی میں اس ناگن کی شیطانی طاقت کا مسکن تھیں لیکن اب پھر سے اس خون آشام ناگن نے جنم لیتے ہی ایک بھیانک کھیل کا خوفناک آغاز شروع کر دیا تھا تبھی یاسر شہر جا کے ایک جوگی بابا کو ساتھ لے آتا ہے جو اس ناگن کی شیطانی طاقت کا مقابلہ نہیں کر پاتا اور اس کے شیطانی زہر کا شکار ہو جاتا ہے اگلے دن اس کا ڈھانچہ دیکھ کر صبا اور یاسر کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس ناگن کی باتیں بالکل سچ تھیں اور وہی کچھ شروع ہو چکا تھا جن کا انہیں خوف محسوس ہوتا تھا یاسر اس جوگی بابا کی تلاش میں پھر نکل پڑتا ہے مگر رات کافی دیر ہو جاتی ہے راستے میں ہوسٹل کے نوجوان کی یاسر سے ملاقات ہوتی ہے ان مین سے ایک کو رات کو وہ ناگن اپنے شیطانی زہر کا شکار بنا دیتی ہے یاسر واپس کچی بستی تک پہنچ جاتا ہے اور اپنی آنکھوں دیکھا رات کا واقعہ صبا اور بوڑھے کو بیان کر دیتا ہے دوسری طرف پاکستان سے ایک مسلم فیملی انڈیا سکول کے بچوں کے ساتھ تفریح کے لیے انڈیا بذریعہ ٹرین آتی ہے ٹرین میں رامیش چندر کی اس فیملی سے ملاقات ہوتی ہے رامیش چندر انڈیا پہنچ کر اپنے اردگرد کسی دشمن کی موجودگی کو محسوس کرتا ہے یاسر اور صبا کو ایک رات جنگل میں کسی لڑکی کے چیخنے کی آواز سنائی دیتی ہے تو یاسر کچی بستی کے چند نوجوانوں کے ساتھ جنگل مین پہنچتا ہے جہاں ایک لڑکی کے ساتھ سفید رنگ کا ڈھانچہ دیکھ کر بھی کانپ جاتے ہیں بوڑھا بابا جنگل سے آتے ہوئے نوجوانوں کو دیکھ کر شکر ادا کرتا ہے ان مین سے ایک کو وہ ناگن ڈس چکی ہوتی ہے جس کا زہر جسم سے نکالنے کی کوشش میں وہ بوڑھا بابا خود بھی اپنی جان دے دیتا ہے کچی بستی کے لوگ خوفزدہ ہو جاتے ہیں یاسر اور صبا اس کچی بستی کو چھوڑنے کا فیصلہ کر چکے ہوتے ہیں اور پھر رات گزارنے کے لیے انہیں جن پہاڑوں میں رکنے کی جگہ ملتی ہے وہاں کچھ نوجوان اوباش غنڈے صبا کی جانب بڑھتے ہیں جن کا ارادہ یاسر اچھی طرح جان چکا ہوتا ہے تبھی وہ ان سے لڑائی کرتا ہے اور صبا کو بھاگ جانے کا کہتا ہے یوں دونوں بہن بھائی میں جدائی پڑ جاتی ہے راستہ تلاش کرتے کرتے رامیش چندر کے محل تک پہنچ جاتا ہے جوگی بابا پہلے اسے اپنا دشمن سمجھتا ہے مگر پھر یاسر اسے ناگن کی کہانی اور اپنے مذہب کے بارے میں سب کچھ تفصیل سے بتاتا ہے اور جوگی بابا اس کی مدد کو تیار ہو جاتا ہے میں چھپ جاتی ہے جسے وہ اپنے گھر لے آتا ہے اور گھر والوں سے اس کی ملاقات ہوتی ہے۔ صبا پہلی رات خواب میں ڈر جاتی ہے دروازہ کھلتے ہی صبا جیسے باہر کی طرف بھاگتی ہے عدیل اس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے اس کے بعد کیا ہوتا ہے یہ جاننے کے لیے آگے پڑھیے۔

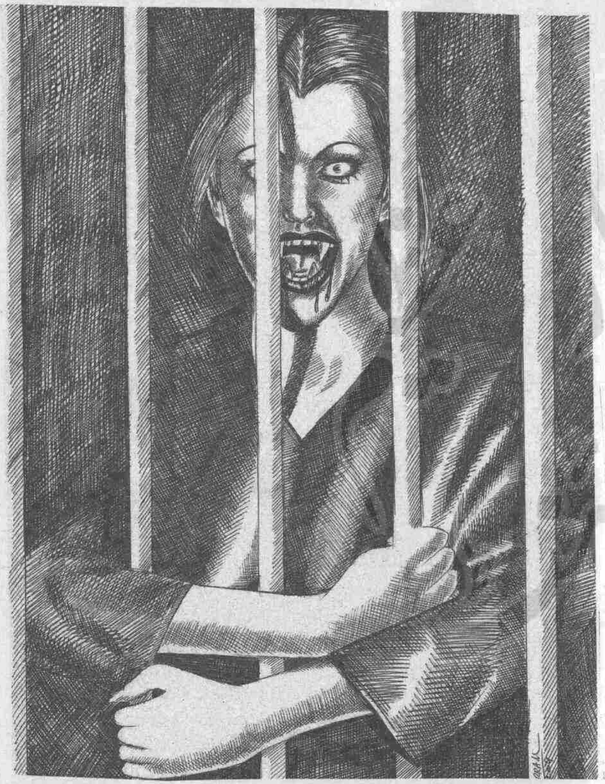

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صبا صبا کیا ہوا تمہاری طبیعت ٹھیک تو ہے مجھے تمہارے چیخنے چلانے کی آواز آرہی تھی ضرور تم نے کوئی خواب دیکھا ہے صبا کا دل انجانے میں دھڑک رہا تھا وہ لمبے لمبے سانس لے رہی تھی پھر اپنے آپ کو قدرے سنبھالا دیتے ہوئے بولا میرا یہاں سے چلے جانا ہی بہتر ہوگا کہیں میری وجہ سے وہ آپ سب کی زندگیاں نہ چھین لے میں نہیں چاہتی وہ آپ سب کو اپنی نگاہوں کا مرکز بنالے صبا۔۔صبا یہ تم کیا کہہ رہی ہو تم صرف خواب میں ڈری ہو تمہارے چہرے پر یہ گھبراہٹ پسینے اور پریشانی یہ ظاہر کرتی ہے تم نے خواب میں کوئی ڈروانی چیز دیکھ لی ہے صبا عدیل کے پاس آکر بولی یہ خواب نہیں حقیقت ہے وہ ناگن میرے بھائی کی جان لینے کے ساتھ ساتھ آپ سب کو ابھی جان سے مار ڈالے گی میں نے اس کا بھیانک روپ دیکھا ہے وہ ناگن جو کہتی ہے کر کے ہی دکھاتی ہے میرے بھائی کو کہیں اس ناگن نے جان سے مار نہ دیا ہو پلیز۔۔۔پلیز۔۔۔میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے جانے دیں اتنے میں نمیر صبا کے پاس آکر بولا دیکھو صبا یہ خواب وغیرہ سب انسان کا وہم ہوتا ہے بیچ میں اگر کوئی ناگن یہاں آبھی جاتی ہے تو تم کیا سمجھتی ہو ہم اسے زندہ چھوڑ دیں گے میں اسے پیروں تلے مسل کے رکھ دوں گا یہ سن کر صبا بولی اگر یہ کام آسان ہوتا تو اس ناگن کو ختم کرنے والے عامل جوگی بابا جیسے طاقتور انسان آج زندہ ہوتے ہڈیوں کا ڈھانچہ نہ بنے ہوتے آپ کی طرح میری طرح زندگی گزار رہے ہوتے شاید آپ یہ سب اس لیے کہہ رہے ہیں کہ آپ کا کبھی اس ناگن سے واسطہ نہیں پڑا مگر میں نے ہر بار اس کا سامنا کیا ہے میرے لیے اچھا یہی ہوگا یہاں سے چلی جاؤں۔

رک جاؤ صبا بیٹی۔۔جیسے ہی صبا نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے تو عدیل کی ماں اس کے پاس آئی اور سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا دیکھو صبا بیٹی یہ ناگن سانپ یا اس قسم کی مخلوقات انسان کو ہمیشہ خواب میں تنگ کرتی ہیں تمہارا اس ناگن سے واسطہ کب پڑا صبا نے ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے کہا اب میں آپ کو کیسے سمجھاؤں یہ کہانی بہت ہی طویل ہے اور اپنے اندر نجانے کتنے راز چھپائے ہوئے ہے میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ ناگن کسی وقت بھی شیطانی کھیل شروع کرنے والی ہے ایسا بھیانک کھیل جس کے بارے میں آپ سب کبھی سوچ ہی نہیں سکتے ہیں عدیل بولا صبا دیکھو اتنی رات گئے تمہارے لیے اس گھر سے جانا مناسب نہیں میں نے تم سے وعدہ کیا ہے تمہارے بھائی سے تمہیں ضرور ملواؤں گا اگر تمہیں اس ناگن سے اتنا ہی خوف محسوس ہو رہا ہے تو ہمیں بھی اس سانپ کو دیکھنے کا اتنا ہی تجسس ہو رہا ہے صبا بات بالکل سیدھی سی ہے اگر وہ ناگن ہمارے سامنے آئی تو سمجھو زندہ واپس نہیں جائے گی صبا بیٹی چلو آؤ کمرے میں شاباش۔۔کوئی تمہاری جان نہیں لے گا پھر صبا نہ چاہتے ہوئے اندر کمرے میں چلی گئی اب عدیل اور نمیر واپس اپنے کمرے میں آگئے۔یار عدیل یہ لڑکی واقعی سچ بول رہی ہے مجھے تو یقین نہیں آتا ہے۔۔عدیل مسکراتے ہوئے بستر پر لیٹ گیا اور بولا یار اس نے خواب میں میں کسی ناگن کو دیکھا ہے اور کچھ بھی نہیں ہے سچ بات تو یہ ہے اس جوگی بابا کی کہانی اور اس لڑکی کی باتوں میں کوئی فرق نہیں ہے یہ سب کتابی افسانے ہیں چل اب سو جا صبح جلدی اٹھنا ہے۔

❁❁❁

رامیش چندر اور یاسر ناشتے سے فارغ ہو کر شام نگر کی تیاری میں مصروف نظر آرہے تھے رامیش چندر نے اپنے چوکیدار کو آواز دی جو اندر کمرے میں داخل ہو چکا تھا جی مہاراج آپ نے مجھے بلایا۔ہاں اچھا میری بات سنو ہم شام نگر جا رہے ہیں امید ہے رات ہونے سے پہلے پہلے ہماری واپسی ہو جائے اگر دیر ہوئی تو پریشان ہونے ضرورت نہیں ہے میرے جانے کے بعد اگر کوئی آئے تو بتا دینا شام نگر گئے ہیں ٹھیک ہے جو حکم آپ کا مہاراج اب وہ ناشتے کا سامان واپس لے گیا اور بولا یاسر یہ میرا بڑا ہی وفادار چوکیدار ہے پچھلے چار سال سے میرے ساتھ رہ رہا ہے تمہارے سر کا زخم ویسے کافی گہرا تھا اب تم

کیسا محسوس کر رہے ہو۔جوگی بابا آپ نے میرا اتنا خیال رکھا آپ سے ملنے کے بعد اب امید ہے میری ساری پریشانی ختم ہو جائیں گی آپ مجھے ناگ راج سے نہیں ملوائیں گے۔ہاں ہاں۔بیٹا کیوں نہیں آؤ میرے ساتھ اب ایک لال رنگ کی جالی دار پٹاری یاسر کے سامنے تھی جوگی بابا نے اس پٹاری کو کھولا تو سبز رنگ کا ایک سانپ اسے نظر آیا جس کے جسم پر ہلکے مالٹائی رنگ کے دھاری دار نشان بنے ہوئے تھے یاسر اس عجیب وغریب سانپ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا جوگی بابا نے اس کو باہر نکالا وہ اس کے بازوؤں سے لپٹ گیا پھر بولا میرے ناگ راج یہ جو شخص تمہارے سامنے موجود ہے یہ بہت پریشانی میں گرفتار ہے سخت مشکلات سے دوچار ہے یہی نہیں بلکہ اس کی جان کو بھی شدید خطرہ ہے ناگ راج تمہیں اس انسان کی مدد کرنی ہے تمہیں آج ایسی جگہ لے کر جا رہا ہوں جس کے بارے میں مجھ سے زیادہ تم جانکاری رکھتے ہو وہ سانپ اپنی دوشاخہ زبان باہر نکالتے ہوئے سرسراہٹ کی آواز پیدا کرنے لگا یعنی کہ وہ جوگی بابا کی ہر بات کو سمجھ رہا تھا پھر یاسر نے پوچھا جوگی بابا یہ بار بار سرسراہٹ کی آواز کیوں نکال رہا ہے۔بیٹا یہ میری ہر بات کو سمجھ رہا ہے کہ میں اس کو کیا کچھ کہہ رہا ہوں اور اس نے کون سا کام کرنا ہے ناگ راج تم ہمارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ یہ سننا تھا کہ وہ سبز رنگ کا دھاری دار سانپ واپس پٹاری میں خود بخود جا کر بیٹھ گیا جوگی بابا نے پٹاری کو بند کیا اور اپنا کمرے کا دروازہ اچھی طرح لاک کرنے کے بعد بولا۔چلو آج تم کو گھوڑے کی سواری کا موقع دیتے ہیں اب وہ شیش محل سے باہر کھڑے تھے۔

سورج کی تیز دھوپ ہلکی ہلکی گرمی کا احساس پیدا کر رہی تھی کالے رنگ کا گھوڑا اصطبل سے باہر نکال کر جوگی بابا اس پر سوار ہو گیا پیچھے یاسر بھی جوگی بابا کے ساتھ بیٹھ گیا جوگی بابا نے گھوڑے کی لگام کو تھاما جبکہ یاسر نے ایک پٹاری اور جوگی بابا کا ایک بیگ کندھے سے لٹکا رکھا تھا انہیں سفر کرتے ہوئے تقریباً دو گھنٹے گزر چکے تھے وہ مختلف راستوں سے گزر کر شام نگر جانیوالی کچی سڑک پر گامزن تھے دور سے ہی نیلے اور کالے رنگ کی پہاڑیوں کو دیکھ کر جوگی بابا بولا۔دیکھو ہم منزل کے بہت قریب پہنچ چکے ہیں اب ہمیں وہ جگہ بھی با آسانی مل جائے گی جہاں اس ناگ کا جسم دفن ہے یاسر نے ہاں میں سر ہلایا اور کہا جوگی بابا آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں اب وہ شام نگر کی بستی کے پاس ہی موجود تھے اوپر سڑک سے نیچے کچھی آبادی اور جھونپڑیوں کا ایک سلسلہ واضح دکھائی دے رہا تھا جوگی بابا گھوڑے سے نیچے اترا تو ساتھ میں یاسر بھی گھوڑے سے نیچے اتر پڑا وہ آہستہ آہستہ کچی آبادی کی طرف بڑھے کچھ لوگ اپنے اپنے کام کاج میں مصروف نظر آرہے تھے کوئی لکڑیاں اٹھا کر لا رہا تھا تو کوئی گھریلو سامان اٹھائے ہوئے جا رہا تھا بچے زمین پر بیٹھے کھیل رہے تھے کچھ بچے فٹ بال کے ساتھ کھیلتے ہوئے شور مچا رہے تھے جوگی بابا آہستگی سے جھونپڑیوں کی جانب بڑھا کچھ لوگوں نے مالٹائی رنگ کی قمیص اور زرد رنگ کی شلوار پہنے اس جوگی باب کو دیکھا تو حیران رہ گئے یاسر کو دیکھ کر کچھ نوجوان آگے بڑھے۔

یاسر بھائی۔آ۔۔آ۔۔آپ یہاں آپ دو دن کہاں تھے ہمارا ضمیر یہ کہہ رہا تھا کہ آپ واپس ضرور آئیں گے اتنے میں ایک بوڑھا شخص آگے بڑھا اور بولا بیٹا۔وہ لڑکی جو تمہارے ساتھ تھی وہ کہاں ہے یاسر یہ سن کر اپنا سر جھکاتے ہوئے بولا میں خود نہیں جانتا ہوں وہ اس وقت کہاں ہے نجانے وہ زندہ ہوگی بھی یا نہیں یہ میرا خدا جانتا ہے لیکن اس وقت اگر مجھے کسی انسان نے سہارا دیا ہے تو وہ ہمدرد انسان اس وقت میرے ساتھ کھڑے ہیں یہ جوگی بابا نہ صرف یہاں میری مدد کو آئے ہیں بلکہ آپ سب کو بھی اس ناگن کے طلسمی سحر اور آنے والے خوفناک حالات سے باخبر کرنے آئے ہیں کیوں کہ اس بات کا علم صرف مجھے اور جوگی بابا کو ہے آپ سب لوگ جو اس کچی آبادی میں رہتے ہیں جتنی جلدی ہو سکے اس ہفتے کے اندر اندر یہاں سے فوراً چلے جائیں نہیں تو آپ سب اس ناگن کے شیطانی سحر میں جکڑ سکتے ہیں اس کا طلسمی سحر اور ہوائی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے زہر کا شکار ہونے والے بے گناہ انسان دوبارہ سے زندہ ہوکر اس کی شیطانی دینا میں واپس چلے جائیں گے جہاں سے ایک بھیانک کھیل شروع ہوگا جس کا آپ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں یاسر کی بات ختم ہوئی تو جوگی بابا نے کہا۔

دیکھو بھائیو ہمارا آنے کا مقصد آپ کو اپنا گھر بار چھوڑنے کا بالکل نہیں ہے بلکہ آپ کی زندگی بچانا ہے آپ کو صرف آنے والے پورے چاند کی رات اپنے اس گھر سے دور رہنا ہوگا جو اس ناگن کا نہ صرف مرکز ہے بلکہ ٹھکانہ بھی ہے یہ سن کر ایک نوجوان آگے بڑھا اور بولا جوگی بابا آپ کی یہ باتین ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں ہم صرف اللہ پاک سے ڈرتے ہیں دنیا کی کوئی طاقت ہم مسلمانوں کو تباہ نہیں کر سکتی ہے نہ کوئی سانپ یا کوئی ناگن ہمارے قبیلے میں ہماری بستی میں گھس کر کسی بے گناہ کی جان لے سکتی ہے یہ سن کر یاسر اس شخص کی طرف بڑھا اور بولا کیوں تم اتنی جلدی بھول گئے اس بوڑھے بابا کی موت کیسے ہوئی تم نے وہ ڈھانچے دیکھے تھے تمہاری ہی بستی کے ایک نوجوان کو اس ناگن نے ڈسا تھا نتیجہ کیا ہوا اسے کوئی نہیں بچا سکا صرف موت اس کا مقدر بنی شاید وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس ناگن کے زہر میں ایسی کیا طاقت ہے کیا جادو ہے جس نے اسے بالکل ہڈیوں کا پنجرہ بنا دیا کافی دن پہلے بھی ایک جوگی بابا شہر سے اس جگہ آیا تھا اس مکان میں جہاں انسان نہیں بلکہ ناگن رہتی ہے میری وجہ سے وہ بے موت مارا گیا اب میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ سب اس ناگن کے شیطانی چکر کی لپیٹ میں آ جائیں ایک عورت جو کافی دیر سے یہ سب سن رہی تھی یاسر کے پاس آ کر بولی کیا تم ہمیں گمراہ کرنا چاہتے ہو سانپ کے بارے میں مجھے تم سے زیادہ معلوم ہے سانپوں کی کئی خطرناک اقسام ہیں جس کے کاٹنے سے انسان کا جسم گوشت پوشت کا صحیح سلامت وجود نہیں رہتا بلکہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاتا ہے اس جنگل میں اس طرح کے سانپ اکثر آ جاتے ہیں کم از کم ہمیں کسی ڈھانچے کے زندہ ہونے کا بالکل یقین نہیں ہے یہ سب کتابی باتیں ہیں سب جھوٹ ہے ہمیں یہاں سے بھگانے کی آپ کی یہ چال ہے۔ دیکھو تم غلط سمجھ رہی ہو جوگی بابا نے آگے بڑھ کر بلند آواز میں کہا اور بولا۔

آپ اس ناگن کے متعلق کچھ نہیں جانتیں وہ انسان کو ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیتی ہے اگر وقت سے پہلے پہلے شام نگر کی ان پہاڑیوں میں رہنے والے لوگوں کو نہیں نکالا گیا تو آپ سب بھیانک موت کا شکار ہو جائیں گے میرے بات سمجھنے کی کوشش کریں ہم یہاں اس ناگ کا جسم تلاش کرنے آئے ہیں جس کی روح ناگن کے جنم لیتے ہی بھٹک گئی ہے اسے ہندی رسم ورواج کے مطابق جلایا نہیں گیا کیوں کہ وہ ایک روح ہے یہ کام اب ہمارے ہاتھوں مکمل ہوگا ایک نوجوان آگے بڑھ کر بولا بابا جی ہمیں آپ کی ان چکنی چپڑی باتوں پر یقین نہیں آتا ہے پہلے بھی کئی بار ایسا ہوا ہے چاندنی راتیں آئیں اور پھر گزر گئیں لیکن ہماری بستی کے کسی بھی فرد کو کچھ نہیں ہوا لیکن اب ایسا ہوگا۔۔۔ جوگی بابا نے خوف سے اس نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اس کی جانب متوجہ ہو کر بولا آج سے آٹھ دن بعد چاند کی چودھویں رات آ رہی ہے وہ پورے چاند کی رات ہے اگر اس رات آسمان پر بادل ہوئے تو شاید تم لوگوں کی زندہ رہنے کی امید کی جا سکتی ہے۔ اگر آسمان صاف ہوا تو۔۔۔ ایک بچے نے اگلا سوال کر ڈالا تو یاسر اس بچے کی طرف دیکھ کر کہا پھر زندہ رہنے کی امید بالکل نہ رکھنا تمہارا یہ جسم صحیح سلامت نہیں رہے گا ہڈیون کا ڈھانچہ بن جائے گا کیوں کہ اس رات ایس ضرور ہوگا کہ قبرستان میں سوئے ہوئے وہ مردے جنہیں اس ناگن نے ڈسا ہے ان کی رگوں میں اپنا زہر اتارا ہے وہ خود بخود باہر نکلیں گے اور ایسا تم سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھو گے ویسے تو کوئی زندہ رہے گا تو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے وہ منظر شاید کوئی بھی انسان زندہ آنکھ سے بالکل نہیں دیکھ سکے گا اگر ایسا ہو بھی گیا تو وہ خود ہڈیوں کا پنجرہ بن جائیگا اس بات سے ہی تم سب لوگ اس ناگن کی طاقت کا اندازہ لگا سکتے ہو آگے آپ سب لوگوں کی مرضی ہے ۔یاسر ہمیں یہاں

سے چلنا چاہیے مجھے نہیں لگتا ان سب کو اپنی جان پیاری ہے اب جوگی بابا اور یاسر جنگل کی طرف جا رہے تھے جوگی بابا نے اپنے گھوڑے کو ایک درخت کے ساتھ باندھا اور یاسر کے ساتھ جنگل میں داخل ہو گیا تم نے جنگل میں کچھ محسوس کیا یاسر نے نفی میں سر ہلایا تو جوگی بابا دھیرے سے مسکرایا اور بولا اس جنگل کے سبھی جانور ور پرندے اس ناگن کے خوف سے یا تو چھپے بیٹھے ہیں یا پھر پہلے سے ہی یہ جگہ چھوڑ کر جا چکے ہیں جوگی بابا آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں نہیں تو اتنا سناٹا شاید ہی کسی جنگل میں ہو جوگی بابا ایک بات تو بتائیں یاسر نے چلتے چلتے اگلا سوال کر ڈالا تو آواز آئی ہاں پوچھو۔۔ جوگی بابا اس رات اگر کسی انسان کے علاوہ کوئی جانور وغیرہ بھی یہاں ہوئے تو کیا وہ ناگن انہیں زندہ چھوڑ دے گی جوگی بابا دھیرے سے مسکرایا اور بولا تم بھی کمال کرتے ہو جب ایک انسان ہڈیون کا ڈھانچہ بن جائیگا تو کیا کوئی جاندار کیسے بچ سکتا ہے جوگی بابا اس ناگن کا حصار ان پہاڑیوں سیآگے اس پار شہری حدود تک کیوں نہیں ہے آپ نے کہا تھا شام نگر کی یہ پہاڑیاں اس ناگن کے شیطانی سحر میں گرفتار ہو جائیں گے ہاں یاسر تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے شام نگر کی ان پہاڑیوں کے پیچھے شمشان گھاٹ ہے جبکہ ساتھ ہی دو فرلانگ کے فاصلے پر عیسائیوں کا قبرستان اور ایک چرچ بنا ہوا ہے اس ناگن کی طاقت اس چرچ یا قبرستان کی حدود کو بھی پار نہیں کر سکتی صرف پہاڑیوں کے درمیان اور جنگل کا یہ حصہ جہاں اس ناگن کا شیطانی غلبہ طاری ہو جائیگا۔

وہ چلتے چلتے اس کچے مکان کی طرف پہنچ گئے جہاں مکمل طور پر ویرانی اور سنسانی کا عالم تھا یاسر نے جوگی بابا کو حیرت میں ڈوبے ہوئے دیکھا تو بولا کیا بات ہے جوگی بابا آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں جوگی بابا یعنی رامیش چندر بولا نہیں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے یہ مکان اس ناگن کا مرکز ہے بہت سال پہلے راکیش اور رادھا یہاں رہتے تھے جو سانپ کے روپ میں اپنی عمر گزار چکے تھے اتنا عرصہ بیت چکا تھا کہ وہ جب چاہیں کوئی بھی روپ بدل سکتے تھے مگر اس سانپ کے جوڑے کو ایک شیطان پجاری کی نظر لگ گئی اور دونوں کے راستے جدا جدا ہو گئے آج اس جگہ کو پورے نو سال بعد دیکھ رہا ہوں۔ کیا۔۔ یاسر کو یہ سن کر حیرانگی محسوس ہوئی پھر پھر یاسر بولا جوگی بابا اس مکان کے اندر جانے کا خیال آپ اپنے دل میں کبھی مت لائیے گا ورنہ کچھ بھی ہو سکتا ہے یاسر بیٹے اس مکان کی یہ حالت دیکھ کر ہی اندازہ مجھے ہو گیا تھا کہ یہ ناگن کی سحر میں جکڑا ہوا ہے جوگی بابا میں نے اس عامل کا آپ سے ذکر کیا تھا وہ بھی ایک سپیرا تھا جس نے اس خون آشام ناگن سے مقابلہ کیا تھا لیکن آج اس دنیا سے بہت دور جا چکا ہے اس کا ہڈیوں بھرا ڈھانچہ شاید آج بھی مکان کے اندر موجود ہو۔ کیا۔۔ یہ سن کر جوگی بابا کو حیرانگی محسوس ہوئی پھر نہ چاہتے ہوئے جوگی بابا نے مکان کے اندر جانے جانے کی ضد کی اور دونون ہی مکان کے اندر چلے گئے پہلے ہی کمرے میں وہ داخل ہوئے تو ایک بستر پر کیڑے مکوڑون نے قبضہ جما رکھا تھا چھت پر لگے گرد آلود پنکھے پر ایک لمبے لمبے ٹانگوں والی مکڑی جالے میں واضح دکھائی دے رہی تھی جس کو دیکھ کر جوگی بابا بولا۔

سوچو اگر پورے چاند کی رات ہم دونوں اس جگہ کھڑے ہون تو کیا ہوگا۔۔ اتنا کہتے ہی جوگی بابا اپنے چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ پیدا کرنے لگا تو یاسر بولا پھر کوئی شک نہیں ہم یہاں سیزندہ واپس آپ کے شیش محل تک پہنچ سکیں ہمارے ڈھانچے ہی اس شیش محل کے اندر جا رہے ہون گے یہ سن کر دونوں ہی بے اختیار زور سے ہنس پڑے کمال کرتے ہو تم۔۔ اچھا مذاق کر لیتے ہو جوگی بابا نے مکان کے باہر قدم رکھتے ہوئے کہا پھر سامنے اس تالاب کو دیکھا جس کا کالا پانی اسے اپنی نگاہوں کا مرکز بنا چکا تھا جوگی بابا کو آہستہ آہستہ اس تالاب کی طرف جاتا ہوا دیکھ کر یاسر بولا اس کے پانی کو ہاتھ مت لگائیے گا جوگی بابا۔۔ اس نے مسکرا کر پیچھے یاسر کی طرف دیکھا اور کہا مجھے سب معلوم ہے اس تالاب کے کالے پانی میں اسی ناگن کا زہر شامل ہے یہ دیکھنے میں تو آئینہ دار ہے مگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس آئینہ کے پیچھے ایک خوفناک راز ہے تم کو اس تالاب کا پانی شاید کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا ہاں یہ مجھے معلوم ہے جوگی بابا لیکن اگر میرے علاوہ کسی نے بھی اس تالاب میں اترنے کا سوچا تو وہ زندہ نہیں رہ سکے گا۔

تم ٹھیک کہتے ہو بیٹا مجھے بھی یہی فکر لگی ہوئی ہے کوئی انسان بھولے سے بھی کبھی یہاں آ نہ جائے ورنہ وہ زندہ واپس نہیں جائے گا اگر کوئی دن کے وقت اس تالاب میں اترا تو پھر رات کی تاریکی میں ہی یا اسی وقت اس کا جسم گل سڑ جائے گا اس تالاب کی مثال بالکل اس زہریلے خوفناک تیزاب کی ہے جو انسانی شریر کو جلا کر ہڈیوں میں تبدیل کر دیتا ہے اچھا یہ بتاؤ تمہاری بہن کو اس تالاب کی حقیقت معلوم تھی جی ہاں جوگی بابا آپ نے میری بہن کی یاد تازہ کر دی ہے نجانے وہ اس وقت کہاں اور کس حال میں ہوگی کہیں اسے بھی تو اس ناگن نے اپنا۔۔۔حوصلہ رکھو بیٹا وہ ضرور ملے گی اسے کچھ نہیں ہوگا جوگی بابا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا پھر وہ بولے میرے خیال سے اب ہمیں پہاڑیوں کا رخ کرنا چاہیے جس مقصد کے لیے یہاں آئے ہیں وہ جلد پورا ہو سکے۔اچانک ایک سانپ کو یاسر نے اپنی پاؤں کی پنڈلی میں بیٹھے ہوئے محسوس کیا تو جوگی بابا ایک لمحے کے لیے خوفزدہ ہو گیا اور چار قدم پیچھے ہٹتے ہوئے بولا یاسر س۔۔س۔۔سانپ کچھ نہیں ہوتا جوگی بابا یہ راکیش ہے میرا ہمدرد دوست کیسے ہو راکیش۔۔اس نے اپنی دوشاخہ زبان باہر نکالی تو جوگی بابا نے اس سانپ کو اپنے ہاتھ میں لپیٹ لیا اور کہا بہت جلد تمہاری روح کو سکون مل جائے گا میں یہاں تمہاری مدد کرنے کو آیا ہوں ہم ضرور کامیاب واپس جائیں گے دعا کرنا اس ناگن کو اس تالاب کے اندر ہی قید کرنے میں کامیاب ہو جائیں اتنا کہتے ہی اس سانپ کو نیچے اتار دیا جو کچھ دیر انہیں کھڑا دیکھنے کے بعد سرسراہٹ کی آواز پیدا کرتے ہوئے جنگل میں چلا گیا جوگی بابا اب ہمیں چلنا چاہیے۔۔۔

وہ دونوں اب جنگل سے ہوتے ہوئے پہاڑیوں کی جانب چلے جا رہے تھے یاسر کے کندھے پر بیگ ابھی تک لٹک رہا تھا جس میں وہ پٹاری موجود تھی اس کے اندر جوگی بابا کا ساتھی ناگ راج تھا اب وہ پہاڑیوں کے قریب پہنچ چکے تھے پتھر کے اونچے نیچے ٹیلوں سے گزر کر انہیں تقریباً بیس منٹ گزر چکے تھے پیچھے جنگل کی آغاز وحدود انہیں سبز رنگ کے دیوار جیسی نظر آ رہی تھی جوگی بابا یہ وہ جگہ ہے جہاں پہلی بار میں ان بزرگ کے ساتھ آیا تھا وہ بابا جی مجھ سے بے انتہا پیار کرتے تھے اپنے بچوں کی طرح مجھے چاہا تھا میں بھی انہیں اپنوں سے بڑھ کر خیال کیا کرتا تھا وہ چلتے چلتے دریا کے کنارے پہنچ گئے تھے دریا کے ساحل پر انہیں ہڈیاں دکھائی دیں اور بے شمار استخوانی ہاتھ پاؤں اور کسی کسی جگہ ہڈیوں کا پنجرہ دکھائی دیتا تھا جوگی بابا کیا یہ اپنے بے گناہ انسانوں کی ہڈیاں ہیں جو اس خونی ناگن کے شیطانی طاقت اور زہر کا نشانہ بنے جوگی بابا نے نیچے دوزانوں بیٹھتے ہوئے ایک کھوپڑی کو اٹھاتے ہوئے اس کا جائزہ لیا اور بولے ہاں سو فیصد یہ کسی انسان کی ہی لگتی ہے اس بدنصیب انسان کی جس نے اپنی موت سے قبل ایک بھیانک اور خوفناک وجود دیکھا یا پھر اس ناگن کو دیکھا یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے نو سال قبل جب چودھویں رات کے چاند گرہن کے بعد اس ناگن نے جنم لیا تو ایک ماہ بعد پورے چاند کی رات وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا یہ تب ہی ممکن ہوا ہوگا جب یہ بھاگتا ہوا یہاں دریا کنارے تک آیا یا ہو سکتا ہے اس ناگن کی شیطانی طاقت اور طلسمی سحر کی وجہ سے لوگ بھاگتے ہوئے افراتفری کے عالم میں اس جگہ آ گئے جہاں سے انہیں زندہ واپس جانے کا موقع نہیں مل سکا۔ہو سکتا ہے یہ ان بدنصیب لوگوں کی ہڈیاں اور کھوپڑیاں ہوں جنہیں وہ کچی بستی کے لوگ نظر انداز کر چکے ہوں یا فراموش کر چکے ہیں شاید وہ آنے والے اس وقت سے بے خبر ہیں کہ بہت جلد ان کا شمار بھی ان ہڈیوں اور کھوپڑیوں میں ہوگا لیکن صرف تم وہ واحد انسان ہو جو اس ناگن کے شیطانی سحر سے بچ سکتے ہو۔

جوگی بابا آپ کا کیا خیال ہے راکیش کا جسم یہاں کہیں موجود ہوگا ہو سکتا ہے ابھی معلوم ہو جائے گا بیگ

کھولو یہ سن کر یاسر نے کندھے سے وہ بیگ نیچے پتھر کے ٹیلے پر رکھا جوگی بابا نے اس میں سے ایک بانسری نکالی اور پٹاری کھول کر ناگ راج سے بولا اے ناگ راج جاؤ تمہیں جس مقصد کے لیے بھیجا جا رہا ہے امید کرتا ہوں تم کامیاب واپس لوٹو گے پچھلے آٹھ سالوں میں تم کبھی ناکام نہیں ہوئے جلدی آنے کی کوشش کرنا میں تمہارا انتظار کروں گا اتنا کہتے ہی جوگی بابا بین بجانے میں مصروف ہو گیا یہ آواز نہایت سریلی تھی اس میٹھی آواز کا اتنا سرور تھا کہ وہ بچے جو کافی فاصلے پر مٹی سے کھیل رہے تھے اب ایک ہجوم کی شکل میں جوگی بابا سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر حیرت سے انہیں دیکھ رہے تھے یاسر کافی دیر تک رامیش چندر کو بین بجاتے ہوئے دیکھتا رہا پھر جوگی بابا نے خود ہی بین کو اپنے لبوں سے ہٹا لیا اور بولا ہمارا ناگ راج راکیش کا جسم تلاش کرنے کے لیے نجانے کس طرف گیا ہے ہم میں یہ تو نہیں جانتے کہ اس وقت کہاں گیا ہوگا لیکن ہمیں شام تک اس کے آنے کا انتظار کرنا ہوگا جوگی بابا خدا نہ کرے اگر وہ واپس نہ آیا تو پھر۔۔یاسر نے ادھوری بات کرتے ہوئے کہا تو جوگی بابا بولا پھر یہی سمجھنا ناگ راج ناکام ہو چکا ہے مجھے ایک فکر یہ بھی لگی ہوئی ہے کہیں وہ راکیش کا جسم تلاش کرتے کرتے اپنی جان سے نہ چلا جائے کیوں کہ میرے سب سے وفادار ساتھیوں میں سے ناگ راج ہی قبل اعتماد دوست ہے وہ جانتا ہے ناکامی سب سے بڑی شکست ہے جسے وہ آسانی سے تسلیم نہیں کر سکتا ہے جوگی بابا اب ہمیں واپس کچی بستی پہنچ جانا چاہیے۔ہاں چلو۔۔۔یاسر اور جوگی بابا اب اس جگہ سے نکل چکے تھے تھوڑی ہی دیر بعد وہ کچی بستی تک پہنچ گئے۔

❀❀❀

اس وقت عدیل کی فیملی ایک وین میں بیٹھ کر تفریح کے لیے شام نگر جانے والے راستے کی طرف گامزن تھے عدیل کی نگاہوں کا مرکز صرف صبا تھی جو کہ کھڑکی سے باہر کسی کو متلاشی نظروں سے دیکھ رہی تھی دل میں اس امید کی کرن جگائے ہوئے کہ شید اس کا بھائی اسے مل جائے مگر کہیں بھی اسے اپنے بھائی کی جھلک نہ دکھائی دی صبا بیٹا کیا سوچ رہی ہو کچھ نہیں آنٹی یہی سوچ کر میرا دل پریشان ہو رہا ہے نجانے میرے بھائی کے ساتھ ان وحشی اور اوباش آدمیوں نے کیا سلوک کیا ہوگا ایک لمحے کے لیے دل میں یہ خیال آتا ہے کاش اپنے بھائی کو اس حال میں نہ چھوڑا ہوتا صبا بیٹی ہم ضرور تمہارے بھائی کو تلاش کریں گے لیکن آنٹی آپ سب نے مجھے اپنے ساتھ کیوں سیر و تفریح کے لیے مجبور کیا اس کی وجہ بتائیں عدیل کی ماں بولی بیٹی اس وقت جن حالات سے تم گزر رہی ہو میں نہیں سمجھتی تمہیں تنہا چھوڑا جائے میری دعا ہے جلد تمہارا بھائی تمہیں مل ا۔تنے میں عدیل کا چھوٹا بھائی وکی بولا صبا بھابھی آپ ہمیں اپنا ہی سمجھئے۔

واٹ۔۔۔بھابھی۔۔صبا یہ سن کر حیرت سے بولی تو عدیل کی ماں نے اس کے گال پر چٹکی دی شرم تو نہیں آتی کم بد بخت مارے ایسی بات کرتا ہے سائرہ جو ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی بولی ٹھیک ہے تو کہہ رہا ہے ہم صبا کو بھلا کیسے چھوڑ سکتے ہیں صبا یہ سن کر کچھ لمحے کے لیے پریشان سی ہو گئی جبکہ سمیر صبا کی اس کیفیت کو بھانپ چکا تھا بولا میرے خیال سے ٹاپک کو چینج کیا جائے یار سمیر جوگی بابا نے جس شیش محل کا ذکر کیا تھا وہ راستہ نہیں مل رہا ڈرائیور کسی سے پوچھ لینا شاید کوئی جانتا ہو ٹھیک ہے بابو جی۔ڈرائیور نے سڑک کے کنارے اپنی وین کھڑی کی اور پھر ایک آدمی سے جوگی بابا کے شیش محل کا ایڈریس معلوم کیا صاحب جی یہ سڑک بالکل سیدھی شہر کی طرف جاتی ہے آپ کو شہر کی حدود سے پہلے ایک دریا کا پل نظر آئیگا۔آپ نے اس دریا کو عبور نہیں کرنا بلکہ بائیں جانب مڑ جانا پھر تین یا چار کلومیٹر کے بعد ایک پتلی سڑک آتی ہے جو سیدھی شیش محل کی طرف جاتی ہے سنا ہے اس راستے پر کوئی بھی عام آدمی نہیں جا سکتا ہے اگر کوئی گیا ہے تو اس شیش محل کے اندر داخل نہیں ہو سکتا کیوں کہ رامیش چندر کی اجازت کے بغیر ایک چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی ٹھیک ہے بھائی آپ جا سکتے ہیں بہت شکریہ چلو ڈرائیور۔اب وین سیدھا اس راستے پر گامزن ہو چکی تھی تقریباً آدھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گھنٹے بعد وین شیش محل سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہو چکی تھی عدیل اور سمیر باہر اتر کے اس شیش محل کو بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے گیٹ پر موجود اس چوکیدار نے سرخ رنگ کی وین کو دیکھا تو آہستہ سے چلتا ہوا اس طرف آیا اس نے کندھے پر رائفل لٹکا رکھی تھی اس نے ان دونوں دوستوں کو بڑی حیرت سے دیکھا اور بولا معافی چاہتا ہوں لگتا ہے آپ شاید غلط راستے پر آئے ہیں۔کیا ۔سمیر اور عدیل یک زبان ہو کر بولے پھر سمیر نے بات شروع کی دیکھئے ہم رامیش چندر سے ملنے آئے ہیں وہ اس شیش محل میں رہتے ہیں ٹرین میں ہماری ان سے ملاقات ہوئی تھی دیکھو بھائی مہاراج اس وقت شام نگر گئے ہیں کیا مگر کب کس وقت وہ آج صبح ہی گئے ہیں ساتھ میں ایک نوجوان لڑکا بھی ان کے ساتھ گیا ہے وہ کہہ کر گئے تھے کہ ہو سکتا ہے میں شام تک نہ آسکوں آپ کل آکر ان سے مل سکتے ہیں عدیل بولا۔

ارے بھائی ہم خود اس وقت جھیل کی سیر کر کے واپس جا رہے ہیں سوچا تھا جوگی بابا کے ساتھ شام نگر جائیں وہاں پہاڑیاں دیکھنے والی ہیں سنا ہے وہاں ان پہاڑیوں میں کئی کہانیاں کئی راز دفن ہیں اس چوکیدار نے کہا دیکھو اس بات کا تو مجھے بھی صحیح طور پر معلوم نہیں ہے اور ویسے بھی اب تو شام ہو رہی ہے میری مانیں تو اس وقت آپ کا وہاں جانا شاید ٹھیک نہیں ہوگا سمیر نے عدیل کے قریب آکر اس کے کان میں سرگوشی کی تو عدیل نے ہاں میں سر ہلایا تم نے ٹھیک ہی کہا ہے سمیر آج رات ہم شام نگر گزار لیں صبح پہاڑیوں کی سیر ہو جائے گی چوکیدار بولا بھئی جیسے آپ لوگوں کی مرضی ویسے کیا میں پوچھ سکتا ہوں آپ لوگ کس جگہ سے آئے ہیں عدیل نے کہا ہم ویسے تو پاکستان رہتے ہیں مگر انڈیا صرف سیر و تفریح اور اپنے دوست سمیر سے ملنے کے لیے خاص طور پر میں نے پروگرام بنایا ہے پیچھے ویگن میں ہماری فیملی موجود ہے اس چوکیدار نے عدیل کے پیچھے اس سرخ رنگ کی ویگن کو سرسری نگاہ سے دیکھا اور بولا جاؤ بھائی خدا آپ کو اپنی منزل تک صحیح سلامت پہنچائے میں تو صرف دعا کر سکتا ہوں سمیر بولا کیا ہم اس شیش محل کو اندر سے دیکھ سکتے ہیں چوکیدار مسکراتے ہوئے بولا سوری مجھے اجازت نہیں ہے آپ کل آکر دیکھ لیں اگر مہاراج یہاں خود ہوتے تو مجھے بھلا آپ سے کسی بات کا اعتراض ہوتا ٹھیک ہے بھائی ہم چلتے ہیں چل یار عدیل اب وہ دونوں ویگن کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئے تو عدیل کی ماں بولی بیٹا وہ کیا کہہ رہا تھا امی جان وہ جوگی بابا شام نگر گیا ہے اسی جگہ جہاں وہ پہاڑیاں موجود ہیں سمیر کیا خیال ہے چلیں۔۔

سائرہ: سے پوچھ لو بھائی مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے سبھی بچے جو پیچھے بیٹھے ہوئے تھے بولے ہم نے شام نگر جانا ہے۔ ہاں ہاں ہم جائیں گے ہم پہاڑیاں دیکھیں گے عدیل مسکرا کر بولا لو اب بچے بھی تیار ہو گئے ہیں ڈرائیور ویگن کو موڑ لو اب ڈرائیور نے ویگن کو دائیں جانب موڑ کاٹتے ہوئے ریورس گیئر میں ڈالا اور چوکیدار اس ویگن کو دور جاتے ہوئے دیکھنے لگا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوئی۔

❁❁❁

سورج کی لال سرخ ٹکیا مغرب کی جانب غروب ہونے کا دلکش منظر پیش کر رہی تھی یاسر اور جوگی بابا بے حد پریشانی کے عالم میں ناگ راج کی واپسی کا شدت سے انتظار کر رہے تھے یاسر ہمارے ناگ راج نے اتنی دیر لگا دی خدا نہ کرے کہیں اسے کسی نے مار تو نہیں دیا جوگی بابا فکر تو مجھے بھی ہو رہی ہے صبح تک رکنا میرے خیال سے مناسب نہیں ہے ہمیں چلنا چاہیے ہاں تم ٹھیک کہتے ہو ہم ناگ راج کا انتظار ضرور کریں گے وہ ضرور راکیش کے جسم کی تلاش میں کچھ دور نکل چکا ہوگا ہمیں دو دن بعد یہاں پھر آنا ہوگا۔

اتنے میں ایک بچہ پانی کی بڑی سی بوتل لے کر آیا انکل ۔۔انکل ۔یہ بوتل لے جائیں ارے یہ۔۔یہ تو بوتل اس میں کیا ہے اتنے میں ایک آدمی پاس آکر بولا آپ لوگ شاید دور سے آئے ہو راستے میں پیاس لگے تو پی لیجیے گا ہماری بستی والوں کی فکر نہ کیجئے گا ہم سب مسلمان ہیں اور اللہ پر یقین رکھتے ہیں رہی بات کسی

شیطانی طاقت کے حملہ کرنے کی تو ہم سب مل کر کسی بھی دشمن کا منہ توڑنے کی بھرپور مہارت ہمت اور طاقت رکھتے ہیں چاہے وہ ناگن ہو سانپ ہو یا کوئی بھی جانور ہو ہمارے قبیلے کو بری نگاہ سے دیکھنے والے کا انجام بہت ہی برا ہوگا۔یاسر اس آدمی کے بازوؤں کو تھاما اور کہا اللہ نہ کرے ایسا ہو مگر ہماری اب بھی یہی رائے ہے کہ اس جگہ کو فوری چھوڑ دیں پورے چاند کی رات گزر جانے کے بعد امید ہے امن ہی رہے گا مگر وقت سے پہلے کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے چلئے جوگی بابا۔ ہمارا گھوڑا کب سے ہمیں بے چین نگاہوں سے دیکھ رہا ہے جوگی بابا نے گھوڑے کی پیٹھ پر تھپکی دی اور دونوں گھوڑے پر سوار ہو گئے اب گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز دور تک جاتی ہوئی سنائی دینے لگی کچی بستی کے کچھ لوگ اور بچے گردن اٹھا کر اس کالے گھوڑے کو دور چڑھائی والے راستے پر سڑک کی جانب دوڑتا ہوا دیکھنے لگے

❁❁❁

رات کی تاریکی نے اپنے پر پھیلا دیئے تھے ایسے میں ویگن ایک کچے راستے پر اتر گئی تو ڈرائیور نے بریک لگا دی بابو جی اس سے آگے تو راستہ بند ہے آگے وہ پہاڑیاں اور دریا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے سمیر میرے خیال سے ہمیں کہیں رات بسر کرنی چاہیے صبا پہلے سے ہی اس جگہ کو دیکھ کر خوف کھا رہی تھی بولی آ۔۔آ۔۔آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں نہیں تو وہ ناگن آپ سب کو ڈس لے گی ارے یار یہ ناگن کہاں سے آگئی صبا تم پریشان مت ہو ہم سب تمہارے ساتھ ہیں میرے خیال سے ہمیں کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنی ہوگی امی جان آپ سب گاڑی میں بیٹھیں میں اور سمیر رات بسر کرنے کے لیے جگہ تلاش کرتے ہیں چلو عدیل ۔۔اب وہ دونوں ٹارچ کی روشنی میں کچے راستے پر اترتے چلے جا رہے تھے تھوڑی ہی دور پہنچ کر انہیں اپنے سامنے لاتعداد بڑی بڑی پہاڑیوں کا لامتناہی سلسلہ دکھائی دیا رات کی تاریکی میں یہ بڑے بڑے پہاڑ دیو کی مانند نظر آرہے تھے دور کہیں سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں انہیں واضح سنائی دے رہی تھیں یار عدیل اس جگہ کو دیکھ کر ویسے ہی یہ احساس ہوتا ہے کہ انسانی آبادی کا کوئی بھی نام و نشان موجود نہیں ہے تیرا کیا خیال ہے یہاں ہمارے آنے پر کون استقبال کرے گا او ہو کم آن۔۔عدیل میں مذاق کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں پھر اب کیا کیا جائے عدیل کچھ سوچ کر بولا میرے خیال سے ان پہاڑیوں میں رات بسر کی جائے ہر روز تو یہاں آنا نہیں ہوگا ویسے بھی دو گھنٹے واپسی کا سفر ہے میرے خیال کے مطابق کل کا پورا دن ہم یہاں گزاریں گے پاکستان سے یہاں انڈیا ہم تفریح کے لیے آئے ہیں تو پھر کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے بار بار موقع کہاں ملتا ہے یہ بات بھی ٹھیک ہے چلو پھر ہمارے لیے مناسب ہوا اب وہ واپس ویگن کی طرف لپکے اور اپنے سانس درست کرنے لگے ارے سمیر بیٹے کیا ہوا رات بسر کرنے کے لیے کوئی جگہ ملی یا نہیں سمیر نے نفی میں سر ہلایا اور بولا جی نہیں اماں جان فی الحال پہاڑی غار میں جگہ مل ہی جائے گی سمیر پہلے پہاڑ کے اندر موجود کوئی محفوظ غار تلاش کر کے لکڑیاں جمع کرنا ہوں گی تاکہ ہم کھانے کا سامان وغیرہ سیٹ کر سکیں صبا اور سائرہ کے ویگن سے اترنے کے ساتھ بچے بھی باہر آگئے یہ بچے تعداد میں پندرہ تھے جو کہ دوسری تیسری کلاس میں پڑھتے تھے شکیلہ نے ان بچوں کی ذمہ داری لی ہوئی تھی اب یہ قافلہ اپنے مختصر سے سامان کے ساتھ پہاڑیوں کے درمیان تنگ راستے سے گزر رہا تھا سمیر نے ایک پہاڑ کے اندر کھلی جگہ کا انتخاب کیا اور ربولا میرے خیال سے رات گزارنے کے لیے یہ جگہ کافی ہے ہم اپنا سامان یہاں سیٹ کریں اب تین ٹارچ جو کہ عدیل سمیر اور ڈرائیور نے اپنے اپنے ہاتھوں میں روشن کر رکھی تھیں اس کی مدد سے زمین کی وہ جگہ اچھی طرح سے صاف کرنے کے بعد بڑی کپڑے کی چٹائی کو بچھایا گیا عدیل اور سمیر قریب ہی جنگل کی حدود سے کچھ لکڑیاں کاغذ کے پرانے ٹکڑے اکٹھے کر کے لے آئے اور انہیں جلا کر انگیٹھی سی بنالی تقریباً آدھے گھنٹے بعد چھوٹے سے سلنڈر کو بجھانے کے بعد سب چائے کی چسکیاں لے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے تھے سمیر سلنڈر کے اندر گیس مکمل طور پر ختم ہو چکی ہے کیوں کہ آنچ سے اندازہ یہی ہو رہا تھا اچھا ہوتا اسے فل کروا لاتے یار چھوڑ اب چائے پی لے ٹھنڈی ہو رہی ہے ہم نے کون سا یہاں دو چار دن رہنا ہے کل کا دن ہم یہاں گھومیں گے اور شام تک واپسی ہو جائے گی صبا تم بھی کچھ بولو خاموش کیوں بیٹھی ہو عدیل نے صبا کی طرف سرسری نگاہ سے دیکھا تو اس نے لمبا سانس لیا اور بولی۔

میرے پاس بولنے کے لیے وہ الفاظ نہیں جو بیان کر سکوں میری زندگی کا ماضی آپ جان چکے ہیں اور مستقبل سے میں مکمل طور پر نا آشنا ہوں صبا بیٹی کچھ ہی دنوں تک تمہارے بھائی کا ضرور پتہ چل جائے گا ویسے اگر ہمارے ساتھ پاکستان چلنا ہے تو ہمیں بے حد خوشی ہوگی سچ میں تمہیں چھوڑتے کا ہمارا دل بالکل نہیں کر رہا ہے۔انٹی آپ سب نے مجھے سہارا دیا ہے میں آپ کی شکر گزار ہوں لیکن مجھے اپنے بھائی کو تلاش کرنا ہے کسی بھی طرح میرے بھائی کی کچھ مدد کر دیں ہمارا نہ کوئی مکان ہے اور نہ کوئی خاندان باقی رہا ہے۔صبا ایسا مت کہو یہ بھی تمہارا اپنا خاندان ہے تم ہمارے ساتھ جب چاہو رہ سکتی ہو سمیر بھیا ایسی بات نہیں ہے میں بلاوجہ آپ پر بوجھ نہیں بننا چاہتی ارے اس میں بوجھ والی کون سی بات ہے صبا بیٹی تم پریشان مت ہو ہم تمہاری مدد کرنے کو تیار ہیں اتنے میں عدیل کی بہن سائرہ بولی صبا جب سے ہمارے بابو جی کی موت ہوئی تب سے یہ جگہ شاید میرے لیے بدنصیبی کا مقدر بن گئی اپنے بھائی یاسر کے ساتھ پہلی بار میں نے اس شام نگر کی پہاڑیوں کو دیکھا تھا اس جگہ سے آج بھی مجھے خوف آتا ہے جہاں اس ناگن نے اپنا مسکن بنایا ہوا ہے اس جنگل میں جنگلی جانوروں سے زیادہ ڈر اگر ہے تو صرف اس خون آشام ناگن کا ہے جو انسانی جسم میں اپنا خطرناک زہر انڈیلنے کے بعد ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیتی ہے وہ ڈھانچہ جو آنے والی چاند کی چودھویں رات کو زندہ ہوگا صبا کی یہ بات سن کر سبھی زور زور سے ہنسنے لگے کچھ بچے یہ سن کر ڈر سے گئے اور کچھ کھی کھی کر کے ہنسنے لگے عدیل اور سمیر کا ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا ارے صبا ۔۔صبا تم بھی ناں۔۔آہا۔۔کیا بات ہے میں نے کوئی جوک تو نہیں سنایا صبا نے عدیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو سمیر بولا صبا تمہاری باتیں سن کر ہنسی نہیں آئے گی تو کیا رونا آئے گا یہ سب باتیں کوہ قاف کی دنیا میں ہوتی ہیں کتابوں میں چھپتی ہیں اور خوابوں میں ہوتی ہیں ان کا زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ہوتا ہے سمیر بھیا آپ بے شک یقین نہ کریں لیکن میں اور میرا بھائی یاسر اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں اگر وہ یہاں ہوتا تو وہ میری بات کی یقین دہانی ضرور کرواتا۔

ارے صبا اب سو جاؤ ہم پورا دن کے تھکے ہوئے ہیں اب وہ سب اس جگہ دن بھر سیر کر کے سفر کے بعد اب جلد ہی نیند کی وادیوں میں کھو گئے۔

❁❁❁

مہاراج شکر ہے آپ آ گئے بہت ٹائم لگا دیا ہے آپ نے۔۔۔چوکیدار نے جوگی بابا کو گھوڑے سے اترتے ہوئے دیکھا تو یاسر بولا ہمیں اگر دیر ہوئی ہے تو صرف ناگ راج کی وجہ سے کیوں کہ وہ راکیش کا جسم تلاش کرنے نکلا تھا صبح سے شام ہو گئی مگر وہ واپس نہیں آیا شام کو کافی دیر تک جوگی بابا بین بجاتے رہے مگر لاٹھی کی سریلی آواز بھی شاید ناگ راج تک نہیں پہنچ سکی اب اس گھوڑے کو چوکیدار کے سپرد کرنے کے بعد یاسر اس کے ساتھ شیش محل کے اندر پہنچ گیا کمرے کے اندر پہنچ کر کپڑے تبدیل کرنے کے بعد اب یاسر جوگی بابا کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات کو محسوس کرنے لگا جوگی بابا آپ پریشان کیوں ہیں ناگ راج ضرور کامیاب واپس لوٹے گا ہم دو دن بعد پھر وہاں جائیں گے پہاڑی کا چپہ چپہ دیکھیں گے یاسر مجھے لگتا ہے جہاں تک میرا علم یہ کہتا ہے راکیش کا جسم ضرور کہیں ریت میں دفن ہے کیوں کہ پہاڑی زمین میں وہ کسی بھی طرح دب نہیں سکتا ضرور وہ ریتلی طوفان میں پھنسا ہوگا تبھی اس کا جسم کہیں ریت کے وزن سے زمین کی گہرائیوں میں چلا گیا ہوگا کیوں کہ دریا۔کے ساحل پر جو ریت ہے وہ کافی گہری ہے

جہاں انسانی ہڈیاں اور کھوپڑیاں ہم نے پڑی ہوئی دیکھی تھیں جوگی بابا ہو سکتا ہے یہ طوفان اس وقت آیا جب پورے چاند کی رات آئی کہیں ایسا تو نہیں ہوا۔ہاں ہاں ۔۔ہو سکتا ہے ممکن کچھ ایسے ہی حالات ہوں مجھے اپنے ناگ راج کی کامیابی اور ناکامی کا راز جاننے کے لیے ایک عمل کرنا ہوگا کیا تم میرا ساتھ دو گے ارے جوگی ابابا کیسی بات کرتے ہیں میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔

چلو پھر آؤ میرے ساتھ اب وہ شیش محل سے باہر نکل کر ایک الگ سے کمرے میں آ گئے جہاں جوگی بابا نے اپنے ناگ راج کی جالی دار پٹاری کو زمین پر رکھا اور بیٹھ کر زیر لب کچھ پڑھنے لگا یاسر کو کچھ دیر خاموش رہنے کی سخت تاکید کر دی تاکہ عمل میں رکاوٹ نہ ہو پھر کچھ دیر بعد اس پٹاری کے اندر چھوٹے سے مٹی کے پیالے میں دودھ ڈال دیا اور پٹاری کو اچھی طرح سے بند کر دیا جوگی بابا آپ نے اس دودھ کے پیالے پر ایسا کون سا عمل کیا ہے یاسر بیٹا اگر دو دن میں دودھ کا رنگ تبدیل نہ ہوا تو اس کا مطلب ناگ راج زندہ ہے اور اپنے مقصد کے لیے نکل چکا ہے جس میں اسے کامیابی کے لیے کچھ وقت درکار ہے دو دن بعد اگر دودھ کا رنگ سبز ہو گیا تو اس کا مطلب ناگ راج کامیاب ہو چکا ہے اور وہاں ہمارا انتظار کر رہا ہے اور اگر سبز نہ ہوا تو۔۔۔۔

یاسر نے پریشانی سے ادھوری بات کرتے ہوئے جوگی بابا کی طرف پریشانی سے دیکھا تو پھر ناگ راج سمجھ لو اس دنیا سے جا چکا ہے کیوں کہ دودھ کا رنگ یا تو سبز ہوگا یا پھر سرخ ہو جائے گا دعا یہ کرو دودھ کا رنگ یا تو تبدیل نہ ہو یا پھر سبز ہو جائے اتنا کہہ کر جوگی بابا کمرے سے باہر آ گیا اور دروازے کو تالا لگاتے ہوئے بولا نجانے ناگ راج اس وقت کہاں ہوگا بابا جوگی آپ پریشان نہ ہوں ہمیں ضرور کامیابی ملے گی اب وہ واپس کمرے میں آ گئے تھے جہاں لکڑی کے سٹول پر دو دن پرانا اخبار پڑا ہوا تھا یاسر نے سب سے پہلے اسلامی تاریخ کا جائزہ لیا فرنٹ صفحے کے سب سے اوپر چاند کی چار تاریخ لکھی ہوئی تھی اس تاریخ کو وہ خوف اور دھڑکتے دل سے دیکھ رہا تھا کہ اچانک جوگی بابا نے وہ اخبار پکڑی اور بولا اس ناگن کے بارے میں اتنا زیادہ مت سوچو اسے تو میں تالاب کی گہرائیوں میں ہی دفن کر دوں گا میرے خیال سے اب سو جاتے ہیں صبح مجھے شہر بھی جانا ہے اب کمرے کی لائٹ آف ہو چکی تھی دونوں ہی کچھ دیر بعد گہری نیند میں کھو چکے تھے۔

❁❁❁

صبح صبح بکریوں کی میں میں سے عدیل اور سمیر آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر نیند سے بیدار ہونے لگے بابو جی بابو جی اٹھ جائیے ہم بالکل ٹھیک جگہ پہنچے ہیں یہ شام نگر کی پہاڑیاں ہیں میری ایک آدمی سے ابھی ابھی ملاقات ہوئی ہے شکریہ آپ کا۔۔عدیل نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا اب عدیل نے سب کو باری باری جگایا سب ہی نیند سے بیدار ہونے کے بعد پانی کی بوتل سے ہاتھ منہ دھونے لگے پانی کا آخری کین بھی تقریباً ختم ہو چکا تھا بھیا۔۔اب ناشتہ کہاں کریں گے جہنم میں جا کر ۔۔عدیل نے رومال سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا تو سائرہ بولی پلیز بتائیں ناں اب سوائے شکیلہ اور صبا کے سب ہی جنگل میں جانے کا پروگرام بنا چکے تھے فیصلہ یہ ہوا کہ تازہ پھلوں سے ناشتہ کیا جائے اب یہ قافلہ جنگل میں اتنی خاموشی ۔۔۔مجھے تو لگتا ہے سبھی جانور ابھی تک سوئے ہوئے ہیں یار ہم یہاں آ گئے ہیں یہی کافی ہے سمیر کی یہ بات سن کر بچے ہنس پڑے اب وہ جنگل میں شاخوں سے پھل توڑ توڑ کر کھانے لگے یار عدیل صبا بھی ساتھ ہوتی بات ہی کچھ اور ہوتی آہستہ بول یار عدیل نے آہستہ سے اس کے کانوں میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا ساتھ ساتھ وہ کھانے میں بھی مصروف تھے بچے بھی شرارتیں کرتے ہوئے درختوں کی شاخوں سے کھیلتے ہوئے خوش نظر آ رہے تھے ان کے قدم اس پرانے مکان کی جانب تھے جس سے وہ بے خبر تھے اب پھلوں سے نہیں کچھ سہارا مل گیا تھا یہ قافلہ جنگل سے ہوتا ہوا اب اس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ مکان تھا اور اس خون آشام ناگن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا خوفناک طلسمی سحر اور جادوئی پراسرار بچھا ہوا شیطانی جال جس کی لپیٹ میں عنقریب ان سب کی موت واقع ہونے والی تھی اور دوسری جانب شکیلہ اور صبا آپس میں باتیں کرنے میں مصروف تھےنہیں شکیلہ آنٹی ایسا ہرگز نہیں ہے میں تو اپنے آپ کو ابھی تک سمجھ نہیں پا رہی ہوں کہ کہاں جاؤں کس کے سہارے اپنی زندگی بسر کرنے کچھ سوچ سکوں اور آپ مجھے اپنے ساتھ رہنے پر مجبور کر رہی ہیں پلیز مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔

دیکھو صبا بیٹی جیسے کہ تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ میری بیٹی سائرہ کی بہت جلد سمیر سے شادی ہونے والی ہے میں چاہتی ہوں تمہیں اپنے گھر بہو بنا کر لے آؤں میں نے تو صرف یہ سوچ کر تم سے بات کی تھی کہ شاید تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا مگر تم کو میں زیادہ مجبور نہیں کروں گی میرا بیٹا عدیل ایک اچھی میڈیکل جاب میں لگا ہوا ہے مجھے تو اس کے لیے تم سے بڑھ کر کوئی بھی شاید اچھا رشتہ اب اتنی آسانی سے نہیں مل سکتا عدیل سے میں بت تو کر ہی لوں گی مگر تمہاری رضامندی ضروری ہے تمہارے بھائی یاسر کا بھی بہت جلد پتہ لگ جائے گا تم کو ٹیچر بننے کا شوق ہے یہ سن کر مجھے انتہائی خوشی ہوئی میں چاہتی ہوں شادی سے پہلے تم کو ٹیچر کی اعلیٰ جاب مل جائے۔واٹ۔صبا حیرت سے بولی مگر۔۔مگر شکیلہ آنٹی میں ابھی مزید پڑھنا چاہتی ہوں نو پرابلم۔تم اپنی پڑھائی ساتھ ساتھ جاری رکھو شکیلہ نے مطمئن ہونے والے انداز میں کہا اور کچھ لمحے خاموشی چھائی رہی پھر شکیلہ نے صبا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا کیا تم اس رشتے کو قبول کرتی ہو دیکھو میں تم پر کسی قسم کی کوئی زبردستی پریشانی یا کوئی بوجھ ڈالنا نہیں چاہتی ہوں یہ تو بہت خوشی کی بات ہوگی اگر تمہارے بھائی کا پتہ معلوم ہو جائے پھر شاید وہ بھی اس رشتے سے خوش ہو جائے گا لیکن شکیلہ آنٹی ۔۔۔میں تو ۔۔ابھی صبا نے اتنا ہی کہا تھا کہ ایک کالے رنگ کا سانپ اپنا پھن پھیلاتے ہوئے ان کے سامنے ظاہر ہوا شکیلہ نے اتنے قریب ایک خوفناک سانپ کو دیکھا تو پورا جسم لرزنے لگا صبا بھی اس سانپ کو دیکھ کر گھبرا گئی مگر وہ اتنا خوفزدہ بالکل نہ ہوئی کیوں کہ پہلے بھی کئی بار ایسے ہی خطرناک سانپوں کو اتنے ہی قریب سے دیکھنے کی عادی ہو چکی تھی۔

اس کی بات ادھوری ہی رہ گئی تھی سانپ بار بار اپنی دوشاخہ زبان باہر نکالتے ہوئے پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا تھا اور صبا اس سانپ کی حرکات وسکنات کو سمجھنے سے قاصر رہی اگلے ہی لمحے سانپ جیسے ہی صبا کے پاؤں سے لپٹ گیا تو شکیلہ کے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی کیوں کہ وہ سمجھ بیٹھی تھی کہ سانپ نے اسے ڈس لیا ہے۔صبا نے اس سانپ کو پیچھے کی طرف اپنے ہاتھ سے دھکیلا تو وہ پیچھے چٹان سے ٹکرا گیا وہ اپنی زبان باہر نکالتے ہوئے بار بار صبا کی طرف متوجہ ہو کے اسے کچھ کہنا چاہ رہا تھا اس کی چمکتی ہوئی دو آنکھیں شکیلہ کو موت کا پیغام سنا رہی تھیں صبا۔۔صبا بیٹی اس سانپ کو۔۔اس سانپ کو یہاں سے بھگاؤ یہ سن کر وہ دوبارہ صبا کے قریب آیا اور اس کے دوپٹے کا پلو اپنے دو دانتوں سے کھینچ کر اسے اپنے ساتھ ساتھ چلنے پر مجبور کرنے لگا شکیلہ یہ منظر حیرت سے دیکھنے لگی جبکہ صبا بھی عجیب کشمکش میں کبھی اس سانپ کو اور کبھی شکیلہ کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی صبا نے اس سانپ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھا لیا اور بولی کیا۔۔ک۔۔کیا تم راکیش ہو وہ اپنی زبان باہر نکالنے لگا شکیلہ صرف ایک فٹ کے فاصلے سے اس کی دوشاخہ زبان باہر نکلتی دیکھ کر پسینے پسینے ہوگئی آنٹی گھبرائیں مت۔۔یہ آپ کو اور مجھے کچھ نہیں کہے گا راکیش کہو کیا بات ہے تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو اس نے صبا کے بازوؤں کو بل دینا شروع کر دیا صبا اس کی بات کو ابھی بھی سمجھنے سے قاصر تھی اس نے اسے زمین پر اتارا اور سانپ کو چٹائی پر پڑے سامان کی جانب جاتے ہوئے بڑی حیرت سے دیکھا پھر اس نے ایک چھوٹے سے سرخ رنگ کے رومال کو اپنے منہ سے اٹھایا اور صبا کے سامنے پھینک دیا وہ بار بار صبا کی قمیض کو دانتوں سے اپنی جانب کھینچنے لگا پھر اس کا پلو چھوڑ کر وہ رینگتے ہوئے جنگل کی جانب بڑی تیزی سے نکل گیا صبا اسے جنگل کی جانب بڑی حیرانگی سے دیکھ رہی

تھی صبا۔۔صبا یہ۔۔یہ۔۔یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

آنٹی یہ وہی ناگ ہے جس کی جان کی دشمن وہ ناگن ہے لیکن سمجھ نہیں آ رہی راکیش ایسا کیوں کر رہا تھا کیا وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا جس کی ہمیں سمجھ نہیں آئی صبا بیٹی بیٹھ جاؤ اگر وہ ہمیں نقصان پہنچائے بغیر چلا گیا ہے تو لازمی بات ہے وہ عدیل سمیر سائرہ اور بچوں کی ضرور حفاظت کے لیے گیا ہوگا۔شکیلہ آنٹی میرا دل بہت گھبرا رہا ہے نجانے کیوں ایسے محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے کچھ ہونے والا ہے صبا بیٹی پریشان مت ہو بچے زیادہ دور نہیں جائیں گے میں نے عدیل اور سمیر کو سمجھا کر بھیجا ہے اور ساتھ میں ڈرائیور بھی اس لیے گیا ہے تاکہ اگر جنگل میں کسی جانور کا سامنا ہو جائے تو وہ اس کا مقابلہ کر سکے اس کے پاس حفاظتی رائفل موجود ہے اب صبا اور شکیلہ اس غار کے باہر چٹان سے ٹیک لگا کر چٹائی پر بیٹھ کے ان سب کے آنے کا انتظار کرنے لگیں۔

یہ مکان بہت پرانا لگتا ہے سمیر۔۔ایسے جیسے کہ صدیوں سے یہاں کوئی نہیں آیا سائرہ بولی مجھے پتہ ہوتا تو میں اپنا مووی کیمرہ اٹھا لاتی عدیل مکان کے اندر چل کے دیکھتے ہیں بچے باہر بھاگ دوڑ میں مصروف نظر آ رہے تھے ڈرائیور تم بچوں کو دیکھو کہیں دور نہ نکل جائیں ٹھیک ہے بابو جی۔۔وہ ڈرائیور باہر بچوں کی نگرانی کرنے لگا عدیل نے جالے ہٹاتے ہوئے ایک کھلے دروازے کو ہلکا سا پیچھے دھکیلا تو اندر کا منظر دیکھ کر ہی دل اچھل کر حلق میں آ گیا کیونکہ اندر بیڈ پر ایک سفید رنگ کا ڈھانچہ جس میں سے خطرناک کیڑے مکوڑوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری تھا کہیں کہیں بڑے بڑے چوہے ادھر ادھر پھرتے واضح دکھائی دیے سائرہ نے چھت کے پنکھے کو دیکھا تو خوف سے بولی میں تو باہر جا رہی ہوں مجھے بے حد خوف محسوس ہو رہا ہے تو یہ اتنے بڑے بڑے مکڑی کے جالے زندگی میں پہلی بار دیکھے ہیں اور وہ مکڑی اللہ کی پناہ جیسے ہمارا ہی انتظار کر رہی ہے میں تو چلی ارے سائرہ رکو تو سہی۔عدیل نے سائرہ کو باہر جاتے ہوئے دیکھ کر آواز دی مگر اس نے کچھ بھی نہ سنا عدیل اور سمیر دوسرے کمرے میں گئے جہاں انہیں ایک مردہ سانپ دکھائی دیا۔۔یہ۔۔یہ لگتا ہے شاید زندہ ہے سمیر نے عدیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو عدیل ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اس سانپ کو ہلکی سی ٹھوکر لگا کر پیچھے ہٹ گیا مگر اس سانپ نے کوئی بھی حرکت نہ کی سمیر۔۔یہ سیڑھیاں لگتا ہے اوپر والی منزل کو جاتی ہیں چلو۔۔دیکھو تو سہی وہ دونوں تجسس اور حیرت سے سیڑھیاں چڑھنے لگے باہر سے اچانک بچوں کے شور مچانے کی آوازیں انہیں سنائی دیں مگر وہ دونوں ہنستے ہوئے نظر انداز کر گئے وہ بچے ایک سانپ کو دیکھ کر خوفزدہ ہو چکے تھے ویگن کا ڈرائیور اس سانپ کو خوف سے دیکھنے لگا جو تالاب کے پاس اپنا پھن پھیلائے دوشاخہ زبان باہر نکالتے ہوئے انہی کی جانب دیکھ رہا تھا انکل انکل۔۔انکل ہم نے پانی میں جانا ہے مگر یہ سانپ نجانے کہاں سے آ گیا۔

سائرہ بھی اس سانپ کے قریب آیا تو اس نے سرسراہٹ کی آواز نکالتے ہوئے اسے آگے آنے سے روکا کیون بھئی۔۔یہ جگہ تیرے باپ کی ہے ہم یہاں تفریح کرنے آئے ہیں چل ہٹ جا سامنے سے ڈرائیور نے دو تین بار کہا مگر وہ سامنے سے ہٹنے کو تیار ہی نہیں تھا ڈرائیور نے اپنے کندھے سے رائفل کو اتارتے ہوئے کہا چل۔۔ہٹ نہیں تو گولی مار دونگا سالے وہ بار بار اپنی دوشاخہ زبان باہر نکالتے ہوئے اسے منع کر رہا تھا کہ جیسے یہ پانی کا تالاب نہیں اس کی موت ہے مگر ڈرائیور نے اس کی پرواہ نہ کی اور اس کے سر کا نشانہ لیا ۔۔ٹھاہ۔۔ٹریگر دباتے ہی گولی کی آواز نے جنگل میں ایک خوف کا گہرا تجسس چھوڑ دیا صبا اور شکیلہ کھڑے ہو کر جنگل کی جانب دیکھنے لگیں آنٹی ۔۔۔آنٹی ۔۔یہ آواز تو گولی چلنے کی ہے مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے آنٹی پلیز انہیں واپس بلوا لیں شام نگر کی یہ پہاڑیاں اور جنگل اس ناگن کا مسکن ہے میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا یہ جگہ ٹھیک نہیں ہے صبا بیٹی۔۔کچھ نہیں ہوگا حوصلہ رکھو وہ لوگ ابھی کچھ ہی دیر میں واپس آ جائیں گے عدیل اور سمیر اوپر سے سیڑھیاں تیزی سے اتر کر نیچے آئے اور بولا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیا ہوا۔۔کیا ہوا یہ آواز کیسی تھی ڈرائیور جو خوف سے اس سانپ کو غائب ہوتا دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا بولا کچھ نہیں بابو جی بچے پانی میں اترنا چاہتے تھے نجانے کہاں سے وہ سانپ یہاں آ گیا میں نے گولی چلائی تو اچانک غائب ہو گیا زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ کسی سانپ کو اپنی آنکھوں سے غائب ہوتے ہوئے دیکھا ہے ارے کمال کرتے ہیں آپ۔۔ہمیں بھی بلاوجہ ڈرا کے رکھ دیا چل عدیل مکان کی پچھلی طرف دیکھتے ہیں کیا ہے۔۔چلو سمیر اور عدیل دونوں مکان کی طرف دوبارہ چل پڑے بچے اس پانی میں اترے ہی تھے کہ ایک بچہ پانی میں ڈبکیاں مارنے لگا بچاؤ۔۔بچاؤ۔

سمیر کی ماں نورینہ بولی کیا ہوا۔کیا ہوا۔۔پھر ایک بچے نے ڈرائیور کو آواز دی انکل۔۔انکل۔جلدی سے آئیں وہ دیکھیں۔۔ڈرائیور نے جب ایک بچے کو پانی کے اندر ڈوبتے ہوئے دیکھا تو چھلانگ لگا دی پھر اس بچے کو پانی سے باہر نکالا کالے رنگ کے پانی میں انہیں چکناہٹ محسوس ہونے لگی بچو اس تالاب سے باہر نکل آؤ پانی بہت گندا ہے چلو شاباش۔۔اب بچے جو ایک دوسرے پر پانی کی چھینٹیں پھینک رہے تھے وہ تالاب سے باہر آ گئے صرف تین چار بچے ایسے تھے جو تالاب میں نہیں اترے اس کی وجہ یا تو اس سانپ کا خوف تھا یا پھر کالے پانی کا ڈر۔۔نورینہ بولی بچو کس نے کہا تھا پانی میں اترو سارے کپڑے گندے کر دیے آنٹی میں شکیلہ ہوتیں تو وہ ہمیں کبھی بھی منع نہ کرتیں آپ بھی آئیں ناں ارے آئیں ناں۔۔ارے بچو۔۔بچو اچھا رک جاؤ۔۔رکا جاؤ۔۔پھر نورینہ نے پانی کے تالاب میں قدم رکھتے ہوئے اس کالے رنگ کے پانی کو دیکھا تو دل میں خوف ابھرنے لگا اور پھر باہر آتے ہوئے بولی بچو یہ پانی مجھے بہت گندا لگتا ہے ڈرائیور۔۔تم بھی کمال کرتے ہو بچوں کو تالاب میں جانے کا تم نے کیوں کہا ارے باجی وہ بچے بہت ضد کر رہے تھے میں تو خود مکمل طور پر بھیگ چکا ہوں چلو بچو اب واپس چلیں سائرہ ایک درخت کے پاس کھڑی کبھی بچوں کو پانی میں کھیلتے ہوئے دیکھتی رہی

کبھی دوربین سے جنگل کے ماحول کو تجسس سے دیکھتی رہی پھر وہ بچوں کے پاس آ گئی سائرہ میرے خیال میں ٹائم بہت ہو گیا ہے ہمیں واپس چلنا چاہیے صبا اور امی جان کے پاس کوئی نہیں ہے پھر سب بچے آگے پیچھے قافلے کی صورت میں جنگل سے گزر کر اس جگہ آ گئے جہاں صبا اور شکیلہ بے خبر آنکھیں بند کر کے لیٹی ہوئی تھیں بچوں کی آوازیں اور قدموں کی چاپیں سن کر صبا کی آنکھ کھل گئی شکیلہ بھی آنکھیں کھولتے ہوئے سامنے ہی بچوں کو قریب آتا ہوا دیکھنے لگیں شکر ہے عدیل بیٹا تم لوگ آ گئے اتنا ٹائم کہاں لگا دیا۔

ارے امی جان اتنا مزہ آیا کیا بتاؤں ارے نورینہ یہ تمہارے پاؤں پر کالے رنگ کے نشان کیسے ہیں سمیر بولا شکیلہ خالہ ہم تو ایسے ایسے جانور دیکھ کر آ رہے ہیں جنہیں کبھی دیکھا ہی نہیں تھا جبکہ یہ بچے پانی سے نکلنے کا نام ہی نہیں رہے تھے اتنے میں ڈرائیور بولا جی ہاں باجی نجانے وہ پانی کب سے وہاں موجود تھا بالکل دلدل کی طرح تھا جیسے کالے رنگ کی مٹی ہو صبا نے یہ سنا تو خوفزدہ ہوتے ہوئے بولی ک۔۔کک۔۔کونسی جگہ۔۔ارے صبا بیٹی تم پریشان بہت جلدی ہو جاتی ہو کہا بھی تھا ساتھ چلی جاتی اب نہیں گئی تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے امی جان ہم دریا تک جا رہے ہیں ذرا حلیہ کچھ ٹھیک ہو جائے چلو بچو جا کے ہاتھ منہ دھولو چلو۔۔چلو۔۔بچے شور مچاتے ہوئے عدیل اور سمیر کے ہمراہ ڈرائیور کے ساتھ دریا کی جانب چل پڑے صبا اور شکیلہ سائرہ کے ساتھ آہستہ آہستہ ٹہل کر چہل قدمی کرنے لگیں عدیل اور سمیر نے دریا کے کنارے ریت پر ہڈیوں کھوپڑیوں اور دوسرے استخوانی اعضاء بکھرے ہوئے دیکھے تو حیرانگی محسوس ہوئی۔

یار عدیل اتنی ساری کھوپڑیاں اور یہ ہڈیاں لگتا ہے یہ جگہ رات کے وقت بھوتوں اور ڈھانچوں کا گھر بن جاتی ہو گی سمیر کی طرف دیکھ کر عدیل مسکراتے ہوئے بولا یار یہ سب بے جان چیزیں ہیں پھر سمیر نے ایک کھوپڑی کو اٹھاتے ہوئے اس کا جائزہ لیا اور دور پھینک دیا بچے دریا کے پانی سے جسم پر کالے پانی کے وہ نشان جو نظر آ رہے

تھے انہیں صاف کرنے لگے جو کائی کی شکل میں جسم پر جم چکا تھا آہستہ آہستہ سبھی بچوں نے منہ ہاتھ اور جسم صاف کرنے کے بعد تولیے سے خشک کر کے اسے دور پھینک دیا عدیل اور سمیر دریا میں پینٹ شرٹ سمیت ہی اتر گئے گھٹنوں گھٹنوں تک ٹھنڈے پانی کا احساس انہیں بے حد لطف دے رہا تھا وہ اپنی شرٹ کے اوپر بٹن اتار کر دریا میں غوطے لگا لگا کر خوشی محسوس کرنے لگے بچے واپس جا چکے تھے عدیل اور سمیر کافی دیر تک دریا میں رہے پھر واپس آ گئے آفرین ہے بھیا تمہارے پر ل۔۔۔سائرہ نے کلائی کی گھڑی سامنے کی جانب دکھاتے ہوئے کہا تو سمیر بولا شکر کرو ابھی جلدی آ گئے ورنہ آج کی رات دریا پر ہی گزارنے کا سوچ رکھا تھا صبا چٹانوں اور پتھر کے ٹیلوں پر کھڑی ہو کر دور دریا کی طرف بڑی حیرت سے دیکھ رہی تھی اسے وہ بوڑھا بابا یاد آ گیا تھا جس کے ساتھ پہلی بار وہ یہاں آئی تھے ارے صبا۔۔کہاں گم ہو وہاں سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں اب تو سورج بھی غروب ہونے والا ہے ہمیں واپس شہر جانا ہے تم جانتی ہو پورے دو گھنٹے کا راستہ ہے چلو جا کر جانے کی تیاری کرو اب وہ سب اپنا اپنا سامان اٹھا کر ویگن کی طرف جا رہے تھے جو کچے راستے پر اسی جگہ کھڑی تھی۔

❀❀❀

جوگی بابا میں آپ کو وہاں جانے سے منع تو نہیں کروں گا مگر پھر بھی اس امید کے ساتھ شاید ناگ راج کا کچھ پتہ لگ سکے یاسر بیٹے اگر مجھے رات ہو گئی تو پھر کل صبح ہی آ سکوں گا کیونکہ واپسی پر رات کی تاریکی میں سفر میرے لیے مناسب نہیں ہو گا ٹھیک ہے جوگی بابا پھر آپ ضرور جائیں میں آپ سے پرسوں ملاقات کروں گا شہر جا کر اپنے لیے جاب بھی تلاش کرنی ہے اور پھر اپنی بہن صبا کو بھی ڈھونڈنا ہے کیا تم اس وقت جاؤ گے جوگی بابا حیرت سے بولا جی ہاں میں آپ کے پاس دو دن بعد آؤں گا انتظار کیجئے گا کیا مجھے اسٹاپ تک چھوڑ سکتے ہیں ہاں ہاں کیوں نہیں جوگی بابا مسکراتے ہوئے کہا اب وہ کالے گھوڑے پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے راستے میں بس اسٹاپ پر یاسر کو اتار کر جوگی بابا شام نگر جانے والے راستے پر چل دیا ابھی وہ کچھ ہی دور گیا تھا کہ اچانک گھوڑا زور زور سے آوازیں نکال کر ہانپنے لگا جوگی بابا گھوڑے کی یہ حالت دیکھ کر نیچے اتر گیا ارے کیا ہوا تمہیں۔۔۔گھوڑا بابا اپنی اگلی ٹانگ اٹھا کر آوازیں نکال رہا تھا جوگی بابا سمجھ گیا کہ ضرور گھوڑے کو کچھ نہ کچھ تکلیف محسوس ہو رہی ہے اس نے گھوڑے کی ایک ٹانگ اٹھا کر دیکھا تو بولا او میرے خدا۔۔اتنا بڑا زخم۔۔یہ۔۔یہ کیسے ہوا پھر غور کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑا اور نوکیلا کانٹا اس کے پاؤں میں کافی گہرائی تک چلا گیا تھا تبھی وہ شدید درد اور تکلیف محسوس کر رہا تھا بڑی مشکل سے اس نے وہ کانٹا باہر نکالا اور اپنے گلے سے مالٹائی رنگ کی شال کو پھاڑتے ہوئے پاؤں پر پٹی کرنے لگا اچانک اسے دور سے گاڑی کی ہیڈ لائٹ دکھائی دی جو اس کے قریب آ رہی تھی جوگی بابا نے اسے ہاتھ ہلا کر روکنا چاہا تو وہ تیزی سے گزر گئی اوشٹ۔۔اب تو رات کا اندھیرا بھی پھیل چکا ہے شام نگر تک پہنچنا اب مشکل نظر آتا ہے اس وقت تو واپسی بھی ناممکن ہے اتنے میں ایک ویگن اسے قریب آتی ہوئی دکھائی دی جوگی بابا نے سڑک کے درمیان ہاتھ ہلایا عدیل اور سمیر نے ہیڈ لائٹ روشنی میں سامنے اس جوگی بابا کو دیکھا تو حیران رہ گئے بابو یہ آدمی کون ہے ڈرائیور نے بریک لگاتے ہوئے عدیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو عدیل دروازہ کھول کر باہر اترا اور جوگی بابا کی طرف لپکا۔

جوگی بابا آ۔۔آ۔۔آپ۔۔آپ اور یہاں اس وقت سمیر کے اوپر بھی حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے ہاں بیٹا وہ اصل میں میرا گھوڑا زخمی ہو گیا تھا میں شام نگر جا رہا تھا مگر تم لوگ مل گئے مجھے بے انتہا خوشی ہوئی میں تو تمہارا انتظار کر رہا تھا ارے جوگی بابا کمال کرتے ہیں ہم تو خود شام نگر سے آ رہے ہیں آپ کا وہ شیش محل ہم دیکھ ہی چکے ہیں۔ک۔۔کک۔۔کیا۔کیا مگر کس وقت۔ارے جوگی بابا ہم کل جھیل کی سیر کو نکلے تھے دوپہر کے وقت ہم نے کسی سے آپ کے شیش محل کا راستہ معلوم کر لیا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیٹ پر آپ کے چوکیدار نے ہمیں بتایا تھا کہ آپ شام نگر گئے ہوئے ہیں اچھا ہوا بیٹے جو تم لوگ مجھے مل گئے اب کسی طرح میرے گھوڑے تو مجھے شیش محل تک پہنچانا سمجھ نہیں آ رہی ہے کیا کروں عدیل بولا میرے پاس ایک ترکیب ہے وہ کیا۔ جوگی بابا نے حیرت سے کہا تو عدیل نے کہا چلیے میرے ساتھ اب وہ سب شیش محل کے اندر موجود تھے اچھا ہوا آپ سب لوگوں سے میری ملاقات ہوگئی بچے اس جوگی بابا کو بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

جوگی بابا ہماری تو بہت خواہش تھی آپ کا شیش محل دیکھ سکیں مگر ٹائم ہی کہاں ملا ارے بھئی تم سب یہاں ہی کھڑے رہو گے اندر نہیں آؤ گے عدیل نے کہا امی جان میرے خیال سے اگر ہم شیش محل دیکھے بغیر واپس چلے گئے تو زیادتی ہوگی نورینہ اور شکیلہ آپس میں بات چیت کرے ہوئے چند لمحوں بعد بولیں ٹھیک ہے بیٹا جیسے تمہاری مرضی جوگی بابا ہم دو تین گھنٹے تک واپس چلے جائیں گے۔ کیا مگر بیٹے رات تو کافی گزر چکی ہوگی جوگی بابا اب دیکھیں ناں صبح کے تھکے ہوئے ہیں واپس گھر بھی پہنچنا ہے۔ ارے ارے بیٹے یہ بھی تو تمہارا اپنا ہی گھر ہے میں آپ سب کو صبح ہونے سے پہلے پہلے واپس نہیں جانے دوں گا آپ سب کے ساتھ اتنے دنوں بعد ملاقات ہوئی ہے آپ سب میرے مہمان ہیں اور ویسے بھی کچھ ہی دنوں بعد آپ سب واپس پاکستان چلے جائیں گے پھر نجانے کب ہم زندگی کے کسی موڑ پر دوبارہ مل سکیں عدیل اور سمیر نے آپس میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا ٹھیک ہے جوگی بابا ہم آپ کا دل نہیں توڑیں گے اب جوگی بابا ان سب کو لے کر اپنے بڑے کمرہ خاص میں لے آیا شوکیس میں خطرناک سانپوں کی پھنکاریں واضح محسوس ہونے لگیں صبا ان سانپوں کو بڑی حیرت سے دیکھ رہی تھی جوگی بابا نے اپنے ایک ملازم کو آواز دی تو وہ اندر آ گیا جی مہاراج۔۔ آپ نے بلایا ہے۔۔ ہاں۔ یہ ہمارے مہمان ہیں میں نے انہیں اپنا شیش محل دکھانے کا وعدہ کیا تھا ان سب کے لیے رات بسر کرنے کا اعلیٰ انتظام کرو جوگی بابا زیادہ تکلف نہ کیجیے گا ارے بھئی آپ سب پہلی بار آئے ہو اتنا حق تو مجھے ہے اب بڑے دستر خوان پر سبھی کھانے میں مصروف تھے جوگی بابا سب کو باری باری ہر سانپ کی قسم اور اس کے زہر کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا بچے بڑی حیرانگی سے ان سانپوں کو دیکھ رہے تھے پھر دو کمروں میں سونے کا پہلے سے انتظام موجود تھا سبھی چونکہ بہت تھکے ہوئے تھے لہٰذا جلد ہی سو چکے تھے۔ اور صبح جو بچے تالاب کے پانی سے کھیل رہے تھے یا اس پانی کے طلسمی سحر کا شکار ہوئے تھے انہیں بخار نے اپنی لپیٹ میں لے لیا نورنیہ۔۔ نورینہ کیا بات ہے تم ناشتہ نہیں کر رہی بچوں کو اٹھاؤ شکیلہ نے کہا۔

شکیلہ بچوں کو لگتا ہے بہت تیز بخار ہے شاید کل کی تھکاوٹ سے ایسا ہوا ہے سچ تو یہ ہے میری ٹانگوں میں بھی بہت ز:۔ ہو رہا ہے شکیلہ نے نورینہ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو بولی نو، ینہ تمہیں بھی بخار ہے شکیلہ میری مانو تو یہاں سے چلتے ہیں نجانے کیوں میرا دل گھبرا رہا ہے پھر سب ناشتہ سے فارغ ہو کر بچے شیش محل کی سیر کرنے کے لیے جوگی بابا کے ساتھ نکل گئے بخار کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی بچے خوش نظر آ رہے تھے شاید یہ سب وقتی طور پر تھا یا وہ سب اپنی صحت کو نظر انداز کرتے ہوئے لطف اندوز نظر آ رہے تھے شام کو جوگی بابا انہیں کی ایک خوبصورت مورتی موجود تھی اور ان جگہوں پر لے گیا جہاں کبھی اس نے اپنا بچپن گزارا تھا اب وہ سب ویگن کے پاس موجود تھے ڈرائیور کو صحت بھی کافی ناگزیر تھی اسے بھی شدید بخار نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا رامیش چندر انہیں باہر تک چھوڑنے آیا سب نے باری باری جوگی بابا سے ہاتھ ملایا اور ویگن میں بیٹھ کر شہر کی جانب روانہ ہو گئے۔

❀❀❀

رات کے وقت سبھی بچے تھکے ہارے بخار کی لپیٹ میں گھرے ہوئے گھر میں موجود تھے نورینہ کی بھی طبعیت کافی خراب تھی عدیل اور سمیر بچوں کی وجہ سے اچانک پریشان ہو گئے تھے کیونکہ ان سب کا جسم بخار سے تپ

رہا تھا عدیل ڈاکٹر سے دوائی بنوا کر گھر لے آیا اور ان بچوں کو میڈیسن دی جن کا جسم شدید تکلیف میں درد سے چور ہو رہا تھا کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ ان بچوں کے ساتھ کیا کچھ ہونے والا ہے اگلے دن صبح ہی ایک سنسنی خیز خبر نے عدیل اور سمیر کو جھنجھوڑ کے رکھ ڈالا انہیں بالکل یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ سچ ہے باہر دروازے پر چند لوگ کھڑے تھے سمیر بولا جی کہیے کیا بات ہے انہیں سے ایک بولا کیا آپ کو معلوم ہے جس ویگن میں بیٹھ کر دو دن پہلے آپ سیر و تفریح کے لیے گئے تھے اس کے ڈرائیور کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے یہ سن کر عدیل اور سمیر کے ذہن میں سوالوں کا ایک طویل سلسلہ پیدا ہونا شروع ہو گیا سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا جواب دیا جائے سمیر کچھ لمحوں بعد بولا جی۔۔ جی نہیں ہم نہیں جانتے ہیں ہم تو پورے سفر میں ڈرائیور کے ساتھ تھے مگر۔۔ مگر۔۔ ہوا کیا۔۔ عدیل بیٹا۔۔ عدیل بیٹا جلدی سے آؤ۔ عدیل کی ماں شکیلہ جلدی سے دروازے پر آ کر بولی تو عدیل ایکسکیوزمی کہہ کر اندر چلا گیا۔ جی امی جان۔ بیٹا نورنیہ خالہ کی طبعیت بہت خراب ہے اس کی ٹانگوں میں نجانے کس قسم کے پھوڑے اور دانے نکل آئے ہیں۔ کیا عدیل کو یہ سن کر پریشانی کا ایک دھچکا لگا تو سائرہ بھی پریشانی سے کمرے میں آتے ہوئے بولی۔

امی جان امی جان میں آپ کو کیا بتاؤں مگر یہ سچ ہے بچوں کا بھی یہی حال ہے۔ واٹ۔۔ عدیل کو زمین و آسمان گھومتے ہوئے محسوس ہوئے تو جلدی سے کمرے کے بڑے ہال میں چلا گیا جہاں چند بچے شدید تکلیف اور درد سے نڈھال بلک بلک کر رو رہے تھے عدیل ان بچوں کے ہاتھوں کی انگلیوں ٹانگوں ماتھے اور گالاوں پر سرخ رنگ کے بڑے بڑے دانے اور پھوڑے دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے کانپتے ہاتھ سے ایک بچے کی ٹانگ کو پکڑا تو وہ زور سے چیخنے لگا۔۔ نہیں۔ درد ہو رہا ہے۔۔ عدیل نے اس کا بخار چیک کیا تو کانپ اٹھا کیونکہ رات کی میڈیسن سے آرام تو نہ آیا تھا بلکہ حالت مزید خراب ہو گئی تھی صبا بھی ایک بچے کے رونے کی آواز سن کر اس کی طرف لپکی اس کا پورا جسم بھی سرخ رنگ کے دانوں اور کالے سفید پھوڑوں سے بھرا پڑا تھا صبا یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی وہ اسے خواب تصور کرتے ہوئے بار بار یہی سوچ رہی تھی کہ یہ سب جھوٹ ہے نظر کا دھوکہ ہے مگر یہ ایک ٹھوس حقیقت جس کا بھیانک انجام ابھی باقی تھا عدیل بولا امی جان بچوں کی یہ۔۔ یہ۔۔ یہ حالت کیسے ہوگئی اس نے کانپتے ہوئے کہا تو خود سائرہ بھی خوفزدہ ہوتے ہوئے بولی امی جان ڈاکٹر کو یہاں ہی بلوا لیں صبا نے پاس آ کر کہا نہیں شکیلہ آنٹی بچوں کی یہ حالت دیکھ کر کم از کم میرا دل نہیں مانتا ہے انہیں میڈیسن دی جائے فوراً ہسپتال لے جانا ہوگا اتنی دیر میں سمیر بھی اندر آ گیا اور بولا عدیل کب سے تجھے باہر آوازیں دے رہا ہوں وہ لوگ ہمیں ساتھ چلنے کو کہہ رہے ہیں مگر۔۔ مگر۔۔ وہ کیوں عدیل نے حیرت و تجسس سے کہا تو سمیر نے پریشانی سے سر جھکاتے ہوئے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا اور بولا اس ڈرائیور کا خون ہو گیا ہے۔ کیا۔۔ واٹ۔۔ کیا کہہ رہے تم صبا شکیلہ اور سائرہ یک زبان ہو کر خوفزدہ ہو کر بولیں تو سمیر نے کہا یقین تو مجھے بھی نہیں آتا مگر اب جا کے اس کے گھر دیکھنا ہو گیا سمیر یہاں بچوں کی حالت دیکھ کر بہت پریشانی ہو رہی ہے سمیر بولا عدیل ہم اس ڈرائیور کی لاش کو دیکھ کر آتے ہیں۔

اب عدیل اور سمیر ان آدمیوں کے ساتھ ڈرائیور کے گھر پہنچ گئے جہاں سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں بھائی آپ نے ہمیں بتایا نہیں اس کو کس نے مارا ہے بھلا اس کی کسی سے کیا دشمنی تھی وہ نوجوان ان کے ساتھ اندر چلا گیا ایک عورت نے سمیر کا گریبان پکڑ لیا تو۔ تو۔ نے میرا گھر اجاڑا ہے یہ تیری وجہ سے ہوا ہے ارے ارے خدا کے لیے اپنے آپ کو سنبھالو ہم نے کچھ نہیں کیا ہے آخر کچھ تو بتائیں اس کی لاش کہاں ہے ہم اس کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں کاش وہ صحیح سلامت ہوتا تو چہرہ دیکھ سکتے تم۔۔ ایک آدمی نے سمیر کے پاس آ کر کہا تو وہ دونوں حیرت زدہ ہو گئے پھر عدیل بولا صاف صاف بتائیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

معاملہ کیا پھر سامنے ہی کچھ فاصلے پر چارپائی کے پاس کچھ عورتیں اٹھ کر پیچھے ہٹ گئیں عدیل اور سمیر چارپائی کے پاس آئے تو پیچھے سے آواز آئی خود ہی چادر ہٹا کر دیکھ لو یقین آجائے گا دونوں نے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھا پھر عدیل نے تجسس اور خوف سے چادر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پیچھے کھینچ دی یہ دیکھ کر دونوں کے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی چارپائی پر ایک سفید رنگ کا ڈھانچہ جس کے چہرے کا گوشت کافی حد تک گل سڑ چکا تھا بازوؤں اور ٹانگوں کی ہڈیوں پر چند گوشت کے نشان نظر آرہے تھے انہیں خوفزدہ کردینے کے لیے کافی تھے ۔یہ۔۔۔یہ۔۔۔یہ سب یہ سمیر اور عدیل کے لب بری طرح سے تھرتھرانے لگے تو ایک نوجوان بولا جی ہاں ہم جانتے ہیں یہ مرڈر نہیں ہوسکتا ہے مگر آپ کو ہمیں سچ بتادینا ہوگا ورنہ معاملہ پولیس تک بھی جاسکتا ہے عدیل پولیس کا نام سن کر کانپ اٹھا اور بولا دیکھیں ہم کچھ نہیں جانتے ہیں ان کے ساتھ کیا ہوا ہم تو صرف جھیل کی سیر بچوں کے پارک میں اور شام نگر کے جنگل میں گئے تھے وہاں بچوں نے پہاڑیاں دیکھنی تھیں۔

اتنے میں ایک آدمی بولا مجھے لگتا ہے جنگل میں کسی جنگلی جانور کے کاٹنے سے اس کے جسم میں پہلے سرخ رنگ کے دانے اور پھوڑے نکلے تھے پھر اس کے بعد صبح یہ مردہ حالت میں پائے گئے ہیں جس طرح اس وقت تمہارے سامنے ہیں عدیل اور سمیر نے جب یہ سنا تو انہیں آسمانی بجلیاں دل ودماغ میں کڑکتی ہوئی محسوس ہوئیں اس کا۔۔اس کا مطلب جو حال اس ڈرائیور کا ہوا ہے وہی حال کہیں ان معصوم بچوں کا۔۔عدیل نے دل میں یہ سوچا تو خوف سے اس کے دماغ میں ہتھوڑے برسنے لگے سمیر ۔۔سمیر جلدی سے میرے ساتھ چلو ۔۔اب وہ دونوں فوراً وہاں سے چل پڑے گھر کا دروازہ کھلتے ہی عدیل نے چیختے ہوئے کہا امی جان ۔۔امی جان بچے کہاں ارے ۔ارے عدیل بیٹا کیا ہوا ہے امی جان سمجھ نہیں آتی کس منہ سے آپ کو بتاؤں مگر یہ سچ ہے اس ڈرائیور کو جنگل میں کسی ایسے جانور نے کاٹا ہے جس نے اس کا گوشت تک جسم سے اتار دیا ہے وہ ۔۔وہ تو ہڈیوں کا ڈھانچہ سا بن گیا ہے کیا۔۔شکیلہ سائرہ اور صبا کھڑے کھڑے یہ سن کر خوف سے لرز اٹھیں مگر۔۔مگر ہم تو سب ساتھ ساتھ تھے۔

سمیر بولا عدیل مجھے نہیں لگتا اس ڈرائیور کو کسی جانور نے کاٹا ہے مجھے یہ معاملہ کچھ اور لگتا ہے بچوں کے جسم پر وہ نشان بھی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اس ڈرائیور کی حالت بھی پہلے بالکل ایسی ہی تھی اگر بچوں کو کچھ ہوگیا تو پھر ۔۔کچھ نہیں ہوگا عدیل بیٹا حوصلہ رکھو صبا نے کہا عدیل بچوں کو کسی سانپ وغیرہ نے میرا مطلب کوئی ایسی جگہ پر تو نہیں گئے جہاں پر وہ ۔۔اوہو کمال کرتی ہو صبا تم یہ سانپ کا ذکر ہر بات پر کیوں لے آتی ہو وہ اس لیے کہ اس جگہ ایک خطرناک خون آشام ناگن کا خوفناک سایہ ہے ایک ایسا زہر ہے جس کے بارے میں شاید آپ کبھی سوچ ہی نہیں سکتے ہیں آخر مجھے بتائیں بچے کہاں گئے تھے آپ بھی تو اس ڈرائیور کے ساتھ ساتھ تھے اگر ڈرائیور کو اس سانپ نے کاٹا تھا تو پھر بچوں کو کیوں نہیں کاٹا ۔بولو صبا جواب دو کیسی عجیب وغریب باتیں کرتی ہو میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ جگہ تفریح کے لیے ٹھیک نہیں ہے مگر آپ میں سے کوئی میری بات سننے کو تیار ہی نہیں تھا شکیلہ بولی صبا بیٹی تم پریشان کیوں ہوتی ہو پریشانی ولی ہی بات ہے ناں آنٹی کوئی مجھے ٹھیک طریقے سے نہیں بتا رہا آخر معاملہ کیا ہے صبا ہمیں خود نہیں معلوم ۔ابھی تو فی الحال بچوں کی فکر ہو رہی ہے عدیل بیٹا بچوں کو اور زرینہ خالہ کو ایمبولینس میں ہاسپٹل شفٹ کردیا ہے ملازم ساتھ گیا ہے اللہ پر بھروسہ رکھو سب بہتر ہوجائے گا سمیر نے کہا عدیل میں ہاسپٹل جاتا ہوں تم اس ڈرائیور کے گھر جا کر یہ پتہ کرنے کی کوشش کرو اس کی موت کس وجہ سے ہوئی ہے او کے ٹھیک ہے شام کو ملتے ہین اب عدیل اور سمیر کے جانے کے بعد صبا شکیلہ اور سائرہ پریشانی کے گہرے سمندر میں کھوگئیں کمرے میں اب مکمل خاموشی کا عالم تھا صرف چار بچے ایسے تھے جو بالکل ٹھیک تھے اب انہیں ناشتہ سے فارغ کرنے کے

بعد سائرہ نے پہلا خیال اپنے دل میں سوچا صرف یہی وہ بچے ہیں جنہیں کچھ نہیں ہوا بیٹا۔۔بیٹا میری بات سنو جی آنٹی بولیں اس بچے نے کہا تو سائرہ بولی تم ڈرائیور انکل کے ساتھ اور کہاں گئے تھے آنٹی ہم تو کہیں بھی نہیں گئے تھے ہم تو درختوں پر چڑھے تھے اس نے اپنے پیچھے تینوں ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو سائرہ کو حیرت ہونے لگی۔

آنٹی ہم باہر جا کر کھیلیں شکیلہ بولی تم کہیں نہیں جاؤ گے مس ہمیں جانے دیں پلیز ۔۔اچھا اچھا ٹھیک ہے جاؤ مگر زیادہ دور نہیں جانا اب وہ چاروں باہر چلے گئے اور سائرہ کے دل ودماغ میں کئی طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے ایسی کون سی جگہ تھی جہاں وہ بچے اس ڈرائیور کے ساتھ گئے تھے عدیل اور سمیر بھی ساتھ ہی تھے پھر آخر ایسا کیا ماجرہ ہوا سائرہ سوچ سوچ کر پریشان ہونے لگی سائرہ تم کیا سوچ رہی ہو صبا نے پاس آکر کہا تو وہ بولی صبا کچھ نہیں عدیل اور سمیر ہم سے ضرور کچھ چھپا رہے ہیں جنگل میں ضرور کچھ ہوا تھا صبا بولی سائرہ ایک بات کہوں۔۔ہاں بولو بچے ضرور اس ناگن کے زہر کا نشانہ بنے ہیں تم یقین کرو یا نہ کرو مگر یہ سچ ہے راکیش نے مجھے اس جنگل کے ماضی کا پہلے سے بتادیا تھا کہ وہ اپنے سینے میں کون سی شیطانی طاقت دفن کیے ہوئے ہے اور وہ ناگن جس کا اصلی نام رادھا ہے وہ کبھی بھی کسی وقت انسانی شکل میں کہیں بھی جا کر بے گناہ انسان کو ڈسنے کے بعد اس کا بھی وہی حال کردیتی ہے جو اس ڈرائیور کا ہوا ہے میں نے اس کا وہ ڈھانچہ اس کی لاش تو نہیں دیکھی مگر یہ یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ بچوں کا بچنا مشکل نظر آتا ہے۔

صبا۔۔صبا خدا کے لیے ایسا مت کہو۔۔سائرہ کہنا تو نہیں چاہتی تھی مگر یہ حقیقت ہے آخر بچے گئے کہاں تھے کوئی مجھے نہیں بتا رہا صبا بچے اس دریا کے کنارے گئے تھے کون سا دریا۔۔صبا حیرت سے بولی تو سائرہ نے کہا وہ دریا جہاں ہڈیاں اور کھوپڑیاں لاتعداد میں بکھری پڑی تھیں عدیل اور سمیر بھی اس دریا میں کافی دیر تک نہاتے رہے مگر انہیں کچھ نہیں ہوا اس کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں ہم گئے تھے مگر بچے دریا پر کیوں گئے تھے صبا نے حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا تو سائرہ بولی ان کے کپڑے گندے ہو چکے تھے اور ڈرائیور کا بھی یہی حال تھا صبا بولی سائرہ مجھے لگتا ہے اس دریا میں ضرور کچھ ایسا ہوا تھا لیکن صبا عدیل اور سمیر بھی پورا ایک گھنٹہ نہاتے رہے تھے انہیں تو کچھ نہیں ہوا صبا پریشانی سے بولی ہاں یہ ہے پھر ایسی کون جگہ تھی صبا۔۔سائرہ تم یہاں بیٹھی ہو میں نیچے تمہیں کب سے آوازیں دے رہی ہوں ۔چلو صبا نیچے چلتے ہیں سائرہ نے صبا سے کہا۔اب وہ نیچے سیڑھیاں اترتے ہوئے ہال کمرے میں پہنچ گئے۔

❁❁❁

یاسر بڑی تجسس سے جوگی بابا کے ساتھ اس کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا جسے وہ دو دن پہلے تالا لگایا گیا تھا جوگی بابا میرا دل بہت بے چین ہو رہا ہے دودھ کے پیالے کو دیکھنے کا اتنا تجسس زندگی میں پہلی بار محسوس ہو رہا ہے تالا کھلتے ہی جوگی بابا نے کہا ابھی تو شروعات ہیں آگے آگے دیکھو اب دونوں پٹ کھل گئے تو کمرے کی لائٹ آن ہوتے ہی سامنے پٹاری کو دونوں نے بڑی حیرت وتجسس سے دیکھا وہ بالکل ویسے ہی بند پڑی تھی جیسے وہ چھوڑ کر گئے تھے جوگی بابا نے اپنے دونوں ہاتھوں کو آگے جوڑتے ہوئے کہا۔

اے ناگ دیوتا کوئی اچھی خبر دینا بری خبر مت سنانا ہم آگے ہی اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے پٹاری کو کھولا اور جیسے ہی دودھ کے پیالے پر نظر پڑی تو جوگی بابا کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا یاسر بھی دودھ کی رنگت دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ دودھ کا رنگ نیلا ہو چکا تھا جوگی بابا نے بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے فوراً اس پٹاری کو وہیں چھوڑا اور کھڑا ہو کے بولا ہمارے ناگ راج کو بہت بڑی مشکل آپڑی ہے لگتا ہے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا ہے یاسر یہ سن کر ایک لمحے کے لیے چہرے پر مسکراہٹ بکھیرنے لگا پھر وہ بولا جوگی بابا کیا ناگ راج زندہ ہے جوگی بابا ہاں میں سر ہلا کر بولا ہاں مگر بہت جلد ہمیں اس کی جان بچانی ہوگی ورنہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پورے چاند کی رات اس کو موت واقع ہو سکتی ہے چلو ۔۔اب یاسر اور رامیش چندر جلدی سے اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر بیگ اٹھا کے شام نگر کی جانب روانہ ہو گئے تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ شام نگر کچی آبادی سے گزر کر دریا کے پاس چٹانوں کے قریب پہنچ گئے جوگی بابا نے گھوڑے کو ایک درخت کے قریب کھڑا کر کے کہا ہم آ رہے ہیں انتظار کرنا اب وہ دونوں جنگل کے قریب سے گزر کر اس جگہ آ گئے جہاں انہوں نے پتھر کے ٹیلوں کے پاس ناگ راج کو راکیش کا جسم تلاش کرنے کے لیے چھوڑا تھا جوگی بابا نے بیگ زمیں پر رکھا اور زپ کھولتے ہوئے لاٹھی باہر نکالی لال رنگ کی کڑھائی والی یہ بین اب اپنا سحر اپنی میٹھی آواز سے آس پاس کے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی وہ دونوں چلتے چلتے دریا کے قریب آئے ریت سے کھیلتے ہوئے بچے جوگی بابا کی طرف ہنستے ہوئے آئے اور بڑی خوشی محسوس کرنے لگے کافی دیر تک جوگی بابا بین بجاتا رہا پھر اس نے بین کو لبوں سے ہٹا دیا اور بولا۔

بچو آپ ہر روز یہاں کھیلنے آتے ہو تم میں سے کسی نے سبز رنگ کا دھاری دار سانپ تو نہیں دیکھا سبھی بچے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے تو یاسر بولا بچو شاید آپ نے کوئی ایسا سانپ دیکھا ہو وہ سبز رنگ کا چھ فٹ لمبا سانپ ہے اس کے جسم پر مالٹائی رنگ کے ہلکے نشان ہیں۔۔نہیں انکل ہم نہیں جانتے چلو یار۔۔کھیلتے ہیں اب بچے واپس چلے گئے تو یاسر نے کہا جوگی بابا جہاں تک میرا خیال ہے بچے کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے جھوٹ سے انہیں کچھ بھی نہیں ملے گا لیکن بیٹے ناگ راج کی حفاظت بہت ضروری ہے ہاں میں جانتا ہوں پورے چاند کی رات آپ کا ناگ راج اپنی جان سے جا سکتا ہے خدا نہ کرے ایسا ہو مگر ہم اسے ضرور تلاش کریں گے یاسر میرا ایک آئیڈیا ہے تم اس طرف جاؤ میں جنگل کی طرف جاتا ہوں کہیں وہ اس تالاب کی طرف نہ گیا ہو ممکن ہے وہاں کوئی راستہ ہو۔۔ٹھیک ہے جوگی بابا مگر تالاب کے پانی سے بچ کر رہیے گا جوگی بابا نے مسکرا کر کہا میں اچھی طرح سے اس تالاب کی خوفناک حقیقت جانتا ہوں کہ اس تالاب میں خون آشام ناگن کا زہر موجود ہے بلکہ پورا تالاب ہی زہریلا ہے یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا اتنا کہتے ہی جوگی بابا بیگ اٹھا کر دوسرے ہاتھ میں بین پکڑے جنگل کی طرف روانہ ہو گیا جبکہ یاسر دریا کی طرف بڑی چٹانوں اور پہاڑوں کی جانب تیز قدموں سے نکل گیا جوگی بابا جنگل سے گزر کر اس مکان کی طرف آیا تو زمیں پر قدموں کے نشان دیکھ کر چونک گیا کیونکہ قدموں کے نشان تالاب اور مکان کی طرف جا رہے تھے ۔او میرے خدا اس کا مطلب۔

اس کا مطلب یہاں کوئی آیا تھا یقیناً وہ زندہ واپس نہیں گیا ہوگا ضرور اس کا کہیں نہ کہیں ہڈیوں بھرا ڈھانچہ پڑا ہوگا جو لوگ یہاں آئے تھے زندہ رہنے کی مجھے بالکل امید دکھائی نہیں دیتی اسی طرح کے خیالات نے جوگی بابا کو گھیرے میں لے لیا پھر وہ مکان کے اندر داخلی دروازے پر کھڑا ہو کے پورے کمرے کا خوف سے جائزہ لے کر باہر آ گیا اور تالاب کو بہت قریب سے دیکھا اتنے میں ایک سانپ اس کے پاس رینگتا ہوا آیا اور اپنی دو شاخہ زبان باہر نکالتے ہوئے اس کی طرف سرسراہٹ بھری پھنکاریں نکالنے لگا تو جوگی بابا نے اسے پکڑ کر اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا اور بولا راکیش میں نے تمہیں پہچان لیا ہے کیا میرے ناگ رج کو جانتے ہو وہ کہاں ہے اس نے اپنا سر نیچے کر لیا اور اس کے بازوؤں کو اپنی لپیٹ میں لیتے ہوئے بل دینے لگا جوگی بابا فوراً سمجھ گیا ناگ راج اس ناگن کے شیطانی پنجے میں گرفتار ہے کیونکہ اس نے بازوؤں کو سختی سے بل دیا تھا جوگی بابا وہ دوبارہ اس سانپ سے مخاطب ہوا کیا تم ان لوگوں کو جانتے ہو جو یہاں آئے تھے کیا وہ زندہ ہیں یہ سن کر اس نے کوئی جواب نہ دیا اور زمیں پر پڑی کچھ فاصلے پر چمکتی ہوئی کوئی چیز اسے اپنی توجہ کا مرکز بنا چکی تھی تبھی اس نے سانپ کو چھوڑ دیا اور چمکتی ہوئی چیز کو اٹھا کر بولا یہ تو بندوق کی گولی ہے کہیں ہمارے ناگ راج کو کسی نے گولی سے تو نہیں اڑا دیا راکیش جوگی بابا کے دل و دماغ میں پیدا ہونے والی

کیفیت کو جان چکا تھا۔

تبھی جوگی بابا کی طرف رینگنے لگا تو جوگی بابا نے کہا رک جاؤ آگے مت بڑھنا ہمارے ناگ راج کو لگتا ہے کسی نے گولی سے اڑا دیا ہے یقیناً وہ خود بھی زندہ بچ کر یہاں سے نہیں گیا ہوگا اس نے گولی کا شل زمیں پر پھینک دیا اور تیز قدموں سے نکل گیا دوسری جانب یاسر بھی دریا کے کنارے ساحل پر قدموں کے ملے جلے نشان بڑی حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ اچانک اسے بچوں کی آوازیں سنائی دینے لگی بچو زیادہ دور نہیں جانا واپس آ جاؤ دریا میں جاؤ گے تو ڈوب جاؤ گے یاسر ان آوازوں پر غور کرے ہوئے چٹانوں کی اوٹ سے نکل کر ریت پر کھڑا ہو کے بچوں کو بڑی حیرت سے دیکھنے لگا کیونکہ بہت سارے بچے سکول کا یونیفارم پہن کر کھیل رہے تھے جبکہ صبا ان بچوں کے درمیان کھڑی تھی یاسر کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں صبا۔۔صبا میری بہن۔۔صبا وہ تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھا جیسے ہی اسے ہاتھ لگانا چاہا ت تو عقب سے کسی نے س کا بازو اپنے مضبوط شکنجوں میں جکڑ لیا ارے جوگی بابا۔۔آ۔۔آ۔۔آپ ۔تم کہاں جا رہے تھے جوگی بابا۔۔وہ۔۔وہ سامنے۔۔میری بہن صبا اور وہ بچے جوگی بابا نے سامنے کچھ قدم چلتے ہوئے ایک چٹان کے پتھر پر کھڑے ہو کر کہا شکر کرو میں وقت پر یہاں پہنچ گیا نہیں تو تمہارے جسم کی ہڈیاں پسلیاں ٹوٹ کر بکھر جاتیں نیچے دیکھو ۔سو فٹ گہری کھائی ہے اور بڑے بڑے سنگلاخ پتھر اور جھاڑیاں تمہاری موت کا پیغام سنا چکی ہوتیں جوگی بابا کیا۔۔جو۔۔جو میں نے دیکھا وہ۔۔

ہاں وہ ناگن کی ایک چال تھی مت بھولو دن کے وقت بھی اس ناگن کے جادو اور سحر سے یہ جگہ خالی ہے وہ ناگن چاہتی بھی یہی تھی کہ تمہیں ختم کرنے کے بعد وہ اس دینا کو اپنی سلطنت بنا سکے جس دن تمہاری موت واقع ہوئی وہ دن اس دھرتی پر قیامت بن کر ٹوٹے گا اس کی بچھائی ہوئی خوفناک طلسمی طاقت کا جال جو اس تالاب میں نجانے کہاں تک بچھا رکھا ہے وہاں سے لاتعداد خوفناک ڈھانچے باہر نکل کر اس دنیا میں تباہی مچا دیں گے اگر تم کھائی میں چھلانگ لگا دیتے یا دوسرے لفظوں میں کیوں ناگن کی شیطانی چال میں پھنس جاتے تو موت تمہارا مقدر تھی آنے والے پورے چاند کی رات تمہیں زیادہ ہوشیار رہنا ہوگا کیونکہ اس وقت ناگن کی شیطانی طاقت اپنے عروج پر ہوگی خیر میں کچھ اور کہنے والا تھا مگر یہاں حالات نے مجھے یہ سب کہنے پر مجبور کر دیا ہے یاسر میں اس جنگل میں گیا تھا وہاں کچھ لوگ آئے تھے جنہوں نے میرے ناگ راج کو شاید گولی سے اڑا دیا نجانے وہ زندہ واپس کیسے۔۔اتنا کہتے ہی جوگی بابا کا دماغ گھوم گیا جوگی بابا۔۔۔آپ یہاں اس وقت ۔۔ہاں بیٹا میرا گھوڑا زخمی ہو گیا تھا میں شام نگر جا رہا تھا شکر ہے تم مل گئے جوگی بابا ہم آپ کے شیش محل میں آئے تھے مگر آپ نہیں ملے تھے ہم شام نگر سے آ رہے ہیں سوچا تھا شام نگر کی پہاڑیاں آپ کے ساتھ دیکھنے جائیں گے ارے جوگی۔۔بابا آپ کہاں کھو گئے اوں۔۔ہاں ہاں۔جوگی بابا خیالوں کی دنیا سے واپس آیا اور بولا مجھے لگتا ہے وہی لوگ تھے جو اس جگہ آئے تھے کون لوگ ۔۔یاسر نے حیرت سے کہا تو جوگی بابا بولا وہ لوگ جو مجھے ٹرین میں پہلی بار ملے تھے وہ ایک فیملی تھی جو انڈیا سیر و تفریح کے لیے آئی تھی اتنے میں یاسر نے ایک جگہ شاپر میں بچا کھچا کھانے کا سامان دیکھا تو آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہاں آ پہنچا اور بولا شاید آپ کا خیال درست ہے تبھی یہ چپس بسکٹ کے خالی ریپر اس شاپر میں یہاں موجود نہ ہوتے خیر اب ہمیں راکیش کا جسم تلاش کرنے کے لیے دریا کے دوسری طرف جانا ہوگا میں اس طرف سے جاتا ہوں تم دوسری طرف جاؤ اب دونوں اپنے اپنے راستے چل دیے۔

جوگی بابا ناگ راج کو ڈھونڈنے کی آخری کوشش کے لیے دریا کے ساحل تک چلا گیا جبکہ یاسر دریا کے دوسری جانب اونچے نیچے پتھریلے راستے اور چٹانوں سے گزر کر ناگ راج کو دیکھنے کے لیے نکل پڑا دوپہر سے شام ہونے کو آ گئی مگر نہ ہی ناگ راج کا کچھ پتہ چل سکا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور نہ ہی راکیش کا جسم انہیں معلوم ہو سکا یاسر ایک اونچے پتھر پر بیٹھ کر چند کنکریاں اپنے ہاتھوں میں لے کر تقریباً گیارہ فٹ نیچے ریت پر پھینکنے لگا سمجھ نہیں آتی ناگ راج گیا کہاں۔۔اگر پورے چاند کی رات سے پہلے پہلے ابھی اس نے اپنے دل میں یہ سوچا ہی تھا کہ اس کی آنکھوں نے حیرت انگیز منظر دیکھا کیونکہ جس جگہ پر وہ کنکریان پھینک رہا تھا اس جگہ لکڑیوں سے کچھ لکھا ہوا تھا اور بڑے بڑے پلاکس سائز میں ریت کے اندر اسے لکڑیاں دبی ہوئی نظر آئیں یاسر اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر یہ دیکھ کے حیرانگی کے عالم میں ڈوب گیا کہ یہ زبان اس کی سمجھ سے باہر ہے مگر اتنا جان گیا تھا کہ جوگی بابا سمجھ سکتا ہے یاسر نیچے آہستگی سے اتر کر اس جگہ پہنچا اور آس پاس اچھی طرح سے دیکھنے کے بعد تیزی سے دوسری طرف دوڑا تقریباً پانچ منٹ بعد اسے جوگی بابا نظر آ گیا جو کہ جنگل کی طرف اپنا رخ کرتے ہوئے بین بنانے میں مصروف تھا اچانک اپنے کندھے پر انسانی ہاتھ کا وجود دیکھ کر جوگی بابا نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور بولا۔

یاسر۔۔تم یہاں۔۔جوگی بابا اگر آپ بین نہ بجاتے تو شاید میں آپ کو اتنی جلدی تلاش نہ کر پاتا میرے خیال سے آپ کو اور ہماری کوشش رنگ لے آئی ہے کیا مطلب۔۔ناگ راج مل گیا جوگی بابا نے خوشی بھرے لہجے میں کہا تو یاسر نے کہا جی ہاں میں نے لکڑیوں کی شکل میں کچھ لکھا ہوا دیکھا ہے ک۔۔ک۔۔کہاں کس جگہ۔۔جوگی بابا نے حیرت سے کہا آئیے میرے ساتھ۔۔اب یاسر جوگی بابا کو لے کر اس جگہ پر آ گیا جہاں لکڑیوں سے کوئی تحریر درج تھی جوگی بابا کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی مل گیا۔۔مل گیا۔۔جسم۔۔یاسر ہم کامیاب ہو گئے ہیں خدا نے ہمیں بہت بڑی کامیابی سے ہمکنار کیا ہے جوگی بابا آخر مجھے بتائیں لکڑیوں کی شاخوں سے یہ لکھی ہوئی آخر کون سی تحریر ہے یاسر یہ راکیش کا لفظ بنتا ہے ہمارے ناگ راج نے راکیش کا جسم تلاش تو کر لیا مگر شاید ناگن کا مقابلہ کرتے ہوئے خود کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے تبھی دودھ کا رنگ سبز نہیں ہوا تھا بلکہ نیلا ہو گیا جس کا مطلب صاف ظاہر تھا ناگ راج اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہے مگر خود ہماری مدد کا طلبگار ہے یاسر اس جگہ کو جلدی سے کھودو راکیش کا جسم ہمیں مل چکا ہے یہ ہماری کامیابی کی طرف بڑھتا ہوا پہلا قدم ہے اب یاسر اور جوگی بابا وہ جگہ کھودنے کے لیے جنگل سے بڑی لکڑیاں کا ایسا حصہ تلاش کر کے لے آئے جو ریت کو باہر نکالنے میں مدد دے سکے۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد چار فٹ گہرا گڑھا اب نظر آنے لگا جس میں سفید رنگ کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں جوگی بابا ان ہڈیوں کو بڑی حیرت سے دیکھ رہا تھا اس نے وہ ہڈیاں ایک طرف کر دیں جبکہ یاسر بھی جوگی بابا کے ساتھ مدد کرتے ہوئے ہاتھ بٹانے لگا ایسے میں یاسر کا ہاتھ ریت میں کالے رنگ کے بالوں میں الجھ گیا اس نے تجسس و حیرت سے اسے باہر کھینچا تو اس کے ہوش اڑ گئے وہ انسانی کھوپڑی تھی جس کا گوشت کافی حد تک گل سڑ چکا تھا جوگی بابا یہ دیکھیں ہو بہو راکیش کی شکل والی کھوپڑی جو شاید سانپ سے انسانی وجود میں آتے آتے جنگ میں اپنی زندگی ہار بیٹھا ہاں بیٹا یہ راکیش کی کھوپڑی ہے خدا کا شکر ہے ایک پریشانی تو ختم ہوئی اچانک جوگی بابا کو اپنے پاؤں میں سرسراہٹ محسوس ہوئی تھی تبھی یاسر نے نیچے جوگی بابا کے پاؤں میں ایک سانپ کو بیٹھے ہوئے دیکھا جو اپنی دو شاخہ زبان باہر نکالتے ہوئے اس کی جانب چمکتی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا یاسر نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور بولا راکیش دیکھا ہم نے تمہارا جسم تلاش کر لیا ہے میں جانتا ہوں تم رات کو انسانی شکل میں سامنے آ سکتے ہو کیا تم یہ بتا سکتے ہو میری بہن صبا کہاں ہے ہاں راکیش بولو اپنی بہن صبا کی وجہ سے بہت پریشان ہے اس نے دائیں اور بائیں جانب دیکھتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا تو جوگی بابا سمجھ گیا راکیش ضرور کسی مصیبت میں ہے تب وہ اسے زمین پر چھوڑ کر کھڑا ہو کے یاسر کی طرف متوجہ ہوا اور بولا یاسر ناگن کے سحر کی وجہ سے وہ اس جنگل سے باہر نہیں جا سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ہڈیاں اور جسم کے حصے رسم کے

مطابق دفن کر دیے جائیں یا بہا دیے جائیں تب شاید وہ آزاد ہو سکے گا اور اس کی روح کو شانتی مل جائے گی ہمیں آج کی رات اس جگہ گزارنی ہو گی اور کچی بستی کے لوگوں کو وارننگ بھی دینی ہو گی کہ وقت بہت کم ہے اگر اپنی جان بچانا چاہتے ہیں تو یہ جگہ فوراً خالی کر دیں یاسر میرے بیگ سے چادر نکالو۔

یاسر نے فوراً جوگی بابا کی بات پر عمل کرتے ہوئے ایک سفید اور زرد رنگ کی ریشمی چادر کو ریت پر بچھایا پھر اس پر سفید ہڈیاں جسم کے اعضاء انسانی کھوپڑی اور ٹانگوں بازوؤں کی ٹوٹی ہوئی ہڈیاں رکھنے کے بعد اچھی طرح سے باندھ دیا سورج بھی غروب ہونے کی تیاریوں میں مصروف تھا یاسر نے وہ چادر کی گٹھڑی کندھے سے لٹکا دی اور بولا جوگی بابا راکیش کی روح کو سکون تو مل جائے گا مگر ناگ راج کو تلاش کیے بغیر میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔کیا۔۔پاگل مت بنو یاسر بیٹے۔۔جوگی بابا نے سامنے آتے ہوئے کہا اسے تلاش کرتے کرتے تم اپنی جان سے بھی جا سکتے ہو جانتے ہو چاند کی۔۔ہاں مجھے معلوم ہے پورے چاند کی رات ناگ راج کے ساتھ ساتھ کچی آبادی کے لوگوں کی ہڈیاں تک بکھر جائیں گی یاسر نے جوگی بابا کی بات مکمل کرتے ہوئے کہا میں سب جانتا ہوں مرنے سے پہلے یہ دکھ ہو گا کہ اپنی بہن صبا کو نہیں مل سکا یاسر آج کی رات انتظار کر لو ہو سکتا ہے وہ ہمیں ناگ راج کے بارے میں کچھ بتا سکے وہ کہاں ہے یاسر کندھے اچکا کر بولا دیکھ لیتے ہیں آپ بے شک ناگ راج کو بھول جائیں مگر میں اپنے محسن دوست کو مصیبت میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا بیٹے مجھے بھی ناگ راج کی جدائی کا علم ہے اور اس بات کا دکھ بھی ہے کہ خود کو مصیبت میں ڈال کر ہمیں کامیابی تک پہنچا دیا یہ ہمارے ناگ راج کے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے۔

چلو آؤ رات کا اندھیرا پھیل رہا ہے اب وہ چلتے چلتے کچی آبادی تک پہنچ گئے وہاں جوگی بابا نے آگ کا الاؤ روشن کرنے کے بعد راکیش کے جسم کی ہڈیاں اور وہ کھوپڑی ایک خالی پٹاری میں رکھنے کے بعد آنکھیں بند کر کے اپنے لب ہلاتے ہوئے کچھ پڑھنے لگا پھر اس پٹاری کو بڑی مشکل سے کپڑے کے ساتھ بند کیا کیونکہ کھوپڑی نے کافی جگہ گھیر لی تھی جوگی بابا اور یاسر چلتے چلتے دریا تک آ گئے اور اس پٹاری کو ہاتھوں سے سرکا کر آگے پھینک دیا جے بھولے ناتھ۔۔۔جے بھولے ناتھ۔۔راکیش کی آتما کو شانتی دو۔۔۔جے بھولے ناتھ۔۔اب ٹارچ کی روشنی میں وہ پٹاری انہیں دور جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی راکیش کو انسانی شکل میں دیکھنے کا انہیں اب شدت سے انتظار ہونے لگا بستی کے لوگوں نے یاسر کی وجہ سے اس جوگی بابا کو جھونپڑی میں جگہ دے دی تھی اب جھونپڑی میں لالٹین کی روشنی میں جوگی بابا اور یاسر بیٹھے ہوئے گہری سوچ میں گم تھے کہ اچانک سرسراہٹ کی آواز سے دونوں چونک اٹھے سامنے ہی ایک سانپ اپنا پھن چوڑا کرے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا اگلے ہی لمحے وہ انسانی شکل میں ظاہر ہوا اس کا باقی جسم تو سانپ کی مانند تھا مگر پھن کی جگہ انسانی چہرہ صاف واضح کر رہا تھا کہ وہ اب مکمل سکون میں ہے راکیش شکریہ لباس میں ان کے سامنے کھڑا تھا راکیش کی آتما بولی۔

بابا میری آتما کو شانتی پہنچا کر جو سکون مجھے پہنچایا ہے میں کبھی نہیں بھول سکتا آپ کا ناگ راج زندہ ہے، سچ تو یہ ہے اس نے میرا جسم تلاش تو کر لیا تھا مگر جب تک وہ لکڑیوں کی شاخوں کی مدد سے میرا نام لکھتا رہا وہ ناگن اس کو زخمی کرنے میں مصروف رہی تھی اب صرف چودھویں رات کو ناگ راج اس تالاب سے باہر آ سکتا ہے جسے کوئی نہیں بچا سکتا مگر وہ کیوں۔۔یاسر نے حیرت سے کہا تو راکیش کی آتما بولی وہ اس لیے کہ اس وقت وہ تمام ڈھانچے زندہ ہو کر تالاب کا رخ کریں گے یاسر اگر تم ناگ راج کی جان بچا بھی لیتے تو تب بھی زندہ واپس صحیح سلامت نہیں جا سکو گے بلکہ میں تو یوں کہوں گا موت کے منہ میں جانے ولی بات ہے تمہارے پاس وہ طلسمی مالا ہو گی تو شاید تمہاری جان بچ بھی سکتی ہے۔کیا۔۔طلسمی مالا۔۔جوگی بابا حیرت سے بولا تو یاسر بھی یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سن کر چونک گیا اور بولا ہاں۔۔ہاں۔۔جوگی بابا اس طلسمی مالا کا راکیش نے پہلے ذکر کیا تھا مگر راکیش وہ طلسمی مالا ہمیں اس جگہ سے نہیں ملی یاسر تم نے میرا جسم جس جگہ سے تلاش کیا ہے تو یقیناً وہ طلسمی مالا بھی وہاں ریت میں کہیں موجود ہوگی اومائے گاڈ۔۔اب کیا ہوگا یاسر نے پریشانی سے کہا تو راکیش کی آتما بولی یاسر ناگ راج کو بھول جاؤ تالاب سے وہ صحیح سلامت باہر صرف چند منٹوں کے لیے آئے گا پھر وہاں اس کی ہڈیاں ہوں گی جو شاید ان ڈھانچوں کے ساتھ تالاب میں واپس چلی جائیں راکیش میں ناگ راج کے لیے کچھ بھی کروں گا موت سے بھی لڑوں گا لیکن اس سے پہلے مجھے یہ بتاؤ میری پھول سی پیاری سی بہن صبا اس وقت کہاں راکیش بولا یاسر وہ بالکل زندہ سلامت ہے لیکن یہ نہیں جانتا وہ کہاں مجھے جہاں تک علم تھا تمہیں آگاہ کر دیا راکیش میں سب سے پہلے اس طلسمی مالا کو تلاش کروں گا پھر ناگ راج کو اس تالاب سے ہی نہیں بلکہ ناگن کے شیطانی حصار سے بھی باہر نکال کے ہی سانس لوں گا یاسر یہ بہت خطرے والی بات ہے تم جانتے ہو وہ صرف تمہاری موت کی منتظر ہے پھر وہ ڈھانچے تالاب میں اترنے کی بجائے سیدھا اس دھرتی پر ٹوٹ پڑیں گے اور پھر انجام سے اچھی طرح واقف ہو راکیش کی آتما بولی۔

ہاں یاسر پورے چاند کی رات تمہارا ان پہاڑیوں میں جانے کا مطلب ناگن کے شیطانی کھیل کو آسان بنا دینا ہے یہ اس کی شیطانی چال تھی تاکہ تم اس کے جال میں پھنس سکو اس نے جان بوجھ کر ناگ راج کو تالاب میں قید کیا ہے وہ جانتی ہے تم ضرور آؤ گے اور دیکھنا بالکل ایسا ہی ہوگا وہ کوئی نہ کوئی ایسی شیطانی چال چلے گی کہ تم اس کے شیطانی حصار میں کھنچے چلے آؤ گے راکیش میں کچھ بھی کروں گا مگر اس ناگن کو شیطانی کھیل میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہونے دوں گا کیا ایسا ہو سکتا ہے تالاب کی گہرائیوں میں اس ناگن کے مجسمے تک پہنچا جا سکے نہیں۔یاسر یہ ناممکن ہے تم کبھی بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکو گے تمہیں اپنی جان کی قربانی دینا ہوگی جہاں تک میرا علم کہتا ہے تمہارا زندہ رہنا ہی اس ناگن کے لیے رکاوٹ ہے اس لیے تالاب کی طرف جانے کا خیال بھی اپنے دل میں مت لانا جوگی بابا میرے جانے کا وقت آ گیا ہے اب میں آپ کبھی دکھائی نہیں دونگا۔

جاتے جاتے صرف اتنا کہوں گا اس ناگن کو اگر قید کرنا ہے تو چاند کی چودھویں رات کو دس بجے سے پہلے پہلے عمل مکمل کرنا ہوگا کیونکہ اس کے بعد ناگن باہر آ جائے تبھی ممکن ہو سکتا ہے وہ ناگن تالاب سے باہر نہ آئے وہ تالاب کے اندر ہی کالے پانی میں قید ہو کر رہ جائے گی پھر دعا کرنا کبھی چاند رات کو گرہن نہ لگے اگر ایسا ہوا تو وہ ناگن پھر سے آپ کے طلسمی حصار کو توڑ کر باہر آ جائے گی پھر یہی کھیل، دوبارہ سے شروع ہو جائے گا اگر بارہ بجے سے پہلے پہلے اس ناگن کا جادو نہ چلا تو سمجھ جانا عمل کامیاب رہا۔ہے کیونکہ اس کی نشانی یہ ہوگی وہ سب ڈھانچے تالاب میں اتر جائیں گے اور وہ تالاب پہلے جیسا ہو جائے گا کوئی بھی انسان اس تالاب میں اتر بھی جائے تو نہیں مر سکے گا جب تک ناگن کی طلسمی طاقتیں اور شیطانی سحر کالے پانی میں قید ہے ناگ راج بھی بارہ بجے سے کچھ ہی دیر قبل تالاب سے باہر نکل کر اپنی جان بچانے کے لیے رینگتے ہوئے جنگل کی حدود سے نکلنے کی کوشش کرے گا کیونکہ وہ جانتا ہے اس مختصر سے وقت میں یہ کوشش کامیاب ہو سکتی ہے مگر ناممکن نہیں یاسر تم یہ کام اگر کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہو تو پھر یہ ناگن کے منہ پر طمانچے مارنے والی بات ہوگی کسی بھی طرح طلسمی مالا کے ہوتے ہوئے تم وہاں سے باآسانی نکل سکتے ہو ورنہ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ تمہارا بھی وہاں کہیں پڑا ہوگا ساتھ میں ناگ راج کا مردہ جسم۔۔۔کیونکہ تمہارا اس ناگن کے حصار سے نکلنا ضروری ہوگا لیکن۔۔لیکن۔۔کیا۔۔یاسر تجسس سے بولا تو راکیش کی آتما بولی لیکن اگر تم ناگن کے حصار سے اس علاقے کی وہ حدود جو ناگن کے شیطانی حصار میں ہے اگر جلد ہی نہ نکل سکے تو پھر ساری عمر کے لیے وہاں قید ہو کر رہ جاؤ گے۔کیا۔۔یہ سن کر یاسر کا پورا جسم دل و دماغ تک گھوم کر رہ گیا۔۔

م۔۔م۔۔میں سمجھا نہیں یاسر اس کی مثال تمہیں کوئی نہیں دے گا کیونکہ اس کی مثال تمہارے سامنے کھڑی ہے میرے ساتھ بھی نو سال پہلے ایسا ہی ہوا تھا میں طلسمی مالا تک نہیں پہنچ سکا تھا اور نتیجہ یہ ہوا ناگن کے شیطانی سحر میں جکڑا گیا اور جسم ہڈیوں میں بٹ گیا میری کھوپڑی کا گوشت تک اتر گیا جو تم دیکھ ہی چکے ہو اب میں جا رہا ہوں مجھے اجازت دو جوگی بابا نے اسے ہاتھ ہلا کر الوداع کیا اور وہ جھونپڑی سے غائب ہو گیا دونوں جھونپڑی سے باہر آ کر سفید رنگ کا انسانی سایہ روشنی کی شکل میں آسمان کی جانب جاتے ہوئے بڑی حیرت سے دیکھنے لگے جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوا جوگی بابا نے یاسر کو کندھے سے پکڑ کر ہلایا تو وہ ہوش میں آیا اور جھونپڑی میں واپس آ گئے جوگی بابا آپ نے سنا راکیش نے جو باتیں کیں ہاں یاسر کیا تم طلسمی مالا کو تلاش کر سکو گے کیونکہ چودھویں رات میں صرف اڑھتالیس گھنٹے باقی ہیں۔واٹ۔۔دو دن یاسر نے خوف سے کہا تو جوگی بابا ہاں میں سر ہلا کر بولا میں نے کل کا اخبار پڑھا تھا پچھلے پانچ چھ دنوں میں شہر کے اندر پراسرار موت کا سلسلہ جاری ہے لوگوں میں یہ افواہیں گردش کر رہی ہیں کہ کسی سانپ نے ڈس لیا ہے اور ایسا سانپ شہر میں آ گیا ہے جسے کوئی بھی سپیرا قابو نہیں کر سکا جوگی بابا مجھے ایک بات کی پریشانی ہو رہی ہے وہ کیا۔۔جوگی بابا نے حیرت سے کہا تو یاسر بولا۔وہ یہ کہ جن انسانوں کو وہ ناگن اپنے زہر کا نشانہ بنا رہی ہے وہ پورے چاند کی رات قبر سے باہر آئیں گے تو کیا وہ کسی بے گناہ انسانوں کی جان بھی لے سکتے ہیں جوگی بابا نے یاسر کی طرف اپنا لال سرخ چہرہ گھمایا اور کہا یہ دارومدار صرف تم ہے کہ کیا اس وقت تم زندہ رہو گے یا نہیں۔۔اسی لیے تو بار بار کہہ رہا ہوں ناگ راج کو بھول جاؤ اور خدا سے دعا کرو میں اپنے عمل میں کامیاب ہو جاؤں جوگی بابا آپ بھی تو اس وقت وہاں ناگن کے حصار میں ہوں گے بلکہ یوں کہوں گا ناگن کا مرکز ہوں گے جوگی بابا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تم بھی بے وقوف ہو میں دس بجے سے پہلے پہلے ناگ دیوتا کا طاقتور عمل مکمل کر کے وہاں سے نکل جاؤنگا کیونکہ میں یہ جانتا ہوں دس بجے کے بعد ایک لمحے کی تاخیر میری موت کا ٹائم مقرر کر چکی ہوگی اب لیٹ جاؤ صبح ہم نے یہاں سے نکلنا ہے ہم نے نہیں آپ نے۔۔یاسر نے مسکراتے ہوئے کہا تو جوگی بابا بولا ہاں ہاں سمجھ گیا اب وہ زمیں پر لیٹ چکے تھے پھر جوگی بابا نے آنکھیں بند کر دیں اور لال ٹین بجھا دی یاسر ایک بات پوچھوں۔۔جی بولیے جوگی بابا۔۔اگر تمہیں وہ طلسمی مالا نہ ملی تو۔۔تو میں پھر بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا آپ دس بجے سے پہلے اپنا عمل مکمل کر کے بے شک چلے جائے گا میں وہاں انتظار کروں گا ناگ راج کو ساتھ لے جانے سے قبل وہ طلسمی مالا میرے پاس ہوگی اللہ میری مدد ضرور کرے گا جوگی بابا تبھی راکیش کی روح کو ہماری وجہ سے سکون ملا ہے سوچ لو یاسر بیٹا۔۔یہ نہ ہو میں ناگن کو بھی قید کر دوں اور تمہاری جان بھی چلی جائے مجھے اپنی جان کی پرواہ ضرور ہے جوگی بابا مگر ناگ راج سے بڑھ کر نہیں ہے وہ صرف آپ کا دوست نہیں تھا میرا بھی ہمدرد ساتھی تھا میرا ابھی کچھ لگتا تھا اتنا کہہ کر یاسر خاموش ہو گیا اس کے بعد دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی اور گہری نیند سو گئے۔۔

❁❁❁

عدیل اور سمیرا اس وقت بھی ہاسپٹل میں بچوں کی حالت سے خوفزدہ تھے کیونکہ بچوں کی جسمانی کھال کئی کئی جگہ سے گلنے لگی تھی اور یہ عمل تیزی سے جاری تھا رات گئے تک دونوں نے یونہی پریشانی کے عالم میں وسوتے جاگتے ہوئے گزار دی صبح ہی ایک نرس کے چیخنے کی آواز سن کر عدیل اور سمیرا اٹھ کر بیٹھ گئے وہ نرس ایمرجنسی وارڈ سے باہر آ چکی تھی تبھی اس نے ایک بچے کی بھیانک موت کی خبر انہیں سنا ڈالی اب وہ دونوں روم میں داخل ہوئے تو سفید رنگ کا ایک ڈھانچہ ان کے سامنے موجود تھا چھوٹے سے چار فٹ کے سائز کا ڈھانچہ یقیناً اسی بدنصیب بچے کا تھا جو اس تالاب کے دلدلی پانی میں ڈوبنے لگا تھا اور ڈرائیور نے اس کی جان بچائی تھی مگر وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خود ہی اس سے پہلے زندگی سے ہار چکا تھا عدیل اور سمیر پسینے سے شرابور ہو چکے تھے کسی بھی طرح سمیر نے اپنے گھر فون کر کے امی جان سے بات کی تو اس کی روح جیسے جسم سے نکلتی ہوئی اسے محسوس ہونے لگی کیونکہ نورینہ یعنی اس کی ماں کی دونوں ٹانگوں سے گوشت غائب ہو چکا تھا اور صرف وہاں ہڈیاں نظر آ رہی تھیں ڈاکٹروں نے ٹانگیں کاٹنے کا فیصلہ کیا تھا یہ خبر سمیر کو کسی ایٹمی دھماکے سے کم نہیں لگ رہی تھی عدیل کو بھی یہ سن کر گہرا دھچکا لگا تھا سمجھ نہیں آ رہی تھی آخر یہ سب ہو کیسے گیا دوپہر تک سوائے ان چار بچوں کے سبھی بچے زندہ لاش بن کر رہ گئے تھے کسی کے ہاتھوں کا گوشت غائب تھا کسی کی آنکھیں پھول کر بڑی ہو گئی تھیں۔

کسی کے ٹانگ کا کچھ حصہ اور جسم کے وہ حصے جو تالاب کے پانی سے متاثر ہوئے تھے اب گوشت سے عاری بے حد خوفزدہ نظر آ رہے تھے ڈاکٹروں نے بچوں کے آپریشن کا مطالبہ کر لیا عدیل اور سمیرا تنے بڑے خرچے کی لسٹ دیکھ کر حواس باختہ ہو چکے تھے مگر شکیلہ نے حامی بھر لی تھی کہ وہ بچوں کا آپریشن ہر حال میں کرنے کے لیے تیار ہیں صرف ایک بچے کی موت سے انہیں دھچکا لگا تھا ڈاکٹروں نے کچھ رعایت کرتے ہوئے پورے بیس لاکھ روپے کا ٹوٹل لگا دیا جو یقیناً ان کے لیے ایک مشکل ٹارگٹ تھا مگر ناممکن نہ تھا بچوں کو شام تک ضروری طبی امداد دے کر ہاسپٹل والوں نے فارغ کر دیا صرف اکتالیس ہزار روپے ٹیکوں پر لگا تھا بچے اب کچھ نارمل ہو چکے تھے انہیں اب آرام کی ضرورت تھی اب گھر پر صبا عدیل اور سمیر سائرہ اور شکیلہ نورینہ کے پاس ہی موجود تھے اور ہی جنگل کا موضوع زیر بحث تھا کسی کو بھی بچوں کی یہ خطرناک حالت کی وجہ معلوم نہ ہو سکی تھی۔

❁❁❁

یاسر شام نگر واپس اس جنگل میں جوگی بابا کے ساتھ پہنچ چکا تھا جوگی بابا کی باتوں سے کچھ لوگ کچی آبادی سے چلے گئے تھے جبکہ سو میں سے ستر فیصد آبادی ابھی تک وہاں اس جگہ جھونپڑیوں میں مقیم تھی رات کی سیاہی پھیلنے تک یاسر اس طلسمی مالا کو ڈھونڈھنے کی کوشش میں ناکام رہا پھر وہ واپس اسی جھونپڑی میں آ گئے اب باتوں کا سلسلہ ایک بار پھر سے شروع ہو گیا تھا یاسر تمہاری جاب کیسی جا رہی ہے ہاں جوگی بابا ۔۔اللہ کا شکر ہے بالکل ٹھیک چل رہی ہے ہمدرد بینک کے مینجر صاحب میرے کام سے بہت خوش ہیں سوچتا ہوں کل بینک اپنی حاضری لگا کر واپس آپ کی طرف محل میں آ جاؤں جوگی بابا نے کہا جیسے تم بہتر سمجھو اور ہاں صبا کا کچھ پتہ چلے تو ضرور بتانا میں صبح سویرے سورج نکلنے سے پہلے یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں تمہارا کیا خیال ہے جو آپ کو مناسب لگے جوگی بابا میں آپ کے ساتھ ہی روانہ ہو جاؤں گا تاکہ ناشتے سے فارغ ہو کر نو بجے سے پہلے بینک پہنچ جاؤں اس کے بعد باتوں کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا کیونکہ ایک بچہ کھانے کی ٹرے لے کر اندر آ چکا تھا اب وہ کھانا کھانے میں مصروف تھے یہ رات بالکل امن سے گزر گئی۔

❁❁❁

صبا بیٹی ۔۔صبا بیٹی ۔۔نیچے آ جاؤ ناشتہ کر لو سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں آ رہی ہوں شکیلہ آنٹی صبا نے شیشے کے سامنے آ کر کنگھی کرتے ہوئے برش ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا اب وہ سیڑھیاں اتر کر جیسے ہی نیچے زینے پر اپنا پہلا قدم رکھنے لگی تو اچانک ایڑی پھسل گئی آ۔۔آہ۔۔وہ چیختے ہوئی لڑکھڑاتے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے آ گئی اس کی چیخوں کی آواز سن کر سبھی ناشتے کی میز سے اٹھ کھڑے ہوئے اور صبا کو زمیں پر روتے ہوئے تکلیف میں دیکھ کر پریشان ہو گئے سب ۔۔صبا کیا ہوا عدیل فوراً اس کے قریب آ کر اسے سنبھالتے ہوئے بولا تو اس نے اپنی کمر پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اور وہ شدید تکلیف سے بلبلا رہی تھی شکیلہ نے کہا عدیل لگتا ہے صبا سیڑھیوں سے نیچے گری ہے فوراً گاڑی نکالو سمیر تم بھی ساتھ جاؤ اب عدیل اور سمیر صبا کو گاڑی میں بٹھا کر نکل گئے ایک ڈاکٹر کی کلینک والی جگہ پر بے انتہا رش تھا ڈاکٹر صاحب پلیز ایک مریض کو دیکھ لیجیے تھوڑی ایمرجنسی ہے

۔۔دیکھئے پلیز آپ ویٹ کریں سٹوپڈ انسان ۔۔عدیل نے اسے غصے سے کہا اور باہر آ کے گاڑی میں بیٹھ گیا صبا ۔۔صبا ہم ہاسپٹل جا رہے ہیں حوصلہ رکھو عدیل میری کمر ٹھیک ہے تھوڑا سا درد تھا اور کچھ نہیں بس وقتی طور پر مجھے شدید تکلیف تھی میں ریلیکس ہوں اب گاڑی میں روڈ پر آ گئی تھی اچانک عدیل نے سڑک کے دائیں جانب لال رنگ کا چاند دیکھا جو کسی ہاسپٹل کی نشانی دے رہا تھا عدیل نے بغیر سوچ سمجھے بریک لگا دی اور صبا کو باہر آنے کا کہا سمیر بولا عدیل ۔۔۔پاگل ہو گیا ہے تو جانتا ہے یہ ہاسپٹل نہیں ہے لیڈیز نرسنگ سنٹر ہے رک جا۔

عدیل نے سمیر کی بات کو وہیں رد کر دیا اور صبا کو ساتھ لے کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اندر چلا گیا او شٹ ۔۔عدیل میں تجھے کبھی نہیں سمجھ پاؤں گا تیرے دل میں صبا کے لیے جو محبت ہے گھر پر شاید کسی نے محسوس کی ہو یا نہ کی ہو مگر میں جان گیا ہوں چلو اچھا ہوا کوئی لڑکی تو تجھے پسند آئی وہ عدیل کے بارے میں اپنے دل کے اندر بہت سے خیالات جگانے لگا تقریباً بیس منٹ بعد صبا کو چیک کرنے کے بعد لیڈی ڈاکٹر بولی مسٹر عدیل آپ جانتے ہیں یہ ڈیلوری سنٹر ہے آپ کو انہیں میرے کلینک میں لے کر آنا چاہیے تھا ڈاکٹر صاحبہ آئی ایم ویری سوری مگر کوئی بھی ڈاکٹر فارغ نہیں تھا مجھے اور کوئی راستہ نہیں ملا اوکے میں سمجھ سکی ہوں صبا بالکل ٹھیک ہے کمر پر کچھ دباؤ کی وجہ سے کچھ گھنٹے درد رہے گا میں نے انجکشن لگا دیا ہے یہ چار ٹیبلٹ انہیں رات کو دے دیجیے گا جی بہت شکریہ عدیل نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا اور باہر نکل آیا۔

❁❁❁

یاسر بس سے نیچے اتر کر ایک فائل بیگ کندھے سے لٹکا کر رومال سے اپنا منہ صاف کرنے لگا تو اس کی نظر لیڈیز نرسنگ سنٹر سے باہر نکلتی ہوئی صبا پر پڑی وہ اپنے گرد و اطراف کا بڑی حیرانگی سے جائزہ لینے لگا اسے پورا یقین ہو گیا تھا کہ وہ شام نگر کی پہاڑیوں کے اس جنگل کے پاس یا پہاڑیوں کے درمیان نہیں کھڑا اور نہ یہ نظر کا دھوکہ ہے یہ ایک ٹھوس حقیقت تھی جس کو وہ جھٹلا نہیں سکتا تھا یاسر پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنی بہن صبا کو ایک لڑکے کے ساتھ گاڑی کی طرف جاتے ہوا دیکھنے لگا روڈ کراس کر کے جیسے ہی وہ گاڑی میں بیٹھے پیچھے سے ایک رکشہ آ کر کھڑا ہو گیا یاسر نے زور سے آواز لگائی صبا ۔۔صبا میری بہن صبا ۔۔صبا رک جاؤ۔۔ صبا۔۔ لیکن اگلے ہی لمحے وہ کار تیزی سے آگے نکل گئی اور یاسر کار کا نمبر بھی نوٹ نہیں کر سکا یاسر تیزی سے اس کار کی طرف بڑھا اور آوازیں دینے لگا لیکن تب تک دیر ہو چکی تھی وہ کار بائیں جانب مڑ چکی تھی یاسر واپس پیچھے اس ہاسپٹل کی طرف بڑھا جہاں چند عورتیں باہر آ رہی تھیں ساتھ میں ایک سفید کوٹ پہنے ہوئے ایک لیڈی ڈاکٹر بھی تھی ایکسکیوزمی ۔پلیز بات سنیں کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں ابھی ابھی جو وہ لڑکا اور لڑکی یہاں آئے تھے اور کار میں بیٹھ کر واپس گئے ہیں وہ یہاں کس لیے آئے تھے لیڈی ڈاکٹر کو یہ سن کر حیرت ہوئی اور بولی شاید آپ نہیں جانتے یہ ڈیلوری سنٹر ہے ۔ک۔۔ک۔۔کیا۔۔م۔۔م۔۔میں کچھ سمجھا نہیں ۔۔۔اس لیڈی ڈاکٹر نے دھیرے سے مسکرا کر کہا کمال کرتے ہیں آپ ۔۔ارے ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ اس وقت یہاں آتی ہے جب وہ اس کے بچے کی ماں بننے والی ہوتی ہے ۔کیا۔۔ یاسر نے جب یہ سنا تو اسے اپنے دل و دماغ پر آسمان گھومتے ہوئے محسوس ہوئے اتنا شدید دھچکا اسے شاید اپنی پوری زندگی میں نہیں لگا تھا وہ لیڈی ڈاکٹر عورتوں کے ساتھ واپس چلی گئی تو یاسر زور زور سے چیخنے لگا۔

نہیں چھوڑوں گا تجھے ۔۔میں کبھی نہیں چھوڑوں گا ۔۔حرامزادے کمینے انسان ۔تو نے میری معصوم بہن صبا کی زندگی سے کھلواڑ کیا ہے میں ۔۔میں قسم کھاتا ہوں ۔شیطان کی اولاد اگر میں نے تجھے خاندان سمیت اس زمیں کی گہرائی میں زندہ دفن نہ کر دیا تو میرا نام بھی یاسر نہیں اتنے میں ایک باوردی پولیس کا گارڈ اس کے پاس آ کر اسے سر سے پاؤں تک حیرانگی سے دیکھنے لگا تو یاسر نے اپنے قریب لوگوں کا ہجوم دیکھ کر خود کو سنبھالا ۔ہیلو مسٹر ۔۔تم ہاسپٹل کے سامنے کھڑے ہو یہاں کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماحول خراب کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو۔آئی ایم ویری سوری۔یاسر اتنا کہہ کر آگے نکل گیا جبکہ کچھ لوگ اسے دور جاتا ہوا دیکھ کر پاگل دیوانے اور مجنوں کا لقب دینے لگے یاسر نے کچھ دور آ کر ایک رکشہ پکڑا اور واپس محل میں پہنچ گیا کیونکہ رات ہونے سے پہلے پہلے اسے مکمل تیاری کے ساتھ الرٹ رہنا تھا۔

ارے آؤ بھئی یاسر۔۔شکر ہے تم آگئے بھئی کافی ٹائم لگا دیا کچھ نہیں جوگی بابا بس تھوڑی دیر ہوگئی ہے جوگی بابا نے اس کا چہرہ پڑھ لیا تھا تبھی وہ بولا میں جانتا ہوں تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو یاسر نے اپنے سانس درست کئے اور کہا ہاں جوگی بابا آپ نے بالکل صحیح اندازہ لگایا آج میں نے اپنی بہن کو دیکھا۔کیا۔۔جوگی بابا نے خوشی کے تاثرات چہرے پر سجاتے ہوئے کہا جی ہاں وہ نجانے کس لڑکے کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چلی گئی بدقسمتی سے میں اس کار کا نمبر نہیں نوٹ کر سکا لیکن اتنا یقین ہے میری بہن صحیح سلامت ہے میں کتنا بدنصیب ہوں جو اپنی بہن سے مل نہ سکا یاسر کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں جوگی بابا نے اسے کندھوں سے پکڑ کر حوصلہ دیا اور کہا پریشان مت ہو بہت جلد تمہاری بہن مل جائے گی رات کا پروگرام معلوم ہے۔جی ہاں۔۔یاسر نے اپنے خیالون کو جھٹکتے ہوئے کہا تو جوگی بابا نے کہا آج رات پورے چاند کی رات چودھویں رات کا چاند ہے اور آسمان پر ہلکے ہلکے بادل تمہاری اور میری خوش قسمتی کی گواہی دے رہے ہیں میں جانتا ہوں شام نگر کی کچی بستی کے وہ لوگ جو وہاں آباد ہیں آج کی آخری رات گزاریں گے میں نے انہیں کل سمجھا دیا تھا مگر وہ نہیں مانیلیکن میں ناگ دیوتا کا طاقتور عمل کرنے کے لیے اس تالاب تک جاؤں گا تم دس بجے کے بعد وہاں پہنچ جانا لیکن طلسمی مالا تو مجھے نہیں ملی جوگی بابال۔۔یاسر نے پریشانی سے کہا تو جوگی بابا نے کہا اب کچھ نہیں ہو سکتا ہے ناگ راج سمجھو ہمارے درمیان نہیں رہا ہم سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے وہاں کچی بستی تک پہنچ جائیں گے اب تم کھانا کھا کر دو تین گھنٹے کے لیے آرام کر لو ٹھیک ہے جبکہ جوگی بابا۔

اب یاسر کھانا کھا کے بستر پر لیٹ گیا تھا جبکہ جوگی بابا عمل کا ضروری سامان تیار کرنے میں مصروف ہو گیا اب اسے شام نگر جانے کا انتظار تھا۔عصر کی اذانیں ہو رہی تھی تو جوگی بابا اور یاسر اپنے گھوڑے کو پیار کر کے وہاں سے نکل پڑے جوگی بابا نے اپنے گھوڑے کو کچھ باتیں کہیں اور بس کے ذریعہ کچی بستی تک آخری سٹاپ پر پہنچ گئے۔

جوگی بابا اور یاسر دور سڑک سے نیچے اس بستی کو دیکھنے لگے جو رات کے کسی وقت ناگن کے شیطانی سحر کا نشانہ بننے والی ہے اب وہ کچے راستے پر چلتے ہوئے اس بستی تک پہنچ گئے اور دریا کے ساحل تک آگئے جہاں جوگی بابا اور یاسر نے ریت باہر نکال نکال کر طلسمی مالا کو ڈھونڈنے کی ناکام کوشش شروع کر دی مغرب کے بعد اب کالی چادر نے آسمان کو پوری طرح سے ڈھانپ لیا تھا جوگی بابا اور یاسر اب جنگل کا رخ کر چکے تھے جوگی بابا اسی کچے مکان کے باہر تالاب کے بالکل سامنے آلتی پالتی مار کر عمل کا سامان تیار کر چکا تھا اس طاقتور عمل سے اسے اپنی جن کا بھی خطرہ لاحق تھا مگر اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اب وہ عمل میں مصروف ہو گیا دس بجنے سے کچھ ہی دیر قبل وہ اپنا عمل مکمل کر چکا تھا عمل کے دوران اسے کسی بھی قسم کا کوئی سایہ ناگن یا کوئی خوفناک مخلوق کا سامنا نہیں کرنا پڑا وہ عمل مکمل کر کے تالاب کو اس ناگن کے حصار میں جکڑ چکا تھا اب وہ ناگن کبھی باہر نہیں آسکتی تھی کیونکہ اس نے ناگ دیوتا کا طاقتور عمل اس تالاب میں کر رکھا تھا جنگل سے نکل کر اب وہ دریا کے پاس چٹانوں کے قریب اس جگہ پہنچ گیا جہاں یاسر ایک بڑے پتھر پر بے خوف وخطر بیٹھا ہوا تھا اس کا انتظار کر رہا تھا یاسر جوگی بابا نے اسے آواز دی تو وہ پیچھے مڑ کر ٹارچ کی روشنی کو دیکھ کر سمجھ گیا یہی جوگی بابا ہیں آواز سے وہ پہلے ہی مانوس تھا یاسر میں نے اپنا عمل مکمل کر لیا ہے میری بات مانو تو واپس چلتے ہیں نہ وہ طلسمی مالا تمہیں ملی ہے اور نہ ہی اس ناگ راج کے زندہ بچ جانے کی کوئی امید ہے جوگی بابا امید پر ہی دنیا قائم ہے میں ناگ راج کو ضرور زندہ اس ناگن

کے شیطانی وار سے بچا کر آپ کے قدموں میں واپس لاؤں گا یہ مرا آپ سے وعدہ ہے اگر زندگی نے ساتھ دیا تو ہم پھر ملیں گے مجھے نہیں لگتا۔۔۔جوگی بابا نے قدرے پریشانی اور خوف سے کہا۔

یاسر بولا مجھ پر اعتماد رکھیئے یہ سن کر جوگی بابا نے اسے اپنے گلے سے لگا لیا جاؤ بیٹا۔۔میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں خدا تمہیں ضرور کامیابی عطا کرے گا میں تمہارا انتظار کروں گا صبح کا سورج تمہاری کامیابی کی نوید سنائے گا میں صبح تک تمہارا انتظار کروں گا اب یاسر کچھ دیر تک جوگی بابا سے گلے لگا رہا پھر اسے دور جاتے ہوئے دیکھنے لگا آسمان پر ہلکے ہلکے بادلوں کا جھرمٹ اب واضح دکھائی دے رہا تھا چاند کی روشنی بادلوں میں چھپ گئی تھی کچھ بستی کے لوگ جلد ہی سو چکے تھے کیونکہ وہ صبح جلدی اٹھنے کے عادی تھے رات کو ایک بجے تک یاسر تالاب کے قریب ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر کے اس وقت کا انتظار کرنے لگا جب ناگ راج نے تالاب سے باہر آنا تھا وہ کھڑا ہو کر دائیں بائیں جنگل کے ماحول کو دیکھنے لگا ابھی وہ کچھ سوچتے ہوئے مکان کی طرف پلٹا ہی تھا کہ اچانک ہی جنگل میں ایک طوفان سا آگیا یاسر نے گردن اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو چاند بادلوں کی اوٹ سے باہر آہستہ آہستہ نکل رہا تھا طوفان کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی جنگل میں جہاں کچھ دیر قبل خاموشی کا راج تھا اب وہاں جانوروں کی شور بلند ہونے لگا تالاب کا پانی بھی جوش مارتے ہوئے آوازیں پیدا کرنے لگا یاسر نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے تالاب کی جانب دیکھا تو حیران رہ گیا ایک سبز رنگ کا سانپ اس تالاب سے نکل کر اپنی دوشاخہ زبان باہر نکالتے ہوئے اس کی جانب رینگتے ہوئے آیا ساتھ ہی سفید لباس میں اسے اپنے پیچھے کس لڑکی کا سایہ محسوس ہوا اس نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا تو حیران رہ گیا یہ وہی لڑکی رادھا تھی اس ناگن کی روح جو اپنی دوشاخہ زبان باہر نکالتے ہوئے بولی۔

آج سے تو تیری بہن صبا اور یہ پورا سماج میرے ذاتی دشمن ہیں میں واپس ضرور آؤنگی میں دوبارہ پھر آؤں گی اتنا کہہ کر وہ واپس چلی گئی مگر اس کا رخ تالاب کی جانب نہیں تھا بلکہ وہ جنگل کی طرف سفید سایہ بن کر غائب ہو گئی یاسر نے اس سانپ کو اٹھایا اور آنکھوں میں آنسو آگئے بولا دیکھا ناگ راج میں نے تمہیں بچا لیا ہے اس ناگن کے طلسمی سحر اور جادو سے بچا لیا ہے ورنہ موت تمہاری یقینی تھی اب ہمیں یہاں سے فوراً نکلنا ہے دوسری جانب وہ قبرستان تھا جہاں وہ مردے دفن تھے جنہیں اس ناگن نے ڈسا تھا اب وہ قبروں سے باہر نکلنے لگے تھے سفید رنگ کے یہ ڈھانچے قبریں پھٹتے ہی باہر نکل کر وہاں سے اچانک غائب ہو چکے تھے۔کچی بستی کے لوگ جنگل میں نازل ہونے والے اس بھیانک طوفان کی آواز سن کر جھونپڑیوں سے باہر نکلے جنگل میں چرند پرند اور دوسرے جانوروں کے رونے کی آوازیں کچی بستی میں رہنے والے لوگوں کے دلوں میں خوف کا گہرا تاثر چھوڑنے لگی۔

صبا اپنے کمرے میں گہری نیند سوئی ہوئی تھی کہ اچانک کھڑکی کے کھلنے کی آواز نے اسے خوفزدہ کر دیا اگلے ہی لمحے سفید رنگ کا انسانی سایہ دروازے کے اندر روشنی بن کر ابھرتے دیکھ کر اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا کیونکہ یہ وہی خون آشام ناگن رادھا کی روح تھی جو انسانی وجود میں اس کے سامنے کھڑی تھی صبا۔تیرے بھائی سے تو میں نے اپنا انتقام لے لیا ہے کل صبح دریا کے کنارے تیرے بھائی کی کھوپڑی تیری منتظر ہوگی اس وقت کا انتظار کر جب اگلا چاند گرہن چودھویں رات کو ہوگا اتنا کہتے ہی رادھا کی روح اس کے سامنے سے غائب ہو گئی اور صبا نے زور زور سے چیخنا شروع کر دیا سائرہ اس کو دیکھ کر کانپ سی گئی صبا۔۔صبا کیا ہوا تمہیں۔سائرہ۔۔اس۔۔اس۔۔نے میرے بھائی کی جان لے لی ہے پلیز۔۔پلیز مجھے اپنے بھائی کے پاس جانا ہے ارے صبا۔صبا سنبھالو اپنے آپ کو۔۔اتنے میں عدیل اور سمیر بھی اس کے پاس آگئے کمرے کی لائٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روشن ہو چکی تھی شکیلہ پاس آ کر بولی صبا بیٹی ۔۔کیا ہوا تمہیں ۔۔

صبا شکیلہ کے ساتھ لپٹ گئی آنٹی ۔۔آنٹی ۔۔میرا بھائی۔کیا ہوا ہے تمہارے بھائی کو۔۔آنٹی وہ ناگن ابھی یہاں آئی تھی میرے کمرے میں وہ انسانی روپ میں آئی تھی میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا اس کی باتوں کو سنا تھا۔صبا کہاں ہے وہ ناگن ہمیں کہیں نہیں دکھائی دے رہی عدیل نے آس پاس کمرے کی ہر چیز کو دیکھتے ہوئے کہا تو صبا بولی ۔عدیل پلیز مذاق نہ کریں۔یہاں مجھے اپنی جان کی پڑی ہوئی ہے اور آپ کو ہر وقت مذاق کی سوجھی رہتی ہے ارے کمال کرتی ہیں صبا ۔۔عدیل ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے ثمیر بھیا ۔۔میرا دل نہیں مانتا پلیز مجھے اپنے بھائی کو دیکھنا ہے میں شام نگر جانا چاہتی ہوں پلیز مجھے ابھی لے چلو ۔۔ارے صبا یہ کوئی وقت ہے جانے کا ۔۔ٹائم دیکھو رات کے وقت وہاں جنگلی جانور اور خوفناک درندوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے شکیلہ نے صبا کو اپنے سینے سے لگایا اور کہا کل صبح میرے ساتھ چلنا میں تمہیں لے کر جاؤں گی۔ارے امی جان ۔۔پلیز آپ بھی صبا کی باتوں میں آ گئی ۔۔عدیل اسے اپنے دل کی تسلی کر لینے دو کچھ نہیں ہوتا شکیلہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا اور صبا کو ساتھ لے کر شکیلہ اپنے کمرے میں واپس آ گئی۔

❀❀❀

یاسر اس ناگ راج کو جنگل کی حدود سے جلد از جلد نکال لینا چاہتا تھا کچی بستی کے لوگ ابھی جنگل سے آنے والی خوفناک آوازوں کو دھڑکتے ہوئے دل سے سن رہے تھے کہ سفید رنگ کے ڈھانچوں کا ایک قافلہ انہیں جنگل کی جانب جاتا ہوا نظر آیا سبھی لوگ خوف سے پریشان ہو گئے کئی عورتوں اور بچوں کی چیخیں نکل گئیں جنگل کا شور یاسر کو اپنے کانوں میں ناگوار گزر رہا تھا وہ جنگل کی حدود سے نکل کر باہر آ چکا تھا اچانک ہی زمیں بری طرح سے ہلچل مچانے لگی جنگل میں سفید روشنی پھیل گئی تھی جنگل سے اڑتے ہوئے پرندے جن کی ہڈیاں یاسر کے اوپر آ گری تھیں اب وہ کچھ جانوروں کو جنگل سے نکلتا ہوا دیکھ کر کانپ اٹھا تھا کیونکہ ایک بھیڑیے کے جسم سے گوشت بری طرح سے گلنے لگا تھا کچھ ہی لمحوں میں اس کا ڈھانچہ وہاں اس جگہ پڑا تھا سفید رنگ کی روشنی جو لکیر ہے یاسر فوراً دریا کی سمت بھاگا ناگ راج کو اس نے اپنے گلے سے لٹکا رکھا تھا کیونکہ اپنی جان سے زیادہ ناگ راج کی زندگی اسے پیاری تھی وہ کچی بستی کی طرف گردن گھما کر اپنے سانس درست کرنے لگا اس سے مزید چلنا دشوار ہو چکا تھا وہ بار بار ناگ کو چوم رہا تھا کچی بستی کے لوگ اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ دوڑ میں مصروف ہو گئے تھے تیز ہوا کے ساتھ ساتھ وہ موت کی سفید روشنی ہر فرد کو ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا رہی تھی آسمان پر چاند کی روشنی براہ راست زمین پر پڑ رہی تھی جبکہ کئی بادل آہستہ آہستہ چاند کی جانب آ رہے تھے یاسر نے بھاگتے ہوئے لوگوں کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا تو اس کی چیخیں بھی حلق میں رہ گئیں کیونکہ بھاگتے ہوئے ان نوجوانوں کے جسم سے گوشت کے لوتھڑے اترتے چلے جا رہے تھے۔

سفید روشنی سے پوری بستی روشن ہو چکی تھی اچانک کچھ بچوں کو زور زور سے روتے ہوئے اور چیخیں مارتے ہوئے دیکھ کر یاسر نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھی کیونکہ ان بچون کے سر کی کھال آنکھیں اور ہاتھوں کی ہڈیاں صاف نظر آ رہی تھیں وہ سب ناگن کے طلسمی سحر کا شکار ہو چکے تھے یاسر نے دل میں پکا سوچ رکھا تھا کہ بستی میں کوئی بھی فرد زندہ نہیں بچا ہے سب کے سب ہڈیوں میں تبدیل ہو چکے تھے اور بہت جلد اس کا گوشت پوست جسم بھی ہڈیوں میں تبدیل ہو جائے گا اس سوچ نے یاسر کے دل و دماغ میں خوف کے گھیرے کو مزید تنگ کر دیا تھا وہ دریا کے کنارے ساحل پر کافی دیر چلتے ہوئے چٹانوں تک پہنچنے کی ناکام کوشش کرنے لگا مگر پیروں میں ٹانگوں میں چلنے کی سکت باقی نہ رہی وہ پورا آدھا گھنٹہ مسلسل بھاگنے کی وجہ سے اب چور چور ہو چکا تھا جوگی بابا کی باتیں ایک لمحے کے لیے اس کے دل و دماغ میں گردش کرنے لگیں۔

یاسر تم جنگل سے واپس نہیں آ سکتے ناگ راج کی

موت یقینی ہے تم اس کو بھی نہیں بچا سکتے تم اگر مارے گئے تو میرا عمل بیکار چلا جائے گا واپس چلتے ہیں چلو اچانک یاسر خیالوں کی دنیا سے واپس آ گیا کچھ تڑپتے ہوئے بچے اور نوجوان اس کے پاس سے تیزی کے ساتھ آگے گزر گئے جو اس کی آنکھوں کے سامنے ہی ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئے سفید روشنی جیسے ہی یاسر کے قریب آئی تو اچانک وہ غائب ہو گئی ساتھ ہی یاسر نے اپنے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اگلے ہی لمحے اس نے اپنی گردن اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا تو چاند بادلوں کی اوٹ میں جا چکا تھا یاسر کو فوراً یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہ سب چاند کی روشنی کے اثر سے ہو رہا تھا آس پاس تیز ہوا کا طوفان اسے محسوس ہو رہا تھا ناگ راج اس کی گردن سے نیچے اتر کر کچھ فاصلے پر ریت کے اندر کچھ تلاش کرنے لگا تو یاسر بولا ناگ راج ۔۔چلو یہاں سے ۔۔جلدی چلو ۔۔کسی بھی طرح ہم نے سڑک کے اس پار جانا ہے پھر ہم ناگن کے حصار سے نکل جائیں گے جلدی کرو۔۔

ساتھ ساتھ وہ آسمان کی طرف بھی خوف سے دیکھ رہا تھا اگلے ہی لمحے یاسر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں تھیں کیونکہ اس نے چمکتی ہوئی دانوں کی ایک مالا اپنے منہ میں دبا رکھی تھی یاسر لڑکھڑاتے ہوئے اس کی طرف آیا تو ناگ راج اس کے قریب آتا چلا گیا یاسر نے لیٹے لیٹے اس طلسمی مالا کو پکڑنے کی کوشش کی وہ جانتا تھا کہ یہی وہ مالا ہے جسے جوگی بابا اور وہ پچھلے دو دن سے تلاش کر رہے تھے یاسر نے اوپر آسمان کی جانب چاند کو بادلوں کی اوٹ سے نکلتے ہوئے دیکھا تو اس نے خود میں ہمت پیدا کی اور اس کے ہاتھوں کی انگلیوں نے طلسمی مالا کو چھو لیا اگلے ہی لمحے سفید روشنی یاسر اور ناگ راج کے جسم پر پڑی ۔آ۔۔آ۔۔آہ۔۔یاسر کے حلق سے چیخیں نکل گئیں آس پاس ریت کو اڑتے ہوئے اس نے آخری بار اپنے اوپر آتے ہوئے دیکھا تھا اس مالا کو ناگ راج نے اپنے منہ میں لے رکھا تھا کچھ ہی لمحوں میں یاسر کی چیخیں ریت کے بھاری بوجھ میں معدوم ہوتی چلی گئیں اس کے آس پاس کچی آبادی کے بے گناہ انسانوں کی ہڈیاں کھوپڑیاں اور ڈھانچے ہی ڈھانچے بکھرے پڑے ہوئے تھے ریت اڑا اڑ کر یاسر کے جسم کا نام و نشان تک کو مٹا چکی تھی سفید روشنی اب واپس جنگل کی طرف چلی گئی اور اب وہاں مکمل تاریکی چھا گئی جوگی بابا یاسر کے انتظار میں تھا کہ وہ کب آئے گا شام نگر کی کچی آبادی پر ٹوٹنے والی قیامت سے وہ ابھی تک بے خبر تھا کیا یاسر زندہ بچ جائے گا یا نہیں کہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔

جاری ہے باقی آئندہ شمارے میں پڑھیے

❀❀❀

غزل

اتنا ٹوٹا ہوں کہ چھونے سے بکھر جاؤں گا
اب اگر اور دعا دو گے تو مر جاؤں گا
پوچھ کر میرا پتہ وقت رائیگاں نہ کرو
میں تو بنجارا ہوں کیا جانے کدھر جاؤں گا
ہر طرف دھند ہے جگنو ہے نہ چراغ کوئی
کون پہچانے گا بستی میں اگر جاؤں گا

☆ غلام فرید جاوید-حجرہ شاہ مقیم

تمہارا قرب

ہمارا بس اگر چلتا تمہیں سب سے چرا لیتے
تمہیں دل میں چھپا لیتے تمہیں آنکھوں میں رکھ لیتے
کبھی نہ روٹھنے دیتے کبھی نہ ٹوٹنے دیتے
تمہیں ہم قید کر لیتے بس اپنے دل کی دنیا میں
کسی بھی حال میں ہم پھر تمہیں آزاد نہ کرتے
سبھی دنیا بھلا دیتے تمہیں اپنا بنا لیتے
ہمارے بس میں ہوتا تو
مگر ہے بے بسی ایسی ہمارا دل چلتا ہے
تمہیں ہی یاد کرتا ہے تمہارا قرب چاہتے ہیں
مگر ہم کیا کریں جاناں ہمارا بس نہیں چلتا

☆ آمنہ-راولپنڈی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھٹکتی روحیں

---تحریر: اسد شہزاد گوجرہ منڈی بہاؤالدین---

جب میں جب کھڑی کر کے اندر گیا تو ڈارئنگ روم میں کوئی مہمان بیٹھا تھا مجھے آتے ہوئے دیکھ کر کھڑا ہو گیا اس نے میرے ساتھ ہاتھ ملایا اور کہا آپ رضا صاحب ہیں میں نے جواب دیا جی ہاں میرا نام راجہ ہے اور یہ خط آپ کے لیے ہے جب میں نے خط کھول کر پڑھا تو حیران رہ گیا راجہ کے سامنے جب وہ دونوں ہیولے نمودار ہوئے راجہ ڈر گیا انہوں نے راجہ کو مخاطب کیا راجہ یہ چلہ چھوڑ دو اس چلے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا صرف عامل کو فائدہ ہوگا جس نے تمہیں چلے کے بارے میں کہا تھا اسی وقت عامل کی آواز آئی یہ تم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں ان کی باتوں میں نہ آنا راجہ یہ دیکھو عورت نے ایک طرف پھونک مارتے ہوئے کہا جب راجہ نے اس طرف دیکھا تو راجہ کو ایک ٹی وی کی طرح کی سکرین بنتی ہوئی نظر آئی اس نے عامل اور اس کا شاگرد باتیں کر رہے تھے عامل اپنے شاگرد سے کہہ رہا تھا کہ راجہ کا چلہ کل مکمل ہو جائے گا اور بھٹکتی روحیں میرے قبضے میں ہوں گی اور راجہ کو ان روحوں کے ذریعے مروا دوں گا اور میں بہت زیادہ طاقتور ہو جاؤں گا اس کے بعد سکرین غائب ہو گئی راجہ سوچ میں پڑ گیا کہ اب کیا کروں اگر حصار سے باہر نکلا تو روحیں مار ڈالیں گی اگر چلہ کیا تو پھر مر جاؤں گا روحوں نے اس کے دل کی بات جان لی روحوں نے راجہ سے کہا راجہ پریشان نہ ہوں اگر تم حصار سے باہر آ جاؤ تو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے اور تمہاری ہر خواہش پوری کر دیں گے راجہ نے کہا کیا گارنٹی ہے تم لوگ مجھے زندہ چھوڑ دو گے روحوں نے کہا ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں راجہ حصار سے باہر آ گیا روحوں نے ایک کاغذ دیا اور کہا کہ یہ کاغذ ایک آدمی کو دینا اور ساتھ ہی پتہ بھی بتا دیا۔ ایک خوفناک اور سنسنی خیز کہانی۔

یہ کہانی ملک روس کے ایک شہر کی ہے اور بہت پرانی ہے جو میں آپ لوگوں کی نظر کر رہا ہوں جوں جوں آپ اس کہانی کو پڑھتے جائیں گے آپ کی دلچسپی بڑھتی جائے گی میں نے جیپ تیزی سے موڑی اور ڈھلوان سے نیچے سرکتی جیپ کے ٹائر بمشکل دوبارہ سڑک پر رواں دواں ہوئے اتنی دیر میں میرے پورے جسم میں بجلیاں سی دوڑ گئیں میں نے اپنے اعصاب پر قابو رکھنے کی پوری کوشش کی لیکن بات ہی ایسی انہونی تھی اور نا قابل یقین حالات کی وجہ سے میرے حواس میرے بس میں نہ رہے تھے میں ایک بہت بڑا جرم کر کے آیا تھا میں نے پہلے بھی ایک جرم کیا تھا لیکن یہ جرم کر کے برسوں بعد سکون آیا تھا سرکاری اور وہ بھی تفتیشی ادارے میں ملازمت بہت بڑا امتحان ہے آپ نہیں کہہ سکتے کہ کب آپ نے کسی مجرم کو نصاف کے کہرے تک پہنچانا ہے میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہو میرا نام مزمل رضا ہے میرے پاس ایک درخواست برائے تفتیش آئی اس میں یہ وجہ بیان تھی کہ آبائی حویلی میں قابض نوجوان میاں بیوی اس کے حقیقی مالک نہیں اور دعوٰی کرنے والا شخص نہ صرف خود شہر کا رئیس ہے بلکہ حکومتی اداروں میں اچھے اثر ورسوخ کا مالک بھی تھا جب میں حقائق جاننے کے لیے حویلی میں گیا ان کا رکھ رکھاؤ اور طرز زندگی دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ وہی حقیقی مالکان ہیں اور وہ اپنی کسی دشمنی کی وجہ سے ان کو نکالنا چاہتا ہے لیکن رئیس کی طرف سے جس قسم کا دباؤ اور منفی سوچ تھی اس نے میرے لیے بہت ساری مشکلات پیدا کر دی تھیں میں نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے خلاف رپورٹ لکھ دی تھی اور پھر اس چھوٹی سی غلطی یا گناہ کے بعد ایک بڑے عذاب کا مجھے سامنا یوں کرنا پڑا کہ ان رئیس صاحب نے مجھے بھاری رقم دے کے ان دونوں کو ٹھکانے لگانے کا کام سونپ دیا ہم چھوٹے موٹے کام تو کر دیتے تھے لیکن اس بڑے جرم کے متعلق سوچنا بھی گناہ سمجھتے تھے لیکن ایک کام کر کے میں پھنس چکا تھا اور دوسرا کام نہ کرنے کی صورت میں میری ملازمت تو ملازمت زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا تھا کرتا یا نہ کرتا دونوں صورتوں میں شکنجے میں آ چکا تھا مجبوراً مجھے یہ کام کرنا پڑا۔

میرا دوست جو کہ ایک قتل کرنے والے گروہ کے بارے میں جانتا تھا میں اس کے پاس چلا گیا ساری باتیں اس کو بتا دیں وہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولا یار اب کیا ہو سکتا ہے تجھے یہ کام کرنا پڑے گا ورنہ وہ شاید تمہارے گھر والوں کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے چلو ابھی اس سے جا کر بات کر لیتے ہیں جو یہ کام آسانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے کروا سکتا ہے پھر ہم دونوں گاڑی میں بیٹھ کر اس جگہ چلے گئے جہاں وہ رہتا تھا جب ہم وہاں پہنچے تو مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے بچوں کے ہاتھ میں بھی وہاں اسلحہ تھا میرے دوست علی نے مجھے حیران پریشان دیکھا تو پوچھا کی بات ہے یار علی یہاں تو بچوں کے ہاتھ میں بھی اسلحہ ہے اوہ تو یہ بات ہے میں تو پریشان ہو گیا تمہیں کیا ہو گیا ہے علی یہاں پولیس کچھ نہیں کر سکتی اس علاقے میں پولیس بھی ڈرتی ہے پھر وہ ایک گیٹ کے سامنے رک گیا اس نے دروازے پر دستک دی اندر سے ایک آدمی باہر آیا اس نے جینز کی پینٹ اور پھولدار شرٹ پہنی ہوئی تھی وہ بولا کیا کام ہے اس کا لہجہ اتنا سخت تھا لگ رہا تھا وہ ہمیں ابھی مار ڈالے گا علی بولا تمہارے باس سے ملنا ہے تمہارا نام اس نے پوچھا میں نے کہا علی وہ اندر چلا گیا دو منٹ کے بعد واپس آیا اور بولا اندر آ جاؤ وہ ہمیں اندر ایک کمرے میں لے گیا آپ لوگ یہاں بیٹھو باس ابھی آتے ہیں اس بار اس کا لہجہ کچھ نرم تھا ہمیں کمرے میں بیٹھے۔

تھوڑی دیر گزری تھی ایک اور آدمی کمرے میں آیا اس نے بھی ویسے ہی کپڑے پہنے ہوئے تھے لیکن اس نے جیکٹ بھی پہنی ہوئی تھی علی صاحب آپ اور یہاں آپ مجھے فون کر دیتے میں خود حاضر ہو جاتا کوئی بات نہیں یار تم سے ایک بہت ضروری کام تھا ایک میاں اور بیوی کو ٹھکانے لگانا معاوضہ بھی تمہاری مرضی کا ملے گا معاوضے کا سن کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں وہ بولا کام ہو جائے گا لیکن دو لاکھ روپے لوں گا میں نے علی سے کہا ٹھیک ہے آدھے پیسے کل پہنچ جائیں گے میں اور علی واپس آ گئے میں نے علی کو ایک لاکھ روپے اور اس حویلی کا پتہ دے دیا علی نے کہا ٹینشن نہ لو اعتبار کا بندہ ہے کام کر دے گا میں واپس گھر آ گیا رات بھر سو نہ سکا کہ کل کیا ہو گا صبح جب جاگا تو میری بیوی نے میری لال آنکھیں دیکھ کر کہا تم رات کو سوئے نہیں کیا میں اس کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا میں نے اس کو کہہ دیا میری آنکھیں خراب ہیں اس طرح پورا دن گزر گیا پھر جب میں نے رات نو بجے ٹی وی لگایا اس پر بریکنگ نیوز تھی کہ دو نوجوان میاں بیوی کو رات کو قتل کر دیا گیا ہے قتل کی ابھی وجوہات سامنے نہیں آئی نہ قاتل کا پتہ ہے میں نے شکر ادا کیا کیا کہ یہ کام بھی ہو گیا دوسرے دن میں نے علی کو بقایا رقم بھی بھجوا دی اس کے ساتھ ہی میں نے ملازمت سے سبکدوشی اختیار کر لی میرے لیے آئندہ زندگی گزارنا کوئی مسئلہ نہ تھا دولت کی کمی نہیں تھی میرے علاوہ ہمارے گھر میں میری بیوی اور دو بچے بھی تھے جنہیں میں جان سے بھی زیادہ چاہتا تھا لہذا میں نے ضمیر کے بوجھ کو کم کرنے کے لیے مختلف تقریبات میں شرکت کرنا شروع کر دی میں سمجھتا تھا کہ ایسے میرے ہاتھوں سے بے گناہوں کے خون کی بو نہیں آئے گی جو خام خیالی تھی میری تین سال بعد آج اچانک رات کو میری بیوی چیخیں مارتی ہوئی اٹھ گئی میں نے لائٹ فوراً آن کی۔

میں نے ایک گہری نظر اس کو دیکھا اسے پانی دیا اس کی آنکھیں خوف سے بھری ہوئی تھی وہ خوفزدہ ہو کر باہر والی کھڑکی کی طرف دیکھ رہی تھی میں نے سمجھا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہو گا اس نے میں نے اسے ادھر ادھر کی باتوں میں الجھا دیا اور دوبارہ سلا دیا لیکن میری چھٹی حس کہہ رہی تھی معاملہ کچھ اور ہے صبح وہ جاگی تو اس کے چہرے پر پہلے جیسی بشاشت اور تازگی نہیں تھی جو روزانہ صبح اس کے چہرے پر ہوتی تھی ناشتے کی میز پر میرے دونوں بیٹے موجود تھے اور خلاف معمول آج وہ خاموشی کے ساتھ ناشتہ کرنے کے بعد کالج چلے گئے اور میں حسب معمول اخبار میں مصروف ہو گیا میری بیوی نے مجھے کن اکھیوں سے اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی ملازموں سے باتیں کرنے اور روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہو گئی اور میں دل ہی دل میں رات کے واقعہ کو سوچنے لگا اس سے پہلے میں نے اپنی بیوی کی ایسی حالت نہیں دیکھی تھی اور اب مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کسی نادیدہ خوف میں گرفتار ہے دوپہر ڈھلنے تک میں بھی مصروف رہا اور وہ بھی گھر کے کام کاج میں مصروف رہی شام کی چائے پیتے ہوئے میں نے اس کی رات والی کیفیت کے بارے میں پوچھا تو ایک دم اس کے چہرے کے نقوش میں تناؤ سا آ گیا اور خوفزدہ انداز میں اپنے اطراف میں دیکھنے لگی پھر اس نے جواب دیا میں ایسے محسوس کیا جیسے میری آنکھ کھلی اور وجہ پیاس تھی سو میں نے پانی پیا یہ کہہ کر وہ تھوڑی دیر کے لیے گم سم ہو گئی میں نے اس کے چہرے کو بغور دیکھنے لگا۔

رانی آج میں اس عامل کے پاس ضرور جاؤں گا آج مجھے اس نے چلے کے عمل کے بارے میں بتانا ہے کہ وہ کیسے کرنا ہے اور چلہ کرنے کے بعد میں امیر ہو جاؤں گا رانی نے کہا جو کرنا ہے جلدی کرو ہمارے پاس ٹائم کم ہے رانی نے کہا اب میں چلتی ہوں راجہ نے کہا ٹھیک ہے میں بھی نکلتا ہوں راجہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا جبکہ رانی ایک امیر خاندان میں پیدا ہوئی تھی راجہ رانی سے پیار کرتا تھا اور اس سے شادی کرنا چاہتا تھا رانی کے خاندان والے رانی کی شادی امیر

خاندان میں کرنا چاہتے تھے راجہ ایک عامل کے پاس گیا اور اپنے مسئلے کے بارے میں بتایا عامل نے اسے ایک عمل بتایا اور چلے کے لیے کہا اسے چلے سے راجہ نے اتنا امیر ہو جانا تھا کہ وہ آرام سے رانی سے شادی کر سکتا تھا راجہ عامل کے پاس چلا گیا عامل نے راجہ کو سارا چلہ اچھی طرح سمجھا دیا اور جگہ کے متعلق بھی بتا دیا اور راجہ گھر واپس آیا چلے کے ضروری سامان اکٹھا کیا اور رانی کو بتانے کے لیے انتظار کرنے لگا رانی اور راجہ کو ملنے آتی تھی اس کے گھر شام کو رانی آئی تو راجہ نے اسے بتایا اور تھوڑی دیر وہ بیٹھ کر ایک دوسرے سے پیار بھری باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد راجہ چلے والی جگہ کی طرف چل پڑا کیونکہ چلے کا ٹائم ہو گیا تھا اور رانی اپنے گھر کی طرف چل پڑی اچانک باغیچے کی جانب کھڑکی کا ایک پٹ کھلا اور دو چہرے نظر آئے جس میں ایک مرد کا اور دوسرا عورت کا تھا پہلے تو وہ مسکرا رہے تھے پھر آہستہ آہستہ ان کے چہرے کے نقوش بدلنے لگے شروع ہو گئے پھر ان کے ناک اور منہ سے خون بہنے لگا سر کٹ کر دور جا گرے میں اتنی خوفزدہ ہوئی کہ میری چیخیں نکل گئیں وہ یہ کہتے ہوئے اتنی خوفزدہ ہوئی کہ اس کے رنگ سفید پڑ گیا تھا میں نے اس کو تسلی دینے کے لیے کہا کہ تم نے ویسے ہی کوئی خواب دیکھا ہے تم چند دنوں کے لیے اپنے والدین کے پاس چلی جاؤ اس طرح تمہارا دل بہل جائے گا نہیں بات دل بہلنے کی نہیں ہے میں محسوس کر رہی تھی کہ ان کی آنکھوں میں آپ کے لیے انتہائی نفرت اور حقارت تھی ایسے لگتا تھا جیسے وہ آپ کو۔۔۔ وہ آگے کچھ نہ بولی وہ متفکر تھی اس اضطراب اور مسلسل خلاؤں میں گھومتی نظروں میں میرے سارے وہم جاگ رہے تھے نہیں تمہیں ایسے ہی محسوس ہو رہا ہے ایسی بات نہیں جس شخص کے پاس تم جیسی باوفا اور خیر خواہ بیوی ہو اسے کون نقصان پہنچا سکتا ہے میں کھوکھلی ہنسی ہنسا اور ارد گرد کی گفتگو سے موزوں کو پلٹ دیا نہیں آپ تسلی والی بات نہ کریں میں بہت دنوں سے ایسے منظر دیکھ رہی ہوں لیکن آج رات تو حد ہی ہو گئی تھی اس نے ناگواری سے مجھے دیکھا۔۔۔

راجہ اپنے چلے والی جگہ پر پہنچ گیا اب اس کو ایک تیس سال پرانی قبر کی تلاش تھی وہ اس کی تلاش میں چل پڑا اور ایک گورکن کی مدد سے جلد ہی وہ قبر تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا پھر اس نے قبر کے گرد حصار کھینچا اور موم بتی حصار کے اندر جلا دی دائرے میں اس کے بعد وہ حصار کے اندر کھڑا ہو گیا اور چلہ شروع کر دیا پہلا دن اس کا چلے کا آرام سے گزر گیا چلہ ختم ہوتے ہی وہ گھر آ گیا اور دیکھا کہ رانی سامنے بیٹھی ہوئی اس کا انتظار کر رہی تھی پھر راجہ نے رانی کو چلے کی ساری تفصیل بتا دی رانی یہ سن کر خوش ہوئی کہ چلے کا پہلا دن آرام سے گزر گیا آج چلے کا دوسرا دن تھا راجہ نے ابھی اپنے حصار میں بیٹھ کر چلہ شروع کیا تھا کہ خون کی بارش ہونے لگی راجہ ایک دم گھبرا گیا لیکن اسے حیرت اس بات پر ہوئی کہ خون حصار کے باہر تھا صرف پھر میں چلہ دوبارہ شروع کر دیا آج کافی خوفزدہ ہو گیا تھا خیر باقی رات سکون سے گزر گئی۔ صبح ہوتے ہی میں گھر چل پڑا رانی میرے ہی انتظار میں تھی تمہارے بے تحاشہ پیار اور لگن نے تو مجھے زندہ رکھا ہوا ہے اور شاید ایسی سوچ اور فکر تمہیں ایسا خوفناک خواب دکھاتی ہے ایک بار پھر میں نے اسے نارمل کرنے کی کوشش کی آپ نے یہ سب کچھ میری وجہ سے کیا ہے اور دولت کے انبار لگائے ہیں مجھے ان کی ضرورت نہیں آپ مہربانی کریں یہ سب کچھ جن کا حق ہے ان کو لوٹا دیں میں سکون کی زندگی پر ہی خوش ہوں مجھے دولت نہیں چاہیے یہ کہتے ہی اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

یہ کیا تم تو اتنی بہادر ہو میں نے بے اختیار اپنے رومال سے اس کے آنسو صاف کیے کافی دیر کی بحث کے بعد طے پایا کہ وہ خود ہی چند دنوں کے لیے میکے چلی جائے گی ساتھ میرا چھوٹا بیٹا جو فرسٹ ائیر میں تھا اس کے ساتھ چلا جائے گا اور کچھ دن وہاں رہ کر واپس آ جائیں گے دراصل میں یہ سارا معاملہ ان کی غیر موجودگی میں حل کرنا چاہتا تھا ان کے جاتے ہی میں نے اپنی جیپ باہر نکالی میں نے جیپ کی ایسی بری عادت اپنا رکھی تھی کہ کوئی اور سواری پسند ہی نہیں آتی تھی مرکزی سڑک سے ہوتے ہوئے میں نہر کے کنارے بنی اس پرشکوہ اور بوسیدہ حویلی کے پاس گیا تو ایک بار پوری شدت سے میرا دل دھڑکا مجھے رہ رہ کر اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا میرے آباؤ اجداد میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس نے کسی کی حق تلفی کی اور میں نیچ حرکت کر کے اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کر چکا تھا مرکزی دروازے پر ایک بوسیدہ سے ملبوس کپڑوں میں ملبوس شخص نے پوچھا۔ جی فرمائیے۔ یہاں کے مکینوں سے ملنا ہے اگر کوئی ہے تو۔۔۔ میں بے ساختہ کہہ اٹھا آئیے تشریف لائیے اس نے یہ کہتے ہوئے راستہ دیا اور میری رہنمائی کی ڈرائنگ روم میں بٹھا کے وہ خود چلا گیا میں کمرے کی سجاوٹ کو دیکھنے لگا میاں مزمل رضا کیسے مزاج ہیں اچانک مجھے کسی نے میرے نام سے مخاطب کیا۔ مخاطب کرنے والا بائیں طرف کے دروازے سے نمودار ہوا وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک بھرپور اور دبدبے والی شخصیت رکھتا تھا جی شکر ہے آپ مجھے کیسے جانتے ہیں میں نے بھرپور اعتماد کیساتھ جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

صاحب یہ بھی کوئی بات ہے آپ جیسی شخصیت ڈھکی چھپی تو نہیں رہ سکتی اس نے نفرت اور حقارت سے میری طرف دیکھا میری ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی میں دراصل یہاں کے مکینوں سے ملنا چاہتا تھا میں نے موضوع کی طرف آتے ہوئے کہا بہت دیر کردی مہربان آتے آتے وہ ایک کھوکھلی ہنسی ہنسا اور بغلی دروازے سے ایک عورت نمودار ہوئی جس کے ہاتھ میں ٹرے تھی اس میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں آپ لیں ناں خاتون نے مجھ سے کہا اور میں نے کہا کہ میں یہاں کے مکینوں سے ملنے آیا تھا ان کا فرض ہے مجھ پر جیسے ادا کرنا ہے میں کچھ نروس ہو رہا تھا اور جلد وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا میری موجودگی کے باوجود وہاں ایسا سکوت تھا جیسے برسوں اس ویرانے میں کوئی نہ آیا ہو آپ یہ لیں ناں ان کے سرد لہجے اور آنکھوں کی بدلتی رنگت بہت کچھ کہہ رہی تھی میں نے یک پلیٹ اٹھائی اور جیسے ہی اس کا ڈھکن اٹھایا بدبو کا ایک بھبھوکا میری ناک سے ٹکرایا۔

آج چلے کی ۴۸ رات تھی آج راجہ کو ڈر بہت لگ رہا تھا خوف کی وجہ سے سردی ہونے کے باوجود اسے پسینہ آیا ہوا تھا وہ اپنے چلے والی جگہ پہنچ گیا چلہ اس نے شروع کردیا ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ رانی اس کے سامنے آگئی اس کے ساتھ ایک چڑیل تھی جس نے اس کے بال پکڑ رکھے تھے رانی نے آواز دی راجہ مجھے بچالو رانی کو اس حالت میں دیکھ کر راجہ بہت حیران ہوا اس نے رانی سے کہا تم یہاں کیسے تو رانی کہتی کہ یہ چڑیل مجھے گھر سے اٹھا کر لائی ہے راجہ چلہ چھوڑ دو ورنہ یہ چڑیل مجھے مار دے گی میں بہت پریشان ہوگیا ابھی چلے سے باہر قدم رکھنے کے لیے میں نے اٹھایا ہی تھا کہ بابا کی آواز سنائی دی یہ سب نظر کا دھوکہ ہے بیٹا میں نے اپنا قدم روک لیا چڑیل نے رانی کا گلا کاٹا اور خون پیا اور اس کا گوشت کھانے کے بعد مجھے دیکھنے لگی اب تمہاری باری ہے اور یہ کہہ کر وہ میری طرف بڑھنے لگی میں ابھی بھاگنے ہی لگا کہ بابا جی کی پھر آواز سنائی دی میں بیٹھ گیا زور زور سے ورد پڑھنے لگا اسی طرح رات بھی بیت گئی پر میں رانی کے لیے بہت پریشان تھا صبح ہوتے ہی اسے ملنے کے لیے چل پڑا گھر پہنچا تو رانی سامنے بیٹھی میرا ہی انتظار کررہی تھی میں فوراً اس کے گلے لگ گیا مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ تم زندہ ہو رانی نے

کہا کیا مطلب میں نے اسے رات والی ساری بات بتادی اس کے بعد ہم کافی دیر تک ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے آج اس کے چلے کی انتالیسویں رات تھی ابھی اسے چلہ کرتے ہوئے دو گھنٹے ہی ہوئے تھے کہ اس نے اپنے سامنے دو ہیولے دیکھے جو سفید لباس میں ملبوس تھیں میں انہیں دیکھ کر بہت ڈر گیا برتن خون اور لوتھڑوں سے بھرا ہوا تھا میں نے خوفزدہ نظروں سے انہیں دیکھا وہاں صرف دو ڈھانچے بیٹھے ہوئے تھے جن کی گردنوں سے خون رواں تھا اور آنکھوں میں شعلے تھے میں نے برتن گرادیا اور پھرتی کے ساتھ اٹھا اور اپنے ہوش وحواس کو قابو میں رکھتے ہوئے پیچھے کی طرف بھاگا میرے پیچھے بھیانک قہقہے تھے اور کھڑکھڑاہٹ کی بھیانک آواز میں جلدی وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا سردی کے باوجود میرے جسم پسینے میں ڈوب گیا تھا۔

میں ابھی دروازے تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا جب ہوش آیا تو میں اپنی جیپ کے پاس پڑا تھا میں فوراً جیپ میں بیٹھا اور وہاں سے جلدی نکلنا چاہتا تھا تب ہی مجھے جیپ کی سیٹ پر ایک کاغذ ملا جس پر لکھا تھا تیرے لیے تحفہ تیار ہے گھر جاکر دیکھ لیں میں فوراً جیپ گھر کی طرف موڑی گھر کے دروازے کے سامنے پہنچ کر میں کافی دیر ہارن بجاتا رہا لیکن لگتا تھا کہ گھر میں کوئی بھی نہیں تھا آج میرے پاس گھر کی دوسری چابی بھی نہ تھی اس لیے مجبور ہوکر ہمسائے کے گھر کی چھت سے گھر میں داخل ہوا جیسے ہی سیڑھیاں اتر کر اپنے کمرے کی طرف آیا حیرت وغم اور خوف سے میرا برا حال تھا میرے جواں سالہ بیٹے کی لاش ٹکڑوں میں پڑی ہوئی تھی اس کے ٹکڑے مختلف جگہ پر سجاوٹ کے لیے رکھے گئے تھے آتش دان کے اوپر سر اور ہاتھ اور بازو کونے والی میز پر اور دھڑ سیڑھیوں کے سر تھ رکھا ہوا تھا میں پاگلوں کی طرح چیخا یہ نہیں ہوسکتا میرے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے بہت دن گزر گئے اس حادثے کو اور میں تو نڈھال تھا لیکن میری بیوی زندہ لاش بنی ہوئی تھی اس کے چہرے پر ہر وقت ویرانی سی چھائی رہتی تھی افسوس کے لیے آنے والے اس کی حالت دیکھ کر عبرت حاصل کرتے تھے۔

میں اپنی بیوی کو تسلی دینا چاہتا تھا لیکن وہ بدک کر مجھ سے دور ہوجاتی اس عرصہ میں ہر طرح کے عامل لوگوں سے مل چکا تھا کہیں سے مجھے تسلی بخش جواب نہیں ملا کسی نے کہا جادو ہے کسی

نے کہا جن ہیں ایک عامل نے کہا دو دن بعد آنا لیکن پتہ چلا دوسرے دن اسے کسی روح نے جلادیا تھا تم نے میرا بیٹا مار دیا میری بیوی جذباتی کیفیت میں چیختی ہوئی میری طرف آگئی اس وقت اگر میرا بیٹا نہ پاس ہوتا تو وہ مجھ پر حملہ آور ہوچکی ہوتی بیگم حوصلہ کرو اللہ کو یہی منظور تھا میرے پاس لفظ ختم ہوچکے تھے ہمارا گھر اجڑے ہوئے شہر کا منظر پیش کررہا تھا جن لوگوں کو حادثے کی تفصیلات معلوم تھیں وہ تو گویا ہمارے گھر پلٹ کر نہیں آئے میں حسرت ویاس کی تصویر بنا ہوا اپنی بیوی کو دیکھتا تو دکھ سے لرز جاتا لیکن کیا کرتا مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ پے در پے واقعات کس وجہ سے ہیں میں اپنی طرف سے گناہوں کا کفارہ ادا کرنا چاہتا تھا لیکن صورت حال اتنی بھیانک ہوجائے گی اس کا مجھے اندازہ نہ تھا شام کے وقت میں ایک گھر کے قریب ایک مارکیٹ میں جارہا تھا کہ میرے قریب سے گزرتے ایک فقیر نے کہا تم سوئے رہو گے یہ بلا اب ٹلنے والی نہیں جس کے کہنے پر ایسا کیا ہے اب اس کے ساتھ ایسا کردو اس فقیر کی آنکھوں میں میرے لیے حقارت تھی فقیر تیزی سے ہجوم میں غائب ہوگیا جب الفاظ کے معانی میری سمجھ میں لیے میرے تصور میں اس بدکردار شخص کی تصویر تھی جس کے کہنے پر یہ گھناؤنا کام کیا تھا رئیس جمال الدین جس کی وجہ سے یہ سب کچھ مجھ سے سرزد ہوا تھا میں اس کی تلاش میں تھا ہر جگہ سے پتہ کیا لیکن بے سود آخر کار ناکام ہوکر گھر لوٹنا پڑا۔

جب میں جیپ کھڑی کرکے اندر گیا تو ڈرائنگ روم میں کوئی مہمان بیٹھا تھا مجھے آتے ہوئے دیکھ کر کھڑا ہوگیا اس نے میرے ساتھ ہاتھ ملایا اور کہا آپ رضا صاحب ہیں میں نے جواب دیا جی ہاں میرا نام راجہ ہے اور یہ خط آپ کے لیے ہے جب میں نے خط کھول کر پڑھا تو حیران رہ گیا راجہ کے سامنے جب وہ دونوں ہیولے نمودار ہوئے راجہ ڈر گیا انہوں نے راجہ کو مخاطب کیا راجہ یہ چلہ چھوڑ دو اس چلے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا صرف عامل کو فائدہ ہوگا جس نے تمہیں چلے کے بارے میں کہا تھا اسی وقت عامل کی آواز آئی یہ تم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں ان کی باتوں میں نہ آنا راجہ یہ دیکھو عورت نے ایک طرف پھونک مارتے ہوئے کہا جب راجہ نے اس طرف دیکھا تو راجہ کو ایک ٹی وی کی طرح کی سکرین بنتی ہوئی نظر آئی اس نے عامل اور اس کا شاگرد باتیں کررہے تھے عامل اپنے شاگرد سے کہہ رہا تھا کہ راجہ کا چلہ کل مکمل ہوجائے گا اور بھٹکتی روحیں میرے قبضے میں ہوں گی اور راجہ کو ان روحوں کے ذریعے مروادوں گا اور میں بہت زیادہ طاقتور ہوجاؤں گا اس کے بعد سکرین غائب ہوگئی راجہ سوچ میں پڑ گیا کہ اب کیا کروں اگر حصار سے باہر نکلا تو روحیں مار ڈالیں گی اگر چلہ کیا تو پھر مرجاؤں گا روحوں نے اس کے دل کی بات جان لی روحوں نے راجہ سے کہا راجہ پریشان نہ ہوں اگر تم حصار سے باہر آجاؤ تو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے اور تمہاری ہر خواہش پوری کردیں گے راجہ نے کہا کیا گارنٹی ہے تم لوگ مجھے زندہ چھوڑ دو گے روحوں نے کہا ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں راجہ حصار سے باہر آگیا روحوں نے ایک کاغذ دیا اور کہا کہ یہ کاغذ ایک آدمی کو دینا اور ساتھ ہی پتہ بھی بتادیا۔

یہ خود نہیں کھولنا جو بھی ہوجائے جیسے ہی مزمل رضا نے خط کھولا تو اس کے شروع میں بھٹکتی روحیں لکھا ہوا تھا ہم تمہیں معاف کرسکتے ہیں اگر تم اس آدمی کو ماردو جس کے کہنے پر تم نے ایسا کیا ہے اس کا پتہ اس کے آخر میں لکھا ہے اور یہ جو شخص تمہارے پاس آیا ہے یہ جو کہتا ہے وہ اسے دے دو میں اس آدمی سے پوچھا تمہیں کس نے دیا تو اس آدمی نے ساری تفصیل بتادی میں راجہ کو کہا کہ وہ دو دن کے بعد آنا جو بھی تم چاہتے ہو تمہیں مل جائے گا راجہ نے کہا ٹھیک ہے اور ہاتھ ملا کر واپس چلا گیا۔ میں نے جیپ باہر نکالی اور کاغذ پر لکھے ہوئے پتے کی طرف نکل پڑا سرسبز وشاداب پہاڑی پر اس کا بنگلہ تھا میری مجبوری تھی کہ جتنی بھی جلدی ممکن ہوسکے اسے ٹھکانے لگادوں ورنہ مجھے اپنے پیاروں سے بچھڑنا پڑے گا اور مجھ میں مزید دکھ اٹھانے کی سکت نہ تھی جیسے ہی جیپ بنگلے کے قریب پہنچی تو میں نے رفتار کم کردی تاکہ حالات کا جائزہ لے سکوں گہری خاموشی اور حشرات کی آوازوں نے مجھے خوفزدہ کردیا تھا میں جیپ سے اتر کر دبے پاؤں بنگلے کے قریب ہوتا جارہا تھا میرا خدشہ تھا کہ کہیں اس کے محافظ مجھے نہ دیکھ لیں میں ہر طرح کی احتیاط اس وقت تک کرنا چاہتا تھا جب تک اس کا خاتمہ نہ کرلوں میرے جسم میں عجیب سی پھرتی آگئی تھی میں ہر قدم پھونک پھونک کر رکھ رہا تھا اور پھر جیسے بنگلے کی روشنی نظر آئی میں اور زیادہ محتاط ہوگیا میں عمارت کی اندرونی ساخت سے ناواقف تھا لیکن ایک ان دیکھی طاقت میری رہنمائی کررہی تھی عقبی دیوار جو کہ زیادہ بلند نہ تھی میں اس کا انتخاب کیا اور اندر پھلانگ گیا میری احتیاط کی وجہ کوئی آواز نہ ابھری پھر میں کھڑکیوں سے جھانکتا ہوا اس آدمی کے کمرے تک پہنچ گیا وہ اس وقت نیم برہنہ اور نشے میں دھت تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شاید میری قسمت اچھی تھی اس سے اچھا موقع مجھے نہیں مل سکتا تھا میں نے سائلنسر لگے پستول سے اس کی پیشانی کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا گویا میرا نشانہ اتنا اچھا نہ تھا لیکن اس وقت حیرت انگیز طور پر گولی نہ صرف نشانے پر لگی ہلکے ہلکی سی خرخراہٹ کے ساتھ اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی میں نے اس کے گلے میں تعویذ دیکھا اور لاکٹ جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا اب مجھے سمجھ آیا ان روحوں نے خود کیوں نہ مارا تھا مجھے کیوں کہا اس لمحے میں نے بنا کسی تاخیر کے واپسی کے لیے پلٹ آیا اور اس راستے سے ہوتے ہوئے میں جیپ تک پہنچ گیا وہاں ندر کنے پر فائدہ ہوا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی واپسی پر اندھیرے میں بنا روشنی جلائے لوٹا ڈھلوان بھی تھی مشکل سے جیپ کو دوبارہ سڑک پر لایا واپسی پر ارادہ نہ ہونے کے باوجود میں نے جیپ اس حویلی کی طرف موڑ لی صبح کی روشنی مکمل تو نہیں لیکن اچھی خاصی پھیل چکی تھی جب میں حویلی کے اندر داخل ہوا تو پہلے منظر سے مختلف احساسات کے ساتھ وہاں سے گھوم پھر کر واپس جیپ تک آ گیا میرے دوستوں میں تمہارا مجرم تھا لیکن جو اصل مجرم ہے میں نے اسے آج انجام تک پہنچا دیا تھا مجھے معاف کر دینا میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور آنکھوں میں آئے ہوئے آنسو کو میں نے اپنی آستین سے صاف کیا اور گھر پہنچ گیا۔

آپ نے پوری رات کہاں گزاری ہم پریشان رہے پوری رات میری بیوی کے منہ سے پریشانی میں ٹھیک فقرات نہیں نکل رہے تھے میں نے ان کو کہا کہ کام کے سلسلے میں باہر گیا ہوا تھا موبائل کی بیٹری نہیں تھی اس لیے نہیں اطلاع دے سکا سوری کوئی بات نہیں میں آپ کے لیے ناشتہ لگاتی ہوں آپ نہا لیں اور فریش ہو جائیں اسی طرح پورا دن گزر گیا اگلے دن راجہ آ گیا میں نے راجہ سے پوچھا تم کیا چاہتے ہو راجہ نے اسے سب کچھ بتا دیا راز اور اپنے بارے میں مزمل رضا نے رانی کے باپ کا نام پوچھا راجہ نے نام بتا دیا۔ یہ وہ تو نہیں جس کے دو بنگلے ہیں جی ہاں کیا آپ اسے جانتے ہیں راجہ نے حیران ہو کر کہا وہ یہ تو میرا کلاس فیلو ہے تم فکر نہ کرو تمہارا کام ہو جائے گا صبح تم اپنی ماں کو میرے ساتھ بھیجنا راجہ نے کہا ٹھیک ہے اور چلا گیا رات کو روحیں میرے خواب میں آئیں میرا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ وہ حویلی کی طرف چلی گئی راجہ کی رانی سے شادی ہو گئی تھی اس حویلی کو ٹھیک کروا لیا گیا تھا اور میں نے اپنی آدھی دولت اس کے نام کر دی ہم اس کی شادی میں شریک ہوئے تھے راجہ نے اس دولت سے کاروبار کر لیا تھا اور وہ اپنی زندگی میں خوش تھا اور میں بھی دلی اور ذہنی سکون کے ساتھ اپنی زندگی گزار رہا تھا۔ قارئین کرام آپ کی رائے کا منتظر رہوں گا۔

❁❁❁

غزل

دب رہی ہیں سانسیں مگر یہ گمان باقی ہے
آنے کا کسی شخص کا امکان ابھی باقی ہے
مدت ہوئی اک شخص کو بچھڑے ہوئے لیکن
آج تک میرے دل پہ نشان ابھی باقی ہے
کشتی ذرا کنارے کے قریب ہی روکنا
بپھری ہوئی لہروں میں طوفان ابھی باقی ہے
ہمارے ہی اشکوں نے ہونٹ سی لئے ورنہ
ابھی تو میرے دکھوں کی داستان ابھی باقی ہے
غموں سے کہہ دو کہ ابھی سے رخت سفر نہ باندھیں
کہ ابھی تو میرے جسم میں جان باقی ہے

احمد نواز تبسم۔ چندو، بالا

غزل

ہر سو بھٹک رہی ہیں نگاہیں تیرے بغیر
بے چین ہیں ہماری یہ بانہیں تیرے بغیر
محسوس ہو رہا ہے کہ بستی اجڑ گئی
سونی پڑی ہیں شہر کی راہیں تیرے بغیر
گر تو نہیں تو خالی ہیں گلیاں بھری ہوئی
اب کس کو ڈھونڈتی ہیں نگاہیں تیرے بغیر
تیرے بغیر کوئی رفاقت نہیں پسند
ہم کس کی گفتگو کو سراہیں تیرے بغیر
اس چاندنی میں ایسے ابھرتی ہے آہِ دل
جیسے چکور شب کو کراہیں تیرے بغیر
اچھا خدا نے چاہا تو ملیں گے بہت جلد
دن رات مانگتا ہوں دعائیں تیرے بغیر

محمد عمران بٹ۔ ڈھوک ڈل

❁❁❁

تارعنکبوت

---تحریر: محمد خالد شاہان لوہار۔ صادق آباد۔ قسط نمبر۲---

کیوں بالک میں تو تجھے اپنی ایک مجبوری کے تحت چھوڑتا جا رہا تھا مگر یہ اب اصلی ناگ ہے تجھے ڈسے بغیر نہیں چھوڑے گا بابو اس آواز کو پہچان گیا تھا یہ کالی چرن کی آواز تھی اس بار دل دہل گیا تھا اس نے بہت زور لگایا مگر ناگ کا کس دار بل نے بابو کو نہ چھوڑا اور پھر اس نے بابو کی گردن کو بھی اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا۔ اس کا سانس گھٹنا شروع ہو گیا وہ اب بہت ہی مشکل سے سانس لے رہا تھا۔ آہستہ آہستہ بابو کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا جا رہا تھا بابو کی نظر آسمان کی جانب ایسے اٹھ گئی جیسے وہ اس باری کائنات کے مالک اللہ سے مدد مانگ رہا ہو درد و تکلیف کی شدت کی وجہ سے بابو کی آنکھوں سے پانی نکلنا شروع ہو گیا۔ بابو کا اب شاید امید نہیں رہی تھی اپنے بچنے کی کہ وہ اب اپنی زندگی کی بازی ہارتا جا رہا تھا اچانک اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا بابو نے دیکھنے کی بہت کوشش کی مگر اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا اس کو اپنی موت کا یقینی اندازہ ہو چکا تھا کہ اب اسے سوائے اللہ کی ذات کے اور کوئی نہیں بچا سکتا جس طرح آہستہ آہستہ بابو کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا اس طرح ہی اس کی آنکھوں کے آگے روشنی سی آنے لگی اور رفتہ رفتہ بابو کا سانس بحال ہونے لگا اور پھر تھوڑی دیر بعد ناگ نے اپنی کنڈلی بابو کے جسم کے گرد سے کھولنا شروع کر دی یہاں تک کہ بابو ناگ کی کنڈلی سے پوری طرح آزاد ہو گیا تھا اور لڑکھڑاتا ہوا ناگ سے چند قدم دور چلا گیا اور وہاں لیٹا لیٹا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پوری طرح کانپ رہا تھا اور ساتھ ساتھ حیران بھی ہو رہا تھا کہ یہ ناگ نے کیسے اسے آزاد کر دیا دس منٹ تک بابو اپنی حالت اور اپنا سانس بحال کرتا رہا دس منٹ بعد جب اس کی بابو کی طبیعت کچھ ٹھیک ہوئی تو وہ کھڑا رہ گیا کیونکہ وہاں اس کالے ناگ کی اور اس سنہری سانپ کی وہاں پر گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی کبھی وہ ناگ اپنا داؤ لگاتا تو کبھی وہ سنہری سانپ بابو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ سنہری سانپ وہ ناگن تھی جس کے وہ زخم دھو کر صاف کر کے آیا تھا جو کہ نیم مدہوشی کے عالم میں تھی اور بہت زیادہ زخمی تھی بابو حیران تھا کہ وہ اتنی زخمی ہونے کے باوجود بھی اس کی خاطر لڑ رہی تھی آخر کیوں۔ کافی دیر تک ان کی یہ لڑائی جاری رہی اس کے بعد اچانک سنہری ناگن کو موقع ملا اور اس نے اپنے منہ کے اندر ناگ کے پھن کو لے کر زمین پر رگڑتی جا رہی تھی آہستہ آہستہ ناگ کا پھن زمین پر لانے لگی وہ درد اور زخموں سے اچھی طرح چور ہو چکی تھی بابو اس کی ہمت پر حیران ہو گیا کہ وہ ناگن اتنی زخمی ہونے کے باوجود اس ناگ سے لڑی اس کی خاطر آخر کیوں یہ بات بابو کو سمجھ نہیں آ رہی تھی سنہری ناگن پانچ منٹ تک آرام کرنے کے بعد بابو کے پاس رینگتی ہوئی آئی اور اس کے قدموں میں کنڈلی مار کر بیٹھ گئی بابو کو اب اس سے ڈر نہیں لگ رہا تھا بابو نے ایک بار پھر اس کے زخم صاف کیے اور پتے مسل کر اس نے زخموں پر لگا دی اور بولا میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور کیا ہو بس اتنا جانتا ہوں کہ راستے سے جا رہا تھا تم پر نگاہ پڑی اور تمہیں زخمی حالت میں دیکھ کر دل میں رحم آ گیا اور تم سے ہمدردی کرنے لگا اور میں نے تمہاری مدد کر دی اور میں نے تو تمہارے لیے کچھ نہیں کیا مگر اب تم نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے وہ میں ساری عمر نہیں بھول پاؤں گا میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

صبا بابو کو اپنے شانے پر ایک ہاتھ محسوس ہوا اور اس کا رنگ پیلا پڑ گیا کہ کہیں کالی چرن نہ آ دھمکا ہو تبھی ایک سرگوشی ابھری جواد نجانے کس طرح گردن گھومی تھی لیکن حالت بے حد خراب ہو گئی تھی بابو کی آنکھوں کے سامنے ایک چہرہ ابھرا تھا پروقار نسوانی چہرہ خاتون کی عمر پچاس سال کے قریب ہو گی آنکھیں گہری سیاہ اور بڑی بڑی تھیں رنگ سفید ایک عجیب سا چہرہ تھا جیسے بابو دیکھتا رہ گیا اس کی قوت گویائی تو ختم ہو گئی تھی خاتون نے آگے بڑھ کر بابو کی کلائی پکڑی اور بولی۔ صرف میں تھی جواد جسے پوری یقین تھا کہ ایک دن تم ضرور واپس آؤ گے میرے بچے غلطیاں معاف بھی کر دی جاتی ہیں ابا جان آ رہے تھے ہم لوگ انہیں اسٹیشن لینے آئے تھے دیکھو وہ سارے لوگ بابا جان کو اتار رہے ہیں ان میں سے کسی کو بھی پتہ نہیں ہے کہ ہمیں ظاہری خوشیاں مل رہی ہیں خاتون کی آواز رندھ گئی بابو نے ان کو اپنے بارے میں بتانا چاہا لیکن آواز نہ جانے کہاں گم ہو گئی خاتون پھر بولیں۔

آؤ جواد آؤ براہ کرم آؤ ابا جان بہت ضعیف ہو گئے ہیں بہت دن کے بعد آئے ہیں وہ سب تمہیں دیکھیں گی تو حیران رہ جائیں گی کچھ ایسا انداز تھا کچھ ایسا انداز تھا کہ اس خاتون کا کہ بابو کے قدم خود بخود ان کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ گئے خاتون نے اس طرح بابو کی کلائی پکڑی ہوئی تھی جیسے وہ بھاگ نہ جائے اور پھر وہ بابو کو لیے ہوئے اس جگہ پہنچ گئی جہاں سب ایک بزرگ کو گھیرے ہوئے تھے اور معمر بزرگ ایک ایک کو گلے سے لپٹا رہے تھے پھر انہوں نے کہا سعدیہ سعدیہ کہاں ہے۔ کیا وہ نہیں آئی۔ جواب میں معمر خاتون آگے بڑھی اور اس وقت وہ سب بابو کی جانب متوجہ ہو گئے پھر ایک نوجوان لڑکی کی چیختی ہوئی آواز ابھری۔ ارے جواد بھائی۔ جواد بھائی۔ اور اس کے بعد وہ سارے کے سارے بابو پر حملہ آور ہو گئے بابو بھلا ان سے کیسے مقابلہ کر سکتا تھا اس کا چہرہ ان کی غلط فہمی کو رفع کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ اب بھلا کون سننے والا تھا ایک عجیب ہنگامہ بپا ہو گیا معمر بزرگ بھی آگے بڑھے اور انہوں نے بابو کے سامنے کھڑے ہو کر اس کا چہرہ غور سے دیکھا پھر دونوں ہاتھ پھیلا کر اسے اپنے سینے سے لگا لیا تو جواد میاں تم آخر آ ہی گئے بہت ہی اچھا فیصلہ کیا بیٹے۔۔ بہت ہی اچھا فیصلہ کیا عقل کھوپڑی سے دو فٹ اونچی اٹھ چکی تھی۔

بابو کو کسی کی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی سارے سارے ایک ہی سر میں بول رہے تھے معمر خاتون نے ان سب کو روکا اور بولیں یہ اسٹیشن پر ہنگامہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آؤ گھر چلیں۔ چلو گھر چلیں۔ مگر یہ جواد بھائی۔ یہ۔ اس ٹرین سے اترے ہیں چلو معمر خاتون نے اس دوسری لڑکی کے سوال کے جواب میں کہا جن صاحب کو نانا جان کہاں جا رہا تھا انہیں تو سب بھول گئے بابو کے ہی گرد جمگھٹا لگ گیا تھا عجیب عجیب باتیں کی جا رہی تھیں بابو کے بارے میں سارے کے سارے اسے جواد سمجھ رہے تھے بابو سوچنے لگا کہ نجانے کیوں انہیں اس قدر شدید غلط فہمی ہوئی تھی لیکن اس کا حق میں فی الوقت یہ بہتر تھا کیوں کہ اس غول میں بابو با آسانی اسٹیشن سے باہر نکل آیا تھا ٹکٹ چیکر بھی لاپروا سا آدمی تھا اس نے گنتی بھی نہیں کی بہرحال ایک طرح سے بابو کو عارضی طور پر یہ سہارا مل گیا تھا باہر آ کر بابو نے معمر خاتون کو اپنے بارے میں کچھ بتانا چاہا لیکن معمر خاتون نے اب بابو کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا اور ان بزرگ سے باتیں کرنے لگی تھیں جو کہیں سے آئے تھے بعد میں بابو نے ان لڑکیوں اور ان لڑکوں کو سمجھانا چاہا سنئے بھائی صاحب بابو نے ایک نوجوان کو مخاطب کیا اور وہ مسکرا کر بابو کو دیکھنے لگا اور پھر بولا آپ سے تو ایسی کشتیاں ہوں گی کہ یاد رکھو گے جواد بھائی آپ نے ہم سب کو زندہ در گور کر دیا تھا آپ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم لوگوں پر کیا گزری میں کچھ کہنا چاہتا ہوں بابو نے کہا۔

ارے کیا یہیں کہیں گے گھر نہیں چلنا ہے۔ سنئے آپ کو۔۔ آپ کو۔ غلط فہمی ہو رہی ہے میں جواد نہیں ہوں آپ کو بہت بڑی غلط فہمی ہو رہی ہے بعد میں آپ مجھے قصوروار یا الزام نہ ٹھہرائیں سنا نا دیہ یہ جواد نہیں ہیں ان کی تو ایسی کی تیسی انہیں تو دس بارہ جواد بننا پڑے گا چلیے جلدی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے شرافت سے ورنہ میں لڑکی بہت بری ہوں اس خوبصورت لڑکی نے بے تکلفی سے کہا اور آستین چڑھانے لگی سب ہنسنے لگے تھے۔

بابو ٹھنڈی سانس بھر کر خاموش ہو گیا وہ سوچنے لگا واقعی سر بازار اپنے آپ کو اس شدت سے تردید کرنا نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے بڑی قیمتی گاڑیاں آئی ہوئی تھیں غول بیابانی ان گاڑیوں میں بھرنے لگا اسی لڑکی نے جس کا نام نادیہ لیا گیا تھا ایک نوجوان سے کہا آپ نے ان کے الفاظ سن لیے حیدر بھائی ذرا ہوشیار رہیں خطرہ ہے فکر نہ کرو چار سو میٹر تک انہیں آگے نکلنے نہ دوں گا اس کے بعد بھی اگر یہ دور رہتے ہیں تو پھر دیکھا جائے گا جس شخص کو حیدر کے نام سے پکارا گیا تھا اس نے کہا اور ایک بار پھر سب ہنسنے لگے کوئی بابو کی بات سننے کو تیار نہ تھا ایسی شدید غلط فہمی ہو رہی تھی کہ بابو خود بھی حیران تھا لیکن اس غلط فہمی سے بابو کو کوئی خوشی نہ تھی کوئی دوسرا موقع ہوتا تو اب بابو اتنا بھی گیا گزرا نہیں تھا کہ اس غلط فہمی سے لطف اندوز نہ ہوتا لیکن بابو پر تو زندگی کھٹن ہو گئی تھی وہ تو مصیبتوں کا مارا تھا گھر بار گیا دوست گئے بیوی لٹنی گئی بھلا اس ماحول سے ان کے الفاظ سے کیا لطف اندوز ہوتا بس دل تھا کہ مارے درد کے پھٹا جا رہا تھا اور ذہن طرح طرح کے خیالات کا شکار ہو رہا تھا گاڑیاں جس عمارت میں داخل ہوئیں اسے دیکھ کر بابو کو اندازہ ہو گیا کہ نہایت خوشحال لوگ ہیں اور بڑی اچھی حیثیت کے مالک ہیں بابو سوچنے لگا کہ کاش ان لوگوں سے واقعی اس کا کوئی تعلق ہوتا۔ چاہتا تو جھوٹ بول کر ایک اور گناہ نہیں کرنا چاہتا تھا ویسے ہی زندگی بری طرح کے گناہوں کے بوجھ سے دبی ہوئی تھی اور وہ اس کا پورا پورا صلہ بھگت رہا تھا یہاں پہنچنے کے بعد تمام لوگ نیچے اتر گئے معمر خاتون معمر بزرگ کے ساتھ نیچے اتری تھی لیکن ان کی توجہ ان بزرگ سے زیادہ بابو پر تھی رکیں اور بابو کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگی لڑکے لڑکیوں کا غول بابو کو ان کے پاس لے گیا معمر خاتون نے بابو کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

کیا حلیہ بنا لیا ہے تم نے اپنا جواد زندگی کھونے پر تلے ہوئے تھے میں جانتی تھی کہ تم واپس آ جاؤ گے لیکن بیٹے بڑائی اسی میں ہے اور پھر شاید تمہیں علم ہو کہ نہ ہو کہ وہ نہ رہے جن سے تمہیں اختلاف پیدا ہو گیا تھا کیا تمہیں علم ہے کہ صفدر صاحب کا انتقال ہو گیا بابو کی گردن بلاوجہ ہی نفی میں ہل گئی تھی ہم بے سہارا ہو گئے ہیں جواد ہم بے سہارا ہو گئے ہیں ہمارے سر سے سائبان سرک گیا ہے اور اب۔۔ معمر خاتون کی آواز گلوگیر ہو گئی معمر بزرگ نے بھی بابو کے قریب پہنچ کر کہا چلو جواد میاں۔۔ تم بے شک بڑے ہو اور اب تو تمہیں اس خاندان کی سرپرستی کرنا ہے بڑی ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔ تم ہی نجانے کہاں کہاں مارے مارے پھرتے رہے ہو وہ سب لوگ اندر داخل ہوئے خاتون نے ایک لڑکی کو حکم دیا کہ میرا لباس وغیرہ تیار کر کے اور جواد کو غسل خانے میں پہنچا دو بابو اس افتاد پر سخت پریشان تھا لیکن کیا کرتا۔ عارضی طور پر سمجھوتا کرنا پڑا تھا البتہ وہ ان معصوم لوگوں کو مناسب موقع پر صورت حال سے آگاہ کر دینے کا فیصلہ کر چکا تھا جو غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔ لڑکی بابو کو ساتھ لیے ایک وسیع کمرے میں پہنچی جو ایسی ایسی آرائش چیزوں سے آراستہ تھا جو کہ بابو نے ہوش کے عالم میں بھی کبھی نہیں دیکھی تھیں غسل خانے کی طرف رخ کرتے ہوئے اس نے کہا جائیے اپنا حلیہ درست کیجئے۔ آپ کا لباس میں ابھی تیار کیے دیتی ہوں یہاں باہر اسٹینڈ پر مل جائے گا جاتے ہوئے میں دروازہ باہر سے بند کر دوں گی کہ کہیں آپ فرار ہونے کی کوشش نہ کریں۔

بابو نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر اسے دیکھا بڑی بڑی روشن آنکھوں والی خوبصورت لڑکی تھی جس کے چہرے پر شوخی اور معصومیت بجی ہوئی تھی پھر بابو باتھ روم میں داخل ہو گیا سفید ٹائلوں سے مرصع باتھ روم تھا جس میں نہانے کے لیے نئے نئے سامان موجود تھے بابو کو ان تمام چیزوں سے لطف اندوز ہونے کا حق نہیں تھا لیکن یہاں بھی تقدیر کے اس فیصلے پر شاکر ہو گیا جو عارضی طور پر بابو کے لیے کیا گیا تھا دل یہ سوچ کر کم از کم مطمئن تھا کہ میں ان لوگوں کو دھوکا دینے کا ارادہ نہیں رکھتا بلکہ بابو نے

کہ دیکھے کیا چیز چمک رہی ہے مگر بابو وہاں پہنچ کر کیا دیکھتا ہے۔

وہاں پر ایک سنہری رنگ کی ناگن زخمی حالت میں لہولہان نیم دراز تھی اور ساتھ ہی نیولا پڑا تھا بابو سمجھ گیا کہ ناگن اور نیولے کی جنگ ہوئی ہو گی جس کے نتیجے میں نیولہ مر گیا اور ناگن زخمی ہو گئی تھی بری طرح سے زخمی ناگن کو دیکھ کر بابو کے دل میں ہمدردی جاگی کہ وہ اس ناگن کی مدد کریں مگر بابو کو ڈر بھی تھا کہ وہ اسے ڈس نہ لے چند لمحات سوچ و بچار کے بعد بابو نے ناگن کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا ورنہ وہ بھی یہاں تڑپ تڑپ کر مر جاتی فیصلہ کرنے کے بعد بابو نے چاروں طرف دیکھا تو بابو کو سائیکل کے پیچھے پانی کی بوتل نظر آئی جو کہ مالی کی تھی بابو بوتل پانی والی اٹھا کر ناگن کے پاس آ کر بیٹھ گیا ناگن کی آنکھیں کھولی ہوئی تھیں اور وہ بابو کو ہی تک رہی تھی بابو نے زخمی ناگن کی کنڈلی کو کھول دیا اسے سیدھا لٹا دیا اور بوتل والے پانی سے ناگن کے زخم دھونے لگا جب بابو ناگن کے زخم اچھی طرح صاف کر چکا تو ناگن کے جسم کو اپنی قمیض کے کپڑے سے خشک کرنے لگا خشک کرنے کے بعد بابو ایک طرف کو چل دیا تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں کچھ جڑی بوٹی کے پتے تھے ان پتوں کو بابو نے اپنے ہاتھوں سے اچھی طرح مسلا مسلنے کے بعد ان کا ایک خمیرہ سا بنا کر ناگن کے زخموں پر آہستہ آہستہ لگانا شروع کر دیا پانچ منٹ بعد بابو فارغ ہو کر ناگن کی طرف دیکھا تو وہ ایسے آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی جیسے اسے سکون مل رہا تھا ناگن سے فارغ ہو کر بابو نے سائیکل پکڑی اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا بابو سائیکل پر پیڈل پر پیڈل مارتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ اسے سامنے راستے میں ایک عمر رسیدہ بڑھیا دکھائی دی اس کی کمر میں کب سا ابھرا ہوا تھا وہ لکڑی والی لاٹھی زمین پر ٹیکتی ہوئی آگے بڑھی جا رہی تھی بابو نے ہمدردی سے اس کے قریب سائیکل روک لی مالی کی سائیکل کے پیچھے بیٹھنے کے لیے گدی نصب تھی بڑھیا بھی بابو کو دیکھ کر رک گئی۔

بابو نے نرم لہجے میں اس سے پوچھا۔ اماں تو کدھر جا رہی ہے۔۔ آ جا سائیکل پر بیٹھ جا۔ میں تجھے آگے اتار دیتا ہوں بڑھیا نے بابو کی طرف دیکھا اس کی رنگت خاکستری تھی سفید کھچڑی سے بال گرد سے میلے ہو رہے تھے اس کے لمبوترے سوکھے ہوئے چہرے پر جھریاں کا جال سا پھیلا ہوا تھا بابو کی بات پر اس نے خاموشی سے سر ہلایا پھر یکدم وہ اچھل کر سائیکل کے پیچھے کیرئیر پر بیٹھ گئی جیسے جوان لڑکی ہو بابو اس کی کمال پھرتی پر حیرت تو ہوئی پھر بابو ہولے سے مسکرا کر سر جھٹکتے ہوئے آگے بڑھ گیا مگر دوسرے ہی لمحے سائیکل چلانا دوبھر ہو گیا اس بڑھیا کے بیٹھنے کی وجہ سے سائیکل بہت بھاری ہو گئی تھی بابو کو حیرت ہوئی کہ آخر اس بڑھیا کا نحیف و نزار وجود اتنا وزنی کیوں کر گیا تھا ابھی بابو نے آٹھ دس پیڈل ہی مارے تھے کہ اس کا سانس بری طرح پھولنے لگا دم پھولنے کی وجہ ظاہر تھی کہ مالی کی سائیکل پر اضافی وزن تھا اب تو بابو سے مزید سائیکل چلانا دوبھر ہونے لگا تھا بالآخر تھک ہار کر بابو نے سائیکل روک دی اور بڑھیا سے کہا۔ اماں تیرا وزن تو بہت زیادہ ہے مجھے تو بہت آگے جانا ہے تو مہربانی کر کے اتر جا مگر بڑھیا اڑ گئی اور خرانٹ لہجے میں ہاتھ گھما کر بولا اب میں نہیں اتروں گی اچھی بھلی تو جا رہی تھی کیوں مجھے روکا میرا وقت ضائع کیا اب لے چل مجھے اپنے ساتھ اس کی بات سن کر پہلے بابو کو حیرت ہوئی اور بعد میں غصہ بھی آنے لگا کہ یہ اچھی مصیبت ہے الٹی آنتیں گلے کو پڑ رہی تھیں تاہم بابو نے اسے نرم لہجے میں کہا اماں تیرا وزن بہت زیادہ ہے میں تو سمجھا تھا کہ تو ہلکی پھلکی کمزور سی بڑھیا ہو تجھے آسانی سے لے جاؤں گا تو کیا میں تجھے موٹی بھینس نظر آ رہی ہوں تیری اپنی سائیکل میں خرابی ہو گی اسے ٹھیک کر و دھنک کر بولی۔

بابو سائیکل سے اترا بڑھیا بھی اتر گئی بابو نے سائیکل کا بغور اچھی طرح معائنہ کیا مگر اس میں بابو کو کوئی خاص خرابی نظر نہیں آئی بابو کے ذہن میں اس بڑھیا سے چھٹکارا پانے کا اچانک ایک تدبیر آئی لہٰذا بابو نے اس پر فوری عمل کرنے کا سوچا اور اس بڑھیا کو بٹھائے بغیر سائیکل پر سوار ہو گیا اچانک بڑھیا کا بابو کو قہقہہ سنائی دیا بابو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آگے نہ بڑھا پار ہا تھا ایسے میں ناگ خوفناک پھنکارے مارتا ہوا اپنا غیر معمولی چوڑا پھن لہراتا ہوا بابو کے چہرے کے قریب لے آیا۔

بابو مارے دہشت کے کانپنے لگا بابو کی اپنی یقینی موت سامنے نظر آرہی تھی مگر ابھی تک اس خوفناک ناگ نے بابو کو ڈسا نہیں تھا تب پھر اچانک بابو کی نظر ناگ کے زمین پر بڑے بل دار وجود پر پڑی تو وہاں بابو کو کسی کا دھیرے دھیرے سر ابھرتا ہوا دکھائی دیا یہ انسانی سر مشابہ ایک انتہائی مردہ اور خاکستری سا چہرہ تھا بابو اسے پہنچان کر بری طرح چونک گیا یہ اس مردود کالی چرن کا سر تھا جس کی کالی موٹی سی گردن نظر آرہی تھی باقی نیچے ناگ کا بل دار وجود گلوئی میں چھپا ہوا تھا اس کی اکلوتی آنکھ کا لہو رنگ ڈیلے بابو کو قہر آلود نظر سے گھور رہا تھا پھر اس کے ہونٹ پر شیطانی مسکراہٹ قصائی ہوگئی ناگ کا لمبا چوڑا خوفناک پھن ہنوز بابو کے چہرے کے سامنے سنسناتا پھنکارے مارتا لہرا رہا تھا۔

اوبالک اب بھی وقت ہے لوٹ جا یہاں سے ورنہ مفت میں جان سے جائیگا ورنہ یہ ناگ تجھے ڈس لے گا اور تیرا یہ انسانی وجود پانی بن کر رہ جائے گا بابو کے من میں آیا کہ وہ یہاں سے بھاگ جائے بابو کے اندر کوئی عجیب سی طاقت تھی جو اسے آگے قدم بڑھانے پر اکسار ہی تھی بابو نے دل مضبوط کیا اللہ کا ورد کرتے ہوئے سائیکل اٹھائی تو یکدم ناگ بابو کے جسم سے لپیٹا چلا گیا بابو کے حلق سے ہلکی سی چیخ ابھری لہذا کالی چرن کا اب سر غائب ہو چکا تھا ادھر وہ ناگ موٹے رسے کی طرح بابو کے وجود کے گرد لپٹا ہوا تھا ناگ لمحہ بہ لمحہ اب اپنی گرفت تنگ کرتا جارہا تھا اور بابو کو اپنی ہڈیاں تک چٹختی ہوئی محسوس ہورہی تھیں اس کا دم گھٹنے لگا لگا سانس اوپر کی اوپر اور نیچے کی نیچے اٹک کر رہ گئی تھی اور اسی لمحے اس کی گھٹتی ہوئی سماعت میں ایک آواز ابھری۔ کیوں بالک میں تو تجھے اپنی ایک مجبوری کے تحت چھوڑتا جارہا تھا مگر یہ اب اصلی ناگ ہے تجھے ڈسے بغیر نہیں چھوڑے گا بابو اس آواز کو پہنچان گیا تھا یہ کالی چرن کی آواز تھی اس بار دل دہل گیا تھا اس نے بہت زور لگایا

مگر ناگ کا بر، دار بل نے بابو کو نہ چھوڑا اور پھر اس نے بابو کی گردن کو بھی اپنی لپیٹ میں لینا شروع کردیا۔ اس کا سانس گھٹنا شروع ہوگیا۔

وہ اب بہت ہی مشکل سے سانس لے رہا تھا۔ آہستہ آہستہ بابو کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا جارہا تھا بابو کی نظر آسمان کی جانب ایسے اٹھ گئی جیسے وہ اس ساری کائنات کے مالک اللہ سے مدد مانگ رہا ہو درد و تکلیف کی شدت کی وجہ سے بابو کی آنکھوں سے پانی نکلنا شروع ہوگیا۔ بابو کا اب شاید امید نہیں رہی تھی اپنے بچنے کی کہ وہ اب اپنی زندگی کی بازی ہارتا جارہا تھا بابو کو اپنی بیوی لبنیٰ یاد آنے لگی تھی کہ اس کے جانے کے بعد لبنیٰ کا کیا ہوگا یہ سوچ کر کہ لبنیٰ کا کیا ہوگا اس کا دل رو رہا تھا کہ اچانک اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا بابو نے دیکھنے کی بہت کوشش کی مگر اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا اس کو اپنی موت کا یقینی اندازہ ہو چکا تھا کہ اب اسے سوائے اللہ کی ذات کے اور کوئی نہیں بچا سکتا جس طرح آہستہ آہستہ بابو کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا اس طرح ہی اس کی آنکھوں کے آگے روشنی سی آنے لگی اور رفتہ رفتہ بابو کا سانس بحال ہونے لگا اور پھر تھوڑی دیر بعد ناگ نے اپنی کنڈلی بابو کے جسم کے گرد سے کھولنا شروع کردی یہاں تک کہ بابو ناگ کی کنڈلی سے پوری طرح آزاد ہو گیا تھا اور لڑکھڑاتا ہوا ناگ سے چند قدم دور چلا گیا اور وہاں لیٹا لیٹا پوری طرح کانپ رہا تھا اور ساتھ ساتھ حیران بھی ہورہا تھا کہ یہ ناگ نے کیسے اسے آزاد کردیا دس منٹ تک بابو اپنی حالت اور اپنا سانس بحال کرتا رہا دس منٹ بعد جب اس کی بابو کی طبیعت کچھ ٹھیک ہوئی تو وہ کھڑا رہ گیا کیونکہ وہاں اس کالے ناگ کی اور اس سنہری سانپ کی وہاں پر گھمسان کی جنگ ہورہی تھی کبھی وہ ناگ اپنا داؤ لگاتا تو کبھی وہ سنہری سانپ بابو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ سنہری سانپ وہ ناگن تھی جس کے وہ زخم دھو کر صاف کر کے آیا تھا جو کہ نیم مدہوشی کے عالم میں تھی اور بہت زیادہ زخمی تھی بابو حیران تھا کہ وہ اتنی زخمی ہوں ہونے کے باوجود بھی اس کی خاطر لڑ رہی تھی آخر کیوں۔ کافی دیر

جس حد تک بھی ممکن ہوسکا اس بات کی تردید کی تھی کہ میں جواد نہیں ہوں بابو ہوں۔

غسل خانے میں شیو کا سامان بھی موجود تھا بابو کا دل چاہا کہ شیو کرلو چنانچہ یہ بھی کرلیا اور جب بابو باہر نکلا تو بابو کا لباس رکھا ہوا تھا یہ حیران کن بات تھی کہ یہ لباس بھی بابو کے جسم پر بالکل درست تھے سلک کا کرتا اور سلک کا ہی پاجامہ یہاں تک کہ شاہی جوتوں کی طرح میرے لیے جوتے رکھے ہوئے تھے وہ بھی بابو کے پیروں میں فٹ آئے تھے ان حیران کن اتفاق پر ہنسی بھی آرہی تھی بابو کو کہ ہوسکتا ہے جواد بالکل اس کے جیسا ہو ورنہ اس قدر شدید غلط فہمی اور وہ بھی اتنے بہت سے افراد کو ممکن نہیں ہوسکتی تھی لیکن دل کے گوشے میں ایک اور کوف کا تصور بھی ابھرا تھا کہیں یہ بھی اس کمبخت منحوس شیطان کالی چرن کی چال نہ ہو جس نے اسے کہا تھا کہ وہ کہیں بھی سکھ کا سانس نہیں لے سکے گا بلکہ جہاں بھی ائے گا اس کی نحوست اس کا تعاقب کرتی رہے گی دل کو سوچ کر یہ سمجھایا کہ جو کچھ ہو جانا چاہیے یا ہوں اہے وہ تو ہوگا ہی میں اپنے طور پر مدافعت نہیں کروں گا اور نہ ہی میرے اندر اتنی قوتیں چھپی ہوئی چنانچہ اب خوف کے عالم میں مرنے سے کیا فائدہ ہاں اپنے طور پر میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جس سے میرا گناہ شدید سے شدید تر ہو جائے جو کچھ کیا تھا اس کے صلے میں کچھ بھگت رہا ہوں بس اس سے یادہ کی میرے اندر اب ہمت نہیں تھی اب تو وہ کمرہ امتحان میں تھا اور اپنی تقدیر پر شاکر تھا تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا باہر اچھے خاصے لوگ موجود تھے جو بابو کو لے کر ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑے ٹیبل پر کھانے کا سامان موجود تھا اور کمرے میں تقریباً تمام ہی اہل خانہ موجود تھے معمر خاتون مسلسل بابو کی خاطر داری کررہی تھی اور معمر بزرگ بھی لڑکے لڑکیاں بابو کے اوپر ایک آدھ فقرہ چست کررہے تھے اور کمرے کا ماحول خوشگوار ہو جاتا تھا۔

خاتون نے کئی بار لڑکیوں اور لڑکوں کو ڈانٹ بھی پلائی تھی کہ بہت زیادہ باتیں نہ کریں اور بابو کے مزاج کا کیال رکھیں بابو دل ہی دل میں ہنس رہا تھا کہ واہ میں

اور میرا مزاج ابھی جب انہیں اس حقیقت کا یقین آجائے گاہ میں وہ نہیں ہوں جسے سمجھ کر وہ مجھے یہاں لائی ہیں تو مجھے دھکے دے کر یہاں سے نکال دیا جائے گا دنیا کا یہی انداز ہے اور دنیا اسی انداز میں جیتی ہے کھانے کے بعد معمر خاتون نے کہا ابا میاں مجھے اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر جواد سے باتیں کرلوں۔ آؤ جواد میرے کمرے میں چلو معمر خاتون نے کہا اور بابو خاموشی اور سعادت مندی سے ان کے ساتھ چل دیا وہ بابو کو ایک خوبصورت کمرے میں لے آئی اندر پہنچ کر انہوں نے دروازہ بند کرلیا اور پھر ایک کونے کی طرف اشارہ کر کے بولیں بیٹھ جاؤ۔ بابو خاموشی سے بیٹھ گیا تھا وہ خود بھی بابو کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئیں پھر انہوں نے کہا جواد بیٹے زندگی میں نجانے کیا کیا اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ غلطی ہماری نہیں تھی لیکن ۔۔ لیکن بیٹے تمہیں اس طرح سے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نہیں جانا چاہیے تھا ٹھیک ہے مرحوم صفدر کا رویہ تمہارے ساتھ سخت ہوگیا تھا لیکن بزرگ غلطیاں بھی تو کر لیتے ہیں تو کیا ان غلطیوں کی اتنی بڑی سزا دی جاتی ہے نہیں ۔۔

یقین کرو صفدر کے دل پر تمہاری جدائی کا شدید غم تھا وہ سعدیہ کو اس عالم میں نہیں دیکھ سکتے تھے تمہیں اس بات کا بھی علم ہے کہ وہ سعدیہ کو سب سے زیادہ چاہتے تھے سعدیہ کی جو کیفیت تمہارے پیچھے ہوئی میں اگر بتاؤں گی تو یہی کہوں گے ماں ہوں اپنی بیٹی کی وکالت کررہی ہوں مگر بیٹے تم نے زیادتی کی ہمارے ساتھ کچھ انتظار تو کیر لیتے کوئی صحیح فیصلہ بھی ہوسکتا تھا میں آپ کو کسی نام سے مخاطب کروں خاتون ۔۔ بابو نے کہا اور معمر خاتون چونک کر بابو کو دیکھنے لگی کیوں کیا تم یہ بھول گئے ہو تم مجھے چچی جان کہتے ہو۔ جی کچھ ایسے ہی حالات ہیں کہ میں اپنی مجبوریاں آپ کو بتا نہیں سکتا لیکن اس بات سے آپ کو آگاہ کردینا بے حد ضروری سمجھتا ہوں کہ حقیقتاً میں جواد نہیں ہوں میں زمانے کا ستایا ہوا ایک انسان ہوں اور میں آپ کو دھوکہ دے کر یہاں اپنے لیے کوئی مقام بنانے کا خواہشمند بھی ہوں معمر خاتون بے اعتباری سے کے انداز میں سنجیدگی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے بابو کو دیکھتی رہی پھر بولی۔

اس کا مطلب ہے کہ تمہارا دل ابھی تک صاف نہیں ہوا صفدر کی موت نے بھی تمہارے دل میں ہمارے لیے نرمی پیدا نہیں کی خیر جو کچھ تم کہہ رہے ہو کہتے رہو تمہاری سنگدلی کا تھوڑا تھوڑا اندازہ تو مجھے تھا لیکن ۔۔ لیکن اچھا ٹھیک ہے سعدیہ سے مل تو لو ایک بار اسے یہ بھی بتا دو کہ تم جواد نہیں ہو۔ اور اس کے بعد ہم اپنی تقدیر پر شاکر ہو جائیں گے جو کچھ بھی تم فیصلہ کرو گے ہمیں منظور ہو گا میری بچی تمہارے جانے کے بعد کبھی نہیں مسکرائی کاش تمہیں ان حقیقتوں کا بھی احساس ہوتا ٹھیک ہے خاتون بالکل ٹھیک ہے آپ میری بات نہیں مان رہی لیکن میں آپ سے صرف چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں کہ بعد میں آپ کو حقیقتوں پر یقین آ جائے گا تو مجھے مجرم نہ سمجھئے گا اس تمام کہانی میں مرا کوئی قصور نہیں ہے خاتون کے چہرے پر ناگواری کے آثار ابھرے انہوں نے گردن ہلائی اور آہستہ سے بولیں تمہاری انتہا پسندی کے بارے میں سب جانتے ہیں جواد کیا تم اتنا تعاون کر سکتے ہو ہم سے کہ صرف چند روز یہاں گزار لو سعدیہ سے ملاقات کر لو اگر تم ایسا کر لو گے تو یہ ہم سب پر احسان ہوگا۔ اسے سمجھا دو اس کے بعد جو تمہارا دل چاہے وہ کرو وہ اٹھیں اور انہوں نے دروازہ کھول دیا باہر سارا غول بیابانی موجود تھا ایک لڑکی نے کہا جی امی جان کیا ہوا یہ شرافت سے مان گئے ہیں یا پھر ہماری باری آ گئی تم لوگ کوئی بدتمیزی نہ کرو سمجھیں۔ چلو اپنے اپنے کمرے میں جاؤ ایسے نہیں جائیں گے اگر یہ شرافت سے مان گئے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم انہیں اٹھا کر لے جا رہے ہیں ایک لڑکی نے کہا اور وہ سب بابو پر جھپٹ پڑیں۔ نہیں ۔۔ نہیں سنئے سنئے ۔۔ میں چل رہا ہوں میں چل رہا ہوں بابو نے بوکھلا کر کہا۔ اور وہ ہنستے قہقہے لگاتے ہوئے یہ لوگ بابو کو ایک طرف لے چلے۔

بابو دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ کاش میں اس گھرانے کا ایک فرد ہوتا کیا خوب صورت زندگی ہوتی لیکن میری نحوست بالاخر ان لوگوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گی لڑکیاں بابو کو لیے ہوئے ایک دروازے تک پہنچ گئیں انہوں نے دروازہ کھول کر بابو کو اندر دھکا دے دیا اور اس کے فوراً بعد دروازہ باہر سے بند بھی کر دیا گیا تھا عجیب سی صورتحال تھی دل میں ایک میٹھا میٹھا سا احساس بھی جاگ رہا تھا مگر اس کا اختتام خوف کے دباؤ پر ہوتا تھا گھبرائی ہوئی نگاہوں سے بابو نے اس کمرے کا جائزہ لیا اعلیٰ درجے کے قالین بچھے ہوئے تھے دروازے کھڑکیوں اور دیواروں کی مناسب سے پردے پڑے ہوئے تھے کمرے کے ایک جانب ایک مسہری تھی جس پر دو تکیے رکھے ہوئے تھے مسہری کے بائیں جانب پھولوں کا ایک بہت بڑا خوبصورت گلدستہ نظر آ رہا تھا جس میں تازہ پھول لگے ہوئے تھے اور اس کے اطراف میں بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی کمرے کے انتہائی سرے پر بنی ہوئی کھڑکی کے سامنے ایک نسوانی پیکر موجود تھا جس کی پشت دروازے کی جانب تھی گہرے نیلے لباس میں ملبوس سیاہ چوٹی کمر سے نیچے تک لٹکی ہوئی تھی بابو سکتے کی سی حالت میں کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر بمشکل بابو کی تمام آواز ابھری سنئے۔ نسوانی جسم میں ہلکی ہلکی سی تھرتھراہٹ سی ہوئی اور پھر اس نے اپنا رخ تبدیل کر لیا اور آنسوؤں سے لبریز ایک حسین چہرہ بابو کی نگاہوں کے سامنے آ گیا وہ بے حد حسین تھی اس کے چہرے پر عجیب سی اپنائیت چھائی ہوئی تھی بابو سکتے کے عالم میں اسے دیکھتا رہ گیا بابو زندگی کے اس شعبے سے پوری طرح روشناس تھا لیکن یہ سلگتا ہوا حسن بابو کی آنکھوں میں آ گیا۔ مگر وہ اپنی بیوی لبنٰی سے دل وجان سے زیادہ پیار کرتا تھا اور ان حسین اور بڑی بڑی آنکھوں سے جن کے چہرے کے نقوش ان معمر خاتون سے کافی ملتے ہوئے تھے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی بابو چند قدم آگے بڑھا اور بابو نے لرزتی ہوئی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

سنئے۔ شاید آپ کا نام سعدیہ ہے یہاں سب لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ میں جواد ہوں ان لوگوں نے مجھے ریلوے اسٹیشن پر دیکھا تھا لیکن میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں خاتون کہ میرا نام جواد نہیں ہے ہو سکتا ہے میرا چہرہ ان سے اتنا ملتا جلتا ہو کہ سب دھوکہ کھا رہے ہیں لیکن آپ

کو دھوکہ نہیں کھانا چاہیے یہ غلط فہمی آپ کے لیے سب سے زیادہ بھیانک ہو سکتی ہے میں خود ایک شادی شدہ آدمی ہوں اور اپنی بیوی لبنٰی سے بہت پیار کرتا ہوں وہ آنسو بھری نگاہوں سے بابو کو دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔ جام نگر کیوں آ گئے تقدیر کا پھیر ہے آپ سمجھدار ہیں اچھا برا سوچ سکتی ہو اور ابھی۔

بابو نے اتنا ہی کہا تھا کہ خاتون سعدیہ بے اختیار ہو گئی دوڑ کر آگے بڑھیں اور بابو کے سینے سے سر ٹکا دیا ۔ معاف کر دو جواد مجھے معاف کر دو میں اپنا تجزیہ نہیں کر پائی تھی مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم سے دور رہ کر میں زندہ درگور ہو جاؤں گی ۔ جواد اب مجھے معاف کر دو میں ۔۔ میں اپنا تجزیہ نہیں کر پائی تھی مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم سے دور رہ کر میں زندہ درگور ہو جاؤں گی جواد اب مجھے معاف کر دو وہ سسک سسک کر رونے لگی بابو کے حواس معطل ہوئے جا رہے تھے کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا سکتے کے عالم میں کھڑا رہا سعدیہ کے دل کی بھڑاس نکل گئی تو اس نے گردن اٹھا کر بابو کو دیکھا پھر بولی مجھے معاف نہیں کرو گے اس کے کچھ امکانات ہیں کہ آپ میں سے کوئی سمجھداری سے کال لے لے ۔۔ بابو نے گہری سانس لے کر کہا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم جواد نہیں ہو ہاں میں جواد نہیں ہوں پھر تم کون ہو ایک تقدیر کا مارا تم ہمارے ساتھ رہنا نہیں چاہتے ہو کاش رہ سکتا تو بابو نے کہا اور وہ بابو کو دیکھتی رہی اس کے چہرے سے بابو نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اس کی بات پر یقین نہیں کر رہی ہے پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا ایک درخواست قبول کرو گے جی حکم کیجئے۔

اگر میرے لیے تمہارے دل میں کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تو ٹھیک ہے میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی مگر تمہارے آنے سے یہ سب کھل اٹھے ہیں امی بھی خوش نظر آ رہی ہیں صرف انسانی ہمدردی کی بنا پر ان کے ساتھ کچھ وقت گزار لو ابو کی موت نے ان سب کو نیم مردہ کر دیا ہے تمہاری وجہ سے کچھ خوشیاں مل جائیں گی بات میری رہ جاتی ہے تو تقدیر سے سمجھوتہ کر لوں گی دوسروں پر کچھ ظاہر نہ کرو صرف میری سزا قائم رکھو صرف میری۔ بابو پھر ہونٹ دانتوں میں دبا کر اسے دیکھتا رہا پھر بولا میری دعا ہے سعدیہ خاتون کہ اس گھر کو کائنات کی ساری خوشیاں مل جائیں میں ایک منحوس انسان ہوں صرف اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ میری نحوست اس گھرانے کو اپنی لپیٹ میں نہ ۔ لے لے ہاں میں نے یہ الفاظ کہے تھے میں نے تمہیں منحوس کہا تھا میں نے کہا تھا کہ تمہاری نحوست نے ہمارا جینا حرام کر دیا ہے میں اس الفاظ پہ شرمندہ ہوں بس غصے میں منہ سے نکل گئے تھے سعدیہ بولی۔ جی بابو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور تم کہتے ہو کہ تم جواد نہیں اس نے افسردگی سے مسکرا کر کہا۔ خدا کا یہی حکم ہے تو یہی سہی میں سر خم کرتا ہوں لیکن خاتون سعدیہ میں ایک بار آپ کو وارننگ دینا چاہتا ہوں ۔۔ کیا ۔۔ وہ یہ کہ بہتر ہے کہ دنیا کے سامنے بھی یہی ظاہر کریں کہ میرے اور آپ کے درمیان فاصلے ہیں تا کہ جب سچائی سامنے آئے تو آپ کی زندگی تباہ نہ ہو جائے اس کے بعد بات بنائے نہ بنے گی کوئی ذریعہ نہ ہوگا آپ کے پاس ہاں تمہارے ان الفاظ کی وجہ جانتی ہوں مجھ سے دور رہنا چاہتے ہو مجھے سزا دینا چاہتے ہو جواد مجھ سے زیادہ تمہیں اس دنیا میں کون جانتا ہے خیر اپنے لیے مجھے ہر سزا قبول ہے شاید وقت میری مشکل حل کر دے مجھے منظور ہے بابو نے بے چارگی سے گردن ہلائی اس نے بابو کو اداس نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا اور ہو سکے تو دوسروں کے سامنے میری توہین نہ کرنا ہمیں کوئی درمیانی راہ نکالنی ہو گی سعدیہ صاحبہ ۔ بابو نے کہا۔

وہ خاموش رہی تھی بحالت مجبوری بابو اس ڈرامے کے لیے تیار ہو گیا تھا موت کے جبڑوں سے نکلا تھا اور کوئی گناہ نہیں کرنا چاہتا تھا ورنہ اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھاتا اب اس روشنی میں عمل کرنا تھا بابو نے کہا آیئے سعدیہ باہر چلیں آپ دوسرے لوگوں کو جو کچھ کہنا چاہیں بتائیں۔ جی۔ اس نے گردن ہلا دی۔ وہ دونوں باہر آ گئے شریر لڑکے اور لڑکیوں کا غول جیسے منتظر ہی تھا انہوں نے اس مختصر وقت میں انتظام بھی کر لیا تھا چنانچہ ان دونوں کو پھولوں سے لاد دیا گیا سب بابو کی آمد کی خوشیاں منا رہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے مگر بابو کا دل رو رہا تھا کیوں کہ وہ وہ نہیں تھا جس کے لیے خوشیاں منائی جا رہی تھیں سعدیہ بھی بجھی بجھی سی تھی خوب ہنگامہ نہ رہا تھا۔

سعدیہ کی والدہ ان دونوں کا جائزہ لے رہی تھیں رات کے کھانے کے بعد انہوں نے بابو سے تنہائی میں کہا لگتا ہے جواد تمہارے درمیان اختلاف دور نہیں ہوا بابو کو موقع مل گیا اس نے کہا یہ بات نہیں ہے چچی جان ہم دونوں کے درمیان سمجھوتا ہوا ہے۔ کیا۔ کہ ہم ایک ماہ تک اپنا تجزیہ کریں گے الگ الگ رہ کر یہ فیصلہ کریں گے کہ مستقبل میں ہمیں ایک دوسرے کے جذبات کا کس طرح خیال رکھنا ہوگا بات کچھ سمجھ نہیں آئی سعدیہ کی والدہ ساجدہ بیگم بولیں اگر آپ اسے ہم ہم دونوں کے درمیان رہنے دیں تو اچھا ہے چچی جان بابو نے عاجزی سے کہا الگ الگ رہنے سے تمہاری کیا مراد ہے۔ میرا مطلب ہے کہ ہمارے درمیان تعاون اور مفاہمت رہے گی بس قربت نہیں ہوگی تم دونوں ہی سر پھرے ہو مگر اب تم یہاں سے جاؤ گے نہیں۔ جی چچی جان بابو نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا ذاتی طور پر مجھے تم سے بے حد شکایت ہیں کیوں چچی جان ۔ یہ معلوم ہوں ے کے باوجود کہ صفدر اس طرح ہمارے درمیان سے چلے گئے تمہارا دل نہ پسیجا اور تم نے عادت کے مطابق ڈرامہ رچایا کہ تم جواد نہیں ہو حالانکہ اس وقت تمہیں ساری رنجشیں بھول کر ہم سے افسوس کرنا چاہیے تھا ہمارا سہارا بننا چاہیے تھا تمہیں اندازہ نہیں کہ ہم کیسی زندگی گزار رہے ہیں بچے مرجھا کر رہ گئے ہیں۔ اگر تمہاری اب بھی ضد ہے تو جام نگر کیوں اترے تھے کاش میں آپ کو ساری حقیقت بتا سکتا۔

چچی جان میں نے بڑی دعائیں کی ہیں تمہاری واپسی کے لیے سعدیہ اپنے رویے پر کتنا افسوس کرتی رہی ہے تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا بہر حال کوئی کسی کے دل میں داخل نہیں ہوسکتا سونے کا انتظام بابو نے دوسرے کمرے میں کیا تھا سعدیہ کو بھی بتانا ضروری تھا محسوس نہ کرنا سعدیہ یہ ضروری ہے تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے دوسروں کے سامنے رسوا نہیں کرو گے ہاں سوری میں آپ کو رسوا نہیں کرنا چاہتا بابو نے آہستہ سے کہا جیسے تمہاری مرضی اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا اس کے بعد بابو چلتا ہوا باہر باغ والے حصے میں آ کر چہل قدمی کرنے لگا اتنے میں اسے مالی کی آواز سنائی دی وہ دوسرے نوکر کو کہہ رہا تھا کہ یہ سب مولوی قدوس کی دعاؤں کا نتیجہ ہے جو جواد صاحب آ گئے واپس اور اللہ نے اس گھر کی بھی سن لی اور ایک بار پھر س گھر میں خوشیاں آ گئیں ان کی باتیں سن کر بابو سوچنے لگا کہ مولوی قدوس اگر اتنے اچھے عامل ہیں تو کیوں نہ میں ان سے اپنی مدد کے بارے میں کہوں اور کالی چرن سے جان چھوٹ جائے یہ سوچ کر بابو مالی کی طرف بڑھا بابو کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر مالی چپ ہو گیا یہ مولوی قدوس کیسے آدمی ہے۔

بابو نے ان کے پاس آ کر پوچھا صاحب مولوی قدوس بہت پہنچے ہوئے ہیں جو ان کے پاس جاتا ہے وہ فیض یاب ہوتا ہے وہ رہتے کہاں ہیں بابو نے پوچھا تو مالی نے پتہ سمجھانا شروع کر دیا اس کے بعد بابو نے مالی سے کہا کہ وہ اپنی سائیکل دے تا کہ وہ مولوی قدوس سے ملنا چاہتا ہے مالی نے کہا صاحب آپ ڈرائیور کو کہہ دو وہ آپ کو لے جائے گا مگر بابو نے کہا کہ وہ سائیکل پر ہی جائے گا یہ کہہ کر بابو نے مالی کی سائیکل پکڑی اور چلاتا ہوا باہر نکل گیا بابو مالی کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق سب سے پہلے ٹالی کے درختوں کے قریب بہتی ہوئی نہر پار کی پھر نشیب میں بنی ہوئی کھاتی پگڈنڈی میں سائیکل اتار دی بابو نے دانستہ سائیکل کی رفتار درمیانی رکھی تھی تا کہ جلدی تھک نہ جائے ؛س بل کھاتی ہوئی پگڈنڈی پر دائیں بائیں خودرو جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں بابو کا ذہن لبنیٰ کی طرف نکل گیا تھا کہ نجانے وہ کس حال میں اور کہاں ہوگی اور کالی چرن سے کیسے چھٹکارہ پائے گا شاید مولوی قدوس اس معاملے میں اس کی کوئی مدد کر دے یہ سوچتا ہوا بابو آگے سائیکل چلاتا ہوا جا رہا تھا کہ اچانک بابو کی آنکھوں میں ایک جھاڑی کی طرف سے چمک کی روشنی پڑی تو بابو نے سائیکل روک لی کہ اس جھاڑی کے پاس کیا ہے جو چمک رہی ہے بابو سائیکل کھڑی کر کے اس جھاڑی کے پاس گیا

کرم نوازی ہے ورنہ میں تو خود گناہ گار انسان ہوں اور مصیبت کا مارا ہوا تو سعدیہ نے بابو کے سینے سے اپنا سر اٹھا کر ضد کرتے ہوئے کہا۔

تو بس بھائی اب ہم آپ کو اپنے ساتھ ہی رکھیں گے اور کہیں بھی نہیں جانے دین گے بس بھائی جان یہ ہمارا فیصلہ ہے نانا جان بھی بولے ہاں بیٹا اب ہم سب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتے سب لڑکے اور لڑکیاں بھی ضد کرنے لگی کہ بھائی آپ رک جاؤ بس پھر بابو بولا میں رک تو جاؤں گا آپ لوگوں کی محبت دیکھ کر میرا ابھی دل نہیں کر رہا جانے کو۔ مگر میرا ابھی سفر باقی ہے ابھی میں نے بہت آگے جانا ہے اپنے ادھورے کام پورے کر کے تمہاری بھابھی یعنی میری بیوی لبنیٰ کو حاصل کر کے پھر میں آپ لوگوں کے پاس آؤں گا تو کیا آپ مجھے اپنے گھر کا فرد بناؤ گے چچی جان آگے بڑھ کر بابو ے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا بیٹا میری دعائیں تمہارے ساتھ ہین ہمیشہ خوش رہیں اور تم اس گھر کے فرد نہیں بڑے بیٹے ہو جاؤ اور جا کر میری بہو کو لے کر آؤ ہم سب کو تمہارا انتظار رہے گا اس کے بعد کچھ پیسے بابو کی جیب میں زبردستی ڈال دیئے اور بابو ان سب کو روتا ہوا چھوڑ کر باہر نکل آیا بابو بہت افسردہ تھا اس کو یہاں پر بہت پیار ملا تھا بڑی اپنائیت ملی تھی دل دکھ رہا تھا اس جگہ کو چھوڑتے ہوئے بابو نے یہاں سے سیدھا ریلوے اسٹیشن کا رخ کیا اور جو یہاں پہلی ٹرین آئی اس میں بیٹھ گیا۔ یہ معلوم کیے بغیر کہ یہ کہاں جا رہی ہے ٹرین میں طرح طرح کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے ہمیشہ ہی ہوتے تھے یہ بابو کا پہلا تو سفر نہیں تھا یہ سب بابو سے کتنے مختلف ہیں بے شک ان کے ساتھ مسائل ہوں گے مگر بابو سے مختلف یہ ان کا حل تو پا سکتے ہیں پر بابو کی مشکل کا تو کوئی حل دور دور تک نہیں ہے بابو کے ذہن میں تو کوئی بھی راستہ نہ تھا نجانے اس کی انتہا کیا ہے بابو سوچنے لگا کہ اب تو درد ہی دوا بنتا جا رہا ہے اتنی مشکلیں آ گئی ہیں زندگی میں کہ آنے والی کسی مشکل کا خوف باقی نہ رہ گیا تھا۔

ہاں اتنا ضرور تھا کر سکتا تھا کہ کسی اور کو میں اپنی مشکل کا شکار نہ ہونے دون اور یہ کر بھی رہا تھا میں ان مشکلات میں جینا سیکھ رہا تھا مگر ان محبتوں کا کیا کرتا جو دل کے گوشے میں جاگزین تھیں ان پیاروں کو کیسے بھول سکتا تھا جن کے ساتھ ہوش کی صبح ہوئی تھی سچی بات ہے کہ اب تو زندگی سے دلچسپی ہی نہیں رہ گئی تھی مگر وہ منحوس کالی چرن مجھے مرنے تو دے سوچتے ہوئے بابو کی آنکھون میں غنودگی سی آ گئی شاید کچھ نیند کے جھونکے بھی آ رہے تھے قریب بیٹھے ہوئے ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے ہمدردی سے کہا نیند آ رہی ہے بیٹا۔ لو لیٹ جاؤ سو جاؤ ہم جاگتے رہے نہیں بابا جی شکریہ آپ کو تکلیف ہوگی ۔ بہ بیٹا نہ کاہے کی تکلیف سفر ہے کتنا کٹ جاوے گا لیٹ جاؤ آپ مجھ سے باتیں کریں بابا جی چپ چاپ بیٹھا ہوا تھا اس لیے نیند کے جھونکے آنے لگے بابو نے مسکرا کر کہا تمہاری مرضی بیٹا آپ کہاں جا رہے ہیں بابا جی۔ ساؤتھ پور جا رہا ہون بیٹا کا سسرال ہے اسے لینے جاوے ہیں کہاں کے رہنے والے ہین گاؤں ہریالی ہے گاؤں کا نام کر بابو کو کچھ پرانے شناسا لوگ یاد آ گئے بابو نے کسی قدر بے صبری سے پوچھا آپ ہریالی کے رہنے والے ہیں ہاں بیٹا کیوں کیا نام ہے آپ کا۔

بابو نے پوچھا رحمت بخش۔ آپ تو وہاں کے رہنے والے سب لوگوں کو جانتے ہوں گے وہاں پرکھوں سے آباد ہیں پر اب نئی نگری بس گئی ہے کچھ نئے لوگ آباد ہو گئے ہین وہاں ایک نیک بزرگ رہتے تھے بڑھے سچے اور دیندار آدمی تھے میں ان کا نام بھول گیا ہوں پرنے آباد تھے ہاں رحمت وہ بہت پرانے آباد تھے بابو نے امید بھرے لہجے میں کہا بڑے بڑے اچھے ہین۔ وہاں ایک ہندو بابا آ گیا تھا جس نے گاؤں کو برباد کرنا شروع کر دیا تھا اس کا نام کالی چرن تھا وہ ہے تو ایک انسان اور کالے جادو کا ماہر ہے ایس اتنی بڑی قوت کیسے حاصل ہو گئی اگر اس سے زیادہ طاقت والے سفلی علوم کے ماہر ہین کیا انہیں کالی چرن کے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا یا پھر اس کے سامنے ایسی قوتیں لے آئے جائیں جو اس کو مات دے سکے بابا رحمت بابو کا چہرہ دیکھتا رہا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا ساتھ پور گئے ہو کبھی نہیں بابا جی کبھی نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے شرافت سے ورنہ میں لڑکی بہت بری ہوں اس خوبصورت لڑکی نے بے تکلفی سے کہا اور آستین چڑھانے لگی سب ہنسنے لگے تھے۔

بابو ٹھنڈی سانس بھر کر خاموش ہو گیا وہ سوچنے لگا واقعی سر بازار اپنے آپ کو اس شدت سے تردید کرنا نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے بڑی قیمتی گاڑیاں آئی ہوئی تھیں غول بیابانی ان گاڑیوں میں بھرنے لگا اسی لڑکی نے جس کا نام نادیہ لیا گیا تھا ایک نوجوان سے کہا آپ نے ان کے الفاظ سن لیے حیدر بھائی ذرا ہوشیار رہیں خطرہ ہے فکر نہ کرو چار سو میٹر تک انہیں آگے نکلنے نہ دوں گا اس کے بعد بھی اگر یہ دور رہتے ہیں تو پھر دیکھا جائے گا جس شخص کو حیدر کے نام سے پکارا گیا تھا اس نے کہا اور ایک بار پھر سب ہنسنے لگے کوئی بابو کی بات سننے کو تیار نہ تھا ایسی شدید غلط فہمی ہو رہی تھی کہ بابو خود بھی حیران تھا لیکن اس غلط فہمی سے بابو کو کوئی خوشی نہ تھی کوئی دوسرا موقع ہوتا تو اب بابو اتنا بھی گیا گزرا نہیں تھا کہ اس غلط فہمی سے لطف اندوز نہ ہوتا لیکن بابو پر تو زندگی کٹھن ہو گئی تھی وہ تو مصیبتوں کا مارا تھا گھر بار گیا دوست گئے بیوی لٹتی گئی بھلا اس ماحول سے ان کے الفاظ سے کیا لطف اندوز ہوتا بس دل تھا کہ مارے درد کے پھٹا جا رہا تھا اور ذہن طرح طرح کے خیالات کا شکار ہو رہا تھا گاڑیاں جس عمارت میں داخل ہوئیں اسے دیکھ کر بابو کو اندازہ ہو گیا کہ نہایت خوشحال لوگ ہیں اور بڑی اچھی حیثیت کے مالک ہیں بابو سوچنے لگا کہ کاش ان لوگوں سے واقعی اس کا کوئی تعلق ہوتا۔ چاہتا تو جھوٹ بول کر ایک اور گناہ نہیں کرنا چاہتا تھا ویسے ہی زندگی بری طرح کے گناہوں کے بوجھ سے دبی ہوئی تھی اور وہ اس کا پورا پورا صلہ بھگت رہا تھا یہاں پہنچنے کے بعد تمام لوگ نیچے اتر گئے معمر خاتون معمر بزرگ کے ساتھ نیچے اتری اٹھی لیکن ان کی توجہ ان بزرگ سے زیادہ بابو پر تھی رکیں اور بابو کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگی لڑکے لڑکیوں کا غول بابو کو ان کے پاس لے گیا معمر خاتون نے بابو کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

کیا حلیہ بنا لیا ہے تم نے اپنا جواد زندگی کھونے پر تلے ہوئے تھے میں جانتی تھی کہ تم واپس آ جاؤ گے لیکن بیٹے بڑائی اسی میں ہے اور پھر شاید تمہیں علم ہو کہ نہ ہو کہ وہ نہ رہے جن سے تمہیں اختلاف پیدا ہو گیا تھا کیا تمہیں علم ہے کہ صفدر صاحب کا انتقال ہو گیا بابو کی گردن بلا وجہ ہی نفی میں ہل گئی تھی ہم بے سہارا ہو گئے ہیں جواد ہم بے سہارا ہو گئے ہیں ہمارے سر سے سائبان سرک گیا ہے اور اب۔۔ معمر خاتون کی آواز گلوگیر ہو گئی معمر بزرگ نے بھی بابو کے قریب پہنچ کر کہا چلو جواد میاں۔۔ تم بے شک بڑے ہو اور اب تو تمہیں اس خاندان کی سرپرستی کرنا ہے بڑی ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔ تم ہی نجانے کہاں کہاں مارے مارے پھرتے رہے ہو وہ سب لوگ اندر داخل ہوئے خاتون نے ایک لڑکی کو حکم دیا کہ میرا لباس وغیرہ تیار کر کے اور جواد کو غسل خانے میں پہنچا دو بابو اس افتاد پر سخت پریشان تھا لیکن کیا کرتا۔ عارضی طور پر سمجھوتا کرنا پڑا تھا البتہ وہ ان معصوم لوگوں کو مناسب موقع پر صورت حال سے آگاہ کر دینے کا فیصلہ کر چکا تھا جو غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔ لڑکی بابو کو ساتھ لیے ایک وسیع کمرے میں پہنچی جو ایسی ایسی آرائش چیزوں سے آراستہ تھا جو کہ بابو نے ہوش کے عالم میں بھی کبھی نہیں دیکھی تھیں غسل خانے کی طرف رخ کرتے ہوئے اس نے کہا جائیے اپنا حلیہ درست کیجئے۔ آپ کا لباس میں ابھی تیار کیے دیتی ہوں یہاں باہر اسٹینڈ پر مل جائے گا جاتے ہوئے میں دروازہ باہر سے بند کر دوں گی کہ کہیں آپ فرار ہونے کی کوشش نہ کریں۔

بابو نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر اسے دیکھا بڑی بڑی روشن آنکھوں والی خوبصورت لڑکی تھی جس کے چہرے پر شوخی اور معصومیت سجی ہوئی تھی پھر بابو باتھ روم میں داخل ہو گیا سفید ٹائلوں سے مرصع باتھ روم تھا جس میں نہانے کے لیے نئے نئے سامان موجود تھے بابو کو ان تمام چیزوں سے لطف اندوز ہونے کا حق نہیں تھا لیکن یہاں بھی تقدیر کے اس فیصلے پر شاکر ہو گیا جو عارضی طور پر بابو کے لیے کیا گیا تھا دل یہ سوچ کر کم از کم مطمئن تھا کہ میں ان لوگوں کو دھوکا دینے کا ارادہ نہیں رکھتا بلکہ بابو نے

کہ دیکھے کیا چیز چمک رہی ہے مگر بابو وہاں پہنچ کر کیا دیکھتا ہے۔

وہاں پر ایک سنہری رنگ کی ناگن زخمی حالت میں لہولہان نیم دراز تھی اور ساتھ ہی نیولا پڑا تھا بابو سمجھ گیا کہ ناگن اور نیولے کی جنگ ہوئی ہو گی جس کے نتیجے میں نیولہ مر گیا اور ناگن زخمی ہو گئی تھی بری طرح سے زخمی ناگن کو دیکھ کر بابو کے دل میں ہمدردی جاگی کہ وہ اس ناگن کی مدد کریں مگر بابو کو ڈر بھی تھا کہ وہ اسے ڈس نہ لے چند لمحات سوچ و بچار کے بعد بابو نے ناگن کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا ورنہ وہ بھی یہاں تڑپ تڑپ کر مر جاتی فیصلہ کرنے کے بعد بابو نے چاروں طرف دیکھا تو بابو کو سائیکل کے پیچھے پانی کی بوتل نظر آئی جو کہ مالی کی تھی بابو بوتل پانی والی اٹھا کر ناگن کے پاس آ کر بیٹھ گیا ناگن کی آنکھیں کھولی ہوئی تھین اور وہ بابو کو ہی تک رہی تھی بابو نے زخمی ناگن کی کنڈلی کو کھول دیا اسے سیدھا لٹا دیا اور بوتل والے پانی سے ناگن کے زخم دھونے لگا جب بابو ناگن کے زخم اچھی طرح صاف کر چکا تو ناگن کے جسم کو اپنی قمیض کے کپڑے سے خشک کرنے لگا خشک کرنے کے بعد بابو ایک طرف کو چل دیا تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں کچھ جڑی بوٹی کے پتے تھے ان پتوں کو بابو نے اپنے ہاتھوں سے اچھی طرح مسلا مسلنے کے بعد ان کا ایک خمیرہ سا بنا کر ناگن کے زخموں پر آہستہ آہستہ لگانا شروع کر دیا پانچ منٹ بعد بابو فارغ ہو کر ناگن کی طرف دیکھا تو وہ ایسے آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی جیسے اسے سکون مل رہا تھا ناگن سے فارغ ہو کر بابو نے سائیکل پکڑی اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا بابو سائیکل پر پیڈل پر پیڈل مارتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ اسے سامنے راستے میں ایک عمر رسیدہ بڑھیا دکھائی دی اس کی کمر میں کب سا ابھرا ہوا تھا وہ لکڑی والی لاٹھی زمین پر ٹیکتی ہوئی آگے بڑھی جا رہی تھی بابو نے ہمدردی سے اس کے قریب سائیکل روک لی مالی کی سائیکل کے پیچھے بیٹھنے کے لیے گدی نصب تھی بڑھیا بھی بابو کو دیکھ کر رک گئی۔

بابو نے نرم لہجے میں اس سے پوچھا۔ اماں تو کدھر جا رہی ہے۔۔ آ جا سائیکل پر بیٹھ جا۔ میں تجھے آگے اتار دیتا ہوں بڑھیا نے بابو کی طرف دیکھا اس کی رنگت خاکستری تھی سفید جھری سے بال گرد سے میلے ہو رہے تھے اس کے لمبوترے سوکھے ہوئے چہرے پر جھریاں کا جال سا پھیلا ہوا تھا بابو کی بات پر اس نے خاموشی سے سر ہلایا پھر یکدم وہ اچھل کر سائیکل کے پیچھے کیریئر پر بیٹھ گئی جیسے جوان لڑکی ہو بابو اس کی کمال پھرتی پر حیرت تو ہوئی پھر بابو ہولے سے مسکرا کر سر جھٹکتے ہوئے آگے بڑھ گیا مگر دوسرے ہی لمحے سائیکل چلانا دوبھر ہو گیا اس بڑھیا کے بیٹھنے کی وجہ سے سائیکل بہت بھاری ہو گئی تھی بابو کو حیرت ہوئی کہ آخر اس بڑھیا کا نخیف و نزار وجود اتنا وزنی کیوں کر گیا تھا ابھی بابو نے آٹھ دس پیڈل ہی مارے تھے کہ اس کا سانس بری طرح پھولنے لگا دم پھولنے کی وجہ ظاہر تھی کہ مالی کی سائیکل پر اضافی وزن تھا اب تو بابو سے مزید سائیکل چلانا دوبھر ہونے لگا تھا بالآخر تھک ہار کر بابو نے سائیکل روک دی اور بڑھیا سے کہا۔ اماں تیرا وزن تو بہت زیادہ ہے مجھے تو بہت آگے جانا ہے تو مہربانی کر کے اتر جا مگر بڑھیا اڑ گئی اور خرانٹ لہجے میں ہاتھ گھما کر بولا اب میں نہیں اتروں گی اچھی بھلی تو جا رہی تھی کیوں مجھے روکا میرا وقت ضائع کیا اب لے چل مجھے اپنے ساتھ اس کی بات سن کر پہلے بابو کو حیرت ہوئی اور بعد میں غصہ بھی آنے لگا کہ یہ اچھی مصیبت ہے الٹی آنتیں گلے کو پڑ رہی تھیں تاہم بابو نے اسے نرم لہجے میں کہا اماں تیرا وزن بہت زیادہ ہے میں تو سمجھا تھا کہ تو ہلکی پھلکی کمزور سی بڑھیا ہو تجھے آسانی سے لے جاؤں گا تو کیا میں تجھے موٹی بھینس نظر آ رہی ہوں تیری اپنی سائیکل میں خرابی ہو گی اسے ٹھیک کر دو ٹھنک کر بولی۔

بابو سائیکل سے اترا بڑھیا بھی اتر گئی بابو نے سائیکل کا بغور اچھی طرح معائنہ کیا مگر اس میں بابو کو کوئی خاص خرابی نظر نہیں آئی بابو کے ذہن میں اس بڑھیا سے چھٹکارا پانے کا اچانک ایک تدبیر آئی لہذا بابو نے اس پر فوری عمل کرنے کا سوچا اور اس بڑھیا کو بٹھائے بغیر سائیکل پر سوار ہو گیا اچانک بڑھیا کا بابو کو قہقہہ سنائی دیا بابو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لرز اٹھا اگلے ہی لمحے ایک استخوانی ہاتھ بابو کی گدی پر پڑا بابو سائیکل سمیت زمیں پر آ رہا تھا مگر اس استخوانی ہاتھ کے شکنجے نے بابو کی گردن نہ چھوڑی۔

بابو نے تڑپ کر ذرا عقب میں دیکھا اور بری طرح دہل گیا بڑھیا خاص طور پر کھڑی تھی مگر اس کا خاکستری رنگت کا استخوانی ہاتھ اس قدر دراز ہو چکا تھا کہ خوف سے اس کی گھگی بند ہو گئی تھی پھر اس بڑھیا نے بابو کو دور ہی سے کھینچنا شروع کر دیا بابو مٹی میں گھیسٹا ہوا اس کے قریب پہنچا تو اس نے بابو کی گردن چھوڑ دی بابو فوراً اٹھ کھڑا ہوا بڑھیا جھکی جھکی بابو کو بڑی مکارانہ مسکراہٹ سے گھور رہی تھی پھر اچانک بابو نے اس کے کب کا حجم کو ہلتے ہوئے دیکھا اگلے ہی لمحے بابو نے دیکھا کہ اس کے کب کا حجم بڑھتا جا رہا تھا جیسے پھٹنے کے قریب ہو اور پھر ایسا ہی ہوا کب قمیض پھاڑ کر ابھر کر آیا اور پھر یکدم شق ہوا تو اس کے اندر سے ایک بدصورت چہرے والا سر ابھر آیا بابو اسے دیکھ کر بری طرح ہل گیا یہ یہ مردود کالی چرن کا سر تھا بڑھیا کا چہرہ جھکا ہوا تھا اور زمیں سے لگ گیا تھا وہ بالکل جھک گئی تھی اور عجیب مضحکہ خیز لگ رہی تھی کسی تکلیف کا اظہار کئے بغیر ہنسنے لگی تھی کچھ دیر بعد کالی چرن کا چہرہ بولا کیوں بالک کیا اب دماغ ٹھیک ہوا یا نہیں اب بھی وقت ہے میری بات مان جا میں نے پہلے بھی تمہیں کہا تھا اب بھی کہتا ہوں کہ میں تھوکتا ہوں تجھ پر اور شیطان پر بابو غصے کے عالم میں بولا تو کالی چرن نے کہا تو جس مولوی قدوس کے پاس جا رہا ہے وہ مجھے مار دے گا ہاں اور تجھے میرے ہاتھ بچائے گا یہ تیری بھول ہے بابو بھول ہے۔ وہ بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے اور ہاں ابھی تو صفدر کے بنگلے میں عیش کر رہا ہے تو تیرا انجام بھی جلد ہوں ا شروع ہو جائے گا۔ میں کہتا ہوں یہاں سے واپس چلا جا ورنہ میں تیرے ساتھ وہ کروں گا کہ ساری دنیا دیکھے گی وہ غرا رہا تھا بابو نے ہمت کر کے اپنے جوش حواہش پر قابو پایا اور سائیکل کی طرف دوڑ لگا دی۔

بابو سائیکل پر جلدی سے بیٹھ کر تیز تیز پیڈل مارنے شروع کر دیئے اسے اپنے پیچھے سے کالی چرن کے قہقہے سنائی دیتے رہے مگر بابو دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس موذی سے وقتی طور پر جان تو چھوٹی بابو تیزی سے سائیکل دوڑائے جا رہا تھا اچانک اس کو اپنے عقب میں دھمک کی آوازیں آنے لگیں اس نے ذرا گردن موڑ کر اپنے پیچھے دیکھا تو ایک بھیانک منظر پایا وہ بڑھیا یعنی کالی چرن بندر کی طرح ہاتھوں پیروں سے دوڑی جا رہی تھی مگر بار روکا نہیں اس نے بابو کا کافی دور تک پیچھا کیا مگر جیسے ہی سامنے بابو کو آبادی کے آثار نظر آنے لگے اس نے بھی بابو کا پیچھا چھوڑ دیا پگڈنڈی کے دائیں بائیں لاتعداد سرکنڈوں کی جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں مالی کے مطابق یہ ہی جوگیوں کی بستی تھی تیز رفتاری سے سائیکل چلانے کی وجہ سے بابو کا دم پھولنے لگا تھا بابو نے ذرا ستانے کے لیے سائیکل جھونپڑیاں کی طرف موڑ دی یہاں بابو نے ایک ہاتھ والے نلکے سے پانی پیا پھر ذرا سانس لے کر ایک بار پھر آگے بڑھ گیا بابو کو گھر سے نکلے ہوئے اب تک پون گھنٹہ بیت چکا تھا کالی چرن بابو کی راہ کھوٹی کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ مکار بڑھیا بھی درحقیقت اس خبیث کالی چرن کا ہی کوئی پراسرار چکر تھا بابو اب درمیانی رفتار سے سائیکل پگڈنڈی پر دوڑائے جا رہا تھا۔

بابو کے اب اردگرد چٹیل اور لق دق میدانی علاقہ تھا بل کھاتی ہوئی پگڈنڈی بھی اب ایک کشادہ چوڑے راستے میں تبدیل ہونے لگی تھی اور اس کی زمیں خاصی سخت ہونے کی وجہ سے سائیکل چلانے کی مشقت بھی بابو سے کم ہو رہی تھی جاڑے کی چمکدار دھوپ پھیلنے لگی تھی دور مشرق افق سورج بھی دھیرے دھیرے تیز ہوتا جا رہا تھا پرندوں کی مست ڈاریں منظم انداز میں آب ودانہ تلاشنے کے لیے محو پرواز تھیں بابو کے اطراف میں دور وحد نگاہ تک ویرانی چھائی ہوئی تھی بابو کو اس طرح سائیکل چلاتے ہوئے مزید آدھا گھنٹہ ہو گیا تھا تو بابو کو ذرا تسلی ہونے لگی کہ اب شاید وہ خبیث کالی چرن اس کا راستہ کھوٹا نہ کرے گا بابو دل ہی دل میں اللہ سے دعا مانگتا جا رہا تھا کہ اس کی یہ محنت رائیگاں نہ جائے اور اس کی

ملاقات مولوی قدوس سے ہو جائے اس کو بخوبی علم تھا کہ شاید مولوی قدوس اس کی صحیح رہنمائی کر دے بلکہ وہ اسے اس کی بیوی لبنیٰ کے بارے میں شاید بتا دے کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور کس حال میں ہے اور ظاہر ہے اس کالی چرن سے مقابلہ کئے بغیر وہ لبنیٰ کو اس کے شیطانی چنگل سے آزاد نہیں کروا سکتا تھا تاہم بابو کو ایک یہ بھی پریشانی تھی کہ آخر وہ ایک عام انسان ہے کالے منتروں کے عامل ساحر سے کیوں کر مقابلہ کر سکتا تھا۔ البتہ پھر بھی بابو کو تھوڑی بہت تسلی تھی کہ اس کا حل بھی مولوی قدوس اسے ضرور بتائے گا۔ کیوں کہ آخر کار وہ اللہ والا بندہ ہے اور کالی چرن بھی یقیناً اس سے خائف تھا۔

یہ ساری باتیں سوچنے کے بعد بابو کے دل میں اس اللہ والے بندے سے ملنے کی خواہش مزید جڑ پکڑنے لگی معاً بابو کو سامنے بھلاہی کے اور جنڈ کے درختوں کا ایک جنگل دکھائی دیا۔ مائی کے بتائے ہوئے راستہ کے مطابق اس مذکورہ جنگل کو پار کرنے کے بعد مولوی قدوس کا آستانہ نظر آنے لگا مگر جیسے جیسے پھلاہی اور گھنا جنگل قریب آتا جا رہا تھا بابو کے دل کو ایک انجانے خوف نے بھی جکڑنا شروع کر دیا تھا بالآخر بابو اللہ کا نام لے کر جنگل یہاں سے راستہ تنگ پڑھنے لگا تھا مگر اب بھی وہ بہرحال راستہ پگڈنڈی سے ذرا کشادہ تھا اب بابو کے آس پاس پھلاہی اور جنڈ کے پیڑ کے علاوہ قد آدم جھاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا یہاں سورج کی روشنی بھی کم پڑ رہی تھی اس لیے دن میں بھی جنگل کے اندر اندھیرے کا سا گراں ہو رہا تھا بابو نے چلتے ہوئے ایک تنگ سا موڑ کاٹا تو سامنے ایک کچھے راستے کے بالکل بیچ میں کوئی بابو کو کوئی چکردار سی چیز پر نظر پڑی بابو آہستہ آہستہ سائیکل چلاتا ہوا جیسے ہی اس کے ذرا قریب پہنچا تو بابو نے یکدم اپنی سائیکل کو بریک لگا دی وہ کوئی بہت موٹا اور کالے رنگ کا ناگ تھا مگر اس نے اپنا پھن اپنے چکردار وجود کے اندر چھپا رکھا تھا بابو کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

بابو نے سائیکل روک کر اپنے دونوں پاؤں گدی پر بیٹھے بیٹھے زمیں پر ٹکا دیئے تھے مگر سائیکل سے اترا نہیں تھا اور چند لمحے خوفزدہ سی نظروں سے اس خوفناک ناگ کو کنڈلی مارے بیٹھا دیکھتا رہا اور اس کے پاس اس کے پاس سے گزرنے کے سوا کوئی بھی چارہ نہ تھا مگر بابو اس کے قریب سے گزرتے ہوئے ڈر بھی رہا تھا کہ کہیں یہ سویا ہوا ناگ یکدم جاگ نہ جائے اور بابو کو ڈس لے اس سنسان اور ویران جنگل میں کوئی اس کی مدد کو نہ آئے گا بابو تو اس کے مہلک زہر سے پانی مانگتا بتے ہی ڈھیر ہو جاتا ہے اور پھر لبنیٰ کو ہر حالت میں حاصل کرنے کی دھن بھی تو تھی لبنیٰ کی موہنی صورت چشم تصور میں ابھرتے ہی بابو نے اپنے اندر ایک عجیب سا حوصلہ محسوس کیا جو یقیناً جذبات محبت کا ہی رہن منت تھا چنانچہ بابو نے پھر یہی فیصلہ کیا کہ سائیکل سے اتر کر ذرا ایک طرف ہوتے ہوئے ناگ کے قریب سے گزر جاؤ یہ ارادہ باندھ کر بابو آہستگی سے سائیکل سے اترا اللہ کا نام لیا اور آہستہ آہستہ بابو نے سائیکل کا ہیں ڈل پکڑ کر پیدل ہی آگے بڑھنا شروع کر دیا بابو کی ٹھکٹی ہوئی نظریں لحہ بہ لمحہ قریب ہوتے ہوئے ناگ پر جمی ہوئی تھیں اور متوش سا دل سائیں سائیں کرتی کنپٹیوں پر دھڑکنے لگا بابو کو اپنی سانس بھی زور زور سے چلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں اور پورے وجود میں لرزش سی طاری ہو گئی تھی بابو اب لحہ بہ لمحہ ناگ کے قریب ہوتا جا رہا تھا اس کے اور بابو کے درمیان فاصلہ دم بہ دم گھٹتا جا رہا تھا آٹھ فٹ چھ فٹ۔ چار فٹ۔ دو فٹ۔ بابو کا دل اب جیسے حلق میں آن لگا سانس بھی بابو نے روک لی ناگ کے بالک قریب پہنچ گیا تھا۔

بابو کے قدم اب غیر ارادی طور پر تیز تیز اٹھنے لگے تھے اور پھر جیسے ہی بابو ناگ کے بالکل پاس سے گزرنے لگا تو اچانک فضا میں ایک پھنکار کی تیز خوفناک آواز گونجی ناگ نے اپنا لمبا چوڑا پھن گاڑھ لیا اسے جاگتا ہوا دیکھ کر بابو کے ہاتھ سے سائیکل چھوٹ کر گر پڑی ناگ کا بل دار وجود حرکت میں آ گیا تھا اس کی دو شاخہ زبان لپلپا رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں عجیب سی مقناطیسی کشش تھی کہ بابو کے پاؤں بھی وہیں زمیں پر گر گئے تھے اس نے جیسے بابو پر تنویمی عمل کر ڈالا ہوا تھا باوجود کوشش کے بابو ایک قدم بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جس حد تک بھی ممکن ہو سکا اس بات کی تردید کی تھی کہ میں جواد نہیں ہوں بابو ہوں۔

غسل خانے میں شیو کا سامان بھی موجود تھا بابو کا دل چاہا کہ شیو کر لو چنانچہ یہ بھی کر لیا اور جب بابو باہر نکلا تو بابو کا لباس رکھا ہوا تھا یہ حیران کن بات تھی کہ یہ لباس بھی بابو کے جسم پر بالکل درست تھے سلک کا کرتا اور سلک کا ہی پاجامہ یہاں تک کہ شاہی جوتوں کی طرح میرے لیے جوتے رکھے ہوئے تھے وہ بھی بابو کے پیروں میں فٹ آئے تھے ان حیران کن اتفاق پر ہنسی بھی آ رہی تھی بابو کو کہ ہوسکتا ہے جواد بالکل اس کے جیسا ہو ورنہ اس قدر شدید غلط فہمی اور وہ بھی اتنے بہت سے افراد کو ممکن نہیں ہو سکتی تھی لیکن دل کے گوشے میں ایک اور کوف کا تصور بھی ابھرا تھا کہیں یہ بھی اس کمبخت منحوس شیطان کالی چرن کی چال نہ ہو جس نے اسے کہا تھا کہ وہ کہیں بھی سکھ کا سانس نہیں لے سکے گا بلکہ جہاں بھی اے گا اس کی نحوست اس کا تعاقب کرتی رہے گی دل کو سوچ کر یہ سمجھایا کہ جو کچھ ہو جانا چاہیے یا ہوں اہے وہ تو ہو گا ہی میں اپنے طور پر مدافعت نہیں کروں گا اور نہ ہی میرے اندر اتنی قوتیں چھپی ہوئی چنانچہ اب خوف کے عالم میں مرنے سے کیا فائدہ ہاں اپنے طور پر میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جس سے میرا گناہ شدید سے شدید تر ہو جائے جو کچھ کیا تھا اس کے صلے میں کچھ بھگت رہا ہوں بس اس سے یادہ کی میرے اندر اب ہمت نہیں تھی اب تو وہ کمرہ امتحان میں تھا اور اپنی تقدیر پر شاکر تھا تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا باہر اچھے خاصے لوگ موجود تھے جو بابو کو لے کر ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑے ٹیبل پر کھانے کا سامان موجود تھا اور کمرے میں تقریباً تمام ہی اہل خانہ موجود تھے معمر خاتون مسلسل بابو کی خاطر داری کر رہی تھی اور معمر بزرگ بھی لڑکے لڑکیاں بابو کے اوپر ایک آدھ فقرہ چست کر رہے تھے اور کمرے کا ماحول خوشگوار ہو جاتا تھا۔

خاتون نے کئی بار لڑکیوں اور لڑکوں کو ڈانٹ بھی پلائی تھی کہ بہت زیادہ باتیں نہ کریں اور بابو کے مزاج کا کیال رکھیں بابو دل ہی دل میں ہنس رہا تھا کہ واہ میں اور میرا امزاج ابھی جب انہیں اس حقیقت کا یقین آ جائے گا میں وہ نہیں ہوں جسے سمجھ کر وہ مجھے یہاں لائی ہیں تو مجھے دھکے دے کر یہاں سے نکال دیا جائے گا دنیا کا یہی انداز ہے اور دنیا اسی انداز میں جیتی ہے کھانے کے بعد معمر خاتون نے کہا ابا میاں مجھے اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر جواد سے باتیں کر لوں۔ آؤ جواد میرے کمرے میں چلو معمر خاتون نے۔ کہا اور بابو خاموشی اور سعادت مندی سے ان کے ساتھ چل دیا وہ بابو کو ایک خوبصورت کمرے میں لے آئی اندر پہنچ کر انہوں نے دروازہ بند کر لیا اور پھر ایک کونے کی طرف اشارہ کر کے بولیں بیٹھ جاؤ۔ بابو خاموشی سے بیٹھ گیا تھا وہ خود بھی بابو کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئیں پھر انہوں نے کہا جواد بیٹے زندگی میں نجانے کیا کیا اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ غلطی ہماری نہیں تھی لیکن۔۔۔ لیکن بیٹے تمہیں اس طرح سے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نہیں جانا چاہیے تھا ٹھیک ہے مرحوم صفدر کا رویہ تمہارے ساتھ سخت ہو گیا تھا لیکن بزرگ غلطیاں بھی تو کر لیتے ہیں تو کیا ان غلطیوں کی اتنی بڑی سزا دی جاتی ہے نہیں۔۔

یقین کرو صفدر کے دل پر تمہاری جدائی کا شدید غم تھا وہ سعدیہ کو اس عالم میں نہیں دیکھ سکتے تھے تمہیں اس بات کا بھی علم ہے کہ وہ سعدیہ کو سب سے زیادہ چاہتے تھے سعدیہ کی جو کیفیت تمہارے پیچھے ہوئی میں اگر بتاؤں گی تو یہی کہو گے ماں ہوں اپنی بیٹی کی وکالت کر رہی ہوں مگر بیٹے تم نے زیادتی کی ہمارے ساتھ کچھ انتظار تو کیر لیتے کوئی صحیح فیصلہ بھی ہو سکتا تھا میں آپ کو کسی نام سے مخاطب کروں خاتون۔۔۔ بابو نے کہا اور معمر خاتون چونک کر بابو کو دیکھنے لگی کیوں کیا تم یہ بھول گئے ہو تم مجھے چچی جان کہتے ہو۔ جی کچھ ایسے ہی حالات ہیں کہ میں اپنی مجبوریاں آپ کو بتا نہیں سکتا لیکن اس بات سے آپ کو آگاہ کر دینا بے حد ضروری سمجھتا ہوں کہ حقیقتاً میں جواد نہیں ہوں میں زمانے کا ستایا ہوا ایک انسان ہوں اور میں آپ کو دھوکہ دے کر یہاں اپنے لیے کوئی مقام بنانے کا خواہشمند بھی ہوں معمر خاتون بے اعتباری سے کے انداز میں سنجیدگی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آگے نہ بڑھا پا رہا تھا ایسے میں ناگ خوفناک پھنکارے مارتا ہوا اپنا غیر معمولی چوڑا پھن لہراتا ہوا بابو کے چہرے کے قریب لے آیا۔

بابو مارے دہشت کے کانپنے لگا بابو کی اپنی یقینی موت سامنے نظر آ رہی تھی مگر ابھی تک اس خوفناک ناگ نے بابو کو ڈسا نہیں تھا تب پھر اچانک بابو کی نظر ناگ کے زمین پر بڑے بل دار وجود پر پڑی تو وہاں بابو کو کسی کا دھیرے دھیرے سر ابھرتا ہوا دکھائی دیا یہ انسانی سر مشابہ ایک انتہائی مردہ اور خاکستری سا چہرہ تھا بابو اسے پہنچان کر بری طرح چونک گیا یہ اس مردود کالی چرن کا سر تھا جس کی کالی موٹی سی گردن نظر آ رہی تھی باقی نیچے ناگ کا بل دار وجود گلوئی میں چھپا ہوا تھا اس کی اکلوتی آنکھ کا لہو رنگ ڈیلے بابو کو قہر آلود نظر سے گھور رہا تھا پھر اس کے ہونٹ پر شیطانی مسکراہٹ قصائی ہو گئی ناگ کا لمبا چوڑا خوفناک پھن ہنوز بابو کے چہرے کے سامنے سنساتا پھنکارے مارتا لہرا رہا تھا۔

اوئے بالک اب بھی وقت ہے لوٹ جا یہاں سے ورنہ مفت میں جان سے جائیگا ورنہ یہ ناگ تجھے ڈس لے گا اور تیرا یہ انسانی وجود پانی بن کر رہ جائے گا بابو کے من میں آیا کہ وہ یہاں سے بھاگ جائے بابو کے اندر کوئی عجیب سی طاقت تھی جو اسے آگے قدم بڑھانے پر اکسا رہی تھی بابو نے دل مضبوط کیا اللہ کا ورد کرتے ہوئے سائیکل اٹھالی تو یکدم ناگ بابو کے جس سے لپیٹا چلا گیا بابو کے حلق سے ہلکی سی چیخ ابھری لہذا کالی چرن کا اب سر غائب ہو چکا تھا ادھر وہ ناگ موٹے رسے کی طرح بابو کے وجود کے گرد لپٹا ہوا تھا ناگ لمحہ بہ لمحہ اب اپنی گرفت تنگ کرتا جا رہا تھا اور بابو کو اپنی ہڈیاں تک چٹختی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں اس کا دم گھٹنے لگا لگا سانس اوپر کی اوپر اور نیچے کی نیچے اٹک کر رہ گئی تھی اور اسی لمحے اس کی گھٹتی ہوئی سماعت میں ایک آواز ابھری۔ کیوں بالک میں تو تجھے اپنی ایک مجبوری کے تحت چھوڑتا جا رہا تھا مگر یہ اب اصلی ناگ ہے تجھے ڈسے بغیر نہیں چھوڑے گا بابو اس آواز کو پہنچان گیا تھا یہ کالی چرن کی آواز تھی اس بار دل دہل گیا تھا اس نے بہت زور لگایا مگر ناگ کا بل دار بل نے بابو کو نہ چھوڑا اور پھر اس نے بابو کی گردن کو بھی اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا۔ اس کا سانس گھٹنا شروع ہو گیا۔

وہ اب بہت ہی مشکل سے سانس لے رہا تھا۔ آہستہ آہستہ بابو کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا جا رہا تھا بابو کی نظر آسمان کی جانب ایسے اٹھ گئی جیسے وہ اس ساری کائنات کے مالک اللہ سے مدد مانگ رہا ہو درد و تکلیف کی شدت کی وجہ سے بابو کی آنکھوں سے پانی نکلنا شروع ہو گیا۔ بابو کا اب شاید امید نہیں رہی تھی اپنے بچنے کی کہ وہ اب اپنی زندگی کی بازی ہارتا جا رہا تھا بابو کو اپنی بیوی لبنیٰ یاد آنے لگی تھی کہ اس کے جانے کے بعد لبنیٰ کا کیا ہو گا یہ سوچ کر کہ لبنیٰ کا کیا ہو گا اس کا دل رو رہا تھا کہ اچانک اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا بابو نے دیکھنے کی بہت کوشش کی مگر اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا اس کو اپنی موت کا یقینی اندازہ ہو چکا تھا کہ اب اسے سوائے اللہ کی ذات کے اور کوئی نہیں بچا سکتا جس طرح آہستہ آہستہ بابو کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا اس طرح ہی اس کی آنکھوں کے آگے روشنی سی آنے لگی اور رفتہ رفتہ بابو کا سانس بحال ہونے لگا اور پھر تھوڑی دیر بعد ناگ نے اپنی کنڈلی بابو کے جسم کے گرد سے کھولنا شروع کر دی یہاں تک کہ بابو ناگ کی کنڈلی سے پوری طرح آزاد ہو گیا تھا اور لڑکھڑاتا ہوا ناگ سے چند قدم دور چلا گیا اور وہاں لیٹا لیٹا پوری طرح کانپ رہا تھا اور ساتھ ساتھ حیران بھی ہو رہا تھا کہ یہ ناگ نے کیسے اسے آزاد کر دیا دس منٹ تک بابو اپنی حالت اور اپنا سانس بحال کرتا رہا دس منٹ بعد جب اس کی بابو کی طبیعت کچھ ٹھیک ہوئی تو وہ کھڑا رہ گیا کیونکہ وہاں اس کالے ناگ کی اور اس سنہری سانپ کی وہاں پر گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی کبھی وہ ناگ اپنا داؤ لگاتا تو کبھی وہ سنہری سانپ بابو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ سنہری سانپ وہ ناگن تھی جس کے وہ زخم دھو کر صاف کر کے آیا تھا جو کہ نیم مدہوشی کے عالم میں تھی اور بہت زیادہ زخمی تھی بابو حیران تھا کہ وہ اتنی زخمی ہوں ہوں ے کے باوجود بھی اس کی خاطر لڑ رہی تھی آخر کیوں۔ کافی دیر

کمروں کے دروازے نجانے کیا کیا برآمدے میں ایک تخت پڑا ہوا تھا جس پر دری اور سفید چادر بچھی ہوئی تھی ایک طرف چوکی بچھی ہوئی تھی جس پر جائے نماز تہہ کی ہوئی تھی جائے نماز پر تسبیح رکھی ہوئی تھی بزرگ بابو کو برآمدے مین لے گئے اور تخت پر بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر انہوں نے آواز لگائی انعم بیٹی۔ انعم ذرا باہر آؤ۔ آئی ابا جان کپڑے بدل رہی ہوں جواب ملا بزرگ خود بھی بابو کے کچھ فاصلے پر تخت پر بیٹھ کر وہ بدستور بابو کا جائزہ لے رہے تھے اور بابو کے چہرے پر بکھرے حزن و ملال سے متاثر معلوم ہوتے تھے انہوں نے کہا میاں کہاں سے آرہے ہو جام پور سے اوہو۔ اچھا مگر تمہاری بیوی کیسے بچھڑ گئی تم سے ابھی ان کا سوال ختم ہی ہوا تھا کہ درمیانی دروازے سے ایک لڑکی اندر داخل ہوئی سفید شلوار قمیض میں اچھے خدوخال عمر تقریباً چھبیس ستائیس سال مگر یہ چہرہ لبنیٰ کا نہین تھا خدوخال بھی نہیں ملتے تھے پھر نجانے کیا ہوا بابو سوچنے لگا کہ مجھے اس کے چہرے پر لبنیٰ کا دھوکہ کیوں ہوا تھا آہ۔ کچھ غلطی ہوگئی تھی میں نے تو لبنیٰ کو ہی دیکھا تھا ہوسکتا ہے کہ اس بیوقوف تانگے والے نے کسی اور در کو مگر نہیں لڑکی بابو کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی اس نے واپس دروازے کے اندر جانا چاہا لیکن بزرگ کی آواز ابھری آجاؤ بیٹی آجاؤ اور وہ جھکتی ہوئی برآمدے میں آگئی بابو کی نگاہیں جھک گئی بزرگ بابو کو دیکھتے ہوئے بولے ہاں اب بولو یہ تمہاری بیوی لبنیٰ ہے یا ہماری انعم۔ بابو جلدی سے تخت سے نیچے اتر گیا اور بولا مین آپ سے معذرت چاہتا ہوں مجھ سے غلطی ہوگئی ہے ابا جان یہ کون ہیں۔ بیٹا تمہارا پیچھا کرتے ہوئے آئے ہیں بلکہ تمہاری وجہ سے اپنا سفر کھوٹا کر چکے ہین آپ برقعہ اوڑھے ہوئے تھی آپ کے ہاتھ میں ایک ٹوکری تھی جس کا ایک ہینڈل ٹوٹ گیا تھا بابو نے بے اختیار پوچھا ۔جی ہاں لڑکی نے کہا اور بابو کے دل مین امید کی آخری کرن بھی بجھ گئی یہ خیال آیا تھا کہ ایک لمحے کے لیے تانگہ والے کی غلط رہنمائی سے میں یہاں آگیا ہوں ہوسکتا ہے لبنیٰ کسی اور سمت نکل گئی ہو مگر ٹوکری کے واقعہ کا اعتراف اس بات کی ضمانت تھا کہ میری آنکھوں نے ہی دھوکہ کھایا تھا پھر اسی دروازے پر دستک ہوئی اور بزرگ چونک کر ادھر دیکھنے لگے پھر بولے پتہ نہیں کون ہے مین دیکھتا ہون لڑکی حیران سی کھڑی ہو کر بابو کو دیکھ رہی تھی ویسے ہی کیا حماقت تھی کہ بابو مزید یہاں رکتا بزرگ کے پیچھے پیچھے دروازے تک آیا دروازہ کھلا تو سامنے ہی اس تانگے والے کی شکل نظر آئی جس کے مریل گھوڑے نے بمشکل تمام یہاں تک پہنچایا تھا تانگے والا بابو کی شکل دیکھتے ہوئے بولا نوٹ تڑوانے گیا تھا آپ باقی پیسے لے لیں بزرگ چونک کر بابو کو دیکھنے لگا تانگے والے کی بات ہی ایسی تھی کہ، بو کو ہنسی آجاتی مگر تقدیر میں تو آنسو ہی آنسو تھے بابو نے ہنس کر کہا بھائی مینے تم سے چھوٹے پیسے نہیں مانگے تھے جو مقصد لے کر آیا تھا وہ پورا نہ ہوا میری بیوی یہاں نہیں آئی ہے۔

اس کے بعد کیا ہوا یہ جاننے کے لیے آئندہ کا شمارہ ضرور پڑھیے

❁❁❁

ہم نے کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا ہے اکثر
لوگ ظالم ہیں جو پھولوں کو مسل دیتے ہیں
(تلاوت شاہ پروانہ 'پشاور)

اس کو چاہا بھی تو اظہار نہ کرنا آیا
کٹ گئی عمر ہمیں پیار نہ کرنا آیا
اس نے مانگا بھی جو کچھ تو جدائی مانگی
اور ہم تھے کہ ہمیں انکار نہ کرنا آیا
(امتیاز نصر اللہ ناصر' میکلوڈ گنج ضلع بہاولنگر)

ہوں تو مسلم مگر جوش محبت میں صنم
پوجتا ہوں تیری تصویر کو کافر کی طرح
(کامران حسین' سوجیانوالہ منڈی بہاؤالدین)

اگر وہ جا ہی چکا ہے تو نہ کھولو' آنکھیں
یونہی محسوس کیے جاؤ رفاقت اس کی
(غلام عباس تابش فیصل آباد)

خنجر سے نہیں کٹتی چراغ کی لو
کردار زندہ رہتا ہے مرنے کے بعد بھی
(چودھری محمد امجد جٹ' گگو منڈی)

لوگ گھڑ لیتے ہیں فسانے انہی باتوں سے
بند کمرے میں سر شام نہ تنہا بیٹھو
(ڈاکٹر نوید احمد بھٹی' راولپنڈی)

تک ان کی یہ لڑائی جاری رہی اس کے بعد اچانک سنہری ناگن کو موقع ملا اور اس نے اپنے منہ کے اندر ناگ کے پھن کو لے کر زمین پر رگڑتی جا رہی تھی۔

آہستہ آہستہ دونوں کے جسم ایک دوسرے پر لپٹتے ہوئے تھے دو منٹ تک سنہری ناگن ناگ کا پھن زمین پر لانے لگی وہ درد اور زخموں سے اچھی طرح چور ہو چکی تھی بابو اس کی ہمت پر حیران ہو گیا کہ وہ ناگن اتنی زخمی ہونے کے باوجود اس ناگ سے لڑی اس کی خاطر آخر کیوں یہ بات بابو کو سمجھ نہیں آرہی تھی سنہری ناگن پانچ منٹ تک آرام کرنے کے بعد بابو کے پاس رینگتی ہوئی آئی اور اس کے قدموں میں کنڈلی مار کر بیٹھ گئی بابو کو اب اس سے ڈر نہیں لگ رہا تھا بابو نے ایک بار پھر اس کے زخم صاف کیے اور پتے مسل کر اس نے زخموں پر لگا دی اور بولا میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور کیا ہو بس اتنا جانتا ہوں کہ راستے سے جا رہا تھا تم پر نگاہ پڑی اور تمہیں زخمی حالت میں دیکھ کر دل میں رحم آگیا اور تم سے ہمدردی کرنے لگا اور میں نے تمہاری مدد کر دی اور میں نے تو تمہارے لیے کچھ نہیں کیا مگر اب تم نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے وہ میں ساری عمر نہیں بھول پاؤں گا میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں باقی تم یہاں آرام کرو بعد میں چلی جانا مجھے ابھی کام ہے یہ کہہ کر بابو سائیکل اٹھا کر چل پڑا کچھ دور جانے کے بعد بابو کو ایک درختوں کے جھنڈ کے اندر ایک جھونپڑی نظر آئی جو کہ کانوں سے بنی ہوئی تھی بابو نے وہاں سائیکل کھڑی کی اور مولوی قدوس کو آواز دی کافی دیر تک جب کوئی نہ آیا تو بابو جھونپڑی کے اندر داخل ہو گیا اندر چھوٹی سی جھونپڑی تھی جہاں پر ایک پانی کا مٹکا گلاس اور ایک ہانڈی اور کچھ برتن ایک لالٹین چارپائی اور ایک جائے نماز تھا جس کے اوپر ایک بزرگ ہستی آنکھیں بند کیے عبادت میں مشغول تھی۔

بابو اس کے سامنے جا کر زمین پر ایک طرف کپڑا بچھا کر بیٹھ گیا اور مولوی قدوس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا جب کافی دیر ہونے کے بعد اس کے دل میں نجانے کیا بات آئی کہ وہ جھونپڑی کی صفائی کرنے لگا جھونپڑی اچھی طرح اچھی طرح صاف کر کے پھر جھونپڑی کے باہر کا حصہ صاف کرنے لگا باہر کر حصہ بھی صاف کر کے بابو نے پانی والا مٹکا اٹھایا اور اسے سائیکل پر رکھ کر کافی دور سے پانی بھر کر لے آیا اور اسے اس کی جگہ پر رکھ کر پھر مولوی قدوس کے سامنے بیٹھ گیا مولوی ابھی تک اپنی آنکھیں بند کیے ہوئے بیٹھا تھا چند لمحوں بعد اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور بابو کو بغور دیکھتے ہوئے بولے آگیا تو ہاں اب میرے پاس کیا لینے آیا ہے تیرے پاس اب کچھ نہیں بچا بابو تو نے اپنی نفس خواہش کی خاطر اپنا سب کچھ گنوا دیا ہے اور اب میرے پاس آیا ہے۔۔ ہاں میں تو ایک گناہگار انسان ہوں اور مدد کا طلبگار ہوں تو پھر میں تیری مدد کیسے کروں گا مولوی صاحب میں ٹوٹ کر بکھر چکا ہوں اور غلط راہ میں لگ کر اپنا سب کچھ گنواہ بیٹھا ہوں اور اب مارا مارا پھر رہا ہوں میری رہنمائی کیجیے۔ مجھے اپنے گناہ پر پچھتاوا ہے تو پھر تو میرے پاس کیا لینے آیا ہے اگر صحیح رہنمائی چاہتا ہے تو اپنے رب سے رہنمائی لے جو ساری کائنات کا مالک ہے اپنے گناہوں کی تو نہ کر معافی مانگ بے شک وہ رب معاف کرنے والا ہے اور رہنمائی کرنے والا ہے جو کہ بڑا ہی بے نیاز اور بزرگی والا ہے نمازیں پڑھنی شروع کر دے اس اللہ سے لو لگا لے پھر دیکھ تیری ہر مشکل حل کر دے گا میں اس سے زیادہ تیری مدد نہیں کر سکتا ہے اب تم جا سکتے ہو۔

یہ سن کر بابو مایوس ہو کر جانے لگا تو مولوی قدوس نے آواز دے کر اسے روکا اور اس بار اسے دیکھتے ہوئے بولا کہ جب بھی تمہاری کوئی الجھن آجائے تو اس چادر کو اوڑھ کر سو جانا ہر مشکل کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا بابو نے چادر پکڑتے ہوئے کہا مولوی صاحب وہ میری بیوی لبنیٰ وہ اس وقت کہاں ہے بابو اتنی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی ابھی تو تم نے لبنیٰ کا خیال اپنے دل سے نکال دینا ہے کیونکہ تم نے ابھی بہت سفر کرنا ہیں تمہارا سفر ابھی لمبا ہے ابھی تم نے اپنی خواہش کی خاطر جو کانٹے بوئے ہیں وہ تم نے خود صاف بھی کرنے ہیں اور تمہارے اس سفر میں لبنیٰ بھی مل جائے گی جاؤ اب یہاں سے مجھے اپنی عبادت کرنے دو یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہہ کر مولوی قدوس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور اپنی عبادت میں مشغول ہوگیا۔

بابو تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا اور پھر چادر اپنے جسم پر لپیٹ کر واپس سائیکل میں گھر آگیا گھر کوٹھی پہنچا تو وہاں پھر سے کہرام مچا ہوا تھا بابو کو اتنی دیر غائب دیکھ کر وہ سمجھے تھے کہ بابو پھر سے بھاگ گیا ہے بابو نے جب بتایا کہ وہ مولوی قدوس کے ہاں گیا تھا تو سب ہی چپ ہوگئے اس طرح رہتے ہوئے بابو کو دوسرا اور پھر تیسرا دن بھی گزر گیا تھا حالات کس قدر قابو میں آگئے تھے بابو اب پانچ وقت کی نمازیں بھی پڑھنے لگ گیا اور مولوی قدوس کی دی ہوئی چادر کو وہ اپنے جسم سے لپیٹے رکھتا تھا بڑی کوششوں سے بابو کو یہاں کے حالات معلوم ہوئے تھے کہ یہ صفدر صاحب کا گھرانہ تھا جس کا وسیع کاروبار وغیرہ تھا دو بیٹے تھے شاکر اور عامر تھے چار بیٹیاں تھیں جن میں سعدیہ سب سے بڑی تھی اس کی شادی جواد سے ہوئی تھی جو دنیا میں تنہا تھا چنانچہ اسے گھر داماد بنالیا گیا۔ وہ خودسر اور سرکش مزاج نوجوان تھا کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا فطرتاً انتہا پسند تھا سعدیہ بھی خود پسندی کا شکار تھیں چنانچہ دونوں میں اختلاف تھا پھر ایک دن صفدر صاحب نے اسے طلب کر کے سعدیہ کی شکایت پر برا بھلا کہا سعدیہ بھی باپ کے ساتھ تھی جواد خاموشی سے گھر چھوڑ کر چلا گیا اور پھر واپس نہیں آیا بعد میں سعدیہ کو اپنی زیادتی کا احساس ہوا صفدر صاحب بھی پشیمان تھے کہ بیٹی کا گھر بگڑ گیا تھا پھر اچانک صفدر صاحب پر دل کا دورا پڑا وہ جانبر نہ ہوسکے۔

یہ کہانی تھی جواد کی ۔۔ بابو نے اس کی تصویر دیکھی تو ششدر رہ گیا ایسا انوکھا ہم شکل شاید ہی کبھی دیکھا گیا ہو وہ لوگ کافی حد تک اس سلسلے میں بے قصور تھے بابو سوچنے لگا کہ اصولی طور پر اسے خاموشی سے نکل جانا چاہیے تھا مگر یہاں بابو کی بزدلی اسے روک رہی تھی اول تو اس کے پاس ایک روپیہ بھی نہیں تھا لباس بھی ان لوگوں کا دیا ہوا تھا لباس تک سلامت نہیں تھا اس عالم میں کیا کرتا فیصلہ۔ پھر باہر کا ہولناک ماحول ۔۔ جس دن سے وہ اس گھر میں داخل ہوا تھا باہر قدم نہیں رکھا تھا بابو کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں کئی بار اس کی نیت میں خرابی آئی تھی مگر ضمیر زندہ تھا وہ اپنے لیے اس خاندان کو فنا نہیں کر چاہتا تھا البتہ اس الجھن میں تھا کہ اس ڈرامے کو کتنا طویل کیا جاسکتا ہے سعدیہ نے بابو کو طرح طرح سے بہلانے کی کوشش کی تھی مگر بابو نے خود کو سنبھالے رکھا تھا پھر ایک دن ڈراپ سین ہوگیا شام کے پانچ بجے تھے باہر لان پر چائے کا بندوبست ہو رہا تھا کہ ایک کار اور اس کے پیچھے ایک پولیس کی جیپ اندر داخل ہوئی سب چونک کر ادھر دیکھنے لگے اس وقت سب ہی باہر موجود تھے جیپ سے جس شخص کو اتارا گیا اسے دیکھ کر بابو کا دل اچھل پڑا تھا نہایت ہی خراب حلیے میں وہ جواد ہی تھا سب دم بخود رہ گئے تھے بابو بھی اپنی جگہ ساکت تھا کار سے ایک عمر رسیدہ صاحب نیچے اترے اور نانا جان کے قریب پہنچ گئے ۔طالب صاحب۔ آپ بھی یہاں موجود ہیں۔ ہاں بچی کا اصرار تھا کہ کچھ دن کے لیے آیا ہوں مگر یہ سب ۔۔ یہ سب نانا جان بولے بڑا پریشان کن مرحلہ ہے ذرا نہیں دیکھتے یہ کون ہے۔

اتنی دیر میں تمام لوگ اس جواد کے گرد جمع ہوگئے تھے بابو کے اپنے قدم اپنی جگہ جمے ہوئے تھے گل بابو کا چیخ رہا تھا بھاگ جا بھاگ جا فوراً بھاگ جا مگر بابو نہ بھاگا۔ چچی جان میں جواد ہوں جواد مظلوم لہجے میں بولا ساتھ کھڑے پولیس آفسر نے اس کے منہ پر الٹا ہاتھ رسید کردیا تم سے بولنے کے لیے منع کیا گیا تھا آپ بھی یہاں آ۔ بایئے نووارد نے کار کی طرف رخ کر کے کہا اور کار میں سے ایک اور صاحب اتر آئے سادے لباس میں تھے مگر حلیے سے پولیس افسر معلوم ہو رہے تھے نووارد نے کہا کہ یہ میرے محکمہ پولیس کے افسر ہیں میرے پرانے ساتھی ہیں اس شخص کو گرفتار کیا ہے اور پولیس کا خیال ہے کہ یہ ایک خطرناک قاتل ہے جسے سزائے موت ہوگئی تھی لیکن یہ وہاں سے فرار ہوگیا۔ ہمارے افسر کو غلط فہمی ہوئی تھی کہ یہ صفدر صاحب کے داماد ہیں جو جام نگر کے رائیس ہیں یہ بات افسر کے علم میں آئی جبکہ وہ یہ بات جانتے ہیں کہ میں

جام نگر کا رہنے والا ہوں اور مرحوم صفدر میرے دوست تھے اب آپ فیصلہ کریں کہ آپ کو کیا کرنا ہے سب پر سکتہ طاری تھا۔

بابو خود بھی بت بنا ہوا کھڑا تھا بابو کے اندر شدید کشمکش جاری تھی وہ سمجھ تو گیا تھا کہ یہ سب کارستانی کالی چرن کی ہے اس نے اپنی شیطانی طاقت کے بوتے پر مجھے قاتل بنا کر پھانسی کے تختے سے فرار بھی کروایا تھا بابو جانتا تھا کہ ایسا سب کچھ کرنا کالی چرن کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے وہ جانتا تھا کہ وہ بے گناہ ہے اس نے کوئی قتل نہیں کیا مگر یہ سب کارستانی کالی کی تھی ۔ چچی جان اس وقت پرانی رنجشوں کو ذہن میں نہ لائیں میں موت کے دہانے پر کھڑا ہوں میری زندگی بچالیں۔ سعدیہ سعدیہ مجھے معاف کردو مجھے۔ بچالو اچانک بابو کے ذہن میں شیشہ سا ٹوٹ گیا ایک عجیب سا جذبہ دل میں ابھرا اور اندر ہی اندر سارے فیصلے ہوئے بابو ایک قدم آگے بڑھ گیا تب پہلی بار بابو کو دیکھا گیا اب ان لوگوں پر حیرت کے دورے پڑے سب ہی دھنگ رہ گئے جواد بھی حیران رہ گیا سب ہی پھٹی پھٹی نظروں سے بابو کو دیکھ رہے تھے یہ جانتے ہوئے بھی وہ بے قصور ہے اور یہ سب کیا دھرا کالی چرن کا ہے پھر بھی بابو نے کہا۔ وہ سچ کہتا ہے۔ جس کے دھوکے میں اسے پکڑا گیا ہے وہ میں ہی ہوں قدرت نے جانے کیوں ہم دونوں کو ایک ہی شکل دے دی ہے اسے چھوڑ دیں تختے سے مفرور میں ہوں شدید سنسنی پھیل گئی تھی جواد کا چہرہ کھل اٹھا تھا پولیس والوں نے بابو کو گھیر لیا۔ تم ہوش و حواس میں کہہ رہے ہو کہ تم نے یہ جرم کیا تھا ان کی بات سن کر بابو ہنس دیا اور بولا۔

سر بے ہوشی میں تو اور ہی باتیں کی جاتی ہیں اس بیچارے کو چھوڑ دیجیے یہ خوش قسمت ہے اپنے ساتھ بہت ہمدردی رکھتا ہے میرا کیا ہے مجھے تو موت نے گھیرا ہی ہوا ہے اور میں اس سے کہیں فرار نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس بیچارے کے ہاتھوں میں آپ نے ہتھکڑیاں ڈال رکھی ہیں یہ جواد ہے اور جس مجرم کو آپ تلاش کر رہے ہیں وہ میں ہوں اور میرا نام بابو ہے۔ ان کو معلوم نہ ہوا کہ بابو ہی مجرم ہے کیونکہ وہ اس کو حیرت سے دیکھ رہے تھے وہ آگے بڑھے اور چچی جان سے کہا۔ یہ کیا قصہ ہے بھابھی جان۔ لیکن چچی جان کے منہ سے کوئی بھی آواز نہ نکل رہی تھی سعدیہ دم بخود تھی تمام ہی لوگ ابھی تک برے حال میں تھے بابو کی خواہش تھی کہ یہ گھرانہ ہمیشہ خوش رہے اگر میں برباد ہوگیا ہو تو اپنی بربادی کے اثرات دوسروں پر نہ پڑنے دوں یہ سب اندر آگئے اور بابو سے پوچھا کہ اگر تم ہی مجرم تھے تو پھر تم نے اس گھر میں پناہ کیوں لی ان کی بات سن کر بابو نے چچی جان اور سعدیہ کی طرف دیکھا عامر شاکر اور نانا جان بھی تھے پھر بابو نے آہستہ آہستہ سے کہ بس اسے لالچ سمجھ لیجیے میں اس گھر میں پناہ لینے اور اس گھر کی دولت بٹورنے آیا تھا لیکن حق حق ہی ہوتا ہے سر جواد یہ ہیں اور میرا نام بابو ہے سب ہی اس کے فیصلہ سے مطمئن نظر آنے لگے تھے بابو کو جب لے جانے لگے تو سب ہی رو دیئے تھے بابو نے کہا چچی جان میرا پرانا لباس پڑا ہوا ہے ناں وہ دے دو اور پھر وہ اسے اپنے ساتھ لے گئے۔

ان کے دل میں الجھن سی تھی کہ بابو نے جو کچھ کیا ہے وہ جواد کو بچانے کے لیے کیا ہے اسے کھانا دیا گیا تو اس میں گوشت کا ایک بڑا سا ٹکڑا تھا جونہی بابو نے اس کو پکڑا تو وہ اس کے ہاتھ میں آنے کی بجائے اس کی کلائی پر چڑھ گیا۔ تب بابو نے اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھا وہ گوشت کا ٹکڑا نہ تھا بلکہ ربڑ جیسا انسانی جسم تھا چلتا پھرتا متحرک مجسمہ وہ اس کے کندھے پر چڑھ گیا سہشت سے اس کے رونگھٹے کھڑے ہوگئے تھے بابو بیشک بدترین حالات کا شکار تھا لیکن انسان تو تھا بدروحوں کے درمیان تو نہیں رہا تھا۔ ۔۔سب کچھ تو ہمیشہ نہیں دیکھا جاتا بدن میں سرد لہریں دوڑ رہی تھیں حواس معطل ہوئے جارہے تھے بابو کے حلق سے چیخیں نکل رہی تھیں بابو نے اسے جھٹکنے کی کوشش کی لیکن اس نے بابو کا کان پکڑلیا اور اس طرح گرنے سے بچ گیا اس کی انگلیاں ننھے ننھے کانٹوں کی طرح چبھ رہی تھیں پھر اس کی منحوس آواز ابھری مرے کیوں جارہے ہو میاں جی ۔۔ ہماری تمہاری تو پکی دوستی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے اب تو ہم سے گھبراؤ نہیں نیچے اتر مردود میں تجھے مار ڈالوں گا بابو نے دہشت سے بھنچی ہوئی آواز میں کہا۔ ارے ارے اچھل کود کرو گے تو سب ہی تم کو پاگل سمجھیں گے اور پاگلوں کو پاگل خانے میں ڈالتے ہیں کیوں آیا ہے ۔مردود تو یہاں تو نے میرا سب کچھ تو ختم کر دیا ہے تباہ برباد کر کے رکھ دیا ہے مجھے اب تو تو نے قاتل بھی بنا کر لاک اپ میں پھنسا دیا ہے مجھے ختم کر دے ایک بار مار دے مجھے۔

نہ بابو نہ ابھی سے گھبرا گیا تو۔ہاں ابھی تو بہت کچھ سہنا ہے تمہیں اور جس خاندان کے اندر میں نے تمہیں بھیجا تھا وہ بھی مرے دشمن ہیں میں نے سوچا تھا کہ وہاں جا کر تو ان کی عزت پامال کرے گا ان سے بھی میرا بدلہ پورا ہو جائے گا اور تو بھی مارا جاتا مگر تو نے سب کچھ الٹ کر دیا سب کچھ ہی اور تو اور نمازیں بھی شروع کر دی ہین اور ہاں میں نے ہی قتل والے معاملے میں اپنی طاقتوں کے ذریعے تمہیں پھنسایا ہے اب دیکھوں گا کہ تو کیسے بچے گا یہ کہہ کر کالی چرن نے قہقہہ لگانا شروع کر دیا ہے اسے یوں ہنستا ہوا دیکھ کر بابو بولا کالی چرن تو جتنا ظلم ستم کر لے مگر مارنے والے سے بچانے والا بہت بڑا ہے اور مجھے اس قتل والے معاملے میں سے بھی ایسے نکال دے گا جیسے دودھ میں سے مکھی۔بابو کے منہ یہ سن کر کالی چرن غصے سے بولا ابھی دیکھ تجھے مزا چکھاتا ہون اس سے پہلے کہ کالی چرن کچھ کرتا اچانک بابو کے پیچھے سے وہ سنہری ناگن پتہ نہیں کہاں سے نمودار ہوئی اور بابو کے کندھے پر بیٹھے ہوئے کالی چرن پر ایک جھٹا مارا اور اسے ایک طرف دے مارا اور کالی چرن دیوار سے ٹکرا کر غائب ہو گیا وہان اب صرف وہ سنہری ناگن کنڈلی ماری بیٹھی تھی اور بابو کو تکی جا رہی تھی بابو حیران و پریشان گم وصم بیٹھا یہ سب کاروائی دیکھتا رہا کہ اور سوچ رہا تھا کہ یہ ناگن اب پھر اچانک یہاں اس کی جان بچانے آ گئی آخر یہ چاہتی کیا ہے وہ بولنے سے بھی قاصر تھی بابو تو اس سے اپنی بات کہہ سکتا تھا پر اس کی بات نہ سمجھ سکتا تھا۔

بابو چند لمحے تک تو حیران و پریشان سنہری ناگن کو دیکھتا رہا پھر بولا آخری تم ہو کون کیا چاہتی ہو میں نے ایک بار صرف تمہاری جان بچائی تھی مگر تم تو ہر بار ہی میری جان بچانے آ جاتی ہو آخر کیوں میری اتنی مدد نہ کیا کرو میں خود ہی اتنا حالات کا مارا ہوا ہوں اگر میری منحوست کے سائے تمہارے اوپر پڑھ گئے تو تم زندگی میں بھی بہت سی تبدیلاں آ جائیں گی بابو کی بات سن کر وہ رینگتی ہوئی آئی اور بابو کے ہاتھ پر ایسے اپنا پھن رکھ دیا جیسے اس کے ہاتھ کا بوسہ لے رہی ہو پھر رینگتی ہوئی دیوار کے بنے ہوئے ایک سوراخ میں سے نکل گئی اور بابو اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا اس کے بعد بابو کا کچھ کھانے کو دل نہیں کیا اور پھر عشاء کی نماز پڑھ کر سو گیا وہاں رہتے ہوئے بابو کو تین چار دن گزر گئے ایک روز سر نے بابو کو بتایا کہ سعدیہ کے گھر والے تمہارے لیے اپنا پیسہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں تا کہ تم باعزت بری ہو جاؤ اس طرح دو تین اور روز گزر گئے بابو نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہا ایک روز صاحب جی صبح سویرے ہی آ گئے اور بابو کو سینے سے لگا کر بولے تم کو رہائی مل گئی ہے یہ سن کر بابو حیران سا رہ گیا اور بولا کیسے۔تو وہ جس کا قتل تم نے کیا تھا یا نہیں کیا تھا وہ رب جانتا ہے پر اس کے گھر والون سے نانا جان ملے ان سے منتیں کیں اور ان کے قتل کا ہرجانہ دیا تو وہ مان گئے اب تم جا سکتے ہو باہر نانا جان کار میں بیٹھے تمہارے انتظار میں ہیں۔

بابو حیران پریشان ان سے مل کر باہر گیا تو وہاں نانا جان کو اپنا منتظر پایا نانا جان بابو کو گلے سے لگا کر خوب ملے اور وہ دونوں کار میں بیٹھ کر کوٹھی پہنچ گئے وہاں سب لوگ ہال نما کمرے میں بابو کے منتظر تھے خاتون بیگم سعدیہ جواد عامر اور رشا کر اور سب لڑکے لڑکیاں موجود تھیں بابو جیسے ہی ہال نما کمرے میں نانا جان کے ساتھ داخل ہوئے سادیہ بھائی جان کہہ کر بابو کے سینے سے لگ کر رو دی بھائی جان مجھے معاف کر دو ہم سب کو معاف کر دو خاتون بیگم بھی بولی ہاں بیٹا ہم سب کو معاف کر دو تم سے بیٹا جتنے دن تم یہاں رہے ہو تم ہم سب کو گمراہی کی راہ سے نکال کر صحیح راہ میں ڈالا ہے نہیں چچی جان یہ تو بس اللہ تعالیٰ کی

محبت جس سے بھی ہو

تحریر: بابر علی سحر — سمندری

"یار پتہ نہیں کیوں مجھے بس تنہائی ہی پسند ہے، جی کرتا ہے یونہی کسی ویران جگہ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلا جاؤں، جہاں کوئی آئے نہ جائے، صرف میں تنہا ہی رہوں۔ دور دور تک بس ویرانہ ہی ویرانہ ہو۔ لیکن کیا کروں میں! نجانے کیوں مجھے تنہائی سے اتنا پیار ہے۔" عامر نے اداس چہرے سے غم کی پرچھائیاں ہٹاتے ہوئے محسن سے کہا۔ جو کافی دیر سے اس کی باتیں سن سن کر اکتا گیا تھا۔ "لیکن کیوں تمہیں اتنا تنہائی سے لگاؤ ہے، یا تو تم نے کسی سے کبھی پیار کیا تھا، یا پھر اپنی زندگی سے اکتا گئے ہو۔" محسن نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ "یار محسن اگر کہیں کوئی محبوب مل جائے مجھے یو یقیناً میرا یہ انداز زندگی ضرور بدل جائے گا۔" عامر نے کہا۔ کیا مطلب ہے تیرا، کہ ابھی تک تجھے کسی سے پیار نہیں ہوا، محسن نے عامر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، نہیں ابھی تک تو نہیں، چلو چلیں ٹائم کافی ہو چکا ہے، عامر نے اٹھتے ہوئے کہا اور وہ دونوں گھر کی طرف چل پڑے۔ لیکن جاتے وقت عامر کو بار بار یہ محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی ان کا پیچھا کر رہا ہے، مگر اس نے زیادہ غور نہ کیا، گرمیوں کی اس رات وہ گیارہ بجے کے قریب اپنے اپنے گھر چلے گئے تھے۔ ہر طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا، ہر سو ہو کا عالم منڈلا رہا تھا۔ گھر جاتے ہی عامر اپنے بیڈ روم میں چلا گیا اور پنکھا چلا کے بیڈ پر لیٹ گیا مگر اسے نیند نہ آ رہی تھی وہ مسلسل چھت پر لگے ہوئے پنکھے کو گھومتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اچانک اسے ایسا لگا جیسے کوئی نادیدہ مخلوق اس کے ساتھ ہے، اس کی سانسوں کی گرم لمس محسوس کر کے عامر کا دل ڈوبنے لگا۔ اس نے اٹھنا چاہا لیکن جسم نے ساتھ نہ دیا۔ اس کی آواز حلق میں کہیں اٹک گئی، وہ آنکھیں پھاڑے ادھر ادھر بس دیکھے ہی جا رہا تھا، "عامر ڈرو مت" میں تجھے کچھ نہیں کہوں گی۔ وہ یہ آواز سن کر چونک گیا اور فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا، اس کے سامنے ایک خوبصورت دوشیزہ کھڑی تھی۔ وہ دوشیزہ سرخ لباس میں ملبوس اسے ہلکی سی مسکراہٹ سے دیکھے جا رہی تھی اور پھر عامر کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔ وہ عامر کے دل میں اتر چکی تھی۔ پل بھر میں وہ اسے دل و جان سے چاہنے لگا، اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ ایک جن زادی ہے۔ دھیرے دھیرے ان کی ملاقاتوں کا تسلسل چل پڑا اور دن کے بعد ہفتے اور پھر سال یونہی گزر گئے اور وہ ایک دوسرے کے قریب سے قریب ترین ہو گئے، اب عامر ہر رات وہاں جاتا ہے جہاں وہ دوشیزہ اسے ملنے کے لئے بلاتی ہے۔ آج انہیں پورے تین سال کا عرصہ ہو چکا ہے ملتے ہوئے۔ عامر کے لئے کئی لڑکیوں کے رشتے آئے لیکن عامر انہیں با آسانی جھٹلا دیتا، اسکے گھر والوں کو بھی اس بات کا پتہ چل چکا ہے۔ لیکن وہ بیچارے عامر کو کچھ بھی نہیں کہہ سکتے، عامر آج بھی اسے ملنے کے لئے جائے گا۔ یہ کہانی لکھنے کے لئے بھی مجھے عامر نے ہی کہا ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ وہ جن زادی ہے اور وہ اس صوفیہ نامی مسلمان لڑکی کے لئے جان بھی دے سکتا ہے لیکن میں اکثر سوچتا ہوں کہ آخر یہ تسلسل کب تک چلے گا مگر دعا ہے کہ وہ کبھی جدا نہ ہوں۔

◆✻◆

نیری سسکیاں ابھرتیں میری نبض
ڈوب جاتی میری موت کا منظر بڑا یادگار ہوتا
(وقار علی بھیو، جیکب آباد)

وہ ساتھ تھا تو کوئی جانتا نہ تھا
بچھڑا تو شہر بھر کی شناسائی دے گیا
(سید ظفر عباس کاظمی، کمال آباد راولپنڈی کینٹ)

مر جائے تو بڑھ جاتی ہے انسان کی قیمت
زندہ رہے تو جینے کی سزا دیتی ہے دنیا
(شہزادہ سکندر نعل آریہ، ننگل سوتکان ظفروال)

دودھ میں چاول ڈالیں تو اسے کھیر کہتے ہیں
محبت میں جوتے پڑیں تو اسے تقدیر کہتے ہیں
(شیخ امجد عباس کنول پریمی، موتی بازار بھابڑہ)

جس کے انتظار میں بیت گئی زندگی میری
افسوس وہ ملا تو سہی لیکن اجنبی کی طرح
(عمران فیصل گل، طور جہلم)

بدل گیا وہ تو کیا ہوا ہے پریمی
کبھی اس نے بھی چاہا ہے مجھے اپنوں کی طرح
(شیخ امجد عباس کنول پریمی، بھابڑہ)

محبت کر کے بھی دیکھا ہے محبت میں بھی دھوکہ ہے
یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کون کسی کا ہوتا ہے
(محمد یونس مغل، لمیاں پٹیاں مظفر آباد)

سپیروں نے یہ کہہ کر سانپوں کو روک لیا
کہ یہ انساں کا انساں کو ڈسنے کا موسم ہے
(سید علی حسنین گجرات)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے مگر بابو کا دل رو رہا تھا کیوں کہ وہ وہ نہیں تھا جس کے لیے خوشیاں منائی جا رہی تھیں سعدیہ بھی بجھی بجھی سی تھی خوب ہنگانہ رہا تھا۔

سعدیہ کی والدہ ان دونوں کا جائزہ لے رہی تھیں رات کے کھانے کے بعد انہوں نے بابو سے تنہائی میں کہا لگتا ہے جواد تمہارے درمیان اختلاف دور نہیں ہوا بابو کو موقع مل گیا اس نے کہا یہ بات نہیں ہے چچی جان ہم دونوں کے درمیان سمجھوتا ہوا ہے۔ کیا۔ کہ ہم ایک ماہ تک اپنا تجزیہ کریں گے الگ الگ رہ کر یہ فیصلہ کریں گے کہ مستقبل میں ہمیں ایک دوسرے کے جذبات کا کس طرح خیال رکھنا ہوگا بات کچھ سمجھ نہیں آئی سعدیہ کی والدہ ساجدہ بیگم بولیں اگر آپ اسے ہم ہم دونوں کے درمیان رہنے دیں تو اچھا ہے چچی جان بابو نے عاجزی سے کہا الگ الگ رہنے سے تمہاری کیا مراد ہے۔ میرا مطلب ہے کہ ہمارے درمیان تعاون اور مفاہمت رہے گی بس قربت نہیں ہوگی تم دونوں ہی سر پھرے ہو مگر اب تم یہاں سے جاؤ گے نہیں جی چچی جان بابو نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا ذاتی طور پر مجھے تم سے بے حد شکایت ہیں کیوں چچی جان ۔ یہ معلوم ہوں ے کے باوجود کہ صفدر اس طرح ہمارے درمیان سے چلے گئے تمہارا دل نہ پسیجا اور تم نے عادت کے مطابق ڈرامہ رچایا کہ تم جواد نہیں ہو حالانکہ اس وقت تمہیں ساری رنجشیں بھول کر ہم سے افسوس کرنا چاہیے تھا ہمارا سہارا بننا چاہیے تھا تمہیں اندازہ نہیں کہ ہم کیسی زندگی گزار رہے ہیں بچے مرجھا کر رہ گئے ہیں۔ اگر تمہاری اب بھی ضد ہے تو جام نگر کیوں اترے تھے کاش میں آپ کو ساری حقیقت بتا سکتا۔

چچی جان میں نے بڑی دعائیں کی ہیں تمہاری واپسی کے لیے سعدیہ اپنے رویئے پر کتنا افسوس کرتی رہی ہے تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا بہر حال کوئی کسی کے دل میں داخل نہیں ہو سکتا سونے کا انتظام بابو نے دوسرے کمرے میں کیا تھا سعدیہ کو بھی بتانا ضروری تھا محسوس نہ کرنا سعدیہ یہ ضروری ہے تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے دوسروں کے سامنے رسوا نہیں کرو گے ہاں سوری میں آپ کو رسوا نہیں کرنا چاہتا بابو نے آہستہ سے کہا جیسے تمہاری مرضی اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا اس کے بعد بابو چلتا ہوا باہر باغ والے حصے میں آ کر چہل قدمی کرنے لگا اتنے میں اسے مالی کی آواز سنائی دی وہ دوسرے نوکر کو کہہ رہا تھا کہ یہ سب مولوی قدوس کی دعاؤں کا نتیجہ ہے جو جواد صاحب آ گئے واپس اور اللہ نے اس گھر کی بھی سن لی اور ایک بار پھر اس گھر میں خوشیاں آ گئیں ان کی باتیں سن کر بابو سوچنے لگا کہ مولوی قدوس اگر اتنے اچھے عامل ہیں تو کیوں نہ میں ان سے اپنی مدد کے بارے میں کہوں اور کالی چرن سے جان چھوٹ جائے یہ سوچ کر بابو مالی کی طرف بڑھا بابو کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر مالی چپ ہو گیا یہ مولوی قدوس کیسے آدمی ہے۔

بابو نے ان کے پاس آ کر پوچھا صاحب مولوی قدوس بہت پہنچے ہوئے ہیں جو ان کے پاس جاتا ہے وہ فیض یاب ہوتا ہے وہ رہتے کہاں ہیں بابو نے پوچھا تو مالی نے پتہ سمجھانا شروع کر دیا اس کے بعد بابو نے مالی سے کہا کہ وہ اپنی سائیکل دے تا کہ وہ مولوی قدوس سے ملنا چاہتا ہے مالی نے کہا صاحب آپ ڈرائیور کو کہہ دو وہ آپ کو لے جائے گا مگر بابو نے کہا کہ وہ سائیکل پر ہی جائے گا یہ کہہ کر بابو نے مالی کی سائیکل پکڑی اور چلاتا ہوا باہر نکل گیا بابو مالی کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق سب سے پہلے ٹالی کے درختوں کے قریب بہتی ہوئی نہر پار کی پھر نشیب میں بنی ہوئی کھاتی پگڈنڈی میں سائیکل اتار دی بابو نے دانستہ سائیکل کی رفتار درمیانی رکھی تھی تا کہ جلدی تھک نہ جائے اس بل کھاتی ہوئی پگڈنڈی پر دائیں بائیں خودرو جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں بابو کا ذہن لبنیٰ کی طرف نکل گیا تھا کہ نجانے وہ کس حال میں اور کہاں ہوگی اور کالی چرن سے کیسے چھٹکارہ پائے گا شاید مولوی قدوس اس معاملے میں اس کی کوئی مدد کر دے یہ سوچتا ہوا بابو آگے سائیکل چلاتا ہوا جا رہا تھا کہ اچانک بابو کی آنکھوں میں ایک جھاڑی کی طرف سے چمک کی روشنی پڑی تو بابو نے سائیکل روک لی کہ اس جھاڑی کے پاس کیا ہے جو چمک رہی ہے بابو سائیکل کھڑی کر کے اس جھاڑی کے پاس گیا

کرم نوازی ہے ورنہ میں تو خود گناہ گار انسان ہوں اور مصیبت کا مارا ہوا تو سعدیہ نے بابو کے سینے سے اپنا سر اٹھا کر ضد کرتے ہوئے کہا۔

تو بس بھائی اب ہم آپ کو اپنے ساتھ ہی رکھیں گے اور کہیں بھی نہیں جانے دیں گے بس بھائی جان یہ ہمارا فیصلہ ہے نانا جان بھی بولے ہاں بیٹا اب ہم سب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتے سب لڑکے اور لڑکیاں بھی ضد کرنے لگی کہ بھائی آپ رک جاؤ بس پھر بابو بولا میں رک تو جاؤں گا آپ لوگوں کی محبت دیکھ کر میرا ابھی دل نہیں کر رہا جانے کو۔ مگر میرا ابھی سفر باقی ہے ابھی میں نے بہت آگے جانا ہے اپنے ادھورے کام پورے کر کے تمہاری بھابھی یعنی میری بیوی لبنیٰ کو حاصل کر کے پھر میں آپ لوگوں کے پاس آؤں گا تو کیا آپ مجھے اپنے گھر کا فرد بناؤ گے چچی جان آگے بڑھ کر بابو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا بیٹا میری دعائیں تمہارے ساتھ ہین ہمیشہ خوش رہیں اور تم اس گھر کے فرد نہیں بڑے بیٹے ہو جاؤ اور جا کر میری بہو کو لے کر آؤ ہم سب کو تمہارا انتظار رہے گا اس کے بعد کچھ پیسے بابو کی جیب میں زبردستی ڈال دیئے اور بابو ان سب کو روتا ہوا چھوڑ کر باہر نکل آیا بابو بہت افسردہ تھا اس کو یہاں پر بہت پیار ملا تھا بڑی اپنائیت ملی تھی دل دکھ رہا تھا اس جگہ کو چھوڑتے ہوئے بابو نے یہاں سے سیدھا ریلوے اسٹیشن کا رخ کیا اور جو یہاں پہلی ٹرین آئی اس میں بیٹھ گیا۔ یہ معلوم کئے بغیر کہ یہ کہاں جا رہی ہے ٹرین میں طرح طرح کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے ہمیشہ ہی ہوتے تھے یہ بابو کا پہلا تو سفر نہیں تھا یہ سب بابو سے کتنے مختلف ہیں بے شک ان کے ساتھ مسائل ہوں گے مگر بابو سے مختلف یہ ان کا حل تو پا سکتے ہیں پر بابو کی مشکل کا تو کوئی حل دور دور تک نہیں ہے بابو کے ذہن میں تو کوئی بھی راستہ نہ تھا نجانے اس کی انتہا کیا ہے بابو سوچنے لگا کہ اب تو درد ہی دوا بنتا جا رہا ہے اتنی مشکلیں آ گئی ہیں زندگی میں کہ آنے والی کسی مشکل کا خوف باقی نہ رہ گیا تھا۔

ہاں اتنا ضرور تھا کر سکتا تھا کہ کسی اور کو میں اپنی مشکل کا شکار نہ ہونے دوں اور یہ کر بھی رہا تھا میں ان مشکلات میں جینا سیکھ رہا تھا مگر ان محبتوں کا کیا کرتا جو دل کے گوشے میں جاگزین تھیں ان پیاروں کو کیسے بھول سکتا تھا جن کے ساتھ ہوش کی صبح ہوئی تھی سچی بات ہے کہ اب تو زندگی سے دلچسپی ہی نہیں رہ گئی تھی مگر وہ منحوس کالی چرن مجھے مرنے تو دے سوچتے ہوئے بابو کی آنکھوں میں غنودگی سی آ گئی شاید کچھ نیند کے جھونکے بھی آ رہے تھے قریب بیٹھے ہوئے ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے ہمدردی سے کہا نیند آ رہی ہے بیٹا۔ لو لیٹ جاؤ سو جاؤ ہم جاگتے رہے نہیں بابا جی شکریہ آپ کو تکلیف ہوگی۔ بہ بیٹا نہ کاہے کی تکلیف سفر ہے کتنا کٹ جاوے گا لیٹ جاؤ آپ مجھ سے باتیں کریں بابا جی چپ چاپ بیٹھا ہوا تھا اس لیے نیند کے جھونکے آنے لگے بابو نے مسکرا کر کہا تمہاری مرضی بیٹا آپ کہاں جا رہے ہیں بابا جی۔ ساؤتھ پور جا رہا ہون بیٹا کا سسرال ہے اسے لینے جاوے ہیں کہاں کے رہنے والے ہین گاؤں ہریالی ہے گاؤں کا نام کر بابو کو کچھ پرانے شناسا لوگ یاد آ گئے بابو نے کسی قدر بے صبری سے پوچھا آپ ہریالی کے رہنے والے ہیں ہاں بیٹا کیوں کیا نام ہے آپ کا۔

بابو نے پوچھا رحمت بخش۔ آپ تو وہاں کے رہنے والے سب لوگوں کو جانتے ہوں گے وہاں پرکھوں سے آباد ہیں پر اب نئی نگری بس گئی ہے کچھ نئے لوگ آباد ہو گئے ہین وہان ایک نیک بزرگ رہتے تھے بوڑھے سچے اور دیندار آدمی تھے میں ان کا نام بھول گیا ہوں پرانے آباد تھے ہاں رحمت وہ بہت پرانے آباد تھے بابو نے امید بھرے لہجے میں کہا بڑے بڑے اچھے ہین۔ وہاں ایک ہندو بابا آ گیا تھا جس نے گاؤں کو برباد کرنا شروع کر دیا تھا اس کا نام کالی چرن تھا وہ ہے تو ایک انسان اور کالے جادو کا ماہر ہے ایس اتنی بڑی قوت کیسے حاصل ہو گئی اگر اس سے زیادہ طاقت والے سفلی علوم کے ماہر ہین کیا انہیں کالی چرن کے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا یا پھر اس کے سامنے ایسی قوتیں لے آئے جائیں جو اس کو مات دے سکے بابا رحمت بابو کا چہرہ دیکھتا رہا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا ساتھ پور گئے ہو کبھی نہیں بابا جی کبھی نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا تو پھر یہ سب کیسے جانتے ہو پھر باتوں کا سلسلہ رک گیا۔ بس ایسے ہی اور پھر سفر خاموشی سے جاری رہا نجانے بابو کب سو گیا۔

دن کی روشنی میں بابو کی آنکھ کھلی تھی گرمی لگ رہی تھی ریل کے پنکھے نجانے کیوں بند ہو گئے تھے بابا رحمت بھی موجود نہیں تھے بابو نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ ان کا اسٹیشن آ گیا ہو ریل کے پہیے رگڑ رہے تھے شاید بریکیں لگ رہی تھی کوئی اسٹیشن آ رہا تھا کوئی جا رہا تھا کھڑکی سے باہر خالی خالی عمارتیں نظر آ رہی تھیں بابو انہیں دیکھنے لگا رانی پور کا اسٹیشن تھا پتھر کی سل پر یہ نام لکھا ہوا تھا کھڑکی سے باہر پلیٹ فارم پر جمی ہوئی تھی جہاں اکا دکا لوگ نظر آ رہے تھے آگے والے ڈبوں میں سے اترے ہوئے لوگ ابھی اپنا سامان ہی سنبھال رہے تھے بابو نے ایک برقعہ پوش عورت کو دیکھا جو شاید تنہا تھی اس نے ایک وزنی ٹوکری سنبھالی ہوئی تھی جو اچانک نیچے گر گئی ٹوکر چٹائی کی بنی ہوئی تھی اور اس کا ہینڈل ٹوٹ گیا تھا کچھ سامان نیچے گرا تو عورت نے گھبرا کر اپنے برقع کا نقاب الٹ دیا اور اچانک بجلی سی چمک گئی یہ سارا کھیل ایک لمحے کا تھا بابو کے ڈبے نے پلیٹ فارم کا آخری سرا چھوڑ دیا ٹرین رفتار پکڑنے لگی مگر اس الٹے ہوئے نقاب سے جو چہرہ نمودار ہوا تھا اس نے بابو کے پورے وجود کو لرزا دیا تھا وہ بابو کی بیوی لبنیٰ تھی اہ وہ اپنی بیوی کو نہ پہنچانتا کچھ لمحے تو بابو کے حواس ہی معطل رہے سوچنے سمجھنے کی قوتیں مفلوج ہو گئی مگر پھر ایک دم بابو کو ہوش سا آ گیا بابو دیوانہ وار اپنی جگہ سے اٹھا اور ممکن تھا کہ چلتی ٹرین سے چھلانگ لگا دیتا مگر ہاتھ زنجیر پر جا پڑا تھا اور ذہن نے ساتھ دیا تھا چنانچہ پوری قوت سے کھینچ دی لوگ چونک کر بابو کی اضطراری حرکتوں کو دیکھنے لگے کسی نے کچھ کہا بھی تھا۔

بابو دروازے پر پہنچ گیا اور آدھا نیچے لٹک گیا لوگ چیخنے لگے تھے مگر کسی کی آواز اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی ٹرین کی رفتار مدہم ہونے لگی اور پھر اتنی مدہم ہو گئی کہ بابو کو زمین نظر آنے لگی تو بابو نے چھلانگ لگا دی پلیٹ فارم کافی دور ہو گیا تھا پیچھے کیا ہوا بابو کو کچھ معلوم نہیں تھا بس وہ بے تحاشہ پلیٹ فارم کی طرف بھاگ رہا تھا بابو سوچنے لگا کہ لبنیٰ آہ وہ یہاں کیا کر رہی ہے وہ ٹرین میں تنہا کہاں سے آئی تھی لبنیٰ بابو کی بیوی پیروں میں پنکھ لگ گئے تھے خاصا فاصلہ تھا مگر بابو نے برق رفتاری سے طے کر لیا اور پلیٹ فارم پر پہنچ گیا سانس بری طرح پھول رہا تھا آنکھوں کے آگے اندھیرا اچھل رہا تھا مگر بابو آنکھیں پھاڑے لبنیٰ کو تلاش کر رہا تھا وہ اب پلیٹ فارم والے راستے کی طرف بڑھ گیا چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا بہت کم لوگ نظر آ رہے تھے بابو نے ہر طرف نظر دوڑائی مگر لبنیٰ نظر نہیں آئی کچھ فاصلہ پر دو تانگے کھڑے تھے ایک آگے تھا اور دوسرا اس سے پیچھے تھا بابو اس کے قریب پہنچ گیا۔

ابھی ابھی یہاں تم نے کسی لڑکی کو دیکھا ہے بابو نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ پوچھا اور تانگے والا منہ پھاڑ کر بابو کو دیکھنے لگا ایک لڑکی برقع پوش تھی ہاتھ میں ٹوکری تھی بابو نے پھر کہا۔ ہاں جی تانگے والا بولا۔ کہاں گئی ہے بابو نے پھر کہا ہمارے کو کیا معلوم جی۔ اوہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم نے اسے دیکھا ہے دیکھا تو ہے جی مگر وہ کدھر گئی ہمیں کیا معلوم پیدل گئی ہیں بابو کا سانس بحال ہوتا جا رہا تھا نہیں جی سجو کے تانگے میں گئی ہے او ہو تو یہ کہو چلو تم بھی چلو بابو اس تانگے پر چڑھ گیا اور تانگے والا حیرانگی سے بابو کو دیکھنے لگا عجیب بے وقوف آدمی ہو چلتے ہو یا میں تمہارا تانگہ لے جاؤں بابو نے دانت پیس کر کہا ارے نہیں جی مگر جاؤ گے کہا اور وہ اچک کر تانگے پر چڑھ گیا۔ اور اس نے گھوڑے کی لگامیں باندھ لیں آگے بڑھو بابو نے غرا کر کہا اور تانگے والا گھوڑے کو بھگانے لگا سڑک پتلی سی تھی ناہموار اور سرخ اینٹوں سے بنی ہوئی تھی جو زیادہ سے زیادہ تر جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی اور ان پر جگہ جگہ گھوڑوں کی لید پڑی ہوئی نظر آ رہی تھی دور سے دکانیں اور عمارتیں نظر آ رہی تھیں آگے والا تانگہ ابھی تک نظر نہیں آ رہا تھا بابو نے تانگے والے کے شانے پر ہاتھ رکھا اور وہ اچھل پڑا بابو کے رویئے اور انداز سے وہ کچھ خوفزدہ ہو گیا تھا کیا بات ہے جی۔ اس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔ معاف کر دوست وہ برقع پوش لڑکی میری بیوی ہے

جو مجھ سے بچھڑ گئی ہے اور بہت دن کے بعد وہ نظر آئی ہے اس لیے میں پریشان ہوں ذرا تانگے کی رفتار تیز کر کے سجو کے تانگے کو پکڑو جتنے پیسے مانگو گے دوں گا اچھا جی اس نے ایک طرف اڑسا ہوا سانٹا نکال لیا اور پھر گھوڑے کو ہدایت دینے لگا۔

یہ سڑک سیدھی گئی ہے چوراہے تک جی اوہ ذرا جلدی چلو کہیں وہ دور نہ نکل جائے بابو نے بے چینی سے کہا اور تانگے والے نے پھر گھوڑے سے گفتگو کی مگر گھوڑے سے اس کے تعلقات زیادہ بہتر نہیں تھے اس لیے وہ اس سے تعاون نہیں کر رہا تھا وہ چوراہے پر پہنچ گئے اور تانگے والے نے ایک جائز سوال کر دیا اب کدھر چلوں جی۔ بابو کیا جواب دیتا بس آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا تانگے والے نے خود ہی یہ الجھن حل کر دی وہ جا رہا ہے سجو کا تانگہ بابو اچھل پڑا۔ کہاں وہ ادھر گیا ہے دور ہے تو چلو ناں۔ کہیں اوجھل نہ ہو جائے بابو نے کہا اور تانگے والے نے گھوڑے کو چابک لگانے شروع کر دیے خدا خدا کر کے بابو نے بھی سجو کا تانگہ دیکھا وہ بھی اس لیے کہ اس کی رفتار سست تھی اور پھر وہ وہاں تک اس وقت پہنچے جب وہ رک گیا برقع پوش لڑکی کی ایک جھلک بابو نے دیکھی وہ ایک مکان کے دروازے کے اندر داخل ہو گئی بابو گہری سانس لے کر نیچے اتر گیا تانگے والے کو بابو نے ایک نوٹ دیا تو وہ بولا چھوٹے نہیں ہیں جی۔ جاؤ بھئی خدا کے لیے جان چھوڑ دو بابو نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا اور آگے بڑھ گیا لبنیٰ اس کے سامنے والے مکان کے دروازے سے اندر داخل ہوئی تھی اور اسی دروازے کی دوسری طرف یقیناً لبنیٰ ہو گی بابو سوچنے لگا۔

آہ آنکھیں ترس گئی تھیں ان کی صورتوں کی اب تو ان کے چہرے بھی دھندلا گئے ہیں۔ لبنیٰ میری روح ماموں اور چاچا چاچی میری وجہ سے دربدر ہوئے ہیں رانی پور اس شہر کا نام تھا ہمارا یہاں کبھی بھی واسطہ نہیں رہا تھا نجانے کن حالات کے تحت انہوں نے ادھر کا رخ کیا ہو گا اور وہ مجھ سے زیادہ دور نہیں تھے کیسے جاؤں گا ان کے سامنے کیا ہو گا وہاں جا کر کیسے بلکیں گے وہ قدم من من بھر کے ہو رہے تھے بدن ڈھلا جا رہا تھا اور منحوس کالی چرن نے تو کچھ اور کہا تھا یہ سارے خیالات ان چند قدموں کا فاصلہ طے کرتے ہوئے بابو کے دل میں آئے تھے عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی نجانے بابو نے کس طرح دروازے کی زنجیر بجائی ایک بار۔ دوسری بار تیسری بار۔ پھر دوسری طرف کچھ آہٹیں سنائی دی زنجیر ہلی اور بابو کی روح آنکھوں میں آ گئی کہ اب لبنیٰ کا چہرہ نظر آئے گا مگر دوروازہ کھلا تو ان میں سے ایک چہرہ بھی آنکھوں سامنے نہیں تھا وہ ایک باریش بزرگ لمبی ڈاڑھی سفید کپڑے چہرے پر نرمی تھی جی کس سے ملنا ہے انہوں نے نرم لہجے میں پوچھا۔ وہ وہ میرے چاچا۔۔ میاں ہم رہتے ہیں یہاں کوئی تمہارا چاچا نہیں رہتا۔ لبنیٰ۔ بابو کی آواز رندھ گئی اور وہ چونک کر دیکھنے لگے جیسے وہ بابو کی کیفیت پر غور کر رہے ہوں بابو کے چہرے پر مایوسی کی لہر چڑھ گئی تھی آنسو آنکھوں میں امڈ آ رہے تھے حلق بند بند سا ہو گیا تھا ان چند قدم کا فاصلہ تو بابو نے خوابوں کے محل بنا چھوڑے تھے مگر یہ سب کچھ۔ کہاں سے آئے ہو یہاں کے تو نہیں لگتے ہو بزرگ نے پوچھا۔ میرے چاچا ماموں اگر یہاں نہیں رہتے تو لبنیٰ یہاں کہاں سے آ گئی بابو نے بزرگ کے عقب میں اندر جھانکا دیکھا اور بولا جناب یہاں ابھی میری بیوی آئی ہے لبنیٰ ہے اس کا نام سیاہ برقعہ پہن رکھا تھا اور چٹائی کی بنی ہوئی ٹوکری تھی وہ میری بچھڑی ہوئی بیوی ہے ریلوے پلیٹ فارم سے ٹرین نکل چکی تھی میں چلتی ٹرین سے نیچے کود پڑا اور اسے ڈھونڈنے لگا اور ڈھونڈتا ہوا یہاں تک آ گیا۔ اور اسے اپنی نظروں سے اس گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے بزرگ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔۔ تمہاری بیوی۔ جی جی وہ ابھی ابھی برقع میں ملبوس۔ مگر وہ تو میری بیٹی انعم ہے اپنی خالہ کے ہاں گئی تھی ایک ماہ کے بعد وہاں سے واپس آئی ہے ہو سکتا ہے تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو اچھا یوں کرو آؤ ذرا اندر آؤ۔ آ جاؤ جھجکنے کی ضرورت نہیں ہے بابو ہچکچایا تو بزرگ نے کہا اور بابو کا ہاتھ پکڑ لیا اور دروازے کے اندر لے گئے چھوٹا سا صحن اس کے بعد برآمدہ جس کے اندر لے گئے تین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمروں کے دروازے نجانے کیا کیا برآمدے میں ایک تخت پڑا ہوا تھا جس پر دری اور سفید چادر بچھی ہوئی تھی ایک طرف چوکی بچھی ہوئی تھی جس پر جائے نماز تہہ کی ہوئی تھی جائے نماز پر تسبیح رکھی ہوئی تھی بزرگ بابو کو برآمدے مین لے گئے اور تخت پر بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر انہوں نے آواز لگائی انعم بیٹی۔ انعم ذرا باہر آؤ۔ آئی ابا جان کپڑے بدل رہی ہوں جواب ملا بزرگ خود بھی بابو کے کچھ فاصلے پر تخت پر بیٹھ کر وہ بدستور بابو کا جائزہ لے رہے تھے اور بابو کے چہرے پر بکھرے حزن و ملال سے متاثر معلوم ہوتے تھے انہوں نے کہا میاں کہاں سے آرہے ہو جام پور سے اوہو۔ اچھا مگر تمہاری بیوی کیسے بچھڑ گئی تم سے ابھی ان کا سوال ختم ہی ہوا تھا کہ درمیانی دروازے سے ایک لڑکی اندر داخل ہوئی سفید شلوار قمیض میں اچھے خدوخال عمر تقریباً چھبیس ستائیس سال مگر یہ چہرہ لبنیٰ کا نہیں تھا خدوخال بھی نہیں ملتے تھے پھر نجانے کیا ہوا بابو سوچنے لگا کہ مجھے اس کے چہرے پر لبنیٰ کا دھوکہ کیوں ہوا تھا آہ۔ کچھ غلطی ہو گئی تھی میں نے تو لبنیٰ کو ہی دیکھا تھا ہو سکتا ہے کہ اس بیوقوف تانگے والے نے کسی اور در کو مگر نہیں لڑکی بابو کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی اس نے واپس دروازے کے اندر جانا چاہا لیکن بزرگ کی آواز ابھری آجاؤ بیٹی آجاؤ اور وہ جھجکتی ہوئی برآمدے میں آگئی بابو کی نگاہیں جھک گئی بزرگ بابو کو دیکھتے ہوئے بولے ہاں اب بولو یہ تمہاری بیوی لبنیٰ ہے یا ہماری انعم۔ بابو جلدی سے تخت سے نیچے اتر گیا اور بولا مین آپ سے معذرت چاہتا ہوں مجھ سے غلطی ہو گئی ہے ابا جان یہ کون ہیں۔ بیٹا تمہارا پیچھا کرتے ہوئے آئے ہیں بلکہ تمہاری وجہ سے اپنا سفر کھوٹا کر چکے ہین آپ برقعہ اوڑھے ہوئے تھی آپ کے ہاتھ میں ایک ٹوکری تھی جس کا ایک ہینڈل ٹوٹ گیا تھا بابو نے بے اختیار پوچھا۔ جی ہاں لڑکی نے کہا اور بابو کے دل مین امید کی آخری کرن بھی بجھ گئی یہ خیال آیا تھا کہ ایک لمحے کے لیے تانگہ والے کی غلط رہنمائی سے میں یہاں آگیا ہوں ہو سکتا ہے لبنیٰ کسی اور سمت نکل گئی ہو مگر ٹوکری کے واقعہ کا اعتراف اس بات کی ضمانت تھا کہ میری آنکھوں نے ہی دھوکہ کھایا تھا پھر اسی دوراز ے پر دستک ہوئی اور بزرگ چونک کر ادھر دیکھنے لگے پھر بولے پتہ نہیں کون ہے مین دیکھتا ہون لڑکی حیران سی کھڑی ہو کر بابو کو دیکھ رہی تھی ویسے ہی کیا حماقت تھی کہ بابو مزید یہاں رکتا بزرگ کے پیچھے پیچھے دروازے تک آیا دروازہ کھلا تو سامنے ہی اس تانگے والے کی شکل نظر آئی جس کے مریل گھوڑے نے بمشکل تمام یہاں تک پہنچایا تھا تانگے والا بابو کی شکل دیکھتے ہوئے بولا نوٹ تڑوانے گیا تھا آپ باقی پیسے لے لیں بزرگ چونک کر بابو کو دیکھنے لگا تانگے والے کی بات ہی ایسی تھی کہ۔۔ بو کو ہنسی آجاتی مگر تقدیر میں تو آنسو ہی آنسو تھے بابو نے ہنس کر کہا بھائی میںنے تم سے چھوٹے پیسے نہیں مانگے تھے جو مقصد لے کر آیا تھا وہ پورا نہ ہوا میری بیوی یہاں نہیں آئی ہے۔

اس کے بعد کیا ہوا یہ جاننے کے لیے آئندہ کا شمارہ ضرور پڑھیے

❁❁❁

ہم نے کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا ہے اکثر
لوگ ظالم ہیں جو پھولوں کو مسل دیتے ہیں
(تلاوت شاہ پروانہ، پشاور)

اس کو چاہا بھی تو اظہار نہ کرنا آیا
کٹ گئی عمر ہمیں پیار نہ کرنا آیا
اس نے مانگا بھی جو کچھ تو جدائی مانگی
اور ہم تھے کہ ہمیں انکار نہ کرنا آیا
(امتیاز نصر اللہ ناصر، میکلوڈ گنج ضلع بہاولنگر)

ہوں تو مسلم مگر جوش محبت میں صنم
پوجتا ہوں تیری تصویر کو کافر کی طرح
(کامران حسین، سوجیانوالہ منڈی بہاؤالدین)

اگر وہ جا ہی چکا ہے تو نہ کھولو آنکھیں
یونہی محسوس کیے جاؤ رفاقت اس کی
(غلام عباس تابش فیصل آباد)

خنجر سے نہیں کٹتی چراغ کی لو
کردار زندہ رہتا ہے مرنے کے بعد بھی
(چودھری محمد امجد جٹ، گگو منڈی)

لوگ گھڑ لیتے ہیں فسانے انہی باتوں سے
بند کمرے میں سر شام نہ تنہا بیٹھو
(ڈاکٹر نوید احمد بھٹی، راولپنڈی)

تک ان کی یہ لڑائی جاری رہی اس کے بعد اچانک سنہری ناگن کو موقع ملا اور اس نے اپنے منہ کے اندر ناگ کے پھن کو لے کر زمین پر رگڑتی جا رہی تھی۔

آہستہ آہستہ دونوں کے جسم ایک دوسرے پر لپٹتے ہوئے تھے دو منٹ تک سنہری ناگن ناگ کا پھن زمین پر لانے لگی وہ درد اور زخموں سے اچھی طرح چور ہو چکی تھی بابو اس کی ہمت پر حیران ہو گیا کہ وہ ناگن اتنی زخمی ہونے کے باوجود اس ناگ سے لڑی اس کی خاطر آخر کیوں یہ بات بابو کو سمجھ نہیں آرہی تھی سنہری ناگن پانچ منٹ تک آرام کرنے کے بعد بابو کے پاس رینگتی ہوئی آئی اور اس کے قدموں میں کنڈلی مار کر بیٹھ گئی بابو کو اب اس سے ڈر نہیں لگ رہا تھا بابو نے ایک بار پھر اس کے زخم صاف کیے اور پتے مسل کر اس نے زخموں پر لگا دی اور بولا میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور کیا ہو بس اتنا جانتا ہوں کہ راستے سے جا رہا تھا تم پر نگاہ پڑی اور تمہیں زخمی حالت میں دیکھ کر دل میں رحم آگیا اور تم سے ہمدردی کرنے لگا اور میں نے تمہاری مدد کر دی اور میں نے تو تمہارے لیے کچھ نہیں کیا مگر اب تم نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے وہ میں ساری عمر نہیں بھول پاؤں گا میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں باقی تم یہاں آرام کرو بعد میں چلی جانا مجھے ابھی کام ہے یہ کہہ کر بابو سائیکل اٹھا کر چل پڑا کچھ دور جانے کے بعد بابو کو ایک درختوں کے جھنڈ کے اندر ایک جھونپڑی نظر آئی جو کہ کانوں سے بنی ہوئی تھی بابو نے وہاں سائیکل کھڑی کی اور مولوی قدوس کو آواز دی کافی دیر تک جب کوئی نہ آیا تو بابو جھونپڑی کے اندر داخل ہو گیا اندر چھوٹی سی جھونپڑی تھی جہاں پر ایک پانی کا مٹکا گلاس اور ایک ہانڈی اور کچھ برتن ایک لالٹین چارپائی اور ایک جائے نماز تھا جس کے اوپر ایک بزرگ ہستی آنکھیں بند کیے عبادت میں مشغول تھی۔

بابو اس کے سامنے جا کر زمین پر ایک طرف کپڑا بچھا کر بیٹھ گیا اور مولوی قدوس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا جب کافی دیر ہونے کے بعد اس کے دل میں نجانے کیا بات آئی کہ وہ جھونپڑی کی صفائی کرنے لگا جھونپڑی اچھی طرح اچھی طرح صاف کر کے پھر جھونپڑی کے باہر کا حصہ صاف کرنے لگا باہر کا حصہ بھی صاف کر کے بابو نے پانی والا مٹکا اٹھایا اور اسے سائیکل پر رکھ کر کافی دور سے پانی بھر کر لے آیا اور اسے اس کی جگہ پر رکھ کر پھر مولوی قدوس کے سامنے بیٹھ گیا مولوی ابھی تک اپنی آنکھیں بند کیے ہوئے بیٹھا تھا چند لمحوں بعد اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور بابو کو بغور دیکھتے ہوئے بولے آگیا تو ہاں اب میرے پاس کیا لینے آیا ہے تیرے پاس اب کچھ نہیں بچا بابو تو نے اپنی نفس خواہش کی خاطر اپنا سب کچھ گنوا دیا ہے اور اب میرے پاس آیا ہے۔۔ ہاں میں تو ایک گناہگار انسان ہوں اور مدد کا طلبگار ہوں تو پھر میں تیری مدد کیسے کروں گا مولوی صاحب میں ٹوٹ کر بکھر چکا ہوں اور غلط راہ میں لگ کر اپنا سب کچھ گنوا بیٹھا ہوں اور اب مارا مارا پھر رہا ہوں میری رہنمائی کیجیے۔ مجھے اپنے گناہ پر پچھتاوا ہے تو پھر تو میرے پاس کیا لینے آیا ہے اگر صحیح رہنمائی چاہتا ہے تو اپنے رب سے رہنمائی لے جو ساری کائنات کا مالک ہے اپنے گناہوں کی توبہ کر معافی مانگ بے شک وہ رب معاف کرنے والا ہے اور رہنمائی کرنے والا ہے جو کہ بڑا ہی بے نیاز اور بزرگی والا ہے نمازیں پڑھنی شروع کر دے اس اللہ سے لو لگا لے پھر دیکھ تیری ہر مشکل حل کر دے گا میں اس سے زیادہ تیری مدد نہیں کر سکتا ہے اب تم جا سکتے ہو۔

یہ سن کر بابو مایوس ہو کر جانے لگا تو مولوی قدوس نے آواز دے کر اسے روکا اور اس بار اسے دیکھتے ہوئے بولا کہ جب بھی تمہاری کوئی الجھن آجائے تو اس چادر کو اوڑھ کر سو جانا ہر مشکل کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا بابو نے چادر پکڑتے ہوئے کہا مولوی صاحب وہ میری بیوی لبنیٰ وہ اس وقت کہاں ہے بابو اتنی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی ابھی تو تم نے لبنیٰ کا خیال اپنے دل سے نکال دینا ہے کیونکہ تم نے ابھی بہت سفر کرنا ہیں تمہارا سفر ابھی لمبا ہے ابھی تم نے اپنی خواہش کی خاطر جو کانٹے بوئے ہیں وہ تم نے خود صاف بھی کرنے ہیں اور تمہارے اس سفر میں لبنیٰ بھی مل جائے گی جاؤ اب یہاں سے مجھے اپنی عبادت کرنے دو یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے اب تو ہم سے گھبراؤ نہیں بچے اتر مردود میں تجھے مار ڈالوں گا بابو نے دہشت سے بھینچی ہوئی آواز میں کہا۔ ارے ارے اچھل کود کرو گے تو سب ہی تم کو پاگل سمجھیں گے اور پاگلوں کو پاگل خانے میں ڈالتے ہیں کیوں آیا ہے ۔مردود تو یہاں تو نے میرا سب کچھ تو ختم کر دیا ہے تباہ برباد کر کے رکھ دیا ہے مجھے اب تو تو نے قاتل بھی بنا کر لاک اپ میں پھنسا دیا ہے مجھے ختم کر دے ایک بار مار دے مجھے۔

نہ بابو نہ ابھی سے گھبرا گیا تو۔ہاں ابھی تو بہت کچھ سہنا ہے تمہیں اور جس خاندان کے اندر میں نے تمہیں بھیجا تھا وہ بھی مرے دشمن ہیں میں نے سوچا تھا کہ وہاں جا کر تو ان کی عزت پامال کرے گا ان سے بھی میرا بدلہ پورا ہو جائے گا اور تو بھی مارا جاتا مگر تو نے سب کچھ الٹ کر دیا سب کچھ ہی اور تو اور نمازیں بھی شروع کر دی ہین اور ہاں میں نے ہی قتل والے معاملے میں اپنی طاقتوں کے ذریعے تمہیں پھنسایا ہے اب دیکھوں گا کہ تو کیسے بچے گا یہ کہہ کر کالی چرن نے قہقہہ لگانا شروع کر دیا ہے اسے یوں ہنستا ہوا دیکھ کر بابو بولا کالی چرن تو متنا ظلم ستم کر لے مگر مارنے والے سے بچانے والا بہت بڑا ہے اور مجھے اس قتل والے معاملے میں سے بھی ایسے نکال دے گا جیسے دودھ میں سے مکھی۔بابو کے منہ یہ سن کر کالی چرن غصے سے بولا ابھی دیکھ تجھے مزا چکھاتا ہون اس سے پہلے کہ کالی چرن کچھ کرتا اچانک بابو کے پیچھے سے وہ سنہری ناگن پتہ نہیں کہاں سے نمودار ہوئی اور بابو کے کندھے پر بیٹھے ہوئے کالی چرن پر ایک جھٹا مارا اور اسے ایک طرف دے مارا اور کالی چرن دیوار سے ٹکرا کر غائب ہو گیا وہان اب صرف وہ سنہری ناگن کنڈلی ماری بیٹھی تھی اور بابو کو تکی جا رہی تھی بابو حیران و پریشان گم و صم بیٹھا یہ سب کاروائی دیکھتا رہا کہ اور سوچ رہا تھا کہ یہ ناگن اب پھر اچانک یہاں اس کی جان بچانے آ گئی آخر یہ چاہتی کیا ہے وہ بولنے سے بھی قاصر تھی بابو تو اس سے اپنی بات کہہ سکتا تھا پر اس کی بات نہ سمجھ سکتا تھا۔

بابو چند لمحے تک تو حیران و پریشان سنہری ناگن کو دیکھتا رہا پھر بولا آخری تم ہو کون کیا چاہتی ہو میں نے ایک بار صرف تمہاری جان بچائی تھی مگر تم تو ہر بار ہی میری جان بچانے آ جاتی ہو آخر کیوں میری اتنی مدد نہ کیا کرو میں خود ہی اتنا حالات کا مارا ہوا ہوں اگر میری منحوست کے سائے تمہارے اوپر پڑھ گئے تو تم زندگی میں بھی بہت سی تبدیلاں آ جائیں گی بابو کی بات سن کر وہ رینگتی ہوئی آئی اور بابو کے ہاتھ پر ایسے اپنا پھن رکھ دیا جیسے اس کے ہاتھ کا بوسہ لے رہی ہو پھر رینگتی ہوئی دیوار کے بنے ہوئے ایک سوراخ میں سے نکل گئی اور بابو اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا اس کے بعد بابو کا کچھ کھانے کو دل نہیں کیا اور پھر عشاء کی نماز پڑھ کر سو گیا وہاں رہتے ہوئے بابو کو تین چار دن گزر گئے ایک روز سر نے بابو کو بتایا کہ سعدیہ کے گھر والے تمہارے لیے اپنا پیسہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں تا کہ تم باعزت بری ہو جاؤ اس طرح دو تین اور روز گزر گئے بابو نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہا ایک روز صاحب جی صبح سویرے ہی آ گئے اور بابو کو سینے سے لگا کر بولے تم کو رہائی مل گئی ہے یہ سن کر بابو حیران سا رہ گیا اور بولا کیسے۔تو وہ جس کا قتل تم نے کیا تھا یا نہیں کیا تھا وہ رب جانتا ہے پر اس کے گھر والون سے نانا جان ملے ان سے منتیں کیں اور ان کے قتل کا ہرجانہ دیا تو وہ مان گئے اب تم جا سکتے ہو باہر نانا جان کار میں بیٹھے تمہارے انتظار میں ہیں۔

بابو حیران پریشان ان سے مل کر باہر گیا تو وہاں نانا جان کو اپنا منتظر پایا نانا جان بابو کو گلے سے لگا کر خوب ملے اور وہ دونوں کار میں بیٹھ کر کوٹھی پہنچ گئے وہاں سب لوگ ہال نما کمرے میں بابو کے منتظر تھے خاتون بیگم سعدیہ جواد عامر اور شاکر اور سب لڑکے لڑکیاں موجود تھیں بابو جیسے ہی ہال نما کمرے میں نانا جان کے ساتھ داخل ہوئے سادیہ بھائی جان کہہ کر بابو کے سینے سے لگ کر رو دی بھائی جان مجھے معاف کر دو ہم سب کو معاف کر دو خاتون بیگم بھی بولی ہاں بیٹا ہم سب کو معاف کر دو قسم سے بیٹا جتنے دن تم یہاں رہے ہو تم ہم سب کو گمراہی کی راہ سے نکال کر صحیح راہ میں ڈالا ہے نہیں چچی جان یہ تو بس اللہ تعالٰی کی

محبت جس سے بھی ہو

تحریر: بابر علی سحر۔۔۔ سمندری

"یار پتہ نہیں کیوں مجھے بس تنہائی ہی پسند ہے، جی کرتا ہے یونہی کسی ویران جگہ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلا جاؤں، جہاں کوئی آئے نہ جائے، صرف میں تنہا ہی رہوں۔ دور دور تک بس ویرانہ ہی ویرانہ ہو۔ لیکن کیا کروں میں! نجانے کیوں مجھے تنہائی سے اتنا پیار ہے۔" عامر نے اداس چہرے سے غم کی پرچھائیاں ہٹاتے ہوئے محسن سے کہا۔ جو کافی دیر سے اس کی باتیں سن سن کر اکتا گیا تھا۔ "لیکن کیوں تمہیں اتنا تنہائی سے لگاؤ ہے، یا تو تم نے کسی سے کبھی پیار کیا تھا، یا پھر اپنی زندگی سے اکتا گئے ہو۔" محسن نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ "یار محسن اگر کہیں کوئی محبوب مل جائے مجھے تو یقیناً میرا یہ انداز زندگی ضرور بدل جائے گا۔" عامر نے کہا۔ کیا مطلب ہے تیرا، کہ ابھی تک تجھے کسی سے پیار نہیں ہوا، محسن نے عامر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، نہیں ابھی تک تو نہیں، چلو چلیں ٹائم کافی ہو چکا ہے، عامر نے اٹھتے ہوئے کہا اور وہ دونوں گھر کی طرف چل پڑے۔ لیکن جاتے وقت عامر کو بار بار یہ محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی ان کا پیچھا کر رہا ہے، مگر اس نے زیادہ غور نہ کیا، گرمیوں کی اس رات وہ گیارہ بجے کے قریب اپنے اپنے گھر چلے گئے تھے۔ ہر طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا، ہر سو ہو کا عالم منڈلا رہا تھا۔ گھر جاتے ہی عامر اپنے بیڈ روم میں چلا گیا اور پنکھا چلا کے بیڈ پر لیٹ گیا مگر اسے نیند نہ آ رہی تھی وہ مسلسل چھت پر لگے ہوئے پنکھے کو گھومتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اچانک اسے ایسا لگا جیسے کوئی نادیدہ مخلوق اس کے ساتھ ہے، اس کی سانسوں کی گرم لمس محسوس کر کے عامر کا دل ڈوبنے لگا۔ اس نے اٹھنا چاہا لیکن جسم نے ساتھ نہ دیا۔ اس کی آواز حلق میں کہیں اٹک گئی، وہ آنکھیں پھاڑے ادھر اودھر بس دیکھے ہی جا رہا تھا، "عامر ڈرو مت" میں تجھے کچھ نہیں کہوں گی۔ وہ یہ آواز سن کر چونک گیا اور فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا، اس کے سامنے ایک خوبصورت دوشیزہ کھڑی تھی۔ وہ دوشیزہ سرخ لباس میں ملبوس اسے ہلکی سی مسکراہٹ سے دیکھے جا رہی تھی اور پھر عامر کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔ وہ عامر کے دل میں اتر چکی تھی۔ پل بھر میں وہ اسے دل و جان سے چاہنے لگا، اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ ایک جن زادی ہے۔ دھیرے دھیرے ان کی ملاقاتوں کا تسلسل چل پڑا اور دن کے بعد ہفتے اور پھر سال یونہی گزر گئے اور وہ ایک دوسرے کے قریب سے قریب ترین ہو گئے، اب عامر ہر رات وہاں جاتا ہے جہاں وہ دوشیزہ اسے ملنے کے لئے بلاتی ہے۔ آج انہیں پورے ۔۔۔

سال کا عرصہ ہو چکا ہے ملتے ہوئے۔ عامر کے لئے کئی لڑکیوں کے رشتے آئے لیکن عامر انہیں آسانی جھٹلا دیتا، اسکے گھر والوں کو بھی اس بات کا پتہ چل چکا ہے، لیکن وہ بیچارے عامر کو کچھ بھی نہیں کہہ سکتے، عامر آج بھی اسے ملنے کے لئے جائے گا۔ یہ کہانی لکھنے کے لئے بھی مجھے عامر نے ہی کہا ہے، اور وہ جانتا ہے کہ وہ جن زادی ہے اور وہ اس صوفیہ نامی مسلمان لڑکی کے لئے جان بھی دے سکتا ہے لیکن میں اکثر سوچتا ہوں کہ آخر یہ تسلسل کب تک چلے گا مگر دعا ہے کہ وہ کبھی جدا نہ ہوں۔

◆✱◆

تیری سسکیاں ابھرتیں میری نبض
ڈوب جاتی میری موت کا منظر بڑا یادگار ہوتا
(وقار علی بھیو' جیکب آباد)

وہ ساتھ تھا تو کوئی جانتا نہ تھا
بچھڑا تو شہر بھر کی شناسائی دے گیا
(سید ظفر عباس کاظمی' کمال آباد راولپنڈی کینٹ)

مر جائے تو بڑھ جاتی ہے انسان کی قیمت
زندہ رہے تو جینے کی سزا دیتی ہے دنیا
(شہزادہ سکندر لعل آریہ' ننگل سوتکان ظفروال)

دودھ میں چاول ڈالیں تو اسے کھیر کہتے ہیں
محبت میں جوتے پڑیں تو اسے تقدیر کہتے ہیں
(شیخ امجد عباس کنول پریمی' موتی بازار بھابڑہ)

جس کے انتظار میں بیت گئی زندگی میری
افسوس وہ ملا تو سہی لیکن اجنبی کی طرح
(عمران فیصل گل' طور جہلم)

بدل گیا وہ تو کیا ہوا ہے پریمی
کبھی اس نے بھی چاہا ہے مجھے اپنوں کی طرح
(شیخ امجد عباس کنول پریمی' بھابڑہ)

محبت کر کے بھی دیکھا ہے محبت میں بھی دھوکہ ہے
یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کون کسی کا ہوتا ہے
(محمد یونس مغل' لمیاں پٹیاں مظفر آباد)

سپیروں نے یہ کہہ کر سانپوں کو روک لیا
کہ یہ انساں کا انساں کو ڈسنے کا موسم ہے
(سید علی حسنین گجرات)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شیطان کی پجارن

تحریر: ڈاکٹر وحید علی

شام ہوئی تو رمیلا اور سمیرا پہاڑوں پر چلی گئیں تھوڑی دیر ادھر ادھر ٹہلنے کے بعد رمیلا نے سمیرا سے کہا تم ادھر بیٹھو میں ابھی آتی ہوں سمیرا کا دل بہت گھبرا رہا تھا کہ اگر ابو آ گئے تو میری خیر نہیں لیکن نجانے وہ سب کچھ جانے کے باوجود چپ تھی اسے کیا پتہ تھا کہ موت اب اس کے سر پر ہے تھوڑی دیر کے بعد رمیلا کے ہاتھ میں دو جوس کے گلاس تھے اس نے آتے ہی کہا سمیرا یہ لو جوس یہ جو پاس ہی دوکان ہے میں یہ وہاں سے جا کر لائی ہوں بڑا مزیدار ہے پی لو سمیرا نے وہ جوس کا گلاس رمیلا سے لے کر پی لیا کچھ ہی دیر میں سمیرا کا چکرانے لگا سمیرا نے کہا رمیلا تم نے اس میں کیا ملایا تھا رمیلا ہنس پڑی اور کہا اب تم کو میرے ہاتھوں سے کوئی نہیں بچا پائے گا کیونکہ اب تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ سمیرا بے ہوش ہو گئی تو رمیلا نے اسے اٹھا کر بت کے قدموں میں پھینک دیا اور وقت ضائع کیے بغیر ہی اس نے سمیرا کا سر تن سے جدا کر دیا۔ خون فوارے کی طرح بہنے لگا رمیلا نے ایک پیالے میں خون بھرا اور منہ کو لگا لیا خون کو ایسے پینے لگی جیسے شربت پی رہی ہو سمیرا کے جسم کو ٹھکانے لگانے کے بعد اس نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا ہاہاہا۔۔ ہاہاہا۔۔ اور کہا اب میں آہستہ آہستہ پورے گاؤں کو ختم کر دوں گی اور یہاں صرف میری حکومت ہو گی ہاہاہا۔۔ اس نے قہقہہ لگایا اور واپس اپنے گھر کی طرف چل دی۔ ایک خوفناک کہانی۔

رات کا وقت تھا ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا چرند پرند اپنے اپنے گھونسلوں میں دبے ہوئے بیٹھے تھے ہر طرف وحشت ہی وحشت تھی اسی وقت ایک سایہ گاؤں سے نکل کر پہاڑوں کی طرف جا رہا تھا یہ سایہ ایک ہندو لڑکی کا تھا جو نئی نئی ہمارے گاؤں میں اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتی تھی اس کا نام رمیلا تھا ہمارے گاؤں میں نئی آنے کی وجہ سے کوئی بھی انہیں اچھی طرح نہیں جانتا تھا وہ سایہ پہاڑوں میں جا کر رک گیا ایک غار میں جا کر بت کے قدموں میں بیٹھ گئی اور منہ میں کچھ پڑھنے لگی اے میرے شیطان آقا مجھے امر کر دے تاکہ میں ساری دنیا پر حکومت کو سکوں حق کا نام لینے والوں کو مٹا سکوں تاکہ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو اور کوئی بھی حق کا نام نہ لے سکے اس لمحے بت نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ اے میری پجارن مجھے پتہ ہے کہ تم میری خاص پجارن ہو اور ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ تم دنیا پر حکومت کرو اور حق کا نام لینے والوں کو مٹا دو لیکن اس سے پہلے تمہیں ایک سو جوان اور خوبصورت لڑکیوں کی قربانی دینی ہو گی جو چاند کی چودہ تاریخ کو پیدا ہوئی ہوں تمہیں یہ کام جلدی کرنا ہو گا کیونکہ جس لڑکی کی آخر میں تم قربانی دو گی وہ ایک ایسے لڑکے کی منگیتر ہے جس میں قدرتی طاقت ہے لیکن تم اس لڑکے سے بچ کر رہنا۔ اوہو۔۔ سوری۔ قارئین کرام میں اپنا تعارف کروانا ہی بھول گیا میں کہانی میں اس قدر کھویا ہوا تھا کہ بتانا ہی بھول گیا میرا نام وحید ہے اور میرا ایک ہی دوست ہے جس کا نام خالد بگا ہے ہم دونوں کی دوستی کے چرچے پورے گاؤں میں ہیں کوئی بھی نہیں یہ دیکھ کر کہہ سکتا کہ ہم دوست ہیں بھائیوں کی طرح رہتے ہیں جان سے بڑھ کر ہم ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں گاؤں میں ہماری بہادری کے چرچے بہت ہیں اللہ ہماری اس دوستی کو کسی کی نظر نہ لگے اچھا اب پھر کہانی کی طرف آتے ہیں رمیلا پہاڑوں سے نکل کر سیدھی اپنے گھر چلی گئی اگلے دن رمیلا اپنے پڑوسن کے گھر گئی اور اس سے کہا کہ ہم لوگ یہاں نئے آئے ہوئے ہیں اس لیے گھر میں دل نہیں لگ رہا تھا سوچا آپ کے گھر چلی جاؤں سو میں اب آ گئی ہوں تو اس میں کون سی بری بات ہے چلو اس بہانے میرا بھی دل بہل جائے گا کیونکہ میں بھی گھر میں اکیلی ہی تھی امی ماموں جان کے گھر گئی ہے اور ابو کام پر گئے ہوئے ہیں اچھا تو آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔ ہاں میرا نام رمیلا ہے ہم ہندو قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں تمہارا نام کیا ہے جی میرا نام سمیرا ہے باتوں باتوں میں رمیلا نے اس پر اپنی محبت کا ایسا جال پھینکا کہ وہ رمیلا سے بہت متاثر ہو گئی اور اسی طرح ان کے درمیان دوستی ہو گئی باتیں کرتے ہوئے انہیں وقت کا پتہ بھی نہ چلا رمیلا یہ کہہ کر چلی گئی کہ ہم شام کو پہاڑوں پر جائیں گے کیونکہ آج موسم بہت ہی اچھا ہے سمیرا فوراً مان گئی اور اس نے کہا اچھا ٹھیک ہے شام کو پہاڑوں چلیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گے ابو بھی شام کو لیٹ آئیں گے ہم تب تک واپس آ جائیں گے رمیلا نے کہا ٹھیک ہے ہم جلدی ہی واپس آ جائیں گے رمیلا نے ایک گہری اور شیطانی مسکراہٹ سے اس کی طرف دیکھا اور سوچنے لگی کہ یہ کتنی جلدی اس کے جال میں پھنس گئی ہے اس کو پھنسانے میں اسے ذرا بھی محنت کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی اس نے کچھ مسکراتے ہوئے کہا تم شام کو تیار رہنا میں تم کو لینے کے لیے آ جاؤں گی پھر دونوں جائیں گی اور خوب انجوائے کریں گی اتنا کہہ کر وہ واپس اپنے گھر چلی گئی۔ شام ہوئی تو رمیلا اور سمیرا پہاڑوں پر چلی گئیں تھوڑی دیر ادھر ادھر ٹہلنے کے بعد رمیلا نے سمیرا سے کہا تم ادھر بیٹھو میں ابھی آتی ہوں سمیرا کا دل بہت بھرا رہا تھا کہ اگر ابو آ گئے تو میری خیر نہیں لیکن نجانے وہ سب کچھ جاننے کے باوجود چپ تھی اسے کیا پتہ تھا کہ موت اب اس کے سر پر ہے تھوڑی دیر کے بعد رمیلا کے ہاتھ میں دو جوس کے گلاس تھے اس نے آتے ہی کہا سمیرا یہ لو جوس یہ جو پاس ہی دوکان ہے میں یہ وہاں سے جا کر لائی ہوں بڑا مزیدار ہے پی لو سمیرا نے وہ جوس کا گلاس رمیلا سے لے کر پی لیا کچھ ہی دیر میں سمیرا کا چکرانے لگا سمیرا نے کہا رمیلا تم نے اس میں کیا ملایا تھا رمیلا ہنس پڑی اور کہا اب تم کو میرے ہاتھوں سے کوئی نہیں بچا پائے گا کیونکہ اب تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ سمیرا بے ہوش ہو گئی تو رمیلا نے اسے اٹھا کر بت کے قدموں میں پھینک دیا اور وقت ضائع کئے بغیر ہی اس نے سمیرا کا سر تن سے جدا کر دیا۔ خون فوارے کی طرح بہنے لگا رمیلا نے ایک پیالے میں خون بھرا اور منہ کو لگا لیا خون کو ایسے پینے لگی جیسے شربت پی رہی ہو سمیرا کے جسم کو ٹھکانے لگانے کے بعد اس نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا ہاہاہا۔۔ ہاہاہا۔۔ اور کہا اب میں آہستہ آہستہ پورے گاؤں کو ختم کر دوں گی اور یہاں صرف میری حکومت ہو گی ہاہاہا۔۔ اس نے قہقہہ لگایا اور واپس اپنے گھر کی طرف چل دی۔

ساری رات بیت جانے کے بعد بھی جب سمیرا واپس نہ آئی تو گاؤں میں ہل چل مچ گئی رات سے ارشد کی بیٹی سمیرا گھر سے غائب ہے لوگوں نے باتیں بنانا شروع کر دیں کہ ماں باپ گھر میں نہ تھے تو وہ کسی لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی ہے جب اس کو ہر طرف سے تلاش کیا جب وہ کہیں نہیں ملی تو سب نے ہار مان لی کہ اگر زندہ ہوئی تو واپس ضرور اسی گاؤں میں آئے گی لیکن ان لوگوں کو کیا پتہ تھا کہ تو یہ دنیا ہی چھوڑ کر چلی گئی ہے اسی طرح شام ہوئی تو رمیلا اپنے گھر سے نکل کر غلام رسول کے گھر چلی گئی میں آپ کو بتانا بھول گیا کہ رمیلا کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس سے اسے پتہ چل جاتا کہ کس گھر میں چاند کی چودہ تاریخ کو لڑکی پیدا ہوئی ہے رمیلا غلام رسول کے گھر گئی تو اس نے اس کی بیٹی تارا کو باتوں باتوں میں اپنی دوست بنا لیا یہ اس میں خوبی تھی کہ وہ جس کو چاہتی تھی اپنی دوست بنا لیتی تھی اور کوئی بھی اس کے دل کو سمجھ نہ پاتی تھی کہ اس کے دل میں کیا ہے تارا بھی اس کی باتوں میں آ کر اس سے دوستی کر بیٹھی اور چند ہی لمحوں میں ان دونوں میں ایسی دوستی ہو گئی جیسے وہ صدیوں سے ایک دوسرے کی دوست ہوں رمیلا نے جب دیکھا کہ وہ اس کے جال میں پھنس گئی تو بولی۔ کہ میں گھر میں اکیلی ہوں تھوڑی دیر کے لیے آپ ہمارے گھر آ جاؤ دونوں مل کر بہت ساری باتیں کریں گی میری امی گھر میں موجود نہیں ہیں جب وہ آ جائیں گی تو تم واپس آ جانا تو تارا فوری تیار ہو گئی اور اس کے ساتھ چلی گئی جب گھر گئی تو رمیلا نے تارا کو پینے کے لیے شربت دیا اور کہا کہ آپ ہمارے گھر میں پہلی بار آئی ہیں اس لیے آپ کھانا کھائے بغیر نہیں جانا دونوں باتیں کرتی رہیں تارا شربت پی کا گلاس میز پر رکھا اور باتیں کرنے لگی تھوڑی دیر میں ہی تارا سر چکرانے لگا تارا خوش ہو گئی تارا بے ہوش ہو گئی تو رمیلا نے رات کے اندھیرے میں تارا کو اٹھایا اور غار میں لے گئی ادھر تارا کا سر تن سے جدا کر دیا اور اس کا خون پیالے میں ڈال کر پینے لگی اس کے بعد اس کے جسم کا ٹھکانے لگانے کے بعد رمیلا واپس گھر آ گئی اور پر سکون ہو کر سو گئی۔

کافی دیر تک جب تارا واپس گھر نہ آئی تو گھر والوں کو تارا کی فکر ہونے لگی تارا کا بھائی رمیلا کے گھر گیا تو رمیلا سوئی ہوئی اٹھ گئی اور دروازہ کھول کر بولی وہ تو کچھ دیر بعد ہی گھر چلی گئی تھی تارا کے بھائی نے بتایا کہ جب سے وہ تمہارے گھر گئی تھی تب سے واپس نہیں آئی اس لیے ہمیں فکر ہو رہی تھی اس لیے میں اسے لینے کے لیے آیا ہوں اور آپ کہہ رہی ہیں کہ وہ چلی گئی ہیں اگر چلی گئی تو اسے خود دروازہ پر چھوڑنے آنا تھا نہ جانے وہ کہاں چلی گئی ہے صبح تک جب تارا واپس نہ آئی تو ان کے گھر والوں کا رو رو کر برا حال ہو گیا تھا کیونکہ وہ ان کی سب سے لاڈلی بیٹی تھی سب اسے بہت پیار کرتے تھے اسی طرح ہر رات کو کوئی نہ کوئی لڑکی غائب ہو جاتی اور اس کا کسی کو پتہ بھی نہ چلتا کہ آخر یہ سب لڑکیاں کہاں گئی اب تک ساٹھ کے قریب لڑکیاں غائب ہو چکی تھی ایک دن لوگوں نے سائیں بابا کے ڈیرے پر پنچائت لگا لی میں اور میرا دوست خالد بگا بھی ادھر ہی

کھڑے تھے جب سائیں بابا نے بولنا شروع کر دیا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں رات کو کوئی نہ کوئی لڑکی غائب ہو جاتی ہے کوئی دن ایسا نہیں گزرا جس دن لڑکی غائب نہ ہوئی ہو مجھے تو یہ کوئی آسیبی مخلوق کا چکر لگتا ہے اگر ہم اسی طرح چپ بیٹھے رہے تو ہمارا یہ گاؤں ایک دن پوری طرح تباہ ہو جائے گا ہمیں اپنے گاؤں کو بچانا ہوگا ورنہ یہاں کوئی بھی نہیں رہے گا سائیں بابا نے بات ختم کی اور ہماری طرف دیکھ کر کہا اگر تم دونوں دوست یہ کام کرو تو ہمارا یہ گاؤں بچ سکتا ہے اب یہ فیصلہ تم دونوں نے مل کر کرنا ہے مجھے کل تک ہاں یا نہ میں جواب چاہیے کل دوبارہ ڈیرے پر پنچائت ہو گی اسی وقت اب کسی نے کچھ کہنا ہے تو وہ کہے نہیں تو سب جا سکتے ہیں تھوڑی دیر میں پورا ڈیرہ خالی ہو گیا شام ہوئی تو میں اور بگا سائیں بابا کے ڈیرے کی طرف چلے گئے ہم نے جاتے ہی بابا جی کو سلام کیا اور بتایا کہ ہم دونوں نے یہ کام کرنے کو تیار ہیں بابا نے ہمیں شاباش دی اور کہا بیٹا تم نے میری بات مان کر بہت اچھا کیا ہے اچھا تم لوگ اب جاؤ اور کل آنا میں تمہیں ایک بزرگ کا پتہ دوں گا تم اس پتے پر چلے جانا ہے اور وہ جو کچھ کو کہیں وہ مجھے آ کر بتانا ہے اور اپنا خیال رکھنا۔

ادھر رمیلا نے اشرف کی بیٹی شاہدہ کو اسی طرح شربت پلا کر بیہوش کر کے اٹھایا اور پہاڑوں کی طرف چلی گئی اور غار میں جا کر بت کے سامنے لٹا کر اس کا سر تن سے جدا کر دیا اس نے ایک پیالہ اس کے خون کا بھرا جسے اس نے منہ کو لگایا اور پینے لگی خون پی کر اس نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔ ہاہاہا۔۔ اور کہا اب مجھے امر ہونے سے کوئی بھی نہیں روک سکتا ہے کیونکہ اب مجھے صرف پانچ لڑکیوں کی ضرورت ہے اور اس کے بعد میں امر ہو جاؤں گی اور پوری دنیا پر حکومت کروں گی اے میرے آقا مجھے اور شکتی دے کہ یہ کام میں اور جلدی کر سکوں تا کہ کوئی بھی میرے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکے ہی ہی ہی۔۔ ہاہاہا۔ قہقہہ لگا کر وہ وہاں سے چلی گئی اگلے دن گاؤں میں شور ہونے لگا کہ اشرف کی بیٹی رات کو گھر میں نہیں تھی نجانے وہ کہاں چلی گئی ہے اب ہم نے اس کام میں ذرا بھی دیر کرنا مناسب نہ سمجھا ہم دونوں اسی وقت بابا کے پاس چلے گئے اور ان کو اپنے آنے کی وجہ بتائی تو انہوں نے ہمیں بتایا کہ بیٹا یہ کام کوئی غیر مخلوق نہیں کر رہی ہے بلکہ یہ کام کوئی انسان کر رہا ہے یہ کون کر رہا ہے میں نے پوچھا تو بابا نے کہا بیٹا میں یہ نہیں بتا سکتا ہوں لیکن میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں تم اس پتے پر پہنچ جانا انشاء اللہ تمہارا کام ہو جائے گا لیکن تمہیں ملتان جانا ہوگا کیونکہ وہ ملتان میں رہتے ہیں ہم نے بابا سے اجازت لی اور گاؤں واپس آ گئے اور ہمیں پتہ چلا کہ رات سے غلام غوث کی بیٹی عالیہ گھر نہیں ہے نجانے وہ کہاں چلی گئی ہے ہمیں بہت افسوس ہوا کہ ہم اپنے گاؤں کو نہیں بچا پا رہے تھے۔

ادھر رمیلا نے پوری ننانوے لڑکیوں کی قربانی دے دی اب اس نے صرف ایک لڑکی کی قربانی دینی تھی جو چاند کی چودہ تاریخ کو پیدا ہوئی تھی لیکن اب گاؤں میں اب کوئی ایسی لڑکی نہ تھی جو چاند کی چودہ کو پیدا ہوئی ہو رمیلا بت کے سامنے رو دی تھی کہ میں نے ننانوے لڑکیوں کی قربانی دے دی ہے اب صرف ایک لڑکی کی ضرورت تھی وہ لڑکی اس گاؤں میں ایک وحید ہے جس کی منگیتر ہے وہ دوسرے شہر میں رہتی ہے اس کی قربانی دے گی تو ہی تم امر ہو گی ورنہ نہیں۔۔ نہیں نہیں میں اس لڑکی کو مار ڈالوں گی مجھے امر ہونا ہے اچھا اگر امر ہونا ہے تو یہ کام جلدی کرو نہیں تو وہ لڑکا تمہارا کام تمام کر دے گا اس کے بعد شیطان نے آنکھیں بند کر لیں رمیلا وہاں سے چلی گئی اور اس لڑکی کو تلاش کرنے لگی۔

دوسری طرف میں نے اور بگا نے ملتان جانے کا فیصلہ کر لیا کوئی چار پانچ گھنٹے بعد ہم ملتان پہنچے ہم نے دیکھا بابا جی نماز میں مصروف ہیں اور ہم ایک طرف بیٹھ گئے تھوڑی ہی دیر میں بابا نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف دیکھ کر بولے بیٹا جو بات تم لوگ کرنے آئے ہو وہ مجھے پتہ ہے اب تم لوگ وقت ضائع کئے بغیر ہی اس کو مار دو نہیں تو وہ تمہاری منگیتر کو مار ڈالے گی اب وہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ واقعی یہ بہت ہی پہنچے ہوئے بزرگ ہیں اب بابا جی مجھے بتانے لگے کہ مجھے کیا کرنا ہوگا بیٹا یہ وظیفہ جو میں تمہیں دے رہا ہوں یہ بہت طاقت ور ہے یہ صرف دو دن کا ہے اس میں تمہاری جان بھی جا سکتی ہے کیا یہ تم کرنے کے لیے تیار ہو میں نے کہا بابا جی اگر اس میں میری جان بھی چلی جائے تو مجھے خوشی ہو گی کیونکہ میں اپنی منگیتر کو مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتا ہوں بیٹا مجھے تم سے یہی امید تھی یہ لو وظیفہ اور یہ آج رات کو ہی قبرستان میں ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر کرنا ہے اگر دوسرا پاؤں نیچے لگا تو تم مارے جاؤ گے بیٹا میں چلے کے دن تمہارے ساتھ رہوں گا کیونکہ کہیں تم ان کی باتوں میں نہ آ جانا اچھا بابا جی آپ نے یہ نہیں بتایا کہ یہ کام کون کر رہا ہے بیٹا یہ کام ہندو قبیلے کی ایک لڑکی جو آپ لوگوں کے گاؤں میں رہتی ہے اس کا نام رمیلا ہے اب اس نے تمہاری منگیتر یعنی لبنیٰ کو مارنا ہے اگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے اس کو مار ڈالا تو پھر اس کو مارنا بہت مشکل ہو جائے گا بلکہ ناممکن بھی ہو جائے گا ہم نے بابا سے وظیفہ لیا اور گھر واپس آ گئے۔ تو میں نے بگا سے کہا تم امی ابو کا دھیان رکھنا اور کسی کو نہ بتانا کہ یہ کام رمیلا کا ہے ورنہ ہمارے لیے بہت مشکل ہو جائے گا خالد نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ مر جائے گا مگر کسی کو کچھ بھی نہیں بتائے گا اچھا یار ہم چلتے ہیں رات کو ملاقات ہو گیا اتنا کہہ کر ہم دونوں جدا ہو گئے۔

رات ہوئی تو میں نے کھانا کھایا اور عشاء کی نماز پڑھ کر امی ابو سے اجازت لے کر اپنے دوست کی شادی کا کہا کہ میں شادی پر جا رہا ہوں دو دن میں آ جاؤں گا ابو نے مجھے جانے کی اجازت دے دی تو میں سیدھا قبرستان کی طرف چل دیا اور وہاں جگہ صاف کی حصار کھینچا اور بیٹھ کر ورد کرنے لگا اللہ کی مہربانی سے میری یہ رات بالکل ٹھیک گزری اور گاؤں سے کوئی بھی لڑکی غائب نہیں ہوئی تھی گھر آیا تو پتہ چلا کہ رات سے لبنیٰ گھر پر نہیں ہے۔ مجھے پتہ تھا کہ یہ کام رمیلا کا ہے لیکن میں پھر بھی چپ رہا میں کرتا بھی کیا آج رات کی تو بات تھی میں نے اللہ سے دعا کی اللہ میاں میری لبنیٰ کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا وہ کیا ہے ناں کہ جیت ہمیشہ حق کی ہی ہوتی ہے اس طرح رات اور میں نے عشاء کی نماز ادا کی اور اپنے خدا کے سجدہ میں جا کر دعا مانگی کہ اللہ پاک مجھے حوصلہ عطا کرنا کہ میں برائی کو دور کر سکوں شاید اللہ نے بھی سن لی تھی میں قبرستان چلا گیا آج مجھے خالد چھوڑنے آیا تھا میں نے خالد سے کہا کہ یار تم نے میرے والدین کو بتا دیتا ہوں اگر وہ واپس نہ آ سکا تو کم از کم وہ مجھے اٹھانے تو آ جائیں گے۔ نہیں میرے دوست ایسی باتیں نہیں کرتے اللہ نے چاہا تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا بس اپنا خیال رکھنا ہم دونوں گلے ملے اس کے بعد خالد وہاں سے چلا گیا میں وہاں سے حصار کھینچا اور درود پڑھنے لگا تھوڑی دیر میں زمین ہلنے لگی اور قبریں پھٹنے لگیں تمام مردے قبروں سے باہر آنے لگے اور میری طرف بڑھنے لگے اور حصار سے ٹکرا کر ختم ہونے لگے اس کے بعد پھر ٹھیک ہو گیا ابھی میرے چلے میں دو گھنٹے باقی تھے کہ رمیلا کے ساتھ لبنیٰ تھی اس نے کہا اگر تم کو اس لڑکی کی خیریت چاہیے تو یہ چلہ چھوڑ دو اور چلے جاؤ میں کچھ بھی نہیں کہوں گی لیکن میں نے اس کی باتوں کی طرف دھیان نہیں دیا تو وہ غصہ میں آ گئی اور لبنیٰ کو اس نے مار ڈالا اور میں بے بس ہو کر یہ سب دیکھنے لگا میری آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ آج میری وجہ سے لبنیٰ کو اس نے مار ڈالا ابھی میں یہی سوچ ہی رہا تھا کہ بابا جی آواز سنائی دی کہ بیٹا یہ سب نظر کا دھوکہ ہے تم اپنے چلے کی طرف دھیان دو ابھی آدھا گھنٹہ باقی ہے رمیلا کی اس حرکت کی وجہ سے جب میں نہ اٹھا تو رمیلا اپنی شکل تبدیل کرنے لگی اف خدایا اتنی بھیانک شکل اگر میری جگہ کوئی کمزور دل والا ہوتا تو وہی مر جاتا بال جو سانپ کی طرح معلوم ہوتے تھے آنکھ صرف ایک جو درمیان میں تھی ناک طوطا جیسی پیر گیدڑ جیسے اب میں کیا بتاؤں کہ وہ کیسی تھی ابھی پانچ منٹ باقی تھے کہ معافیاں مانگنے لگی رونے لگی لیکن میں اسے کیسے بخشتا اس نے اتنی لڑکیاں جو قتل کی تھیں تھوڑی دیر میں میرا وظیفہ مکمل ہو گیا تو میں نے اس کے بالوں سے پکڑا اور گاؤں لے گیا اور میں نے مسجد میں اعلان کر دیا کہ جس کی وجہ سے ہمارا گاؤں تباہ ہو رہا تھا وہ قاتل گاؤں میں ہے جس نے دیکھنا ہو تو وہ چوک میں آ جائے اس کے بعد میں اسے چوک میں لے گیا دیکھا دیکھی چوک لوگوں سے بھرنے لگا پھر کوئی رمیلا سے ڈر رہا تھا جب میں نے اسے بتایا کہ یہ ہے وہ لڑکی ہے جس نے ہماری بہنوں کو موت کی نیند سلایا ہے میری بات سن کر کسی کو یقین نہ آ رہا تھا کہ یہ لوگ ہمارے ہی گاؤں میں رہ کر یہ گندہ کھیل کھیل رہے تھے اگر ہم کو پتہ ہوتا تو ہم ان کو اپنے گاؤں میں کبھی بھی نہ آنے دیتے سب لوگوں نے دل کھول کر رمیلا کو مارا کسی نے جوتے مارے تو کسی نے پتھر مارے اس بچاری کا تو مار کھا کھا کر برا حال ہو گیا لیکن کہتے ہیں کہ جیت ہمیشہ حق کی ہوتی ہے اور باطل بری طرح مات کھاتا ہے اب میں نے دیر کرنا مناسب نہ سمجھا اور چلے والا ورد پڑھ کر اس پر پھونک مار دی جس سے اس کو آگ لگ گئی آگ نے اس کے جسم کو اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر جلنے کے بعد اس کی راکھ کو ہوا اڑا کر لے گئی تو ہمیں ایک طرف سے لبنیٰ آتی ہوئی دکھائی دی آتے ہی لبنیٰ میرے ساتھ لپٹ کر رونے لگی وحید اگر آج تم نہ ہوتے تو میں یہ دنیا چھوڑ کر چلی گئی ہوتی نہیں لبنیٰ نہیں ایسی باتیں نہیں کرتے اب تمہیں کوئی بلا کچھ نہیں کہے گا کیونکہ اب یہ گاؤں برائی سے پاک ہو گیا ہے اور پھر سب لوگ چلے گئے ہم نے ماموں کو بتا دیا کہ لبنیٰ ہمارے پاس ہے اور چند دنوں میں واپس آ جائے گی اس طرح ہمارا گاؤں ایک بار پھر ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگا اور اس واقعہ کو بھولنے لگے۔

کیسی لگی آپ لوگوں کو میری کاوش میں نے یہ پہلی بار لکھی ہے اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف کر دینا اور اپنی رائے سے ضرور نوازے گا انتظار رہے گا مجھے۔

سمندری عفریت

عمران قریشی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سمندری عفریت"

تحریر۔ عمران قریشی، کوئٹہ

یہ 1980ء کا واقعہ ہے۔ میں اپنی ہونے والی بیوی ناہید کے ساتھ بذریعہ شپ دوبئی جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا۔ میرا نام محمود حسن ہے میرے ماں باپ وفات پا چکے ہیں۔ آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ ناہید میرے بچپن کی ساتھی اور بچپن کی محبت ہے۔ جب مجھے دوبئی میں سیکورٹی گارڈ کی نوکری ملی تو ناہید کے گھر والوں نے ہنسی خوشی ناہید کی منگنی میرے ساتھ کر دی۔ لیکن میرے دوبئی جانے کے بعد ناہید کی والدہ وفات پا گئیں۔ اور ناہید کے والد نے دوسری شادی کر لی۔ ناہید کی سوتیلی ماں بہت خشک مزاج اور نک چڑھی عورت تھی۔ اس نے ناہید کے والد کو ناجانے کیا پٹی پڑھائی کہ وہ ناہید کی شادی ایک چرسی اور موالی کے ساتھ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ وہ چرسی جس کا نام نادر تھا۔ ناہید کی سوتیلی ماں کا بھائی تھا۔ بہرحال میں جب دوبئی سے واپس کراچی آیا۔ تو ناہید کی شادی نادر سے ہو چکی تھی۔ ناہید کے گھر والوں سے لڑنے جھگڑنے کے بعد میں ایک دن خود ہی ناہید سے ملنے اس کے گھر پہنچ گیا۔ نادر گھر میں نہیں تھا۔ ناہید مجھ سے بہت اچھے طریقے سے ملی۔ اس نے مجھے یقین دلایا کہ وہ اب بھی مجھ سے محبت کرتی ہے اور نادر جیسے چرسی موالی کے ساتھ رہنے سے مرجانا بہتر سمجھتی ہے۔ میں نے اسے اپنی محبت کا یقین دلایا اور اسے سمجھایا کہ مرجانے سے یہ بہتر نہیں ہو گا۔ کہ وہ میرے ساتھ دوبئی چلی چلے۔ ہم نادر کو پیسے وغیرہ دے کر جان چھڑوا سکتے ہیں اس نے اقرار کر لیا۔ اور پھر دوسرے دن میں نادر سے تمام معاملات طے کر چکا تھا۔ میں اوپر بتا چکا ہوں کہ نادر چرس پینے کا عادی ہے۔ ایسے بندوں کو ہر وقت پیسوں کی ضرورت رہتی ہے۔ میں نے اسے پانچ ہزار روپے دے کر طلاق کے کاغذات پر دستخط کروا لئے اور اس طرح ایک مہینے کے اندر اندر میں ناہید کو طلاق دلوانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن طلاق کے اس کیس کے دوران ناہید کی سوتیلی ماں نے بہت واویلا مچایا۔ بلکہ اس نے باقاعدہ مجھے اور ناہید کو دھمکیاں دیں کہ اگر ہم نے کیس واپس نہ لیا تو وہ شہر کے تمام بدمعاشوں کو ہمارے پیچھے لگا دے گی۔ لیکن یہ سب باتیں تھیں ناہید کو طلاق ہو گی اور ہم آزاد ہو گئے۔ طلاق کے بعد ہم نے فیصلہ کیا کہ شادی دوبئی جا کر کریں گے۔ میں دوبئی جانے کے تمام انتظامات کر چکا تھا۔ ناہید کا پاسپورٹ اور ویزا کا بندوبست کر چکا تھا۔ حالانکہ ان کاموں میں کافی دیر لگنی چاہئے لیکن پیسوں کی وجہ سے یہ تمام کام چٹکی بجانے میں Complete ہو چکے تھے۔ مجھے اگر کچھ ڈر تھا تو وہ ناہید کے باپ کی طرف سے تھا۔ وہ اب بھی ناہید کو مجھ سے چھین سکتا تھا۔ لیکن شکر ہے کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ اور میں اور ناہید بخیر و خوبی صبح دس بجے اپنے جہاز جس کا نام المومن تھا پر پہنچ گئے۔ پورٹر ہمارا سامان جہاز پر پہنچا چکے تھے المومن ایک چھوٹا سا خوبصورت جہاز تھا۔ جس میں ڈیڑھ دو سو مسافروں کے سفر کرنے کی گنجائش تھی۔ ساڑھے دس بجے جہاز سے سیڑھی ہٹا لی گئی ناہید اتنی خوفزدہ تھی کہ وہ عرشے کے ساتھ لگی ریلنگ کے پاس کھڑی بندرگاہ ہی کی طرف دیکھتی جا رہی تھی۔ میں نے اسے کئی دفعہ اندر کیبن میں لے جانا چاہا لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔ گیارہ بجے جہاز نے لنگر اٹھایا۔ جہاز کے لنگر اٹھاتے ہی اچانک ناہید کا والد بندرگاہ میں داخل ہوا۔ اور جہاز کی طرف دوڑنے لگا اتنی دور سے بھی اس کی آنکھوں میں آنسو صاف دکھائی دے رہے تھے۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر ہمیں خدا حافظ کہہ رہا تھا۔ اور نہ جانے کیا کیا دعائیں دے رہا تھا۔ اپنے باپ کو اس طرح روتے دیکھ کر ناہید نے بھی رونا شروع کر دیا۔ ناہید کا والد اب ساحل پر کھڑا تھا۔ جہاز ساحل سے کافی دور ہو چکا تھا۔ اس لئے صحیح معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ کہ ناہید کا باپ ساحل سمندر پر کھڑا کیا کر رہا ہے۔ جہاز کے ساحل سے دور ہونے کے ساتھ ساتھ ناہید کے رونے میں بھی تیزی آتی جا رہی تھی۔ اور پھر کچھ دیر بعد سب کچھ غائب ہو چکا تھا۔ میں مشکلوں سے ناہید کو اپنے کیبن میں لے آیا۔ وہ اب بھی بہت اداس تھی۔ محمود ہم ابو کو اپنے ساتھ دوبئی نہیں لے جا سکتے۔ ناہید نے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے مجھ سے پوچھا نہیں اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ لیکن دوبئی پہنچنے کے بعد ہم انہیں اپنے پاس بلانے کی کوشش ضرور کریں گے۔ میں نے اسے صرف دلاسہ دینے کے لئے کہا۔ اچانک دروازہ کھلا اور ایک اسٹیورڈ اندر داخل ہوا۔ سر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیں۔ اس نے سلام کرنے کے بعد کہا۔ ہاں ایسا کرو چائے لے آؤ۔ میں نے کہا اور وہ سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔ محمود مجھے ابو بہت یاد آ رہے ہیں۔ ناہید نے اداس لہجے میں کہا میں نے کہا ہے نا دوبئی پہنچتے ہی ہم انہیں بھی اپنے پاس بلانے کی کوشش کریں گے۔ اور انشاء اللہ ضرور انہیں اپنے پاس بلا لیں گے۔ اور یہ تم نے چہرے کا کیا حال کر لیا ہے۔ سارا کاجل چہرے پر پھیل گیا ہے چلو منہ ہاتھ دھو۔ باتھ روم اس طرف ہے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور وہ باتھ روم کی طرف چل دی۔ منہ ہاتھ دھو کر جب وہ باہر

نکلی تو کافی حد تک سنبھل چکی تھی۔ اس چھوٹے سے کیبن میں میرا دم گھٹ رہا تھا چلو باہر چلتے ہیں۔ اس نے مجھ سے کہا ہاں یہ ٹھیک رہے گا ہم چائے عرشے پر پئیں گے۔ بہت مزہ آئے گا میں نے کہا اور اس کا ہاتھ تھامے ہوئے باہر کی طرف چل دیا۔ دن اسی طرح گزرنے لگے۔ بظاہر ہمارا سفر بخیر و عافیت جاری و ساری تھا۔ اور المومن سمندر کی پرسکون سطح پر اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ ناہید جیسے ہم سفر کے ساتھ ہونے کی وجہ سے یہ سفر یادگار بنتا جا رہا تھا۔ ہم دونوں صبح سے شام تک جہاز کے عرشے کے پاس پڑی کرسیوں پر بیٹھے دنیا جہاں کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ ناہید کافی حد تک اپنے باپ کو بھلا چکی تھی۔ یا پھر شاید وہ ظاہر ایسا کر رہی تھی۔ بہرحال یہ اسی طرح کی ایک شام کا ذکر ہے ہم دونوں عرشے کے ساتھ لگی ریلنگ کے سہارے کھڑے سورج غروب ہونے کے خوبصورت منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ اچانک سیکنڈ گریڈ آفیسر حامد ہمیں اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ حامد میرے بچپن کا دوست بلکہ اسکول کے دور کا کلاس فیلو تھا۔ میٹرک اچھے نمبروں سے پاس کرنے کے بعد اس نے نیوی جوائن کر لی۔ اور پھر ترقی کرتے ہوئے اس مقام تک پہنچ گیا۔ میرے لئے دوبئی میں جاب کا بندوبست بھی اس نے کیا تھا۔ ڈوبتا ہوا سورج کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے نا۔ اس نے ریلنگ کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ لگتا ہے تمہیں گھر والے یاد آ رہے ہیں۔ جبھی اتنے پریشان لگ رہے ہو۔ میں نے کہا محمود میں نے تم سے کچھ بات کرنی ہے اس نے ناہید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ خیر تو ہے کیا کوئی خاص بات ہے۔ میں نے پوچھا ہاں بات تو خاص ہی ہے۔ بلکہ کچھ خطرناک بھی ہے۔ حامد نے کہا محمود مجھے سردی لگ رہی ہے میں کیبن میں جا رہی ہوں ناہید نے مجھ سے کہا۔ ہاں تم کمرے میں چلو۔ میں حامد کی بات سن کر ابھی آتا ہوں۔ میں نے کہا اور ناہید کمرے کی طرف چل دی۔ تمہاری منگیتر بہت سمجھ دار ہے۔ میری بات جلدی سمجھ گئی۔ بہرحال بات کچھ عجیب سی ہے۔ کپتان عبداللہ نے جہاز کے طاقتور اور دلیر مسافروں کو نیچے ہال میں جمع کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ جہاز کی صورت حال کافی گھمبیر ہے۔ کسی وقت بھی جان کے لالے پڑ سکتے ہیں۔ حامد نے کہا تم نے تو مجھے بھی پریشان کر دیا ہے۔ ایسی کیا صورت حال ہے۔ جس کی وجہ سے جان کے لالے پڑ سکتے ہیں۔ میں نے حامد سے پوچھا تم میرے ساتھ ہال میں چلو کچھ دیر بعد کپتان صورت حال بتانے والا ہے۔ حامد نے کہا اور میں سر ہلا کر حامد کے ساتھ حال کمرے کی طرف چل دیا۔ جو جہاز کی سب سے نچلی منزل پر واقع تھا۔ حال کمرے کے درمیان میں ایک لمبی میز کے گرد دس بارہ بندے بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ کپتان کی کرسی خالی تھی۔ مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے حامد حال کمرے سے منسلک کمرے کی طرف چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کپتان عبداللہ کے ساتھ کمرے سے نمودار ہوا۔ سلام دعا اور ایک دوسرے سے تعارف کرنے کے بعد کپتان کہنے لگا۔ بات کچھ عجیب سی ہے۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ کہ ابھی معاملہ آپ لوگوں کو بتانا بھی چاہئے یا نہیں۔ میری تمام زندگی سفر کے دوران گزر چکی ہے۔ لیکن ایسے حالات سے واسطہ پہلی دفعہ پڑا ہے۔ کپتان نے پریشان لہجے میں کہا۔ آپ کھل کر بات کریں اس طرح تو ہم اور پریشان ہو رہے ہیں۔ میں نے کہا اور کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد کپتان دوبارہ ہم کلام ہوا۔ جہاز میں سے بندے غائب ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ میرے خیال میں پہلے دن سے لے کر اب تک کوئی پچاس ساٹھ کے لگ بھگ انسان جہاز سے غائب ہو چکے ہیں اور کچھ پتا نہیں چل رہا کہ انہیں زمین نگل گئی ہے یا آسمان کھا گیا ہے۔ کپتان نے پھٹ پڑنے والے لہجے میں انہیں بتایا۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ملی جلی آوازیں سنائی دیں۔ بھلا اتنے لوگوں کے غائب ہونے کے باوجود جہاز کی کنڈیشن اتنی نارمل کیسے ہو سکتی ہے۔ ایسی سچوئیشن میں ہمیں اپنے اردگرد کا ماحول اتنا پرسکون تو نہیں ملنا چاہئے بلکہ جہاز میں تو افراتفری کا عالم ہونا چاہئے۔ لوگ تو بہت خوش خرم اور مطمئن ہیں۔ میں نے اپنی حیرانگی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ دراصل ان وارداتوں میں جو بھی بلا یا مخلوق ملوث ہے وہ ایک رات کے اندر پورے ایک گھرانے کو غائب کر دیتی ہے۔ یعنی التجا کرنے کے لئے یا پھر کسی اور کو بتانے کے لئے کسی بندے کو نہیں چھوڑتی۔ اور جس رفتار سے وہ انسانوں کو غائب کر رہی ہے اس سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک رات کے اندر دس پندرہ انسانوں کو صفایا کر رہی ہے۔ میں بلا یا کوئی اور مخلوق اس لئے کہتا ہے کہ یہ کام کسی انسان یا جانور کے بس کا نہیں لگتا۔ اب آپ مجھے مشورہ دیں کہ ایسے حالات میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔ عبداللہ چونکہ بہت پریشان تھا اس لئے اس نے کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ کرتے ہوئے سب کچھ صاف صاف بتا دیا۔ آپ نے گم ہونے والے انسانوں کو جہاز میں اچھی طرح تلاش کیا۔ ہو سکتا ہے وہ جہاز کے تہہ خانے میں یا جہاز کے پیندے میں قید ہوں۔ ایک مسافر سلیم نے کہا۔ ہاہاہا انہیں وہاں قید کون کرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گا۔ نہیں آپ ہی نے تو انہیں وہاں قید نہیں کیا۔ یا پھر ہم میں سے کسی نے قید کیا ہے اور آخر انہیں قید کرنے سے کسی کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اس پر روشنی ڈال سکتے ہیں آپ۔ ایک دوسرے مسافر جماز نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا بہرحال ہمیں تلاش تو کرنا چاہئے اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جانے سے تو کچھ نہیں ہو گا۔ سلیم نے دوبارہ کہا میں تمام جہاز اچھی طرح چیک کر چکا ہوں وہ مسافر گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو چکے ہیں۔ کپتان نے کہا تو پھر وہ چلتے جہاز سے کہاں جا سکتے ہیں۔ ایک اور مسافر منیر نے کہا جا تو کہیں نہیں سکتے۔ بلکہ انہیں لے جایا گیا ہے۔ اور یہ ہمیں معلوم کرنا ہو گا کہ انہیں کہاں لے جایا گیا ہے کپتان عبداللہ نے کہا تو آپ معلوم کریں نا۔ یہ تو آپ کی ذمہ داری ہے۔ جہاز کے کپتان تو آپ ہیں نا۔ جہاز کو احسن طریقے سے منزل مقصود تک پہنچانا آپ کا کام ہے۔ مسافر جنید نے کہا۔ ٹھیک ہے جہاز کو اس کی منزل تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے۔ لیکن آپ کی طرح میں بھی انسان ہوں۔ مافوق الفطرت نہیں ہوں۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے ہمارا واسطہ انسانوں سے نہیں بلکہ کسی اور ہی مخلوق سے پڑ گیا ہے۔ ایسی سچوئیشن میں ہمیں مل کر ہی کچھ کرنا پڑے گا۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ اس معاملے میں میرا ساتھ دیں۔ عبداللہ نے کہا کپتان صاحب آپ بے فکر رہیں ہم سب آپ کے ساتھ ہیں اور پھر ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ نااتفاقی سے تو معاملہ اور بھی بگڑ سکتا ہے۔ مسافر عارف نے کہا۔ ایک ہی کشتی کے نہیں بلکہ ایک ہی جہاز کے سوار کہیں۔ جبار نے دوبارہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ مسٹر جبار آپ سچوئیشن کو بہت ایزی لے رہیں ہیں۔ پلیز یہ ہنسی مذاق چھوڑ کر سنجیدہ ہو جائیے۔ اور اس معاملے کا کوئی حل سوچئے عبداللہ نے کہا پریشان ہونے سے سچوئیشن بہتر تو نہیں ہو جائے گی نا۔ پھر بھی سنجیدہ ہو جاتا ہوں جو کہ بہت مشکل کام ہے۔ آپ یہ بتائیں ہم کتنے دنوں میں دوبئی پہنچ جائیں گے۔ جبار نے پوچھا۔ یہاں سے سچوئیشن اور بھی گڑبڑ ہو جاتی ہے میرے خیال میں ہمارا جہاز بھٹک چکا ہے۔ سمت بتانے والی سوئیاں بالکل ٹھیک کام کر رہی ہیں۔ اور جہاز کے صحیح سمت سفر کرنے کا اعلان کر رہیں ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ جہاز غلط سمت سفر کر رہا ہے عبداللہ نے کہا آپ کیسے کپتان ہیں۔ جو جہاز کو صحیح سمت پر نہیں لا سکتے۔ کپتان صاحب آپ کو جو کچھ کرنا ہو گا خود ہی کرنا ہو گا اور یہ التجائیں کرنا چھوڑ دیں۔ جہاز کے کپتان کے لئے یہ مناسب نہیں ہے۔ جنید نے تلخ لہجے میں کہا۔ میں نے جہاز کو صحیح سمت لے جانے کی بہت کوشش کی ہے۔ لیکن مجھے نہیں سمجھ آ رہی۔ کہ ہم کس ملک کی حدود میں ہیں۔ اپنی تمام زندگی کے دوران میں نے تو کبھی ایسا علاقہ نہیں دیکھا۔ عبداللہ نے کہا۔ کپتان صاحب جہاز کی سمت درست کرنے کے بارے میں ہم بعد میں سوچیں گے۔ پہلے یہ تو Decide کر لینا چاہئے۔ کہ اس عفریت کا کیا کیا جائے۔ جو اس طرح انسانوں کو نگل رہی ہے آپ کے ذہن میں اگر کوئی آئیڈیا ہے تو ہمیں بتائیں ہم عمل کرنے کے لئے بالکل تیار ہیں۔ عارف نے کہا آپ لوگوں کو یہاں جمع کرنے کا مقصد یہی تھا کہ میں آپ کو بتانا چاہتا تھا کہ اگر میرے ساتھ مل کر رات کو جہاز پر پہرہ دیں تو ہو سکتا ہے کہ حالات بہتر ہو جائیں یا پھر ہو سکتا ہے۔ کہ ہم اس عفریت تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں۔ عبداللہ نے کہا۔ یعنی اب ہمارا رات کو سونا بھی حرام ہو جائے گا میں تو آئندہ اس جہاز سے سفر کرنے سے توبہ کرتا ہوں۔ جنید نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ کپتان صاحب ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ ہمیں بتائیں کہ کس بندے کو کہاں پہرہ دینا ہے۔ جبار نے کہا۔ ارے انہیں کیا معلوم انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ جہاز صحیح سمت سفر کر بھی رہا ہے یا نہیں جو کچھ بھی کرنا ہے۔ ہمیں خود ہی کرنا ہے۔ یہ تو کپتانی کے عہدے سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ جنید نے جلے کٹے لہجے میں کہا پلیز جنید صاحب آپ حالات کو سمجھنے کی کوششیں کریں اس وقت لڑنے جھگڑنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ ہم مل بیٹھ کر حالات کو بہتر بنانے کی کوششیں کریں۔ ہاں تو کپتان صاحب آپ یہ بتائیں کہ کس بندے نے کہاں پہرہ دینا ہے۔ میں نے کہا اور کپتان عبداللہ سب کو ان کی سچوئیشن سمجھانے لگا۔ میری ڈیوٹی جہاز کی دوسری منزل پر تھی ایک قطار میں چھوٹے موٹے دس کیبن میرے سامنے تھے۔ رات کے ایک یا دو بجے کا وقت تھا۔ حالات بالکل نارمل تھے۔ کیبنوں کے سامنے ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگائے میں سگریٹ پیتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ آخر وہ عفریت کیا ہو سکتی ہے۔ جو اس طرح انسانوں کو ہڑپ کرتی جا رہی ہے۔ اور آخر وہ جہاز میں کہاں چھپی ہوئی ہے۔ آیا جہاز ہی میں چھپی ہے یا سمندر سے وارد ہوتی ہے ابھی میں ان سوچوں میں گم ہی تھا کہ سامنے کیبن کا دروازہ کھلا اور ایک بوڑھی عورت نے باہر جھانکا مجھے دیکھ کر وہ میری طرف آئی۔ اندر کافی حبس ہے اس لئے میں نے سوچا کچھ دیر ٹھنڈی ہوا میں سانس لے لوں۔ بوڑھی عورت نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا

جی حبس تو کافی ہے لگتا ہے اب بادلوں کی وجہ سے ہے۔ آسمان کھلنے پر شاید موسم ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے اوپر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ شاید تمہارا کمرہ اسی منزل پر ہے۔ اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جی نہیں میرا کیبن پہلی منزل پر ہے۔ میں نے مختصراً جواب دیا۔ تو پھر یہاں کیا کر رہے ہو۔ جاؤ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے اچانک بوڑھی عورت نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اور میں گھبرا کر ایک دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ میں کہہ رہی ہو۔ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے بوڑھی عورت نے میرے سینے پر دو ہتھ مارتے ہوئے کہا۔ اچانک سامنے کیبن کا دروازہ کھلا اور ایک دبلا پتلا بندہ نمودار ہوا۔ اماں تم یہاں کیا کر رہی ہو چلو اندر کیبن میں۔ اس نے بوڑھی عورت کو بازوؤں سے پکڑتے ہوئے کہا۔ لیکن بوڑھی عورت کے باوجود آپے سے باہر ہوتی جا رہی تھی۔ اور اس کے قابو میں نہیں آ رہی تھی۔ اسے کہو یہاں سے دفعہ ہو جائے۔ یہاں کھڑا کیا کر رہا ہے۔ بوڑھی عورت نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ معاف کیجئے گا۔ یہ دراصل پاگل ہیں۔ آپ پلیز یہاں سے چلے جائیں ورنہ یہ اسی طرح چیختی رہیں گئیں۔ اس بندے نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اگر پاگل ہیں تو انہیں جہاز پر لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس دفعہ میں نے بھی غصے میں کہا۔ انہیں علاج کے لئے دوبئی لے جا رہا ہوں۔ میری نوکری بھی وہیں ہے نا اور یہ پاکستان میں بالکل اکیلی ہیں۔ آپ پلیز وہ بندہ ابھی بات کر رہی رہا تھا۔ کہ بوڑھی عورت نے اپنا ایک ہاتھ چھڑا لیا۔ اور اس مرد کو ایک ہاتھ سے پیٹنے لگی۔ آپ پلیز یہاں سے چلے جائیں۔ اس نے مشکلوں سے کہا اور میں ٹھنڈی سانس لیتا ہوا نیچے کی طرف چل دیا۔ نیچے والی منزل پر جبار ڈیوٹی سنبھالے کھڑا تھا۔ کیا ہوا نیچے کیوں آ گئے۔ کہیں اوپر منگیتر کی یاد تو نہیں ستا رہی ہے۔ جبار نے حسب معمول ہنستے ہوئے کہا۔ یار میرے ساتھ تو بہت بری ہوئی ہے۔ مشکلوں سے جان بچا کر نیچے آیا ہوں۔ میں نے کہا کیوں کیا ہوا جبار نے پوچھا ایک بوڑھی اور پاگل عورت ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئی۔ میرے لئے تو جان بچانا ہی مشکل ہو گیا تھا۔ میں نے کہا کہہ کیا رہی تھی جبار نے مسکراتے ہوئے معنی خیز لہجے میں پوچھا کہنا کیا تھا اچھی خاصی باتیں کرتے ہوئے کہنے لگی۔ دفعہ ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔ میں نے بتایا اور جبار قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ ضرور تم نے کوئی چھیڑ خانی کی ہو گی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ اڑا لو مذاق تم بھی اڑا لو مذاق۔ آج کی رات ہی میرے لئے بری ہے۔ میں نے عرشے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ ارے تم تو ناراض ہو گئے ہو۔ چلو چل کر چائے پیتے ہیں۔ سنا ہے چائے پینے سے نیند نظروں کے سامنے سے دفعہ ہو جاتی ہے۔ جبار نے میرا ہاتھ پکڑ کر ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنستا ہوا اس کے ساتھ چل دیا۔

چائے پینے اور جبار سے کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد میں نے دوبارہ اپنی ڈیوٹی سنبھال لی۔ پھر باقی رات خیرو عافیت سے گزر گئی۔ یہ تو مجھے معلوم ہوا کہ رات خیرو عافیت سے نہیں گذری تھی بلکہ وہ عفریت اپنا وار کر گئی تھی۔ میں جن دس کیبنوں کے سامنے ڈیوٹی دے رہا تھا وہ تمام کیبن ماسوائے بوڑھی عورت والے کیبن کے سب خالی پڑے تھے۔ انسانوں کا نام و نشان بھی نہیں تھا میں حیران تھا کہ اس عفریت نے بوڑھی اور اس کے بیٹے کو کیوں زندہ چھوڑ دیا تھا۔ کہیں وہ بوڑھی عورت ہی تو وہ عفریت نہیں تھی۔ لیکن اپنی سوچ پر میں خود ہی ہنس پڑا۔ بھلا وہ پاگل عورت اتنے بندوں کو کہاں غائب کر سکتی تھی۔ بہرحال کپتان عبداللہ بہت پریشان تھا۔ سب دوبارہ ہال کمرے میں موجود تھے۔ میں رات کا تمام واقعہ کپتان کو سنا چکا تھا۔ یہ تو بہت برا ہوا۔ تمہیں کیبنوں کے سامنے سے ہلنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ اگر ہٹے بھی تھے تو جلدی واپس اپنی جگہ پر آ جانا چاہئے تھا۔ چائے پینے کی کیا ضرورت تھی۔ ڈیڑھ سو مسافروں میں سے لے دے کر پچاس مسافر اور عملہ باقی بچا ہے۔ یہی حال رہا تو کچھ دنوں بعد جہاز پر کوئی انسان نہیں بچے گا۔ کپتان نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ میرے خیال میں جہاز میں ہنگامی صورت حال کا اعلان کر دینا چاہئے۔ کم از کم ہم مسافروں کو یہ تو بتا سکیں گے۔ کہ اتنی رات کو ان کے کیبنوں کے سامنے کسی بری نیت سے موجود نہیں ہیں۔ میں نے بھی تلخ لہجے میں کہا۔ لیکن اس طرح تو جہاز میں خوف و ہراس پھیل جائے گا۔ حالات اور بگڑ جائیں گے۔ عبداللہ نے کہا۔ خوف و ہراس تو اب پھیلنا بھی چاہئے اسی طرح لوگ محتاط ہوں گے۔ یا پھر میرے خیال میں ہمیں صرف مردوں کو حالات سے باخبر کر دینا چاہئے۔ اس طرح ہمارے پاس پہرہ دینے کے لئے نفری بھی زیادہ ہو جائے گی۔ میں نے تجویز پیش کی۔ ہاں میرے خیال میں یہ بہتر رہے گا۔ حامد تم دوپہر کے کھانے کے بعد تمام مردوں کو ہال میں جمع کر لینا۔ لیکن خیال رکھنا۔ عورتوں کو اس معاملے کی بھنک بھی نہیں پڑنی چاہئے۔ عبداللہ نے کہا اور پھر دوپہر کے بعد تمام مردوں کو صورت حال معلوم ہو چکی تھی۔ کپتان عبداللہ اور حامد کسی نہ کسی طرح انہیں سنبھالنے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کامیاب ہو ہی گئے تھے۔ اس وقت تمام مرد اپنے کمروں میں موجود تھے۔ عبداللہ نے انہیں دوپہر کے وقت ہی اپنی نیند اچھی طرح پوری کر لینے کے لئے کہہ دیا تھا۔ تاکہ رات وہ سب چاک و چوبند رہیں۔ لیکن ان حالات میں بھلا نیند کسے آتی۔ نیند تو سب کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور پھر دوبارہ رات آ گئی۔ ہر مرد خوفزدہ تھا کہ دیکھیں آج کس کی باری ہے۔ لیکن رات کے ڈھائی تین بج گئے۔ کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ میری ڈیوٹی آج پہلی منزل پر تھی رات اسی طرح گزرتی جا رہی تھی کہ اچانک تیسری منزل سے کسی کے گلا پھاڑ کر چیخنے کی آواز سنائی دی۔ ہم سب پاگلوں کی طرح اوپر تیسری منزل کی طرف بھاگ پڑے۔ تیسری منزل پر عارف لوگوں کے ہجوم میں کھڑا چیخ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد تمام مرد دوبارہ ہال کمرے میں موجود تھے۔ ہاں عارف اب بتاؤ کیا ہوا تھا۔ عبداللہ نے پوچھا۔ عارف اب کافی حد تک سنبھل چکا تھا۔ وہ عجیب سی مخلوق تھی۔ میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ عارف نے کہا کیا حلیہ تھا ہمیں تفصیل سے حالات بتاؤ۔ عبداللہ نے پوچھا۔ وہ کوئی کپڑے پہنے ہوئے نہیں تھی جسم پر جانوروں کی طرف بال تھے۔ آنکھوں میں کالے ڈھیلے موجود نہیں تھے۔ بالکل سفید آنکھیں تھیں۔ سر پر دو چھوٹے چھوٹے سینگ اور پیچھے دم بھی موجود تھی۔ وہ اچانک ہی پتا نہیں کہاں نکل کر میرے سامنے آ گیا تھا۔ میں نے اسے دیکھنے کے لئے ٹارچ کی۔ تو وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ گئی۔ عارف نے ٹوٹے پھوٹے لہجے میں جو کچھ بتا سکتا تھا۔ بتا دیا ہوں تو اس کا مطلب ہے وہ جو کوئی بھی مخلوق ہے۔ روشنی سے ڈرتی ہے اس لئے کل رات اس نے بوڑھی عورت اور اس کے بیٹے کو زندہ چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ ان کے کیبن کی لائیٹ آن تھی۔ کپتان عبداللہ نے اپنا اندازہ بیان کیا۔ تو پھر ٹھیک ہے آج رات ہم سب ہال کمرے میں سوئیں گے۔ اور لائیٹ آن رکھیں گے۔ باہر جانے کی کسی کو اجازت نہیں ہو گی۔ حامد نے کہا لیکن آخر کب تک ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ ہمارے جہاز کی منزل کیا ہے کب تک ہم اسی طرح چھپے بیٹھے رہیں گے۔ کچھ عرصے بعد جب ہمارے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہو جائے گا۔ اور ہم بھوک سے بلکتے ہوئے یہاں ایڑیاں رگڑ رہے ہوں گے۔ تو وہ عفریت آسانی سے ہمیں لقمہ بنائے گی۔ اور ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔ میں نے کہا تو پھر تم ہی بتاؤ ہم کیا کریں حامد نے کہا ہمیں اس عفریت کا مقابلہ کرنا ہو گا۔ اب جب کہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ عفریت روشنی سے ڈرتی ہے تو ہم اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ رہی عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کی بات تو اگر انہیں ہال کمرے میں بند کر کے لائیٹ آن کر دی جائے۔ تو میرے خیال میں وہ محفوظ رہیں گے۔ میں نے کہا ویسے بھی اب تمام جہاز کو صورت حال کا علم ہو گیا۔ ٹھیک ہے تو پھر ہمیں اب رات کا انتظار کرنا ہو گا۔ عبداللہ نے اٹھتے ہوئے کہا اور تمام مسافر اٹھ کر اپنے کیبنوں کی طرف چل دیئے۔ رات کو تمام جہاز بتیوں کی وجہ سے روشن تھا ہال کمرے کے علاوہ باہر عرشے اور کمروں کے باہر کی لائیٹیں بھی آن تھیں۔ میں جبار' حامد اور ناہید عرشے پر کھڑے تھے رات کے بارہ بج چکے تھے۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ یہ عفریت آخر آتی کہاں سے ہے۔ یا پھر دن میں جہاز میں کہاں چھپ جاتی ہے۔ میں نے کہا میرے خیال میں ہمیں وہ جگہ تلاش کرنی چاہئے۔ جہاں وہ چھپتی ہے حامد نے کہا ٹھیک ہے ہمیں جہاز کو تین حصوں میں تقسیم کر کے اس عفریت کو تلاش کرنا چاہئے کیا خیال ہے جبار نے کہا ٹھیک ہے تو پھر میرے خیال میں میں جہاز کا تہہ خانہ چیک کرتا ہوں۔ حامد تم جہاز کا پیندہ چیک کرو۔ اور جبار تم پہلی منزل کے تمام کمرے حتیٰ کہ باتھ روم اور سٹور وغیرہ سب چیک کرو۔ میں نے کہا اور دونوں سر ہلاتے ہوئے ادھر ادھر چل دیئے۔ میں اور ناہید بھی نیچے جہاز کے تہہ خانے کی طرف چل دیئے۔ ہر طرف امن و امان تھا۔ فضا بالکل پر سکون تھا۔ تہہ خانے میں بہت اندھیرا تھا۔ لیکن میرے ہاتھ میں ٹارچ موجود تھی۔ بلکہ میرے ہی کیا اب تو ہر بندہ اپنے پاس ٹارچ اس طرح رکھتا تھا جیسے اس نے پستول جیب میں رکھی ہو۔ ناہید ڈر کے مارے میرے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔ میں نے جہاز کے تہہ خانے میں ادھر ادھر ٹارچ کی روشنی ڈالی تہہ خانے میں رسیاں۔ جہاز کے مرمت کے آلات' جنریٹر اور جنریٹر چلانے کے آئل۔ پیٹرول وغیرہ کے ڈرم پڑے تھے۔ تھوڑی دیر بعد میں تہہ خانہ اچھی طرح چیک کر چکا تھا۔ لیکن عفریت کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ اچانک اوپر ہال کمرے میں چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں ناہید کا ہاتھ پکڑے اوپر کی طرف دوڑ پڑا۔ جہاز بالکل اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہال کمرے میں ایک بھگدڑ مچی ہوئی تھی کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ اور عورتوں کی چیخیں آسمانوں کو چھوتی محسوس ہو رہی تھیں تھوڑی دیر بعد تمام مرد ہال کمرے کے دروازے پر موجود تھے۔ حامد اپنے ساتھ کسی بندے کو لے کر جاؤ اور دیکھو یہ لائیٹ کیوں آف ہے۔ کپتان نے حامد سے کہا اور حامد ایک دو بندوں کو ساتھ اوپر چل دیا۔ اور تم کھڑکیوں کو چیک کرو۔ عبداللہ نے عملے کے ایک آدمی سے کہا۔ باقی تمام لوگ دروازے کو توڑنے کی کوششیں کریں۔ اندر سے اب بھی چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ تمام مردوں نے مل کر دروازہ کو دھکیلنا شروع کر دیا۔ لیکن دروازہ کافی مضبوط تھا۔ اتنے بندوں کے زور لگانے کے باوجود وہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔ جیلانی جہاز میں کوئی تیشہ موجود ہو گا اگر تیشہ مل جائے تو دروازہ توڑا جا سکتا ہے۔ عبداللہ نے جہاز کے عملے میں سے ایک بندے سے کہا سر تیشہ تو نہیں البتہ کشتیوں کے چپو مل جائیں گے۔ جیلانی نے جواب دیا۔ جاؤ فٹافٹ وہی لے آؤ۔ عبداللہ نے کہا۔ اور جیلانی نیچے تہہ خانے کی طرف چل دیا۔ سر تمام کھڑکیاں اندر سے بند ہیں۔ میں نے شیشے توڑ دیئے ہیں لیکن سلاخوں کی وجہ سے اندر نہیں جایا جا سکتا۔ اور کھڑکیوں کے آگے پردے پڑے ہیں۔ اس لئے اندر کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔ اصغر نے ہانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اب اندر چیخ و پکار کی آوازیں کم ہوتیں جا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد جیلانی اور اس کے ساتھی دو تین بندے دو چپو اٹھائے نمودار ہوئے اور پھر اچانک ہی لائیٹ آن ہو گئی۔ چلو یہ چپو اٹھاؤ اور دروازے پر پل پڑو۔ عبداللہ نے مردوں سے کہا سر میں یہ ہتھوڑے بھی ساتھ لے آیا ہوں شاید یہ بھی کچھ کام دے جائیں۔ جیلانی نے کہا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد دروازہ ٹوٹ چکا تھا۔ لیکن اندر ویرانی پھیل چکی تھی۔ وہ عفریت اپنا کام کر کے جا چکی تھی۔ عبداللہ سر پکڑ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ لگتا ہے ہم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ وہ عفریت ہم سب کو تباہ کر دے گی۔ اور ہم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ عبداللہ نے شکستہ لہجے میں کہا۔ حامد لائیٹ کو کیا ہوا تھا۔ اچانک یاد آنے پر میں نے پیچھے کھڑے حامد سے پوچھا۔ اس عفریت نے جنریٹر کی تار کاٹ دی تھی۔ حامد نے جواب دیا۔ لیکن جبار میں اور ناہید تو جنریٹر کے پاس ہی موجود تھے۔ ہمارے سامنے تو تہہ خانے میں کوئی نہیں آیا تھا۔ میں نے حیران لہجے میں پوچھا۔ جنریٹر کی تار تہہ خانے کے باہر سے کاٹی گئی تھی۔ شاید عفریت نے تہہ خانے میں آنے کی جرات اس لئے نہیں کی کہ آپ کے پاس ٹارچ تھی ورنہ۔ حامد نے کہا اور میں کانپ گیا اس کا مطلب ہے وہ عفریت سوچ بھی سکتی ہے پھر تو وہ اور بھی خطرناک ہے۔ جبار نے کہا۔ لیکن میں اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوں۔ وہ بلا اس جہاز کو کیا تباہ کرے گی۔ میں خود ہی اسے تباہ کر دوں گا۔ عبداللہ نے اچانک وحشی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ اور سامنے پڑے چپو کو اٹھا لیا اور اندھا دھند کھڑکیوں کے شیشے توڑنے شروع کر دیئے۔ ہم سب نے بہت مشکلوں سے اسے قابو کیا۔ حامد اسے کمرے میں چھوڑ آؤ۔ اسے آرام کی ضرورت ہے میں نے حامد سے کہا۔ اور حامد عملے کے دو تین بندوں کے ساتھ عبداللہ کے کمرے کی طرف چل دیا باقی رات آرام سے گزر گئی۔ اب جہاز میں صرف پچیس تیس بندے زندہ بچ گئے تھے۔ میں خدا کا شکر ادا کر رہا تھا۔ کہ ناہید ہال کمرے میں عورتوں کے ساتھ نہیں تھی۔ ورنہ وہ بھی اور آگے سوچ کر ہی میں کانپ اٹھا۔ دوسرا دن ہم سب نے سو کر گزارا۔ دو راتوں سے مسلسل جاگنے کی وجہ سے ایسی میٹھی نیند آئی۔ کہ شام کو چھ بجے آنکھ کھلی۔ عبداللہ باہر عرشے پر موجود تھا۔ وہ بھی شاید اپنی نیند پوری کر چکا تھا۔ اس لئے اب کافی فریش لگ رہا تھا۔ ہال کمرے کے دروازے اور کھڑکیوں کی مرمت ہو چکی تھی۔ اب دوبارہ رات سر پر تھی۔ اور نہ جانے اب کس کی باری تھی۔ ہر بندہ یہی سوچ رہا تھا کہ پتا نہیں وہ اگلی صبح دیکھ بھی سکے گا یا نہیں۔ رات کا کھانا سب نے ہال کمرے ہی میں کھایا۔ سب کے چہرے ستے ہوئے تھے کھانے کے دوران کوئی شیطانی نہ کر سکے اور پھر کھانے کے فوراً بعد حامد اپنے ساتھ تین چار بندوں کو لے کر جنریٹر کی طرف چل دیا۔ باقی تمام بندے چائے سے شغل کرنے لگے۔ باتوں میں پتا بھی نہیں چلا۔ کب بارہ بج گئے اچانک لائیٹ دوبارہ آف ہو گئی۔ سب نے اونچی آواز میں کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ محمود' جبار' عارف میرے ساتھ آؤ۔ یہ صوفے' میزیں اور کرسیاں دروازے کے ساتھ لگانی شروع کر دو۔ عبداللہ نے بدحواس لہجے میں کہا۔ اور ہم سب یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان باتوں سے عفریت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ کام میں لگ گئے تھوڑی دیر بعد دروازے کے آگے فرنیچر کا انبار لگ چکا تھا اور ہم فرنیچر کے سامنے کھڑے ہانپ رہے تھے۔ ابھی ہم کھڑے فرنیچر کو تنقیدی نظروں سے دیکھ ہی رہے تھے کہ مجھے اپنے پیچھے بہت گندی بدبو کا بھبکا اٹھتا محسوس ہوا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ میرے سامنے وہ بندر نما انسان موجود تھا۔ ایک بات اور جو میں نے محسوس کی تھی کہ اس بو کی وجہ سے مجھ پر غنودگی چھانے لگی تھی لیکن میں نے سر جھٹک کر غنودگی بھگانے کی کوشش کی۔ عبداللہ ادھر دیکھو میں نے سرگوشی میں ساتھ کھڑے عبداللہ سے کہا۔ عبداللہ نے مڑ کر بندر نما انسان کو دیکھا۔ اور دیکھتے ہی کہا یا اللہ اب تو تو ہی ہمیں اس عفریت سے بچا سکتا ہے۔ باقی تمام لوگ تھر تھر کانپ رہے تھے۔ ناہید مجھ سے چپکی ہوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔ وہ عفریت خاموشی سے کھڑی ہمیں گھور رہی تھی۔ اس کی سفید آنکھیں حلقوں میں اوھر ادھر گھوم رہی تھیں۔ اچانک وہ اپنی جگہ سے اچھلی اور سیدھی عبداللہ اور عارف کے اوپر آ گری۔ دونوں چیختے ہوئے اس کے نیچے دب گئے۔ جب کہ باقی تمام لوگ چیختے ہوئے ہال میں ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ ہال میں ایک بھگدڑ مچ چکی تھی۔ قیامت کا سا سماں تھا۔ میں ناہید کا ہاتھ پکڑے اس بلا کے سامنے والی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اسے دیکھنے لگا کھڑکیوں سے چودھویں کے چاند کی روشنی اندر آ رہی تھی۔ اس لئے سب کچھ صاف دکھائی دے رہا تھا اور پھر میں نے وہ دل ہلا دینے والا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا اس عفریت نے نہ جانے کس طرح عبداللہ اور عارف کا سینہ چاک کر دیا۔ اور ان کا دل نکال کر کھانے لگا۔ پانچ چھ بندے تو یہ منظر دیکھ کر ہی بے ہوش ہو گئے۔ میرا اپنا حال بہت پتلا تھا۔ مجھے سخت متلی محسوس ہو رہی تھی اوپر سے ناہید بری طرح مجھ سے لپٹی ہوئی تھی۔ عبداللہ اور عارف کا دل کھانے کے بعد عفریت نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اور ایک زبردست پھونک ماری اس کے منہ سے انگارے نکلے اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے عبداللہ اور عارف کی لاشیں جل کر راکھ ہو گئیں۔ اس بلا نے اس پر بھی بس نہیں کیا اور اس راکھ کو زبان سے چاٹ کر زمین کو اچھی طرح صاف کر دیا۔ اب عبداللہ اور عارف کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اس تمام عمل کے دوران اسے ایک دو منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔ زمین کو اچھی طرح صاف کرنے کے بعد وہ دوبارہ ہماری طرف بڑھی۔ ہم سب نے تھر تھر کانپنا شروع کر دیا۔ اس نے بندر کی طرح اچھل اچھل کر ہماری طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ جب وہ ہمارے قریب پہنچی تو ہم نے ہال کمرے کے دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔ لیکن عفریت نے ہمیں کچھ نہیں کہا اور ان بے ہوش بندوں کی لاشوں سے بھی وہی سلوک کرنا شروع کر دیا۔ جو اس نے عبداللہ اور عارف کی لاشوں کے ساتھ کیا تھا۔ مجھے اچانک ہی ہوش آ گیا۔ جبار دروازہ کھولنے کی کوشش کرو۔ ورنہ ہمارا بھی یہی حال ہو گا میں نے کہا اور میز کرسیاں اٹھانی شروع کر دیں تھوڑی دیر بعد ہم دروازہ کھول چکے تھے۔ لیکن اتنی دیر میں وہ عفریت ان پانچ چھ بندوں کے جسموں کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا چکی تھی۔ اور اب ہماری طرف بڑھ رہی تھی۔ دروازہ کھلتے ہی ہم سب نے باہر دوڑ لگا دی۔ دروازے سے باہر نکلتے ہوئے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ عفریت دو اور بندوں کو اپنے قابو میں کر چکی تھی۔ میں نے ناہید کا ہاتھ پکڑا اور دوسری منزل کی طرف دوڑ لگا دی دوسری منزل پر پہنچنے کے بعد میں نے ریلنگ کا سہارا لیتے ہوئے نیچے جھانک کر دیکھا ہال کمرے کا دروازہ صاف نظر آ رہا تھا۔ لیکن وہ عفریت ابھی تک ہال کمرے ہی میں تھی۔ محمود اس بلا کے ہاتھوں مرنے سے تو بہتر ہے کہ ہم سمندر میں چھلانگ لگا کر مر جائیں۔ ناہید نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہ نہیں ہمیں حرام موت مرنا نہیں چاہتا آخری دم تک اس بلا کا مقابلہ کروں گا۔ ارے مقابلے سے مجھے یاد آیا ہم بھی کتنے پاگل ہیں ٹارچ جیب میں ہوتے ہوئے اس بلا سے ڈر رہے ہیں۔ واقعی خوف بہت بری چیز ہے۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹارچ نکالتے ہوئے کہا آؤ اب تم تماشہ دیکھنا میں کیسے اس کو تگنی کا ناچ نچاتا ہوں۔ میں نے نیچے سیڑھیوں کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ محمود اللہ کے واسطے نیچے مت جاؤ وہ بلا بہت خطرناک ہے۔ ناہید نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا میرے خیال میں پہلے یہ دیکھنا چاہئے۔ کہ اس منحوس بندر نما انسان نے جنریٹر کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ آؤ میرے ساتھ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے میں نے کہا اور ناہید کا ہاتھ پکڑے اسے زبردستی کھینچتا ہوا نیچے کی طرف چل دیا۔ محمود تمہیں خدا کا واسطہ ہے۔ نیچے مت جاؤ نیچے وہ بلا آزاد پھر رہی ہو گی۔ ناہید نے میری منت سماجت کرتے ہوئے کہا وہ واپس اوپر جانے کے لئے زور لگا رہی تھی۔ میں نے جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا تو اس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے سلپ ہو گیا۔ اور میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اور سیڑھیوں سے لڑھکتا ہوا نیچے جا گرا۔ میرے سر اور کمر پر شدید چوٹ آئی لیکن مجھے حالات کی سنگینی کے بارے میں اچھی طرح علم تھا۔ اس لئے سر جھٹک کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لیکن سر شدید درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ اس لئے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامے وہیں بیٹھ گیا۔ محمود تم ٹھیک تو ہو نا۔ ناہید نے میرے پاس بیٹھتے ہوئے پریشان لہجے میں کہا۔ وہ بھی سیڑھیوں سے نیچے اتر آئی تھی۔ ہال کمرے کا دروازہ بالکل سامنے تھے۔ لیکن اس عفریت کا کچھ پتا نہیں تھا۔ میں ٹھیک ہوں تم ٹارچ تلاش کرو میں نے اسے کہا اور وہ ادھر ادھر ٹارچ تلاش کرنے لگی۔ لیکن ٹارچ غائب ہو چکی تھی۔ یا شاید بدحواسی میں ہمیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ اچانک عرشے پر کسی کے اچھلنے کی آوازیں سنائی دیں میں نے سامنے دیکھا تو میری جان ہی نکل گئی وہ عفریت بے ڈھنگے انداز میں اچھلتی ہوئی ہماری ہی طرف آ رہی تھی۔ میں اپنے سر کا درد بھول کر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اور ناہید کا ہاتھ پکڑے [illegible]

کھڑا ہوا۔ لیکن اس عفریت کی رفتار شاید ہم سے بھی تیز تھی۔ وہ بالکل اچانک ہی ہمارے سر پر پہنچ گئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ناہید کو مجھ سے چھین لیا۔ ناہید بھیانک انداز میں چیخ رہی تھی۔ میں نے مڑ کر اس عفریت کی طرف دیکھا تو وہ ناہید کو قصائیوں کی طرح ٹانگوں اور ہاتھوں سے پکڑ کر زمین پر لٹا رہی تھی۔ لیکن ناہید اس بری طرح مچل رہی تھی کہ وہ عفریت بھی اسے صحیح طرح قابو نہیں کر پا رہی تھی مجھے معلوم تھا کہ وہ عفریت ناہید کو زمین پر لٹا کر کیا سلوک کرنے والی ہے اور پھر جیسے اچانک ہی مجھے ہوش آ گیا۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ سامنے کیبن کے کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ کیبن میں اور تو کچھ نہیں تھا۔ سامنے میز پر پانی سے بھرا جگ پڑا تھا۔ میرا ارادہ میز اٹھا کر اس عفریت کو مارنے کا تھا لیکن میں نے پہلے جگ اٹھایا اور پانی کے ساتھ جگ اس عفریت پر پھینک دیا جیسے ہی پانی اس عفریت کے جسم پر پڑا وہ عفریت بھیانک انداز میں چیختی ہوئی ناہید کو چھوڑ کر کھڑی ہو گی اور اپنے جسم کو ایسے ملنے لگی جیسے اس کے جسم پر آگ لگ گئی ہو۔ میں فوراً کیبن سے منسلک باتھ روم میں گھس گیا اور سامنے پڑی بالٹی جو آدھی پانی سے بھری ہوئی تھی۔ اٹھا کر باہر لے آیا لیکن وہ منحوس عفریت فرار ہو چکی تھی ناہید زمین پر بے ہوش پڑی تھی میں نے کیبن سے باہر نکل کر ادھر ادھر دیکھا لیکن اس عفریت کا نام و نشان نہیں تھا۔ میں نے بالٹی احتیاط سے کمرے میں رکھی اور ناہید کو گود میں اٹھا کر کمرے میں لے آیا۔ اسے پلنگ پر لٹانے کے بعد میں نے کیبن کا دروازہ بند کر دیا اور ناہید کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ چہرے پر پانی کے چھینٹے مارنے کی وجہ سے ناہید جلد ہی ہوش میں آ گئی اور مجھے سامنے دیکھتے ہی مجھ سے لپٹ گئی محمود میں نے کہا تھا نا وہ بلا ہمیں مار دے گی۔ یہاں سے بھاگ چلو وہ بہت خطرناک ہے ناہید نے چیختے ہوئے کہا۔ ناہید اپنے آپ کو سنبھالو۔ میرے ہوتے ہوئے وہ بلا تم تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور اب تو اس بلا کی کمزوری بھی میرے ہاتھ میں آ گئی ہے۔ اب وہ مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتی۔ اٹھو ہمیں تہہ خانے میں جانا ہے۔ پتا نہیں اس منحوس عفریت نے جنریٹر کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ سب سے پہلے ہمیں جنریٹر کو ٹھیک کرنا ہو گا۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں نے ناہید کو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ نہیں محمود وہ بہت خطرناک ہے ہمیں اس کمرے سے باہر نہیں نکلنا چاہئے ہم یہاں زیادہ محفوظ ہیں۔ ناہید نے التجا آمیز لہجے میں کہا کب تک اس کمرے میں چھپے رہیں گے۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا نا۔ آؤ تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ہوں نا۔ تمہارے ساتھ میں نے کہا اور سامنے پڑی بالٹی اٹھا لی۔ یہ بالٹی کیوں اٹھا رہے ہو۔ ناہید نے حیران ہو کر پوچھا۔ اس لئے کہ وہ عفریت پانی سے گھبراتی ہے۔ آؤ میرے ساتھ ہمارے پاس وقت کم ہے۔ میں نے دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے کہا اور وہ بھی میرے ساتھ چپکی ہوئی باہر چل دی۔ باہر اس عفریت کا دور دور تک نام و نشان نہیں تھا۔ چھ دن پہلے اس جہاز پر کتنی رونق اور چہل پہل تھی اور اب کتنی ویرانی اور اداسی چھائی ہوئی ہے۔ میں نے سیڑھیاں اترتے ہوئے کہا۔ لیکن ناہید نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پتا نہیں اس عفریت نے جبار، سلیم اور اصغر وغیرہ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو گا۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے ہم اکیلے اس جہاز میں سفر کر رہے ہوں۔ سفر سے مجھے یاد آیا اب تو جہاز کو کوئی کنٹرول کرنے والا بھی نہیں ہو گا۔ کہیں کسی چٹان وغیرہ سے نہ ٹکرا جائے۔ جلدی کرو ناہید ہم جنریٹر آن کرتے ہی لائف بوٹ تلاش کریں گے۔ سچوئیشن مزید سے مزید تر خطرناک ہوتی جا رہی ہے۔ میں نے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ تہہ خانے میں جنریٹر موجود تھا۔ اس کی تاریں ٹوٹی ہوئی صاف نظر آ رہیں تھیں۔ میں نے بالٹی ایک سائیڈ پر رکھ دی۔ اور ایک سائیڈ پر پڑے ٹول بکس کو اپنی طرف کھسکاتے ہوئے جنریٹر کے پاس بیٹھ گیا۔ لیکن میں نے شاید غلط تاروں کو آپس میں جوڑ دیا تھا اور جنریٹر آن بھی تھا اس لئے مجھے سخت کرنٹ لگا۔ اور میں اچھل کر پیچھے بالٹی پر جا گرا۔ اور تمام پانی زمین پر گر گیا۔ میرا سر پیچھے پڑے پٹرول کے کنستر سے ٹکرانے کی وجہ سے شدید زخمی ہو گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد بے ہوش ہو چکا تھا۔ ناہید کے چیخنے پر میں جیسے اچانک ہی ہوش و حواس کی دنیا میں آ گیا۔ میرے سر پر ناہید کا دوپٹہ پٹی کی صورت میں بندھا ہوا تھا۔ سر جھٹک کر جب میں نے ناہید کی طرف دیکھا۔ تو وہ عفریت ناہید کو زمین پر لٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے اور تو کچھ نہ سوجھا میں نے ایک سائیڈ پر پڑا ہوا پٹرول کا کنستر اٹھایا اور اس کا ڈھکنا کھول کر تمام پٹرول اس بلا کی کمر پر پھینک دیا۔ جیسے ہی پٹرول اس کی کمر پر گرا۔ وہ عفریت چیختی ہوئی سیدھی کھڑی ہوئی میں نے جلدی سے جیب سے ماچس نکالی یہ بھی شکر ہے کہ سگریٹ پینے کی وجہ سے ماچس ہر وقت میری جیب میں موجود رہتی ہے۔ وہ بلا اس سیڑھیوں کی طرف بھاگنے کے چکروں میں تھی لیکن میں نے ماچس کی تیلی جلا کر اس کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمر پر پھینک دی۔ بھک کی آواز کے ساتھ اس کی کمر پر آگ لگ گئی۔ اور وہ غیر انسانی آواز میں چیختی ہوئی سیڑھیوں سے نیچے گر گئی۔ میں نے ناہید کی طرف دیکھا وہ دوبارہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ میں نے اسے گود میں اٹھایا اور جلتی ہوئی عفریت سے بچتا ہوا اوپر کی طرف چل دیا۔ اوپر پہنچ کر میں نے ناہید کو عرشے پر لٹا دیا اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ اچانک مجھے نیچے سمندر میں چپو چلنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے ریلنگ سے نیچے جھانک کر دیکھا تو نیچے سمندر میں ایک کشتی موجود تھی۔ اسی کی سیڑھی بھی ریلنگ کے ساتھ بندھی ہوئی نیچے لٹک رہی تھی۔ جہاز پتا نہیں کیسے رک چکا تھا۔ بہرحال کشتی میں دو بندے موجود تھے۔ اور کشتی کو جہاز سے دور لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ کشتی میں کون ہے خدا کے واسطے رک جاؤ۔ ہمیں بھی ساتھ لے چلو۔ میں نے اونچی آواز میں کہا۔ محمود یہ تم ہو ٹھہرو میں کشتی کو جہاز کے پاس لاتا ہوں۔ نیچے سے جبار کی آواز سنائی دی۔ اور پھر میرے پیچھے ایک زبردست دھماکہ سنائی دیا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مجھے تہہ خانے میں سے آگ کے شعلے نکلتے دکھائی دیئے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ عفریت تو جل ہی چکی ہو گی۔ لیکن شاید آگ ساتھ پڑے پیٹرول کے کنستروں تک پہنچ گئی ہو گی۔ اور اب تمام جہاز میں پھیل جائے گی۔ پھر جہاز کو تباہی سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ میں نے ناہید کی طرف دیکھا اسے بھی ہوش آ چکا تھا۔ اور وہ حیران سی تہہ خانے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ناہید جلدی اٹھو۔ ہمیں نیچے جانا ہے جہاز کسی بھی وقت تباہ ہو سکتا ہے۔ میں نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کرتے ہوئے کہا۔ اچانک مجھے جبار کی آواز سنائی دی۔ محمود جلدی نیچے آؤ۔ میں کشتی کو جہاز کے پاس لے آیا ہوں۔ میں نے نیچے جھانک کر دیکھا تو واقعی کشتی جہاز کے پاس موجود تھی۔ اسی کی سیڑھی جہاز کے ساتھ لٹک رہی تھی میں نے ناہید سے کہا کہ وہ اسی کے ذریعے کشتی میں چلی جائے۔ لیکن وہ ریلنگ پر چڑھنے سے ڈر رہی تھی۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے میں اس طرح نیچے نہیں جا سکتی۔ اس نے کہا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ تمہیں اسی طرح نیچے جانا ہو گا۔ میں نے اسے اٹھا کر ریلنگ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ محمود خدا کے واسطے مجھے نیچے اتارو۔ میں سمندر میں گر جاؤں گی۔ اس نے رو دینے والے لہجے میں کہا ابھی تھوڑی دیر بعد آگ یہاں تک پہنچ جائے گی۔ چلو جلدی نیچے چلو۔ میں بھی تمہارے پیچھے نیچے آ رہا ہوں۔ میں نے اسے تسلی دینے کے لئے کہا۔ اور اس نے رسی کی پہلی سیڑھی پر پاؤں رکھ دیا۔ پھر

تھوڑی دیر بعد ہم دونوں کشتی میں موجود تھے۔ کشتی میں جبار کے ساتھ جیلانی بھی موجود تھا۔ جہاز شاید اس نے روکا تھا۔ چلو جلدی کشتی کو جہاز سے دور لے چلو کہیں وہ عفریت کشتی میں بھی نہ آ جائے۔ جبار نے جیلانی سے کہا۔ نہیں وہ عفریت ختم ہو چکی ہے اور جہاز کو آگ بھی لگ چکی ہے۔ اس لئے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے خیال میں ہمیں دوبارہ جہاز پر جانا چاہئے اور کھانے پینے کا بچا کھچا سامان کشتی میں لے آنا چاہئے۔ پتا نہیں ہمیں کتنا عرصہ سمندر میں سفر کرنا پڑے۔ میں نے کہا اور ان دونوں نے سر ہلا دیا کچھ دیر بعد ہم کھانے پینے کا اچھا خاصا سامان کشتی میں جمع کر چکے تھے اور اب کشتی جہاز سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ جہاز میں آگ کافی پھیل چکی تھی صبح کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔ سورج طلوع ہو رہا تھا اور ہم کشتی کو سمندر کی بے رحم موجوں کے حوالے کر دیا تھا۔ دو تین دن ہم نے کس طرح کشتی میں سفر کیا۔ یہ ایک الگ ہی کہانی ہے۔ مختصراً" یہ کہ دو تین دن کے سفر کے بعد ہم ایک برٹش جہاز الیگزینڈر رون تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہماری خوش قسمتی کہ یہ جہاز دوبئی کی طرف ہی سفر کر رہا تھا اور پھر ایک دو ہفتے کے سفر کے بعد ہم دوبئی کی سرزمین پر قدم رکھ چکے تھے۔ بندرگاہ پر اترتے ہی ہم نے دو رکعت نفل شکرانے کے ادا کیے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد میری اور ناہید کی شادی ہو گئی۔ آج ہم خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن اس سفر کی یاد بھیانک خواب کی طرح ہمیں آج بھی یاد ہے۔ بلکہ ناہید تو اب سمندر سے بھی خوف کھاتی ہے اور بحری جہاز سے تو اسے نفرت ہے۔

(عمران قریشی)

X⁘✞X→()→(✱★⁘

بولتا ہے وہ مجھ سے کاٹ کر زباں میری
اجازت ہے اب تمہیں حال دل سنانے کی
(شہزاد حسین، ٹنڈو جان محمد)

کس بہانے سے اسے بلاؤں اب تو
جب خود ہی اس سے ہم نے ترک تعلق کیا ہے ﷺ
(SR، لاہور)

تم نے مجھ کو بھلا دیا ہے میں تجھ کو یاد کروں گا
تیری یادوں سے اپنے ویران گھر کو آباد کروں گا
کیا ہوا تو نہیں مل سکی ہے طارق دکھی کو
تیری سلامتی کے لئے میں خدا سے دعا کروں گا
(طارق اعوان دکھی، رامپور)

جنونی

تحریر: انعام علی۔ جنڈ۔ اٹک

میں عامر کی ماں ہوں مجھے عامر جان سے بھی بڑھ کر عزیز ہے میں نے عامر کو۔۔ جنم دیا ہے وہ میری جان ہے مگر اللہ کی مخلوق کے لیے اس وقت بڑا خطرہ بھی ہے۔ میں اپنے عامر کی ایک زندگی کے لیے پوری انسانیت کو تباہ ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتی فیصلہ ہو گیا دونوں میاں بیوی سامنے بیٹھے تھے اور ایک دوسرے کو تسلی دے رہے تھے دوسری طرف اپنی جنونی پیاس بجھانے کے لیے عامر نے اپنی وین کاٹ دی اور پھر انیلہ کمرے میں داخل ہوئی وہ تڑپ اٹھی کیونکہ اس کے بھائی کی آخری سانسیں جاری تھیں بھائی بھائی تم کو بلڈ چاہیے ناں انیلہ نے بھی اپنی وین کاٹ کر عامر کے منہ پر رکھ دی عامر کے والدین جب کمرے میں داخل ہوئے تو کمرہ خون سے بھرا تھا دونوں بہن بھائی اس دنیا کو چھوڑ چکے تھے عامر کی ایک زندگی کے پیچھے ہزاروں زندگیاں تباہ ہو گئیں تھیں جواب ان کی موت کے بعد ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئیں۔ ایک خوفناک کہانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

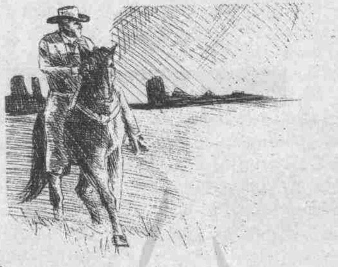

عامر آج کل انتہائی پریشان تھا وجہ بھی معقول تھی کیونکہ وہ پوزیشن ہولڈر تھا اور علی جو کہ درمیانے درجے کا سٹوڈنٹ تھا اس نے فرسٹ اور عامر نے سیکنڈ پوزیشن لی تھی عاصمہ نے ہر سال کی طرح اس بار بھی خوب محنت کی مگر نتیجہ آپ کے سامنے۔ عامر کے لیے یہ ہی بات پریشانی کی تھی اور حقیقت جاننا چاہتا تھا کہ اصل وجہ کیا ہے عامر کے ذہن میں آیا کہ کیوں نہ علی سے دوستی کروں اور اس طرح پھر پوچھ بھی لوں گا علی بھی عامر جیسے امیر لڑکے سے دوستی کا خواہاں تھا اس لیے چند دنوں میں علی اور عامر بے تکلف ہو گئے اور ہر بات شیئر کرنے لگے آج ان کی دوستی کو شروع ہوئے چوتھا مہینہ تھا اور گرمیوں کی چھٹیاں ہونے والی تھیں وہ دونوں کالج کینٹین میں بیٹھے چائے پی رہے تھے علی ایک بات تو بتاؤ عامر بولا ہاں ہاں بولو کیا بات ہے علی نے جواب دیا میں۔۔ عامر کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کس طرح بات شروع کرے علی نے عامر کو دیکھا جو نجانے کیوں بات نہیں کر رہا تھا علی نے عامر کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑا اور بولا میں تیرا دوست ہوں کوئی غیر نہیں بولو۔ دراصل میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم پہلے کوئی خاص ذہن نہیں پڑھا کو نہ تھے پھر یہ انقلاب کیسا۔ عامر نے اپنی بات ختم کی اور علی پر اپنی نگاہ جمائی علی نے عامر کے ہاتھ چھوڑ دیے پورا دماغ لگا کر سوچنے لگا علی جو شرارتی اور شوخ سی ادائیں رکھنے والا لڑکا تھا وہ بہت سنجیدہ سوچ رہا تھا اور پھر بولا۔

عامر میں جانتا تھا تم مجھ سے یہ سوال ضرور پوچھو گے مگر اتنی دوستی ہوئی کہ پھر تم نے نہیں پوچھا میں پرسکون ہو گیا یہ کہہ کر علی نے سر پھر جھکا لیا۔ جونہی علی نے سر اٹھایا تو عامر کو حیرت ہوئی کیونکہ علی کی آنکھیں سرخ اور اس کا چہرہ بھی لال ہو چکا تھا پھر علی بولا اس کی آواز بہت ہی بھاری تھی۔ عامر تم جاننا چاہتے ہو تو پھر سنو میں نے بہت ساری طاقت اور ذہانت حاصل کرنے کے لیے میں نے ایک ایسا کام کیا جس نے مجھے یہ سب دیا پتہ ہے وہ کام کیا ہے میں نے خون پیا انسانی خون میٹھا پر لطف نشہ طاری کرنے والا سرک گاڑھا لذیذ خون یہ کہہ کر علی مسکرانے لگا پھر بولا اور ہاں آگے سن میں پوزیشن نہ حاصل کرنے کی وجہ سے پریشان تھا ایک ن میری ملاقات ہوئی اس نے میری پریشانی بھانپ لی اور کہا بالک تو پریشان لگ رہا ہے ہو سکا تو میں تیرے پریشانی ختم کر دوں گا پنڈت کی بات سن کر مجھے لگا یہ میری پریشانی ختم کرے گا میں نے اس کو بتا دیا کہ میں ذہن نہیں ہوں اور نہ ہی کبھی پوزیشن لے سکا میں بھی یہ سوچتا ہوں کہ میں بھی اوروں کی طرح فرسٹ پوزیشن حاصل کروں میری باتیں سن کر پنڈت کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔

بالک تیرا کام ہو گیا اب تو خوش ہو جا تیرا مقصد پورا ہو گیا جا کل جلاں جگہ میرے پاس آنا اگلے دن میں پنڈت کے پاس بیٹھا تھا پہلے مجھے سمجھاتا رہا پھر بولا بالک تجھے انسانی خون پینا ہوگا تیرا دماغ کھلے گا تیری ذہانت بڑھ جائے گی اور پھر تو پوزیشن ہولڈر بن جائے گا میں نے پنڈت کی بات سن کر گھبرا سا گیا اور بولا انسانی خون میں کہاں سے پیوں گا یہ میرے بس کی بات نہیں آپ کے مشورے کا بہت بہت شکریہ وہ بولا بالک چند دن کی بات ہے تو میرے پاس آیا کرو میں تم کو دوں گا انسانی

خون پھر میں روز اس کے پاس جاتا تھا شروع میں مجھے بہت کراہت اور برا لگا لیکن مرتا کیا نہ کرتا کے تحت پیتا رہا پھر میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا علی کی بات سن کر علی پتھر کی طرح ہو گیا حیرت و خوف اور ڈر کی لہر اس کے سارے بدن میں پھیل گئی وہ کرسی سے اٹھا اور علی سے کچھ کہے بغیر ہی نکل گیا گھر داخل ہوتے ہی بے ہوش ہو گیا۔

جب ہوش آیا تو بولا علی نہیں نہیں علی ایسا نہیں کر سکتا کیا واقعی علی نے خون پیا علی تو ایسا نہیں ہے وہ اسی سوچ میں گم تھا کہ علی نہیں نہیں انسانی خون تب اس نے سوچوں کی دنیا سے نکلنے کے لیے ٹی وی آن کیا تو پاکستان کی جان اور میرے فیورٹ پاکستانی سٹار عبدالرزاق کے چھکوں نے اس کی سوچ کو بدل دیا میچ ختم ہونے کے بعد وہ سو گیا عامر اس واقعے کو مکمل طور پر بھول گیا یہ ایک خوبصورت شام تھی عامر انیلہ حماد عاطف کرکٹ کھیل رہے تھے انیلہ خود کو عبدالرزاق بناتے ہوئے زخمی ہو گئی اتنے میں علی کے والدین آ گئے لگتا ہے کہیں جانے کی تیاری ہے علی نے شوخی دکھاتے ہوئے کہا ہاں بیٹا کہیں جانے کا نہیں تیری خالہ کے گھر پارٹی ہے ادھر جا رہے ہیں مگر عامر نے انکار کر دیا ہے اور بولا مجھے ایسی پارٹیاں بور کرتی ہیں تم اپنی بہن انیلہ کا خیال رکھو ہم دیر سے آئیں گے انیلہ نے علی کو آواز دی کہ بھائی میری پٹی کر دیں عامر نے فرسٹ ایڈ بکس لا کر اس کی پٹی کر دی اور اسے دوائی دے دی تاکہ جلد اسے نیند آ جائے انیلہ کی پٹی کرتے وقت بلڈ ہاتھ پر لگ گیا تھا خون۔۔ انسانی خون ندیدہ خون یہی الفاظ عامر کے ذہن میں گردش کرنے لگے پھر ایک وڈیو عامر کے ذہن میں گردش کرنے لگی علی کی انگارے کی مانند آنکھیں اور موٹی آواز عامر جلدی سے باتھ روم ہاتھ دھونے کے لیے چلا گیا باتھ روم میں آئینے کے سامنے وہ رک گیا اور اپنا عکس دیکھنے لگا وہ بظاہر اپنا عکس دیکھ رہا تھا مگر دھیان علی کی طرف ہی تھا خون انسانی خون جس نے مجھے بہت سی طاقتیں دی ہیں بے خیالی میں اس نے اپنی انگلی منہ میں ڈال دی اف گندی بدبو کا اور عجیب سا ذائقہ عامر کو ابکائی آنے لگی پہلے تو اسے برا لگا لیکن پھر ساری انگلیاں منہ میں ڈال دیں جب انگلیوں کو چوما تو بہت اچھا لگا۔

پھر جانے کیا اس پر دیوانگی طاری ہو گئی وہ بھاگ کر انیلہ کے کمرے میں گیا وہ بے فکر ہو کر سوئی ہوئی تھی اس نے آہستہ آہستہ کی پٹی کھولی اور اس کا خون چوسنے لگا انیلہ بے خبر تھی کہ اس کے ساتھ کتنا برا واقعہ ہو رہا ہے پھر عامر نے اپنا منہ ہٹا لیا اس کے ہونٹ سرخ تھے عامر مسکرا رہا تھا جیسے کوئی بڑا کام کیا ہو پھر انیلہ کی پٹی کر دی باتھ میں جا کر منہ دھو کر سکون کا سانس لیا عامر اصل میں مسمریزم اور ٹیلی پیتھی کا شوقین تھا لہٰذا وہ مارکیٹ گیا اور نئی کتابیں خرید کر گھر واپس آ گیا رات کے بارہ بجے عامر کے والدین بھی آ گئے تھے ان کو انیلہ کا پتہ چلا تو اس کو بہت شاک لگا کیونکہ انیلہ کمزور ہو گئی تھی اور چہرہ بھی زرد ہو گیا تھا پھر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا اور کتابیں پڑھنے لگ عامر نے یوں سے چھپ کر اپنی پریکٹس شروع کر دی پھر اسے علی کی باتیں یاد آنے لگیں کہ کاش مجھے بھی کوئی پنڈت مل جائے جو کہ انسانی خون مجھے دے پھر ایک دن وہ اپنی کھٹارہ قسم کی بائیک پر مندر چلا گیا یہ مندر شہر سے پندرہ کلومیٹر دور تھا کیونکہ ادھر ہندوؤں کی آبادی تھی پنڈت کو ساری باتیں بتا دیں عامر نے پنڈت تیز طرار قسم کا آدمی تھا ساری باتیں سننے کے بعد اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی اور بولا علی نے تم سے ساری باتیں ٹھیک کہیں لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس نے ایک چلہ بھی کیا تھا تین راتوں کا جو کرنا لازمی ہے اور جاپ کرنے کے بعد تیرے ذہن کی گھنٹی کھل جائے گی چند دن تک انسانی خون کا انتظام میں کروں گا اس کے بعد تم خود اگر جاپ کرنا ہے تو کل رات آ جانا کیونکہ یہ جاپ میری نگرانی میں کرنا ہوگا۔ عامر خاموشی سے اٹھا اور پنڈت سے اجازت لے کر گھر واپس آ گیا پھر دن بھر اور طویل رات وہ سوچتا رہا کیونکہ اس کے دل و دماغ میں ذہین بننے اور دماغ کو تیز کرنے کا بھوت سوار تھا عامر کا لاسٹ اور اٹل فیصلہ یہ تھا کہ وہ اگلی رات پنڈت کے پاس جائے گا اور پھر پرسکون ہو کر سو گیا دوسری دن کے بعد رات علی کی سالگرہ کا بہانہ کر کے گھر سے نئی کرولا لے کر نکل گیا اور پنڈت کے پاس جا کر دم لیا علی نے تین راتوں کا جاپ مکمل کر کے ایک جنونی خونی بن گیا وہ حسب معمول اپنی ٹیلی پیتھی کی مشقیں کر رہا تھا مسمریزم کا علم عامر نے پہلے سے ہی سیکھ لیا تھا اب وہ ٹیلی پیتھی پر ہی زور دے رہا تھا اچانک عامر کو شدید بے چینی محسوس ہوئی پھر پیاس کی شدت نے آ گھیرا جلدی سے عامر نے پانی پیا مگر بے سود وہ اسی بے چینی میں کمرے سے نکل کر چھت پر چلا گیا بچے گلی میں فٹ بال کھیل رہے تھے کہ فٹ بال ان کے لان میں آ گرا عامر کے گھر میں کوئی بھی نہ تھا عامر نے جلدی سے اتر کر فٹ بال لے لیا پھر ایک لڑکا بھاگتا ہوا آیا اور بولا بھائی جان بال دینا اسے اپنے جنون نے گھیرا اس نے فٹ بال بچوں کی طرف پھینک دی اور بچے کو لالی پاپ کا لالچ دے کر اندر کمرے میں لے گیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

الماری کھول کر بچے کو لالی پاپ دیں اور بولا تم میرے پاس بیٹھ کر کھالو نہیں تو بچے تم سے سارے کھا جائیں گے اس نے بچے پر اپنے ٹیلی پیتھی اور مسمریزم کا علم آزمانے کا سوچا اچانک عمر کو خوشی کا جھٹکا لگا کیونکہ وہ بچے کے ذہن میں پہنچ گیا تھا اور بچے کو حکم دیا جلدی سے سو جاؤ اور ایک گھنٹہ سوئے رہنا یہ میرا حکم ہے بولو مانو گے۔

پھر بچے کے خراٹے عامر کے کانوں میں سنائی دینے لگے جبکہ عامر اپنی پہلی کامیابی پر بہت خوش تھا اس نے جلدی سے اپنی خونی طلب بجھانے کا فیصلہ کیا عامر پارٹ نرسنگ کا پہلے کرتا تھا عامر نے کنولہ بچے کی وین میں لگایا اور پھر اس سے اپنی پیاس بجھانے لگا دس منٹ تک وہ خون چوستا رہا پھر اس نے کنولا آوٹ کر کے اس پہ ہلکا سا مرہم لگا دیا پھر بچے کو حکم دیا کہ اب بھاگ جاؤ اور ہاں سنو میرے بارے میں کسی کو نہیں بتانا پھر بچہ کچھ دیر بعد آرام سے اٹھا اور باہر بچوں کے ساتھ کھیلنے میں مگن ہو گیا عامر کئی بچوں پر ایسا عمل کر کے ان کا خون پیتا رہا ان میں تو کئی بچوں کی اموات بھی ہو گئیں ان کے والدین نے پیر فقیر بلوائے مگر سب جعلی اب تو عامر کے وارے نیارے کیونکہ وہ ایک بار پھر سے ایک ہاسپٹل میں ڈسپنسر بھرتی ہو گیا وہ مریضوں میں اپنا عمل کر کے ان کے ہاتھوں پر لگے کنولوں سے خون پیتا اور اس طرح مریض ٹھیک ہونے کے بجائے مرنے لگے ایک رات وہ ہاسپٹل کی وارڈ نمبر سات میں ایک مریض کا بلڈ لے رہا تھا ٹیسٹ کرنے کے لیے جوں ہی پانچ کی سرنج میں بلڈ آیا تو عامر اس مریض پر جنونی کی طرح لپٹ گیا اور اس کے گلے میں دانت گاڑھ کر سارا خون پی گیا اور وہ مکمل جنونی بن گیا تھا اس نے پاس پڑے ہوئے کٹر سے اس کا دل نکال کر کھالیا تو اس وقت ایک گندے اور مکروہ چہرے والا شخص عامر کے سامنے آیا اور اپنی گندی اور بھدی آواز میں عامر سے کہنے لگا عامر تو نے گندی نگری میں قدم رکھ کر مجھے خوش کیا اب میں تجھے ایسی طاقت دوں گا کہ تو غائب ہو سکے گا اور اپنی من مانی کر سکے گا ہاہاہا۔۔۔وہ مکروہ ہنسی ہنسا اور اس کے جسم سے کالی شعاعیں عامر کے جسم میں داخل ہو گئیں اور پھر وہ شخص غائب ہو گیا پھر عامر نے اپنی طاقت کو آزمانے کا سوچا تو اس نے مریض کو غائب کر دیا تو تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی عامر کی سرگرمیاں بہت تیز ہو گئیں تھیں۔

عامر کے والدین پریشان تھے کیونکہ اس نے کھانا کھانا اور کسی سے ملنا بھی کم کر دیا تھا کچھ دنوں بعد سب نے ٹھنڈے علاقوں پر جمی ہوئی برف اور انجوائے کرنے کا سوچا پھر اسی طرح وہ ٹھنڈے علاقوں کی سیر کرنے کو چلے گئے انہوں نے پہلے ایک چھوٹے سے مگر پیارے ہوٹل میں رہنے کا فیصلہ کیا آج پھر ایک زہریلی رات تھی عامر پر گوشت کھانے کھانے اور خون پینے کا جنون سوار تھا وہ اکیلا باہر نکلا اور اسی نے گیٹ کیپر کو بڑی بے دردی سے مار وہ بھی عامر کے شکنجے میں ایسی طرح جکڑ گیا کہ اپنا بچاؤ بھی نہیں کر سکا صبح ایک بری خبر ملی اس طرح کئی اور قتل بھی کر کے بے گناہ انسانوں کا خون پی چکا تھا عامر کے عامر کے والدین نے حالات کا جائزہ کے کر گھر واپس جانے کا سوچا گھر آ کر عامر نے سکون کا سانس لیا عامر نے اپنے گھر والوں سے ملنا بالکل بند کر دیا تھا کیونکہ وہ گھر والوں کا خون نہیں کر سکتا تھا اگلی شام عامر نے ایک مختلف پلان بنایا اور پھر وہ شہر کے مشہور پارک میں تھا وہ لوگوں کو ادھر ادھر جاتے دیکھ رہا تھا پھر عامر کی نظر ایک لڑکے۔ پڑی جو بہت اداس بیٹھا تھا عامر نے اپنے علم سے اس لڑکے۔ کے ذہن کو پڑھ لیا اور پھر اسے کہا کہ آپ کو میں اس غربت سے نکالوں گا اور پھر اپنی بے وفا محبوبہ سے بے وفائی کا بدلہ لے لیا وہ لڑکا بولا غم عاشقی سے پہلے ہمیں کون جانتا جواب میں عامر بولا۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھار اسے اکیلا ہی چھوڑ دے

عامر نے کہا چاند میں تم کو زندگی کی دولت عیاشی سے مالا مال کر دیا دوں گا عامر باتوں باتوں میں اس کے دل میں اپنی جگہ بنا کر اس کا تازہ خون اور سینے میں مچلتا دل کھانا چاہتا تھا تھوڑی دیر بعد وہ ویرانے میں تھے عامر اس پر چمٹ گیا اور پندرہ سے پچیس منٹ میں وہ لاش کو بری طرح ادھیڑ چکا تھا اور پھر وہاں سے غائب ہو گیا جب گھر گیا تو سیدھا اپنے کمرے میں اور آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے چہرے پر خون کے دھبے دیکھ کر باتھ روم گیا اور اپنا منہ دھو لیا عامر کی ماں نے نوٹ کیا کہ عامر پر یا تو کوئی سایہ ہے یا پھر بدروح نے عامر کو۔۔تو عامر کا باپ بولا واہ بھئی واہ اس ماڈرن دور میں کہاں سے جن آ گئے پر چلو جو بھی کہ کل قرآن خوانی کے لیے تیار رہنا آج قرآن پاک کا ختم تھا عامر نے طبیعت کی خرابی کا عذر کر کے خود کو کمرے میں بند کر دیا بہت سارے لوگ مدعو تھے عامر کو آج بہت گھٹن اور گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی پھر تقریب کے لیے جس جگہ کا انتخاب۔ کیا گیا وہ عامر کے کمرے ساتھ تھا سب لوگوں نے مل کر قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا دوسری طرف عامر کی

خونی پیاس بڑھنا شروع ہو گئی آج وہ ہر کام بڑی کامیابی کے ساتھ کر رہا تھا لیکن بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی آخر ایک نہ ایک دن تو قصائی کی چھرے تلے تو آنا ہی پڑے گا شیطان کا چیلہ بے گناہوں کی زندگیاں تباہ کرنے والے عامر پر زوال شروع ہو گیا۔

یوں لگتا کہ وحشت گھبراہٹ اور جنونی پن کا دورہ عامر پر پڑ گیا اچانک کمرے میں عامر کی بہن انیلہ داخل ہوئی عامر یکدم انیلہ پر چمٹ گیا لیکن انیلہ ہاتھ چھڑا کر بھاگ گئی اور امی کو بتا دیا عامر کی جب کمرے میں داخل ہوئی تو دیکھا عامر کے فرش پر پڑا بری طرح ہانپ رہا تھا اور اپنی انگارے جیسے سرخ آنکھوں سے اپنی کو گھورا تو دروازہ بند ہو گیا اور پھر ساری بات عامر کے ابو کو بتا دی وہ اٹھا اور کمرے میں دیکھا تو عامر کسی زخمی ناگ کی طرح لگ رہا تھا عامر کے ابو نے تقریب میں آئے ہوئے پیر صاحب سے بات کی تو پیر صاحب نے جا کر عامر کا کمرہ کھولا تو عامر نے پیر صاحب پر حملہ کر دیا مگر یکدم فرش پر گر پڑا عامر درندوں جیسی آوازیں نکالنے لگا شاہ جی نے پڑھ کر فضا میں ہاتھ بلند کیا تو ان کے ہاتھوں میں موٹی موٹی زنجیریں آ گئیں اور وہ زنجیریں عامر پر پھینک دیں عامر کے چیخنے چلانے میں شدت آ گئی مگر وہ ذرہ بھی ہل نہیں سکا شاہ جی کمرے سے نکل کر عامر کے والدین کو بتانے لگے بڑے افسوس کی بات ہے آپ کا عامر انسانی خون پینے کا عادی ہو چکا ہے اور وہ کئی زندگیاں تباہ کر چکا ہے شیطان نے عامر کو غائب ہونے کی طاقت دی ہے مگر یہ غیر مذہب یہ نہیں جانتے کہ اس کائنات کو پیدا کرنے والی ہستی زبردست قوت کی مالک ہے۔ اس کا صرف ایک ہی حل ہے عامر کی۔۔۔۔موت۔۔۔۔نہیں نہیں ہم ایسا نہیں کریں گے وہ دونوں بیک وقت چلائے میرے بچوں اگر عامر کو مارو گے نہیں تو لوگ عامر کی حقیقت جان کر اسے سڑک پر مار دیں گے لہذا آپ کو عامر کی زندگی یا انسانیت کی بقا عزیز ہے یہ کہہ کر شاہ جی رخصت ہو گئے عامر کے کمرے سے بہت خوفناک آوازیں آ رہی تھیں عامر کے والدین پریشان تھے پھر دونوں نے مل کر اس کا حل نکالنا شروع کر دیا عامر کی ماں بولی مجھے عامر جان سے بھی بڑھ کر عزیز ہے میں نے عامر کو۔۔جنم دیا ہے وہ میری جان ہے مگر اللہ کی مخلوق کے لیے اس وقت بڑا خطرہ بھی ہے میں اپنے عامر کی ایک زندگی کے لیے پوری انسانیت کو تباہ ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔

فیصلہ ہو گیا دونوں میاں بیوی سامنے بیٹھے تھے اور ایک دوسرے کو تسلی دے رہے تھے دوسری طرف اپنی جنونی پیاس بجھانے کے لیے عامر نے اپنی وین کاٹ دی اور پھر انیلہ کمرے میں داخل ہوئی وہ تڑپ اٹھی کیونکہ اس کے بھائی کی آخری سانسیں جاری تھیں بھائی بھائی تم کو بلڈ چاہیے ناں انیلہ نے بھی اپنی وین کاٹ کر عامر کے منہ پر رکھ دی عامر کے والدین جب کمرے میں داخل ہوئے تو کمرہ خون سے بھرا تھا دونوں بہن بھائی اس دنیا کو چھوڑ چکے تھے عامر کی ایک زندگی کے پیچھے ہزاروں زندگیاں تباہ ہو گئیں تھیں جواب اس کی موت کے بعد ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئیں۔

❁❁❁

میں مجھے ڈر لگتا ہے

کل رات بستر پہ مجھے...... اک آہٹ نے چونکا دیا...... اک نرم
ہوا کا جھونکا، میری پیشانی کو چھو گیا...... آنکھ کھلی تو ماں کو دیکھا
...... کچھ ہلتے لب،، کچھ پڑھتے لب...... میں دھیرے سے مسکرا
دیا...... ماں آج بھی اٹھ کر راتوں کو...... میری پیشانی کو چومتی
ہے...... اور اپنے حصے کی بھی سب دعائیں...... مجھ پر پھونکتی ہے
بس اتنا یاد ہے مجھے...... اک عرصہ پہلے بچپن میں، بس اک بار
کہا تھا...... ماں مجھے ڈر لگتا ہے

انتخاب: حارث افتخار-لاہور کینٹ

غزل

رونے پہ دل جو آئے تو رو لینا چاہیے
یہ آئینہ کبھی کبھی دھو لینا چاہیے
اس نے کہا تھا ہجر کی بارش میں آؤں گا
آنکھوں کو آنسوؤں سے بھگو لینا چاہیے
سرمستی وصال میں اے دل کبھی کبھی
کانٹا مذاق کا بھی چبھو لینا چاہیے
ممکن ہے آ گیا ہو وہ یادیں سمیٹنے
شہر دل خراب سے ہو لینا چاہیے
وہ کب کا جا چکا ترے خوابوں کے شہر سے
وکی اب تجھے سو لینا چاہیے

محمد لقمان اعوان-سریانوالہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پراسرار بچھو

تحریر: ثقلین ساجد کھنہ

ہم سیر کرتے ہوئے ایک قبرستان تھا کئی سال پرانی قبریں یہاں موجود تھیں جن کی حالت بہت ہی خستہ تھی ابھی ہم ایک قبر کا مطالعہ کر رہی تھیں کہ وہاں چیخ کی آواز سنائی دی اور ہم سب اس آواز کی سمت چلنے لگے وہ چیخ کی آواز ہمیں ابھی تک سنائی دے رہی تھی وہ چیخ ایک قبر سے آرہی تھیں ہم لڑکیاں پیچھے ہوکر کھڑی ہوگئیں اور لڑکے قبر میں جھانک رہے تھے وہ ایک ٹوٹی ہوئی قبر تھی جس میں کوئی لاش پڑی تھی اور دو سیاہ بچھو اس لاش کو ڈنگ مار تے تھے اور وہ لاش چیخنی تھی ہم لڑکیاں تو بہت ڈر گئی تھیں اس لیے پیچھے ہوکر کھڑی ہوگئی ایک لڑکے نے بڑی ٹہنی اٹھائی اور بچھو کو دے ماری ٹہنی لگتے ہی ایک بچھو نجانے کہاں غائب ہوگیا اور دوسرا ہماری طرف بڑھا ہماری تو چیخیں ہی نکل گئیں تمام لڑکوں نے دائرہ سا بنا دیا اور بچھو کو مارنے لگے وہ بچھو عام بچھو سے کافی بڑا تھا اور اس کا رنگ بالکل سیاہ تھا آنکھیں لال لال سرخ تھیں وہ غصے سے ہمیں گھور رہا تھا لڑکے اس پر پتھر مارتے تو وہ ڈنگ مار کر پتھر توڑ دیتا اور ٹہنی اس پر لگاتے وہ اسے بھی توڑ دیتا کافی دیر اسے تنگ کرنے کے بعد لڑکوں نے بڑا سا پتھر اس پر گرا دیا اور ہم وہاں سے نکل کر ہوٹل آگئے ہم بہت ہی تھک چکے تھے اس لیے کھانا کھا کر سو گئے۔ اور پھر وہی بچھو ہم سب کی موت بنتا چلا گیا اس نے ہمارے گروپ کے تمام لڑکوں کو اپنے زہر سے مار ڈالا۔ ایک خوفناک کہانی۔

سڑک گاڑیوں سے بھری ہوئی تھی ایسا لگتا تھا جیسے ان گاڑیوں کو کہیں قید کیا ہوا تھا اور اب آزادی ملنے پر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ہر گاڑی بھر پور کوشش کر رہی تھی اور پیدل چلنے والوں کا تو ان کو خیال ہی نہیں ایک دوسرے سے پہلے آگے نکلنے کی جلدی ہر گاڑی والے کو تھی جس کی وجہ سے لوگ سڑک خالی ہونے کا انتظار کر رہے تھے کہ کب سڑک خالی ہو اور وہ سڑک پار کر کے اپنے کاموں یا گھروں میں جا سکیں کرن جو کافی دیر سے کھڑی تھی اور سڑک خالی ہونے پر وہ بھی جلدی جلدی سڑک پار کرنے لگی ابھی وہ سڑک کے درمیان ہی پہنچی تھی کہ ایک کار تیزی سے آئی اور کرن کو ٹکر مار کر تیزی سے چلی گئی سڑک پر لوگوں کا ہجوم جمع ہوگیا تھا باقی گاڑیاں وہی کھڑی ہوگئیں کرن کو کافی چوٹیں آئی تھیں جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہوگئی ایک آدمی نے اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو ملا کر کرن کو ہسپتال پہنچایا کرن کے پرس سے پتہ ملنے پر ان کے گھر اطلاع کردی گئی کچھ ہی دیر بعد کرن کی والدہ بھی وہاں ہسپتال پہنچ گئی۔

تقریباً دو گھنٹوں بعد کرن کو ہوش آگیا اور اس کی حالت بھی کچھ ٹھیک ہوگئی تھی اس لیے اس کی ماں کرن کو گھر لے گئیں تین چار دن میں کرن کی طبیعت بہتر ہوگئی اب وہ زیادہ تر گھر ہی رہتی تھی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کرن گھر میں تنگ ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ نوکری کرنا چاہتی تھی اس لیے کرن نے ایک کمپنی میں ملازمت کرنا شروع کردی اور دو ہفتے بعد ہی کرن کے ساتھ یہ حادثہ پیش آگیا کرن کے والد ملک سے باہر کام کرتے اور والدہ بینک ملازمت کرتی تھیں کرن سے چھوٹی ایک بہن تھی جس کا نام مسکان تھا کرن اب زیادہ تر وقت مسکان کے ساتھ ہی گزارا کرتی تھی شام کا سایہ چاروں طرف پھیل رہا تھا موسم بہت ٹھنڈا تھا اور ہوائیں بھی چل رہی تھین کرن اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی ایک کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی دروازے سے اس کی چھوٹی بہن اندر آئی اور کرن سے کہنے لگی آپی جان آپ کو پتہ ہے کیا۔

کرن نے مسکان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہی کہ صبح نیلم آپی اور اس کی والدہ اور دیگر گھر والے آرہے ہیں تم سے کس نے کہا ابھی کرن مسکان کی بات سن کر بولی مسکان ابھی خالہ کا فون آیا تھا وہ سب ٹرین کے ذریعے صبح ہمارے گھر میں ہوں گے کتنا مزہ آئے گا آپی نیلم اور ان کی چھوٹی بہن میں تو خوب کھیلوں گی مسکان خوشی سے بولتی جارہی تھی اور کرن اپنی چھوٹی بہن کو اتنا خوش دیکھ کر مسکرا رہی تھی نیلم کرن کی کزن اور بیسٹ فرینڈ بھی تھی اس کے آنے کی خبر سن کر کرن بھی خوش ہوگئی تھی

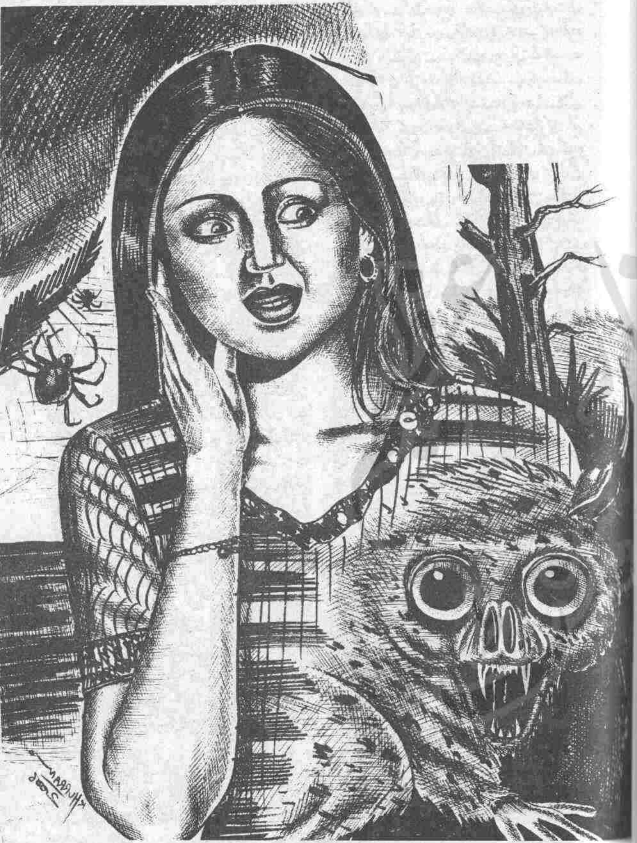

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرن نیلم سے اپنے دل کی ہر بات کہتی تھی دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔

پہلے نیلم کرن کے پڑوس رہتی تھی پھر نیلم کے والد کی ٹرانسفر کی وجہ سے وہ دوسرے شہر چلے گئے اور اب پورے ایک سال بعد وہ ملنے کے لیے آ رہے تھے صبح کرن کی والدہ نے ناشتہ تیار کیا اور پھر کرن اور مسکان کو اٹھایا اور تینوں ناشتہ کرنے لگے کرن بیٹا اب تمہاری طبیعت کیسی ہے جی ٹھیک ہے ماما کرن نے مختصر سا جواب دیا تو وہ بولیں تمہیں پتہ ہے کہ تمہاری خالہ جان آ رہی ہیں جی مسکان نے بتا دیا تھا کرن بولی تو اس کی ماما نے کہا بیٹا ناشتہ کر کے تم صفائی کر لینا میں کھانا وغیرہ تیار کرتی ہوں وہ لوگ دس بجے تک پہنچ جائیں گے کرن جو ناشتہ کر چکی تھی برتن اٹھا کر کچن لے گئی اور صفائی کرنے لگی مسکان بھی اپنی آپی کا ہاتھ بٹا رہی تھی جب کہ کرن کی ماما کھانا وغیرہ تیار کر کے رکھ دیا مسکان بڑی بے چینی سے اپنی خالہ کا انتظار کر رہی تھی وہ بار بار گھڑی یا دروازے کی طرف رہی تھی پھر بارہ دروازہ کی بل ہوئی تو وہ دروازہ کی طرف لپکی اور دروازہ کھولا تو سامنے اس کی خالہ نیلم اور نیلم کے چھوٹے بہن بھائی کھڑے تھے سب ایک روم بیٹھ کر باتیں کرنے لگے نیلم سے مل کر کرن بہت ہی خوش ہوئی نیلم کا بڑا بھائی بار بار کرن کی طرف دیکھت کرن بہت خوش تھی مسکان اپنی ہم عمر کرن ارم اور عادل سے گھل مل گئی اور انہیں لے کر اپنے کمرے میں آ گئی کرن بیٹا اب تمہاری طبیعت کیسی ہے زیادہ چوٹیں تو نہیں آئی اب بالکل ٹھیک ہوں چلو خدا کا شکر ہے کہ کوئی مسئلہ نہیں ہوا ہے کرن کی جب بھی نظر پڑتی تو وہ گھبرا سا جاتا کرن کی طرف دیکھتا کرن جب نیلم کو لے کر اپنے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کرن تمہارے کمرے تو تازہ پھولوں کی خوشبو اور ڈھیر سارے کارٹون رکھے ہوتے تھے اور اب تو کچھ نہیں ہے یہ تمہارا کمرہ ہی نہیں لگ رہا اور تم اتنی کمزور اور اداس سی کیوں ہو کیا تمہیں خوشی نہیں ہوئی مرے آنے کی نیلم نے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا نہیں بابا ایسی کوئی بات نہیں بس ذرا طبیعت نہیں سنبھلی اس لیے کرن نے نیلم کو مطمئن کر دیا پھر اس طرح دو دن گزر گئے مسکان اپنے کزن کے ساتھ خوب انجوائے کر رہی تھی جب کہ نیلم اور کرن ٹی وی دیکھ رہے تھے نیلم بار بار کرن سے کہتی۔

کرن میں تمہیں بچپن سے جانتی ہوں تم ضرور مجھ سے کوئی بات چھپا رہی ہو چلو بتاؤ کیا بات ہے تم اتنی پریشان اور اداس کیوں ہو چلو بتاؤ مجھے کرن جلدی بتاؤ مجھے ورنہ نیلم کرن کے پاس آ کر اس کا ہاتھ تھام کر بولی کرن اب ہچکیوں کے ساتھ رونے لگی نیلم اسے لے کر اس کے کمرے میں آئی اور بڑی مشکل سے کرن کو سنبھالا کرن کی آنکھوں کا بوجھ جب کم ہوا تو وہ بولی ہم کلاس والے بی اے کے امتحان کامیابی کے بعد بہت خوش تھے اور اس خوشی کو دوبالا کرنے کے لیے ہم نے کہیں گھومنے کا پروگرام بنایا کسی خوبصورت سے دیہات میں چنانچہ مقررہ دن ہم بس میں سوار ہو کر چل پڑے ہم سات لڑکیاں اور دس لڑکے تھے اور دو ہمارے ٹیچر تھے ہم جس گاؤں میں گئے وہ بہت ہی خوبصورت گاؤں تھا ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی صاف ستھرا ماحول تھا وہ پہاڑی علاقہ تھا بہت خوبصورت گاؤں تھا ہم سب وہاں بہت خوش تھے خاص طور پر میں کیونکہ میں زیافت کے ساتھ تھی وہ بہت ہی خوبصورت لڑکا تھا ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے علی کی بس ایک عادت بری تھی کہ وہ بہت جلد باز تھا کسی بات کو سوچ کر نہیں کرتا تھا زیافت کے کہنے پر ہی گئی تھی اس لیے ہم دونوں خوش تھے ہمارے کلاس میں ایک لڑکا جس کا نام ثقلین تھا وہ بہت ہی ذہین تھا اور خوبصورت بھی تھا ساری لڑکیاں اسے پسند کرتیں مگر وہ کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتا تھا ثقلین اکثر میری طرف دیکھتا رہتا تھا اور جب بھی میری نظر اس پر پڑتی تو وہ نظریں چرا کر دوسری طرف دیکھنے لگتا خیر میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتی میری تو آنکھوں میں دل زیافت تھا اور ہر جگہ مجھے زیافت ہی دکھائی دیتا تھا گاؤں پہنچ کر ہم نے ایک ہوٹل میں تین کمرے بک کرائے اور آرام کرنے لگے۔

اگلے دن ہم سب کلاس فیلو پہاڑی پر گئے اور وہی بیٹھ گئے زیافت سب کو ہنساتا تھا اس لیے سب ہی اسے پسند کرتے تھے جب کہ ثقلین ایک سنجیدہ لڑکا تھا وہ مسکراتا بھی کم تھا کافی دیر گپ شپ کے بعد سب پہاڑی سے نیچے اترنے لگے میں وہیں کھڑی تھیں ثقلین میرے پاس آیا اسے دیکھ کر میں مسکرا دی اس کے چہرے پر ہوائیں اڑ رہی تھیں بہت پریشان اور گھبرایا ہوا تھا وہ مجھ سے بولا کرن۔۔ میں جو سب کو اترتے ہوئے دیکھ رہی تھی ثقلین کی طرف پلٹی۔ ہاں کیا بات ہے تم پریشان لگ رہے ہو میں نے اس سے پوچھا وہ کرن میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔۔۔ وہ لڑکھڑا کر بولا ہاں بولو میں سن رہی ہوں کرن تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو اور میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں پلیز میرا دل مت دکھانا میں نے صرف تم کو چاہا ہے اور تم ہی میری پہلی اور آخری محبت ہو ثقلین بولے جا رہا تھا اور میں سن کر حیران رہ گئی میں نے ثقلین سے کہا ثقلین تم بہت اچھے ہو پر میں صرف اور صرف زیافت سے پیار کرتی ہوں اور بس تم مجھے بھول جاؤ ہم صرف اچھے دوست ہیں۔

میری یہ بات سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے لیکن میں وہاں سے چلی گئی دوسرے دن ہم نے اس سے بھی اونچی پہاڑی پر گئے وہاں سے نیچے دیکھ کر خوف آتا تھا اور نظر گھومتی تھی اچانک میرا دوپٹہ نیچے گر پڑا زیافت وہ وہ میرا دوپٹہ۔۔ اس نے ایک نظر میری طرف اور ایک نظر دوپٹے کو دیکھا اور بولا کم ان کرن اب دوپٹے کے لیے میں نیچے جاؤں دوسرا لے لینا ویسے بھی تم ایسے ہی اچھی لگ رہی ہو ڈوپٹے کے بغیر بھی وہ ہنس کر آگے چلا گیا ہم ہوٹل سے کافی دور تھے اس لیے اکیلی واپس نہیں جا سکتی تھی سب آگے بڑھ رہے تھے میں ان کے پیچھے تھی پھر مجھے کسی نے پیچھے سے آواز دی کرن میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہاں ثقلین کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں میرا دوپٹہ تھا وہ مجھے دے کر چلا گیا وہ میری خاطر اس خطرناک پہاڑی پر گیا تھا میرا ذہن بھٹک رہا تھا میں پیار تو زیافت سے کرتی تھی پھر میرا ذہن ثقلین کی طرف کیوں جاتا اس لیے اس دن میں خاموش رہی کسی سے کوئی خاص بات نہیں کی اور نہ ہی زیافت کی طرف گئی تھی دوسرے دن ہم سیر کرتے ہوئے ایک قبرستان تھا کئی سال پرانی قبریں یہاں موجود تھیں جن کی حالت بہت ہی خستہ تھی ابھی ہم ایک قبر کا مطالعہ کر ہی رہی تھیں کہ وہاں چیخ کی آواز سنائی دی اور ہم سب اس آواز کی سمت چلنے لگے وہ چیخ کی آواز ہمیں ابھی تک سنائی دے رہی تھی وہ چیخ ایک قبر سے آ رہی تھیں ہم لڑکیاں پیچھے ہو کر کھڑی ہو گئیں اور لڑکے قبر میں جھانک رہے تھے وہ ایک ٹوٹی ہوئی قبر تھی جس میں کوئی لاش پڑی تھی اور دو سیاہ بچھو اس لاش کو ڈنگ مارتے تھے اور وہ لاش چیختی تھی ہم لڑکیاں تو بہت ڈر گئی تھیں اس لیے پیچھے ہو کر کھڑی ہو گئی ایک لڑکے نے بڑی ٹہنی اٹھائی اور بچھو کو دے ماری ٹہنی لگتے ہی ایک بچھو نجانے کہاں غائب ہو گیا اور دوسرا ہماری طرف بڑھا ہماری تو چیخیں ہی نکل گئیں تمام لڑکوں نے دائرہ سا بنا دیا اور بچھو کو مارنے لگے۔

وہ بچھو عام بچھو سے کافی بڑا تھا اور اس کا رنگ بالکل سیاہ تھا آنکھیں لال سرخ تھیں وہ غصے سے ہمیں گھور رہا تھا لڑکے اس پر پتھر مارتے تو وہ ڈنگ مار کر پتھر توڑ دیتا اور ٹہنی اس پر لگاتے وہ اسے بھی توڑ دیتا کافی دیر اسے تنگ کرنے کے بعد لڑکوں نے بڑا سا پتھر اس پر گرا دیا اور ہم وہاں سے نکل کر ہوٹل آ گئے ہم بہت ہی تھک چکے تھے اس لیے کھانا کھا کر سو گئے صبح اٹھ کر ہم نے ناشتہ کیا گھومنے نکل گئے اس دوران میری نظر جب بھی ثقلین پر پڑتی وہ بہت اداس نظر آتا تھا پتہ نہیں کیوں مجھے اس کا معصوم سا چہرہ بہت اچھا لگتا تھا وہ چپکے چپکے اب بھی میری طرف دیکھتا تھا مجھے اس کی یہ ادا بہت ہی پسند تھی وہ میرے ذہن پر سوار ہونے لگا اور میں اس کی طرف دیکھ کر مسکراتی رہتی تھی ہم نے گاؤں اچھی طرح گھوم لیا تھا کافی تصویریں بنائیں خوب انجوائے کیا ہم سب ایک نہر کے پاس بیٹھ گئے میں اکیلی بیٹھی تھی اور باقی سٹوڈنٹ کچھ فاصلے پر تھے تھوڑی دیر بعد زیافت اٹھ کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کرن کیا بات ہے تمہاری طبعیت تو ٹھیک ہے ناں۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں یوں سب سے دور اور الگ کیوں بیٹھی ہو میں نے مسکراتے ہوئے کہا کچھ نہیں ہوا ایسے ہی اکیلے بیٹھنے کو دل چاہ رہا تھا اس لیے بیٹھ گئی تو علی بولا۔

ٹھیک۔ ہے تو میں بھی تمہارے ساتھ بیٹھتا ہوں آخر کار مجھے ہمیشہ تمہارے ساتھ ہی تو رہنا ہے میں اس کی باتیں سن کر مسکرا پڑی پھر کافی دیر بیٹھے رہے علی مجھ سے باتیں کرتا رہا اور میرا ذہن دور سوچوں میں گم تھا شام کے سائے پھیلتے گئے تو ہم ہوٹل آ گئے کھانا کھا کر کچھ بندے کمرے میں آرام کرنے لگے اور زیادہ تر ہوٹل کے پارک میں بیٹھ گئے یہ ہوٹل زیادہ بڑا نہیں تھا مگر تھا بہت ہی خوبصورت خاص طور پر اس کا پارک جہاں ہم سب بیٹھے ہوئے باتوں میں مصروف تھے اچانک ہوٹل سے چیخنے کی آوازیں آئیں ہم اوپر کی طرف بھاگے چیخوں کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں سب کمرے میں داخل ہوئے وہاں ہمارا ایک ساتھی تڑپ رہا تھا اس کا سارا بدن کالا سیاہ ہو گیا اس کا جسم پگھل رہا تھا اور وہ اذیت میں چیخ رہا تھا پھر ہمارے سامنے اس کا جسم پگھل گیا اس کی ہڈیاں تک گل گئی تھیں ہم سب بہت ڈر رہے تھے کسی کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ہم سب بہت پریشان تھے آخر سب اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے ہم نے تین کمرے بک کرواتے تھے ایک میں لڑکیاں اور دوسرے میں ٹیچر اور لڑکے تھے وہ کمرہ جس میں حادثہ ہوا تھا وہ چینج کروا کر سب اپنے کمروں میں چلے گئے ہر کوئی پریشان تھا اور اس انجانی موت سے گھبرایا ہوا تھا بڑی مشکل سے کچھ بندوں کو نیند آ گئی اور کچھ جاگتے رہے تقریباً آدھی رات کو پھر چیخوں کی آوازیں آنے لگیں ہم سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ڈر اور خوف میں سب مبتلا ہو کر رہ گئے تھے پھر ہم اس کمرے کی طرف جہاں سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چیخیں سنائی دے رہی تھیں کمرے کے اندر جا کر ہماری آنکھیں کھلیں کی کھلی رہ گئیں کیوں کہ کمرے میں ہمارے دو ساتھی بالکل اسی طرح تڑپ رہے تھے۔

ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ان کا بھی وہی حال ہوا عجیب سی وحشت سب پر سوار ہو گئی تھی کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا ہم لڑکیاں تو رو رہی تھیں کمرے میں عجیب سی بدبو پھیلی ہوئی تھی سب کی نیند اڑ گئی تھی ہم سب اپنے کمروں میں بیٹھے تھے ہم سب کے چہروں پر خوف تھا نجانے اگلے لمحے کسی کی موت ہو اسی ڈر اور خوف میں کافی وقت گزر گیا زیافت سب لڑکوں کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھا تھا اور وہ اٹھ کر باتھ روم گیا ابھی اسے باتھ روم گئے ہوئے ایک منٹ بھی نہیں ہوا تھا کہ زیافت نے چیخنا شروع کر دیا ہم سب بھاگ کر باتھ روم کے پاس کھڑے ہو گئے ہمارے ٹیچر بھی ہمارے پاس تھے۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر دیکھا تو زیافت نیچے پڑا تھا ہمارے ٹیچر اسے اٹھا کر لائے اس کی آنکھوں میں دہشت تھی وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا مگر اس کی زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی اس نے اپنی ٹانگ کی طرف اشارہ کیا وہاں کسی چیز کے کاٹنے کا نشان تھا جس کی وجہ سے ساری ٹانگ کالی سیاہ ہو چکی تھی آہستہ آہستہ زیافت کا رنگ سیاہ ہوتا گیا اور پھر وہ ہمیں چھوڑ کر چلا گیا میری حالت بہت بری تھی رو رو کر میری آنکھیں سوجھ گئی تھیں سب بہت ہی پریشان تھے رات ایک عذاب کی طرح تھی جو کٹ ہی نہیں رہی تھی ہر کوئی اپنی جان کی فکر میں تھا آخر ہمارے ٹیچروں نے وہ کمرہ بدل دیا ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہاں کوئی خطرناک سانپ ہے جس کے کاٹنے سے یہ اموات ہوئی ہیں بڑی مشکل سے رات کٹی سب کی حالت بہت خراب تھی صبح دیر تک آرام کرتے رہے میری آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے دل بہت اداس تھا علی کی بہت یاد آ رہی تھی کچھ اس کے بغیر اچھا نہیں لگ رہا تھا اس دوران ثقلین نے میرا بہت ساتھ دیا ہر طرح سے میرا خیال رکھا وہ ایک پل کو بھی ثقلین نے میرا بہت ساتھ دیا ہر طرح سے میرا خیال رکھا وہ ایک پل کو بھی ثقلین مجھ سے دور نہ گیا بڑی ہی مشکل سے میری حالت سنبھلی وہ بھی ثقلین نہ ہوتا تو پتہ نہیں کیا ہوتا اس غم اور پریشانی میں دوبارہ رات ہو گئی اور سب کمروں میں چلے گئے۔

اب ہمارے پاس صرف دو کمرے تھے سب نے ہی سمجھا کہ وہ اموات سانپ کی وجہ سے ہوئی ہیں اس لیے سب سونے کی تیاری کرنے لگے آج ہماری یہاں آخری رات تھی ہمارے ٹیچر نے بس ڈرائیور کو فون کر کے صبح بلایا تھا بس ہمیں چھوڑ کر واپس گئی تھی سب کو ہمارے کھو جانے والے ساتھیوں کا بہت دکھ تھا ابھی رات کا ایک بجا تھا کہ لڑکوں کے کمرے سے دوبارہ چیخوں کی آوازیں آئیں ہم لڑکیاں بھاگ کر وہاں گئیں وہاں جا کر ہم نے دیکھا ایک بیڈ پر تین لڑکے سو رہے تھے اور دوسرے پر تین جو بیڈ کھڑکی کے پاس تھا اس پر تین لڑکے سو رہے تھے وہ تینوں تڑپ رہے تھے ان تینوں کی ٹانگوں پر بھی ویسا ہی نشان تھا جیسا زیافت کی ٹانگ پر تھا اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی ختم ہو گئے ابھی ہم سنبھلے ہی نہیں تھے ہمارے پاس کھڑے لڑکوں میں سے ایک چیخ مار کر نیچے گر گیا اس کے پاؤں پر ہم نے دیکھا ایک کالا سیاہ بچھو تھا جو اسے کاٹ کر ٹانگ ایسے اتر کر غائب ہو گیا وہ لڑکا بھی مر گیا لیکن ہماری سمجھ میں ساری بات آ گئی کہ یہ وہی بچھو تھا جس کو لڑکوں نے قبرستان میں تنگ کیا تھا اس دن ہمارے ٹیچر ہمارے ساتھ نہیں تھے اس لیے ٹیچر کو ساری بات بتائی اب صرف دو لڑکے بچے تھے ایک ثقلین اور دوسرا ہمارا ساتھی فرخان مجھے ثقلین کی بہت فکر ہو رہی تھی یہ ساری بھیانک موت بچھو نے کی تھی اور وہ صرف لڑکوں کو ہی مار رہا تھا کیونکہ اسے تنگ بھی لڑکوں نے ہی کیا تھا اب سب ہمارے کمرے میں تھے اچانک وہ بچھو نجانے کہاں سے آیا اور ہمارے ساتھی فرحان کو بھی ڈنگ مار کر غائب ہو گیا اور وہ بھی ختم ہو گیا۔

اس بچھو کی آنکھیں لال سرخ تھیں اس کا رنگ کالا سیاہ اور اس کی ٹانگیں بھی لال تھیں یہ تماشہ دیکھ کر ہم سب ڈر گئے اور باقی رات پارک میں گزر گئی صبح ہوتے ہی ہماری بس آ گئی بس میں ہمارے ساتھ دو ٹیچر اور ثقلین تھا ڈرائیور اور کنڈیکٹر اپنی سیٹ پر تھے ہر کوئی پریشان تھا کہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہمارے ساتھیوں کی موت ہو گئی کاش ہم اس قبرستان میں نہ جاتے نہ ہی اپنے ساتھیوں کو کھوتے مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا سب کچھ ختم ہو گیا تھا میرا زیافت جس کو میں چاہتی تھی وہ مجھ سے بچھڑ گیا تھا پھر مجھے ثقلین کا خیال آیا وہ کسی گہری سوچ میں مبتلا تھا گاڑی تیز چل رہی تھی اور سب سوچوں میں گم تھے پھر اچانک ثقلین نے چیخ ماری ہم نے دیکھا تو وہی بچھو ثقلین کے سر پر بیٹھا ہوا تھا ثقلین کا چہرہ بالکل زرد ہو رہا تھا وہ بچھو ثقلین کے سر سے اتر کر ڈنگ مار کر کھڑکی سے چمٹ گیا اور پھر غائب ہو گیا ثقلین بری طرح تڑپنے لگا اسکی آنکھیں صرف میری طرف دیکھ رہی تھیں بہت اذیت ناک موت تھی چند لمحوں بعد ثقلین کا جسم بھی ہڈیاں سمیت غائب ہو گیا ساری لڑکیاں چیخ رہی تھیں اور بڑی مشکل سے ٹیچر نے ان کو تسلی دے کر سیٹوں پر بیٹھنے کو کہا میری حالت بہت خراب تھی ثقلین کا معصوم چہرہ اس کا آخری بار مجھے دیکھنا مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی تھی میں بے ہوش ہو گئی۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں گھر میں تھی کافی دنوں تک کھانے پینے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا میری آنکھوں میں ثقلین کی تصویر بالکل ایسے سمائی ہوئی ہے جیسے وہ مجھے آخری بار دیکھ رہا تھا اس حادثے کے بعد میں گھر پر ہوں مجھے وہ سفر اور اپنے ساتھیوں کا بچھڑنا زیافت اور ثقلین کی چیخیں سکون نہیں لینے دیتی اس لیے سوچوں میں گم ہوں۔

کرن اپنی کہانی سنا کر رونے لگی پھر نیلم نے اس کو حوصلہ دیا پھر شام کو نیلم نے کرن سے کہا میں تم سے ایک بات کرنا چاہتی ہوں کرن بولی ہاں بولو کیا بات ہے۔ نیلم بولی تم وعدہ کرو کہ منع نہیں کرو گی کرن نے کہا ٹھیک ہے وعدہ رہا اس کی بات سن کر نیلم بولی میرا بھائی ذیشان تم سے پیار کرتا ہے اور ہم اسی کے لیے ہی تمہارے گھر آئے ہیں کیا تم اس کے ساتھ شادی کرو گی۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو نیلم تمہیں پتہ ہے کہ کرن کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئی تو نیلم بولی کرن جو بھی ہو گزرا اس کو بھول جاؤ وہ تمہارا گزرا ہوا ماضی تھا جب کہ ابھی تمہاری پوری زندگی باقی ہے اور ان یادوں کے ساتھ تم زندہ نہیں رہ سکتی تھی وہ سب بھلا کر زندگی کی طرف آنا ہو گا پھر کرن کو نیلم نے منا ہی لیا وہ راضی ہو گئی اور یوں دو ماہ کے بعد کرن کی شادی ذیشان سے ہو گئی کرن اپنے ماضی سے نکل چکی تھی اب وہ زیافت اور ثقلین کی یادوں سے نکل چکی تھی ہم بچھڑ جانے والے کو بھول جاتے ہیں کیونکہ بچھڑ جانے والے کے بغیر زندگی گزارنی پڑتی ہے آخر میں ایک شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔

قصے ٹوٹ کر اشکوں میں بکھر جاتے ہیں
وقت کی آنچ میں پتھر بھی پگھل جاتے ہیں
کون کسی کو یاد کرتا ہے عمر بھر کے لیے
وقت کے ساتھ ساتھ خیالات بھی بدل جاتے ہیں

❀❀❀

کبھی

کبھی زد میں تیرے ہو گئے
کبھی دل نے تجھے گنوا دیا
اس کشمکش میں رہے سدا
تم نے یاد رکھا کے بھلا دیا
کبھی بے بسی میں ہنس دیے
کبھی ہنسی نے ہم کو رلا دیا
کبھی پھولوں سے رہی دوستی اپنی
کبھی کانٹوں سے ہاتھ ملا لیا
بس اک کو اپنا نہ کر سکے
کبھی خود کو سب کا بنا دیا
یوں ہی دن گزر گئے پیار کے
کبھی اک خواب خود کو بنا لیا
جو خواب ، ابھرے آنکھوں میں
انہیں آنکھوں میں ہی سلا دیا

☆ ثناء ماہ نور عرف شونوں۔ بہاولنگر

اوس اور آنسو

بھیگتی رات میں...... اوس کے ہاتھ میں...... میں نے رکھے ہیں
آنسو کے موتی بہت...... میری آنکھوں میں آنسو نہ ہوتے اگر
...... نیند بے فکریوں کی میں سوتی بہت...... اور سندر سے سپنے
پروتی بہت...... نم سی اوس میں...... سردی اوس میں...... رات
بھر میں بھی خود کو بھگوتی بہت...... تم مجھ کو نہ دکھ دے کے جاتے
سجن...... کیوں میں روتی بہت

☆ شہزاد۔ راولپنڈی

غزل

اداس جاگتی آنکھوں کے خواب لایا ہوں
میں پتھروں میں چھپا کر گلاب لایا ہوں
جو ہو سکے تو تنہائیوں میں پڑھ لینا
تمہارے واسطے دل کی کتاب لایا ہوں
وہ اک سوال جو تم نے کبھی نہیں پوچھا
سجا کے پلکوں پہ اس کا جواب لایا ہوں
تجھ کو مجھ سے نہیں میری محبت سے گلہ ہو گا
لے دیکھ میں خلوص احباب لایا ہوں
دل پہ لگے زخم تو کبھی مٹا چکا ہوں خضر
یہ تو روح کی چوٹوں کا حساب لایا ہوں

خضر اخلاق۔ بٹلی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صندل

تحریر: انیلہ غزل حافظ آباد

سوری میں تمہاری باتوں میں نہیں آسکتی اور بہتر یہی ہوگا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہوگا اس کا لہجہ اچانک سے سرد ہوگیا اور میں چپکے سے اٹھ کر محل میں آ گیا مجھے اس لڑکی پر بڑا ترس آ رہا تھا اس کی جاسوسی کرنے سے مجھ پر بہت سے انکشاف ہوئے زمر ایک انتہائی گرا ہوا انسان تھا وہ چاہتا تو ملک بھی بیچ سکتا تھا ایک دن اس نے چھپ کر ان کی گفتگو سنی تو وہ کسی اور ملک کے آدمی سے بات کر رہا تھا وہ آدمی زمر سے کچھ لوگوں کے بارے مین پوچھ رہا تھا ہاں بس اب تھوڑے دنوں تک آدمی تم تک پہنچ جائے گا ابھی پہلے بندے کا راز گرم ہے زمر نے راز داری سے کہا اوہ تو میرا ساتھی جو غائب ہوا تھا اسے اس نے غائب کروایا ہے میں نے دل میں سوچا اور پھر اس کی باتیں سننے لگا تھا مجھے لگا جیسے کوئی آ رہا ہو میں نے بندوق پکڑی اور ادھر ادھر سے لاتعلق ہو کر کھڑا ہو گیا آنے والا نوکر تھا جو ہاتھ میں مشروب پکڑے کمرے میں چلا گیا اس کا مطلب یہ آدمی فروخت کر کے پیسے وصول کرتا ہے لیکن مجھے چاہیے تھا ثبوت جو مجھے اکٹھا کرنا تھا۔ ایک سنسنی خیز کہانی

وہ آج پھر میرے خوابوں میں آئی تھی جانے وہ کون تھی لیکن اس کا فسوں خیز حسن مجھے پاگل کر دیتا تھا وہ میری روح پر قابض ہو کر رہ گئی تھی سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے حالانکہ کھانا کھانے وقت بھی وہ بھی میرے خیالوں اور حواسوں پر چھائی رہتی تھی میں مین بہت چپ چپ سا رہنے لگا تھا خاموش اور سائیں سائیں کرتے موسم ہوائیں پاگل کر دیتی تھیں میں اندر سے جتنا ٹوٹا اور بکھرا تھا وہ میرے بکھرے خوابوں کو اور بکھیر دیتی تھی بقول ناصر کاظمی۔

دل تو میرا اداس ہے ناصر
شہر کیوں سائیں سائیں کرتا ہے

میں سو کر اٹھا تو میرا مرشد سائیں کے پاس جانے کو بہت دل کرنے لگا فریش ہو کر میں نے ان کے آستانے پر حاضری دی مرشد سائیں بابا ابھی بہت مصروف تھے میں گاؤں کی گلیوں میں بھٹکنے لگا مگر میرے ذہن پر وہی دھنیں چھائی ہوئی تھیں اچانک مجھے یوں لگا جیسے سامنے کوئی ہے اور پھر جب میری نظر سامنے پڑی تو وہاں وہی کھڑی تھی میں نے اسے پکڑنا چاہا لیکن وہ ہوا کے جھونکے کی طرح آئی اور چلی گئی اور میں اسے وہیں درختوں میں ڈھونڈتا رہا آخر شام کے سائے جب دن کی روشنی پر حاوی ہونے لگے تو میں واپس دربار میں آ گیا مرشد سائیں فارغ ہو چکے تھے آؤ ساجن بیٹھو کیسے ہو وہ اسی گرم جوشی سے بولے مجھے دیکھ کر ان کے لہجے مین در آتی تھی ساجن عشق کرنا اتنا آسان نہیں ہے عشق وہی کر سکتا ہے جو سوچ سکتا ہے جو نفس کو ختم کر سکتا ہے شاید انہوں نے میرا چہرہ پڑھ لیا تھا تم جس کھائی میں گر رہے ہو وہ صرف موت ہے لوگ اسے موت کا کنواں کہتے ہیں اپنی زندگی برباد کرنے پر تلے ہو مرشد سائین مجھے سمجھا رہے تھے مگر میں کیسے سمجھ پاتا جو ہر وقت میرے ذہن پر چھائی رہتی تھی جس کی سوچیں اور دل میرے میں گٹ تھا میں اسے کیسے چھوڑتا جو میرے جسم تو کیا روح پر بھی قابض ہو گئی تھی مجھے خوابوں میں ایک مکان نظر آتا جو بہت پیارا تھا اور جس کے دروازے سے وہ حوصلہ شکن باہر نکلتی تھی اور پھر۔۔۔ پھر وہ غائب ہو جاتی تھی خواب ختم ہو جاتا تھا اور میں جاگ جاتا مرشد سائیں کو میں نے اپنی تمام پریشانیاں بتائیں مگر مرشد سائیں مجھے سمجھانے لگ جاتے ایسا لگتا تھا کہ انہیں سب پتہ ہے لیکن بتانے سے گریز کرتے ہیں میری خالہ زاد مجھے بہت چاہتی تھی مگر میں اس کے حصار سے نکل پاتا تو کسی او و طرف دھیان دیتا اسی طرح چھ ماہ بیت گئے اب میں اس کا عادی ہو گیا تھا ایک دن اوشا مجھ سے کہنے لگی کہ آپ میرے ساتھ چلیں کھیتوں میں چلتے ہیں بے شک وہ لڑکی میرے خوابوں میں آتی تھی میں اس سے عشق کرتا تھا لیکن اوشا بھی اس لڑکی سے کم نہ تھی اور انسان کو زیادہ اچھا وہی لگتا ہے جو اس کے سامنے ہو یہی بات تھی میں بھی اوشا کو پسند کرتا تھا لیکن جو بیڑی میں اپنے پیروں میں ڈال چکا تھا یا یوں کہہ لیں ڈل گئی تھی میں اس سے کافی پریشان تھا۔

خیر میں اور اوشا کھیتوں میں نکل گئے اور شا بہت خوش تھی موسم ابر آلود تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں اور مجھے بے

sndal
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساختہ وہی یاد آرہی تھی اوشا نے مسکرا کر اپنا ہاتھ میری کمر کے گرد حمائل کیا میں بھی ہلکا سا مسکرا دیا اور جب میری نظر سامنے کو اٹھی تو وہ مجھے بلا رہی تھی میں نے آنکھیں ملیں لیکن بے سود وہ حقیقت میں مجھے بلا رہی تھی میں اوشا کو چھوڑ کر اس کی طرف بھاگا اور وہ غائب ہوگئی۔ اوشا بہت پریشان ہوئی کہ آخر یہ مجھے کیا ہوگیا ہے میں پاگلوں کی طرح اسے ڈھونڈنے لگا سیاہ بادل تیزی سے آسمان پر چھانے لگے اوشا پلیز تم گھر چلی جاؤ مجھے تنہا چھوڑ دو میں نے اس کے آگے ہاتھ باندھے اوشا کچھ غصہ اور کچھ پریشان سی گھر چلی گئی۔

ایکدم بادل زور سے کڑکا اور بارش شروع ہوگئی جانے کب تک میں اس بارش میں بھیگتا رہا مجھے کچھ خبر نہیں ساجن ۔اچانک مجھے پیچھے سے مرشد کی کڑک دار آواز سنائی دی اور میرے اوسان خطا ہوگئے جی۔۔۔جی میں گھبراہٹ میں کہنے لگا مرشد سائیں کی آواز سن کر تو بڑے بڑے کانپ جاتے ہیں میں کیا چیز تھا کیا کر رہے ہو یہاں تم ۔میں اس لڑکی کو ڈھونڈ رہا ہوں وہ مجھے یہاں نظر آئی تھی میں نے دیوانوں کی طرح دور درختوں کی طرف اشارے کیے ساجن تم پورے پاگل ہو مرشد سائیں کچھ نرم پڑے تو مجھے بھی کچھ حوصلہ ہوا سائیں میں کون سا کہہ رہا ہوں کہ میں پاگل نہیں ہوں ہاں میں مانتا ہوں میں پاگل ہوں مگر میرا اپنے آپ پر بس نہیں ہے میں اسے دیکھتا ہوں تو آپے سے باہر ہوجاتا ہوں میرا دل کرتا ہے کہ میں اسے پکڑلوں اور اس سے پوچھوں کہ آخر تم کس دنیا کی باسی ہو کیوں میرے خوابوں میں آتی ہو صرف خواب کیا حقیقت میں بھی کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں پر مجھے وہ نظر نہ آئے میں پھٹ ہی تو پڑا۔ چھوڑو ساجن بس یوں سمجھو وہ ایک سراب ہے اور اس سراب کے پیچھے بھاگنے والے زندگی سے بہت پرے جا گرتے ہیں مرشد سائیں نے پھر مجھے ٹال دیا اس سے پہلے کہ میں کچھ اور کہتا وہ کڑک دار لہجے میں کہنے لگے چلو ساجن پہلے تمہیں بخار ہے اور بارش میں بھیگ کر تم خاصے بیمار ہوجاؤ گے گھر چلو میں مرشد سائیں کے ساتھ گھر آگیا وہی بات ہوئی مجھے خاصہ تیز بخار ہوگیا ڈاکٹر نے مجھے چیک کیا اور بخار کی شدت ایک سو تین بتائی اوشا بھی کافی دیر میرے پاس بیٹھی رہی میرا سر دباتی رہی اور پھر جاتے جاتے کہنے لگی ساجن جی روٹی پکانی ہے آپ کی کمر پر پکالوں میں نے اسے گھور کر دیکھا وہ کھلکھلا کر ہنس کر چلی گئی میں آنکھوں پر بازو رکھ کر لیٹ گیا مگر بڑی شدید الجھن ہو رہی تھی درد سے بدن دکھ رہا تھا اور اس حال میں بھی مجھے وہ لڑکی بھولی نہیں ابھی میں آنکھیں بند کر کے لیٹا ہی تھا کہ مجھے یوں لگا جیسے کوئی میرے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا ہے مجھے بہت مزا آنے لگا۔

کتنی مستی کی نیند چڑھتی ہے
جب کوئی بالوں میں پھیر دے انگلیاں

صحیح معنوں میں مجھے بھی اسی طرح نیند آنے لگی میں نے کافی کوشش کی کہ جاگ کر دیکھوں وہ کون ہے مگر پھر میں نیند کی گہرائیوں میں ڈوبنے لگا اور اب میں مکمل طور پر سو چکا تھا رات کے تقریباً ایک بجے میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو کافی بہتر محسوس کیا سر درد ٹانگوں کا درد بازوؤں کا درد سب کچھ غائب ہو چکا تھا صرف اٹھتے وقت تھوڑے سے چکر ضرور آئے میں واش روم سے آکر سونے کا ارادہ ترک کیا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ دور افق پر چمک رہا تھا۔

چاند لگا افق کے غاروں سے
آگ سی لگ گئی درختوں میں

میں چلتا ہوا اوپر ٹیرس پر آگیا چاند پر میری نظر پڑی تو جھپکنا بھول گئی وہ وہیں کھڑی تھی اس نے میری طرف دیکھا اور منہ دوسری طرف کرلیا ابھی میں اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ وہ غائب ہوگئی زندگی مین پہلی بار میں نے کسی روح کے غائب ہونے کا منظر دیکھا تھا میں نے دل میں فیصلہ کرلیا کہ صبح میں مرشد سائیں سے لڑ کر بھی اس لڑکی کے بارے میں پوچھوں گا ضرور کافی دیر میں وہاں کھڑا رہا مگر وہ دوبارہ نہیں آئی میں جانے کے لیے واپس مڑا تو اپنے سامنے اوشا کو کھڑے پایا وہ آپ اتنی رات کو یہاں کیا کر رہے ہیں وہ کچھ ہچکچاتے ہوئے بولی ویسے بھی نیند پوری ہوگئی تھی اس لیے میں نے اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کہا ساجن آپ کو تو بخار نہیں تھا میرے قریب سے گزرنے پر اس نے میرا ہاتھ پکڑلیا میں اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور اپنے کمرے میں آگیا وہاں پر لیٹے اسے سوچتے سوچتے بھی تقریباً میں نے دس پندرہ سگریٹ پھونک ڈالے۔

دھوئیں کی لہر میں تصویر رقص کرتی ہے
وہ سگریٹوں کے تسلسل میں یاد آتا ہے

جیسے ہی فجر کی اذانیں ہوئیں میں مسجد چلا گیا میں جانتا تھا کہ مرشد سائیں وہیں موجود ہوں گے باجماعت نماز کے بعد جب مسجد خالی ہوگئی تو میں مرشد سائیں کے پاس بیٹھ گیا مرشد سائیں آپ کو پتہ نا ہو گا کہ وہ لڑکی کون ہے آپ اس کے بارے

مین جانتے ہیں مجھے بتائیں میں نے ہاتھ باندھے۔ بیٹے مین خود تمہیں بتا دینا چاہتا تھا کیونکہ اب وقت آگیا ہے اور پھر مرشد سائیں یوں گویا ہوئے صندل ۔فیروز بادشاہ کے دور حکومت میں وہاں ایک لڑکی رہا کرتی تھی صندل صندل انتہائی خوبصورت تھی آس پاس کے ملکوں میں بھی اس کے حسن کے چرچے تھے کئی بادشاہ فیروز سے اس کا سودا کرنے آتے تھے مگر فیروز انہیں بے عزت کر کے وہاں سے بھیج دیتا تھا فیروز ایک منافق قسم کا شخص تھا منہ پر بڑا پرہیز گار اور رحمدل شخص تھا اور اندر سے بڑا شیطان صفت تھا۔

اسی طرح جب جب روز روز صندل کے رشتے کے لیے لوگ آتے بلکہ سودا کرتے تو فیروز نے صندل کے والدین سے بات کی دراصل فیروز صندل سے شادی کرنا چاہتا تھا جب اس نے اپنے رشتے کی بات کی تو صندل کے غیرت مند ماں باپ کھول اٹھے مگر بظاہر چپ ہی رہے وہ جانتے تھے انکار کی صورت میں ان کی بیٹی کا رشتہ پھر کبھی نہیں ہو سکے گا لہذا سوچنے کی مہلت لی صندل نے یہ سنا تو اسے سکتہ ہوگیا صندل بیٹی بول تو سہی اس کے باپ نے روتے ہوئے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا مگر اسے تو جیسے چپ ہی لگ گئی تھی بابا مت رو میں نے تو شادی کرنی ہی ہے میں اس کے لیے تیار ہوں بڑی دیر بعد اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تو اس کے باپ نے تکلیف سے منہ دوسری طرف پھیر لیا اور پھر صندل کی شادی ہوگئی ایک ظالم شخص سے جب تک اس کا دل نہیں بھرا وہ صندل کو نوچتا رہا اور جب بھر گیا تو پھر اس کے سودے شروع کر دیے صندل تنگ آچکی تھی وہ اسی امید پر رہی کہ کبھی تو اس کا شوہر ٹھیک ہوجائے گا مگر جب ہر رات اسے کسی نئے مرد کے ساتھ گزارنی پڑی تو اس کا فیصلہ بھی بدل گیا اس کے دل میں انتقام انگڑائیاں لینے لگا دراصل فیروز نے اس سے شادی تو کی ہی نہیں تھی جعلی نکاح نامہ اور جعلی گواہ جن کی زہریلی مسکراہٹ آج بھی اس کے دل پر نشتر بن کر چلتی اسی ذلت و رسوائی کی زندگی میں چھ ماہ گزر گئے جس دن سے صندل محل میں آئی تھی وہ تو باہر کی دنیا باہر ہی بھول چکی تھی۔ ایک دن چوری چھپے وہ محل کی چھت پر چڑھی تو اپنے سامنے بے پناہ درخت اور خوبصورت پھول پائے وہ اس منظر میں کھو سی گئی اچانک ہی کسی نے بانسری بجانا شروع کردی اس بانسری میں ایسا درد تھا جو صندل کے درد سے بھی زیادہ تیز تھا اسے یوں لگا کہ صرف اس دنیا میں وہ بھی دکھی نہیں ہے اس سے بھی زیادہ دکھی لوگ یہاں موجود ہیں پھر اسے ایک لڑکا دکھائی دیا جو بانسری بجا رہا تھا صندل کو لگا جیسے وہ بھی اس کا ہمدرد ہے اسی طرح ان کے نظروں سے تبادلے ہونے لگے پھر صندل موقع پا کر اکثر رات میں اس سے ملتی تھی لیکن اس کے سامنے بیٹھی روتی رہتی تھی وہ اس کے دل کا درد بٹاتا لیکن نہ تو صندل کو اس سے محبت ہوئی نہ اس لڑکے کو انکے درمیان صرف سوز کا رشتہ تھا آخر ایک دن فیروز کو پتہ چل گیا اس نے اس لڑکے کا قتل کروا دیا بس پھر صندل کو اس سے اور بھی نفرت ہوگئی پورا ملک اس لڑکے کی قتل کی وجہ جانتا تھا لہذا بادشاہ بھی اب صندل کو اور رکھنا نہیں چاہتا تھا اس نے اس کے ماں باپ کو بلوایا اور صندل کو بھیج دیا آخر جو رسوائی ملنا تھی وہ تو اسے مل چکی تھی اب وقت تھا انتقام لینے کا۔

کالی سیاہ رات پھیلی ہوئی تھی دور دور تک چاند کا شائبہ تک نہ تھا صندل آہستہ سے چارپائی سے اٹھی اپنا شادی والا جوڑا پہنا لپ اسٹک لگائی اپنی جیولری وغیرہ پہنی خنجر ہاتھ میں پکڑا اور محل کی طرف چل دی سات ماہ وہ اس محل میں رہی تھی اس لیے محل کے چپے چپے سے وہ واقف تھی دروازے کی بجائے وہ محل کی بیک سائیڈ پر گئی وہاں پر ایک روشندان تھا جس تک وہ باآسانی پہنچ سکتی تھی اس نے روشندان کی جالی توڑی اور اندر چلی گئی یہ روشندان باتھ روم میں کھلتا تھا اس نے باتھ روم کا دروازہ کو دبایا تو وہ کھل گیا فیروز بادشاہ گہری نیند سویا ہوا تھا کمرے میں خوابناک روشنی پھیلی ہوئی تھی اس نے چادر کے نیچے اڑسا ہوا خنجر نکالا اور فیروز کی گردن پر وار کردیا اسی لمحے فیروز نے کروٹ بدلی اور خنجر گردن کی بجائے اس کے کندھے کو چیرتا ہوا چلا گیا فیروز بادشاہ ایک چیخ مار کر اٹھا درد اور خوف اس کی آنکھوں میں واضح دیکھا جا سکتا تھا صندل اس سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی صورت دیکھ کر اسے اس سے اور نفرت ہونے لگی تھوڑی دیر بعد وہاں پر فیروز کی لاش پڑی ہوئی تھی صندل جانتی تھی کہ اب وہ زندہ نہیں رہ سکے گی لہذا وہ محل کے پچھواڑے سے باہر کود گئی اندھیرے مین کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا اسی طرح بھاگتے ہوئے وہ سامنے آتے ہوئے اسی لڑکے سے ٹکرا گئی اتنے میں محل سے شور اٹھا کہ بادشاہ کو کسی نے قتل کردیا ہے اور پھر کچھ ہی لمحوں بعد وہ دونوں قاضی کے سامنے کھڑے تھے لوگ بادشاہ کی اصلیت نہیں جانتے تھے اس لیے اس کی پوجا کرتے تھے اور اب جب اس کا قتل ہوگیا تو لوگ دیوانے ہو رہے تھے اور پھر صندل کو اس لڑکے سمیت اندھے کنوئیں میں دھکیل دیا گیا یہی ان کی سخت سے سخت سزا تھی آخر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ دونوں مر گئے جانتے ہو لڑ کا کون تھا اور صندل کیوں تمہارے خوابوں میں آتی تھی مرشد سائیں میری طرف دیکھنے لگے اور پھر خود ہی بولے وہ لڑ کا تمہارا ہمشکل تھا اور صندل اس لیے تمہارے خوابوں میں آتی تھی کہ وہاں اس ملک میں اب بھی ایسا ہوتا ہے سوڈان کے لوگ آج بھی ایک قاتل کو مسیحا سمجھ کر پوجتے ہیں مگر بابا سائیں میں وہاں کیسے جاؤں گا اور کیسے ختم کروں گا یہ رواج اور پھر مرشد سائیں نے ایک اپنی غیبی طاقتوں کی مدد سے اسے سوڈان کے اس خطے میں پہنچا دیا۔

وہاں پہنچ کر مجھے یوں لگا جیسے یہاں ہر طرف صندل کھڑی ہو ملک فیروز کے بیٹے کے بعد اب اس کا پوتا حکمران تھا جو باپ دادا سے زیادہ ظالم و جابر تھا میں نے کسی طرح محل تک رسائی حاصل کر لی اور وہاں سپاہی مقرر ہو گیا میرا اہم کام لوگوں کے دلوں سے حکمران زمر کی محبت کو ختم کرنا تھا انہی دنوں وہاں کی خوبصورت ترین لڑکی پلوشہ کے چرچے گونجنے لگے اب وقت آ گیا تھا کہ میں صندل کا انتقام لوں پلوشہ رات کے وقت اکثر ویران جگہ پر بیٹھی اپنی ہی سوچوں میں گم ہوتی تھی آخر ایک دن میں اس تک پہنچ گیا۔ کون۔ اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے واضح تھے میں ساجن ہوں پلوشہ گھبراؤ نہیں تم سے ایک ضروری بات پوچھنی ہے میں نے قدرے نرمی سے کہا تو وہ بولی ہاں پوچھو۔۔ تم کسی صندل کے بارے میں جانتی ہو۔ میں نے باتوں کا آغاز کیا۔ ہاں وہ بدچلن لڑکی جس نے خود تو مرنا تھا اپنے کرتوت چھپانے کے لیے بادشاہ کو بھی قتل کر دیا جس نے اس پر احسان کیا اور اس سے شادی کی پلوشہ نفرت سے بولی نہیں پلوشہ۔ اور دھیرے دھیرے میں نے اسے صندل پر بیتنے والی تمام حقیقت اسے بتادی تو کیا تم بھی چاہتی ہو کہ زمر بادشاہ سے تمہاری شادی ہو میں نے دھیرے دھیرے سے اسے سمجھایا سوری میں تمہاری باتوں میں نہیں آ سکتی اور بہتر یہی ہو گا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہو گا اس کا لہجہ اچانک سے سرد ہو گیا اور میں چپکے سے اٹھ کر محل میں آ گیا مجھے اس لڑکی پر بڑا ترس آ رہا تھا اس کی جاسوسی کرنے سے مجھ پر بہت سے انکشاف ہوئے زمر ایک انتہائی گرا ہوا انسان تھا وہ چاہتا تو ملک بھی بیچ سکتا تھا ایک دن اس نے چھپ کر ان کی گفتگو سنی تو وہ کسی اور ملک کے آدمی سے بات کر رہا تھا وہ آدمی زمر سے کچھ لوگوں کے بارے میں پوچھ رہا تھا ہاں بس اب تھوڑے دنوں تک آدمی تم تک پہنچ جائے گا ابھی پہلے بندے کا راز گرم ہے زمر نے راز داری سے کہا اوہ تو میرا ساتھی جو غائب ہوا تھا اسے اس نے غائب کروایا ہے میں نے دل میں سوچا اور پھر اس کی باتیں سننے لگا تھا مجھے لگا جیسے کوئی آ رہا ہو میں نے بندوق پکڑی اور ادھر ادھر سے لاتعلق ہو کر کھڑا ہو گیا آنے والا نوکر تھا جو ہاتھ میں مشروب پکڑے کمرے میں چلا گیا اس کا مطلب یہ آدمی فروخت کر کے پیسے وصول کرتا ہے لیکن مجھے چاہیے تھا ثبوت جو مجھے اکٹھا کرنا تھا۔

اسی طرح پلوشہ کی شادی زمر سے ہو گئی وہ جب بھی مجھے دیکھتی نفرت سے منہ پرے کر لیتی مگر میں جانتا تھا کہ کچھ ہی دنوں بعد یہی نفرت پیار میں بدل جائے گی اور ایسا ہی ہوا ایک ماہ بعد میں پلوشہ کے کمرے کے آگے سے گزرا تو مجھے رونے کی آواز آئی میں نے ادھر ادھر دیکھ کر دروازے پر دستک دی تو اس نے مجھے اندر آنے کی اجازت سے دی کیا حال ہے پلوشہ میڈم اب تو آپ کو اس مقولے پر یقین آ ہی گیا ہو گا کہ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی میں نے انتہائی جلے کٹے ہوئے لہجے میں اس پر تیر پھینکا۔۔۔ پلیز اب ایسا تو نہ کرو میں صندل کی طرح گناہوں کو اپنے اندر نہیں پال سکتی پلیز کسی طریقے سے مجھے یہاں سے نکالو تم جو کہو گے میں مانوں گی اس کی آنکھوں میں شکست خوردگی اتنی تھی کہ کوئی اندھا بھی جان لیتا تو ٹھیک ہے آغاز کر دیں۔ میں نے اپنے کانوں سنی بات اسے بتادی میں نے اور پلوشہ نے سارے قصبے کا وزٹ کیا تو ان میں ستر فیصد گھر ایسے تھے جو زمر کی درندگی کی بھینٹ چڑھے تھے زمر کو دیکھتے ہی میں غصے سے کانپ اٹھتا نفرت میری آنکھوں سے جھلکنے لگتی۔

آج پھر منگل جان زمر سے ملنے کے آیا تھا اور میرا پہلا کام بھی اسے ہٹانا تھا رات کے دس بجے کا ٹائم تھا میں اس راستے پر کھڑا ہو گیا جہاں سے اس نے گزرنا تھا پلیز کچھ کھانے کو دو میں بہت بھوکا ہوں میں نے آواز لگائی جیسے ہی منگل جان وہاں سے گزرا تو میں نے بھوکے ہوئے کی ایکٹنگ کی کون ہو تم۔ اس مجھے سہارا دے کر اٹھایا پلیز مجھے اپنے ساتھ لے چلو میں تمہیں وہاں جا کر سب کچھ بتادوں گا خیر منگل جان مجھے اپنے گھر لے گیا میں تمہارا خیر خواہ ہوں منگل زمر بڑا دوغلا بندہ ہے وہ تم سے غداری کرنا چاہتا ہے تم سے پیسے لے کر وہ تمہیں کوئی آدمی نہیں دینا چاہتا جب میں نے اسے منع کیا تو اس نے مجھے بہت مارا اور وہاں جنگلوں میں پھینک دیا آج مجھے پتہ چلا کہ تم وہاں سے گزرو گے تو میں بڑی مشکل سے یہاں تک آیا ہوں میری جھوٹی کہانی سن کر منگل کانپنے لگا غدار میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا وہ ہذیانی انداز میں چلایا اسے بھڑکا کر میں واپس آیا اور انسپکٹر ضمیر سے ملاقات کی وہ بہت اچھا انسان تھا میں نے ثبوت کے ساتھ اس کو تمام کہانی سنادی اور سمجھا بھی دی اگلا مرحلہ زمر سے ملاقات کا تھا آخر ایک دن مجھے موقع مل گیا میں منگل جان کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں کر کے زمر کو بھتھے سے اکھاڑ دیا میں اسے نہیں چھوڑوں گا وہ بھی غصے سے پاگل ہونے لگا۔ گستاخی معاف صاحب جی وہ آپ کو بری طرح پھنسوانا چاہتا ہے آپ اپنے بندے لے کر فلاں پہاڑی پر جائیے آپ کو پتہ چل جائے گا یہی بات میں نے منگل جان کو بھی بتادی کہ وہ پیسے لے کر وہاں پہنچ جائے دونوں پر دشمنی کا ایسا نشہ چڑھا ہوا تھا کہ کسی نے بھی کچھ بھی سوچنے کی زحمت ہی نہیں کی ادھر میں نے انسپکٹر ضمیر کو بھی بتادیا کہ فلاں دن فلاں پہاڑی پر اپنے بندوں کو لے کر آ جائے ادھر سے منگل جان پیسے لے کر آ گیا انسپکٹر ضمیر نے یوں آیا جیسے اس نے چھاپا مارا ہو دونوں گرفتار ہو گئے پلوشہ نے اس کی کچھ باتیں ٹیپ کی تھیں وہ بھی ثبوت بن گئیں دو چار بندوں نے بھی اس کے خلاف بیان دے دیا سارے قصبے کو پتہ چل گیا کہ زمر کیا تھا اور کیا کچھ کرتا تھا لوگوں کو سکون مل گیا۔

آج صندل بے قصور ثابت ہو گئی جس کی قبر پر آج تک کسی کو جانے کی ضرورت نہیں تھی آج لوگ جوق در جوق وہاں جا رہے تھے اس سے معافی مانگنے آخر سارے لوگ آس پاس کے شہروں میں شفٹ ہو گئے بادشاہی غلامی کا دور ختم ہو گیا میرا کام ہو چکا تھا مجھے صرف صندل کو بے قصور ثابت کرنا تھا وہ میں کر چکا تھا۔

ساجن مجھے اپنا لو۔ پلوشہ نے ریکویسٹ کی سوری پلوشہ کوئی میرا بڑی شدت سے انتظار کر رہا ہے دنیا بہت بڑی ہے تمہیں کوئی اور مل جائے گا اور پھر میں اپنے گھر واپس اوشا کی آنکھوں میں انتظار کی دھول چمک رہی تھی مرشد سائیں نے مجھے مبارک باد دی اور پھر میری شادی اوشا سے ہو گئی میں بہت خوش ہوں زندگی بس گزر رہی ہے صندل اب بھی مجھے کبھی کبھی یاد آتی ہے وہی مسکراہٹ وہی شوخ بدن وہی انداز بے نیازی وہی حسن و جمال۔

سب الٹ پھیر ہیں مقدر کے
ورنہ وہ شخص تو میرا بھی ہے
اکثر میرے لبوں سے وصی شاہ کی غزل پھسل جاتی ہے
گنگناتے ہوئے آنچل کی ہوا دے مجھ کو
انگلیاں پھیر کے بالوں میں سلادے مجھ کو
جس طرح فالتو گلدان پڑے رہتے ہیں
اپنے گھر کے کسی کونے میں لگادے مجھ کو
یاد کر کے مجھے تکلیف ہی ہوتی ہو گی
ایک قصہ ہوں پرانا سا بھلادے مجھ کو
میں تیرے ہجر میں چپ چاپ نہ مرجاؤں کہیں
میں ہو سکتے میں کبھی آ کے رلادے مجھ کو
دیکھ میں ہو گیا بدنام کتابوں کی طرح
میری تشہیر نہ کر اب تو جلادے مجھ کو
لوگ کہتے ہیں یہ عشق نگل جاتا ہے
میں بھی آیا ہوں اس میں دعا دے مجھ کو
ڈوبتے ڈوبتے آواز تیری سن جاؤں
آخری بار تو ساحل سے صدا دے مجھ کو
اور کچھ بھی نہیں مانگا تجھ سے اے میرے مالک
اس کی گلیوں میں پڑی خاک بنادے مجھ کو

انیلہ غزل۔ حافظ آباد

❁❁❁

غزل

نہ چین دن کو ملے ہے نہ نیند راتوں کو
میں کیسے دل سے بھلا دوں تمہاری باتوں کو
میرے لئے تو میرے دل کا چین ہی تم ہو
وسیلہ سمجھوں میں جینے کا تیری باتوں کو
مٹا بھی دو میرے جیون کا سب اندھیرا یوں
چمکتا چاند ہے جیسے اندھیری راتوں کو
تمہیں میں بندیا بنا کر سجا لوں ماتھے پر
بنا دے روشن و رنگین میری راتوں کو
میں انتظار ہی کرتی رہوں گی محشر تک
نشہ سمجھنے لگی ہوں میں تیری باتوں کو
نہ جانے فاصلے کب تک سمیٹے گی تقدیر
میں کیسے چوم لوں تیرے دہکتے ہاتھوں کو

محمد جنید جانی۔ پشاور

ابوسعید۔ پتوکی ابوسعید۔ پتوکی ابوسعید۔ پتوکی
کشور کرن پتوکی۔ کشور کرن پتوکی۔ کشور کرن پتوکی

sndal
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جلتی آنکھیں

تحریر: قم قم نشاد۔ رتوال فتح جنگ

حویلی میں داخل ہوا تو اسے اندھیرے کے سوا کچھ بھی دکھائی نہ دیا وہ تھوڑا آگے گیا تو اسے قدموں کی آواز آئی ریحان ایک طرف خاموش سے کھڑا ہو گیا تو اچانک ہی ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور دروازہ کھلنے سے تھوڑی روشنی ہوگئی کیوں کہ وہ کمرہ روشن تھا اور روشنی کمرے سے باہر بھی آرہی تھی کمرے سے ایک لڑکا باہر نکلا ریحان سمجھ گیا کہ یہ بابر ہے ریحان ایک طرف چھپ کر بیٹھ گیا اور بابر حویلی سے باہر چلا گیا ریحان جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور کمرے میں داخل ہو گیا سامنے ہی مکان بے ہوش پڑی ہوئی تھی اور ایک طرف ایک تخت پر ایک لڑکی پڑے ہوئی تھی وہ سدرہ تھی اس کے چہرے پر خون لگا ہوا تھا اور راکیش جادوگر جو اس وقت بزرگ کے روپ میں بیٹھا ہوا تھا ریحان نے جلدی سے تلوار گھمائی تو جادوگر نے آنکھیں کھول دیں کون ہو تم جادوگر نے غصے سے کہا جو اس وقت بزرگ کے روپ تھا تمہاری موت ریحان نے بھی غصے سے کہا اچھا یہ تو ابھی پتہ چل جائے گا کہ کون کس کی موت ہے جادوگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس کا روپ بدلنے لگا اب وہ ایک بدصورت جادوگر بن چکا تھا اس کا جسم بہت لمبا اور موٹا ہوگیا تھا گنجے سر پر دو سینگ کسی تلوار کی طرح لگ رہے تھے اس کی موٹی اور سرخ آنکھیں غصے سے اور بھی سرخ ہو رہی تھیں جادوگر نے ہاتھ اوپر کیا تو اس کے ہاتھ میں ایک تلوار آگئی ریحان آگے بڑھا راکیش جادوگر نے ریحان پر تلوار سے وار کیا تو ریحان نے ایک زبردست جادوگر پر کیا تو جادوگر کا ایک ہاتھ کٹ کر دور جا گرا جادوگر نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا تو ہاتھ ہوا میں اڑتا ہوا آیا اور دوبارہ جادوگر کے بازو کے ساتھ جڑ گیا جادوگر نے دوبارہ ہاتھ اوپر کیا تو اس کے ہاتھ میں ایک سرخ کھوپڑی آگئی جادوگر نے اسے ریحان کی طرف کیا تو اس سے سرخ اور سبز شعاعیں نکلی تو ریحان نے تلوار آگے کر دی شعاعیں تلوار کے ساتھ ٹکرا کر دوبارہ کھوپڑی کی طرف مڑی اور کھوپڑی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی جادوگر نے جب کھوپڑی کا یہ حال دیکھا تو گھبرا گیا کیوں کہ کھوپڑی اس کی سب سے بڑی طاقت تھی ریحان نے ایک وار جادوگر کی گردن پر کیا تو جادوگر کی گردن اڑتی ہوئی دور جا گری اور جادوگر کے جسم میں آگ لگ گئی۔ ایک خوفناک کہانی

کینال گاؤں کا موسم بہت خوشگوار تھا ہر طرف ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی سدرہ اپنے باغ میں کھڑی بے صبری سے کسی کا انتظار کررہی تھی وہ بہت زیادہ پریشان لگ رہی تھی اچانک ہی ایک لڑکا باغ میں داخل ہوا کہاں تھے تم میں کب سے تمہارا انتظار کررہی ہوں سدرہ نے بابر سے پوچھا سوری بابر نے کان پکڑتے ہوئے کہا بابر مین بہت پریشان ہوں سدرہ نے بابر کو بتایا کیوں کیا ہوا ہے بابر نے پوچھا وہ بابر جو میرے لیے رشتہ آیا تھا ناں امی نے ہاں کردی ہے سدرہ نے پریشانی کی وجہ بتائی کیا بابر نے چیخ کر کہا اب کیا ہوگا بابر نے سدرہ سے پوچھا دونوں کے درمیان تھوڑی دیر تک کاموشی چھائی رہی پھر اس کا صرف ایک ہی حل ہے ببر نے کہا وہ کیا سدرہ نے بے صبری سے پوچھا وہ یہ کہ ہمیں گھر سے بھاگ جانا چاہیے بابر نے کہا سدرہ کو جیسے کرنٹ لگ گیا ہو دیکھو سدرہ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے میں نے تو اپنے والدین کو تمہارے گھر بھیجا تھا لیکن تمہاری۔ لیکن ویکن کچھ نہیں میں آج رات بارہ بجے تمہارے گھر کے باہر تمہارا انتظار کروں گا اگر تم نہ آئی تو میں خودکشی کرلوں گا یہ کہہ کر بابر باغ سے باہر نکل گیا اور سدرہ خاموش کھڑی بابر کو جاتے ہوئے دیکھنے لگی رات بارہ بجے بابر سدرہ کے گھر کے باہر کھڑا تھا کہ اسے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی بابر ایک طرف چھپ گیا اس نے سوچا کہیں سدرہ کے والدین ہی نہ ہوں وہ سدرہ تھی اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا جلدی کرو سدرہ یہ کہہ کر بابر نے سدرہ سے بیگ لے لیا اور وہ دونوں ایک طرف چل دیے چاند اپنی پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا اس لیے ہر چیز واضح نظر آرہی تھی چلتے چلتے وہ ایک جنگل کے کنارے پہنچ گئے اچانک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سدرہ نے کہا۔ بابر میری آنکھیں۔ اور ساتھ ہی وہ بے ہوش ہوگئی سدرہ سدرہ۔۔

بابر نے سدرہ کو جھنجھوڑا سدرہ کی آنکھوں میں اکثر درد ہوتا تھا اس کے والدین نے اس کا بہت علاج کروایا تھا لیکن وہ ٹھیک نہ ہوسکی تھی اس کے والدین نے اس کی خاطر بہت پریشانیاں اٹھائیں لیکن آج وہ اپنے والدین کی عزت خاک میں ملا آئی تھی لیکن کہتے ہین نا جو والدین کی عزت نہیں کرتے اس کی کوئی بھی عزت نہیں کرتا جو والدین کی عزت کو خاک میں ملاتا ہے ایک دن خود بھی خاک میں مل جاتا ہے بابر سدرہ کو جھنجھوڑ رہا تھا کہ اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اسے ایک بزرگ نظر آئے بزرگ کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا بزرگ نے وہ پیالہ بابر کو دیا اور کہا یہ پانی اس کے منہ پر چھڑکو بابر نے جلدی سے لیا اور سدرہ کے منہ پر پانی چھڑکا سدرہ ہوش میں آگئی بابر میں کہاں ہوں مجھے کچھ نظر نہیں آرہا یہ کہہ کر سدرہ پھر بے ہوش ہوگئی سدرہ سدرہ بابر سدرہ کو جھنجھوڑنے لگا بیٹا اس لڑکی کی آنکھیں ضائع ہوچکی ہیں تم اسے اٹھاؤ اور میرے ساتھ چلو پیچھے کھڑے بزرگ نے کہا اور جنگل میں داخل ہوگئے بابر نے بھی سدرہ کو اٹھایا اور جنگل میں داخل ہوگیا وہ سدرہ کو اٹھائے بزرگ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کافی دیر چلنے کے بعد انہیں ایک پرانی حویلی نظر آئی حویلی کا رنگ بالکل کالا تھا اور وہ رات کو اور بھی زیادہ خوفناک لگ رہی تھی ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی بہت بڑی بلا کھڑی ہو وہ بزرگ حویلی میں داخل ہوئے تو حویلی خود بخود روشن ہوگئی بابر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا بزرگ ایک کمرے میں داخل ہوئے کمرے کی دیواریں سیاہ تھیں اور کمرے کے درمیان لٹکتا ہوا بلب جس سے زرد رنگ کی روشنی پھیل رہی تھی بہت عجیب لگ رہی تھی بزرگ کم کمرے میں بچھی پرانی سی چٹائی پر بیٹھ گئے اور بابر کو بیٹھنے کو کہا بابر نے سدرہ کو ایک طرف لٹایا اور خود بزرگ بابا کے سامنے بیٹھ گیا بزرگ بابا نے کہا۔

بیٹا اس لڑکی کی آنکھیں اب ضائع ہو چکی ہیں ڈاکٹروں کے پاس بھی اب اس کا کوئی علاج نہ ہوگا کیونکہ اس کی آنکھیں کسی جادو کے ذریعے ضائع کی ہیں اور اب اس کا علاج جادو کے ذریعے ہی ہوگا بزرگ نے بابر کو تفصیل سے بتایا میں سمجھا نہیں بابا جی بابر نے ادب سے کہا بیٹا اس کا صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ علاج صرف مین ہی کرسکتا ہوں لیکن اس کے لیے تمہیں میری مدد کرنی ہوگی بزرگ نے بابر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کیسی مدد بابا جی بابر نے بزرگ کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا کام مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں بزرگ نے گہری نظروں سے بابر کو دیکھتے ہوئے کہا مجھے کیا کرنا ہوگا بابر نے مختصراً پوچھا اس کے لیے تمہیں دس لڑکیوں کی آنکھیں اور خون لانا ہوگا اور اگر تم نے یہ کام نہ کیا تو سدرہ کی آنکھیں کبھی بھی ٹھیک نہ ہوں گی بلکہ یہ ہوش میں بھی نہیں آئے گی اس کا کوئی اور حل نہیں ہے کیا بابر نے پوچھا اس کا اور کوئی حل نہیں ہے بزرگ نے بابر کی بات کاٹتے ہوئے کہا بابر خاموش ہوگیا اور پاس پڑی ہوئی سدرہ کو دیکھنے لگا جس کی کالی زلفیں اس کے خوبصورت چہرے پر بکھری پڑی تھیں بابر کی طرف متوجہ ہوا ٹھیک ہے بابا جی میں یہ کام کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن میں یہ کام کیسے کرونگا بیٹا میں تمہیں ایک پھول دیتا ہوں پھر بزرگ نے اپنا ہاتھ اوپر کیا تو ان کے ہاتھ مین ایک پھول گلاب کا آگیا بزرگ نے وہ پھول بابر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا جب تم یہ پھول کسی لڑکی کو دوگے وہ اس کی خوشبو سونگھے گی تو اس کی آنکھوں میں درد ہونے لگے گا اور پھر دو دن بعد وہ لڑکی خود یہاں چلی آئے گی پھر میں اس پر دو دن کا چلہ کروں گا پھر تم نے اس لڑکی کی آنکھیں نکال کر جلانا ہوں گی اور اس کا خون نکال کر سدرہ کی آنکھوں میں ڈالنا ہوگا بزرگ نے بابر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے بابا جی میں یہ سب کچھ کرنے کو تیار ہوں بابر نے کہا اچھا بیٹا اب تم جاؤ یہاں سے تھوڑی دور ایک شہر ہے تم صبح تک وہاں پہنچ جاؤ گے ٹھیک ہے بابا جی یہ کہہ کر بابر جانے کے لیے کھڑا ہو گیا اور ہاں جب تم لڑکی کو پھول دے دو تو واپس آجانا جب لڑکی پھول کی خوشبو سونگھ لے گی تو پھول دوبارہ تمہارے پاس آجائے گا ٹھیک ہے کہہ کر بابر چل پڑا اور بزرگ کے چہرے پر پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی دراصل میں یہ بزرگ نہیں بلکہ راکشش جادوگر تھا جس نے بزرگ کا روپ دھار رکھا تھا اس نے خود ہی سدرہ کی آنکھیں ضائع کی تھیں لیکن اب وہ خود ہی سدرہ کی آنکھیں ٹھیک کرکے ان میں ایسی کشش پیدا کرنا چاہتا تھا جس کے ذریعے وہ کسی بھی جادوگر کو باآسانی قید کرسکتی تھی راکیش جادوگر سدرہ کی آنکھوں میں کشش پیدا کرکے شاکہ جادوگر کو قید کرنا چاہتا تھا شاکہ جادوگر ایک رحمدل جادوگر ہے جو اپنے قبیلے کے لوگوں کی بہت مدد کرتا اور ان کا خیال رکھتا ہے جس کی وجہ سے وہ

جادوگروں میں مشہور ہے راکیش کو اس کی شہرت پسند نہ آئی اور اس نے شاکہ جادوگر پر حملہ کردیا لیکن راکیش کو منہ کی کھانی پڑی راکیش نے شاکہ کو مارنے کے بہت سے طریقے کیے لیکن ناکام رہا۔

اب وہ سدرہ کی آنکھوں مین کشش پیدا کرکے شاکہ کو قید کرنا چاہتا ہے اچانک ہی بزرگ کا روپ بدلنے لگا اور وہ ایک بدصورت جادوگر بن گیا اس کا جسم بہت ہی لمبا اور موٹا ہوگیا اس کا سر گنجا تھا اور سر پر دو سینگ نکلے ہوئے تھے آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح اور رنگ سیاہ ہو چکا تھا اس نے کچھ پڑھ کر سدرہ پر پھونک ماری تو سدرہ ہوش میں آگئی پھر جادوگر کی آنکھوں سے ایک روشنی نکلی اور سدرہ کی آنکھوں میں چلی گئی جادوگر نے سدرہ کے دماغ پر قبضہ کرلیا وہ بابر کو مکمل طور پر بھول چکی تھی بابر صبح تک شہر پہنچ چکا تھا دو دن گزر گئے لیکن بابر کسی لڑکی کو وہ پھول نہ دے سکا آج وہ پارک میں بیٹھا تھا اچانک ایک لڑکی اس کے پاس آئی اور کہا آپ نے میری دوست صبا کو یہاں دیکھا ہے دراصل میرا نام صائمہ ہے میں اور صبا روزانہ یہاں آتی ہیں اور جس جگہ آپ بیٹھے ہیں ہم روزانہ یہاں آکر بیٹھتی ہیں جی جی آپ کی دوست یہاں آئی تھی اسے کوئی ضروری کام پڑ گیا اور وہ چلی گئی اور کہہ رہی تھی کہ یہ پھول میری دوست صائمہ کو دے دینا بابر نے کہا اور وہ پھول صائمہ کو دے دیا اور خود وہاں سے اٹھ گیا بابر بہت خوش تھا کیونکہ اس نے اپنے کام کا آغاز کرلیا تھا ادھر جب صائمہ نے پھول کو سونگھا تو اسے چکر آنے لگے اور وہ بے ہوش ہوگئی جب اسے ہوش آیا تو وہ اپنے گھر میں تھی اسے ایک دن بعد ہوش آیا تھا ہوش آتے ہی صائمہ کی آنکھوں میں درد ہونے لگا دوسرے دن صائمہ اپنے گھر سے غائب تھی صائمہ خود بخود ہی اس حویلی میں آگئی تھی بابر بھی موجود تھا بابر نے جب صائمہ کو دیکھا تو بہت خوش ہوا راکیش جادوگر جو اس وقت بزرگ کے روپ میں تھا اس نے صائمہ پر پھونک ماری تو وہ بے ہوش ہوگئی پھر راکیش جادوگر نے اس پر دو دن کا چلہ کیا اور بابر کو ایک سلاخ دی اور کہا۔

اس کی آنکھیں نکال کر آگ میں ڈال دو بابر نے صائمہ کی آنکھیں نکالی اور آگ میں ڈال دیں اور پھر بابر نے صائمہ کا خون نکال کر سدرہ کی آنکھوں مین ڈال دیا پھر راکیش جادوگر جو بزرگ کے روپ میں تھا بابر کو باہر جانے کو کہا بابر اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور شہر کی طرف چل پڑا پھر راکیش جادوگر اپنی اصلی حالت میں آگیا اور اپنے لمبے لمبے ناخنوں سے صائمہ کے جسم سے گوشت اتار کر کھانے لگا پھر دن گزرتے گئے بابر نے سات لڑکیوں کی آنکھیں نکال کر جلا دی تھیں اور خون سدرہ کی آنکھوں میں ڈال دیا تھا آج بابر پھر شہر کی طرف جانے لگا ابھی وہ شہر سے تھوڑے فاصلے پر تھا کہ اسے کنویں پر دو لڑکیاں پانی بھرتی ہوئی نظر آئیں دوپہر کا وقت تھا ان دو لڑکیوں کے علاوہ وہاں پر کوئی بھی نہیں تھا بابر ان کے پاس گیا اور کہنے لگا جی میں مسافر ہوں اور شہر جا رہا ہوں مجھے بہت پیاس لگی ہے کیا مجھے پانی مل سکتا ہے بابر نے اداکاری کرتے ہوئے کہا جی ہاں کیوں نہیں ابھی دیتی ہوں ایک لڑکی نے کہا اور پانی والی مشک بابر کی طرف کردی بابر پانی پینے لگا وہ لڑکی بابر کی طرف غور سے دیکھنے لگی آپ کا بہت بہت شکریہ میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا بابر نے پانی کی مشک لڑکی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا یہ تو ہمارا فرض تھا لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں بابر نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جی کیوں نہیں میرا نام مسکان ہے اور یہ میری دوست ثناء ہے پھر بابر نے اپنی جیب سے پھول نکالا یہ پھول آپ رکھ لیں آپ کے یہ احسان کا بدلہ نہیں ہے بلکہ اپنے بھائی کا ایک تحفہ ہی سمجھ کر رکھ لیں۔

بابر نے پھول لڑکی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا شکریہ بھائی جان مسکان نے پھول لیتے ہوئے کہا تو بابر ان سے اجازت لے کر چل پڑا جب مسکان نے پھول کو سونگھا تو اس کو چکر آنے لگے اور وہ بے ہوش ہوگئی اس کی دوست نے اس کے منہ پر پانی ڈالا تو وہ ہوش میں آگئی پھر وہ اپنے گھر چلی گئیں گھر آکر مسکان کی طبیعت اور زیادہ خراب ہوگئی اس کی آنکھوں میں درد شروع ہوگیا وہ بار بار کہہ رہی تھی کہ جب میں آنکھیں بند کرتی ہوں تو مجھے دو سرخ آنکھیں دیکھائی دیتی ہیں جیسے آگ کے شعلے ہوں مسکان کے پاس کھڑا ریحان بھی بہت پریشان ہو گیا مسکان اور ریحان آپس میں کزن تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے اور دونوں کے گھر بھی ایک ساتھ ہی تھے دونوں کی آپس میں منگنی بھی ہوچکی تھی پھر ریحان کے کہنے پر مسکان کو ہسپتال لے گئے تو ڈاکٹروں نے کہا کہ اس کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہیں اس کی آنکھوں میں کوئی بھی تکلیف نہیں ہے پھر سب مسکان کو گھر لے آئے مسکان بہت زیادہ شور کررہی تھی کبھی ہنسنا شروع

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر دیتی تو کبھی رونا شروع ہو جاتی اور کبھی اپنی آنکھوں کو پکڑ کر بیٹھ جاتی مسکان کے گھر والے بہت زیادہ پریشان لگ رہے تھے مسکان بار بار گھر سے باہر جانا چاہتی تھی وہ کہتی وہ مجھے بلا رہا ہے پھر مسکان کے گھر والوں نے مسکان کو ایک کمرے میں بند کر دیا۔

جب تھوڑی دیر بعد کمرہ کھولا گیا تو مسکان کمرے میں نہ تھی سب نے اس کو بہت تلاش کیا لیکن وہ نہ ملی ریحان گھر کے ایک کونے میں پریشان کھڑا تھا کہ مسکان کا بڑا بھائی عدنان اس کے پاس آیا ریحان مجھے لگتا ہے کہ مسکان کو کوئی جن یا بھوت اٹھا کر لے گیا اگر ایسا نہیں ہے تو وہ بند کمرے سے کہاں غائب ہو سکتی ہے عدنان نے ریحان کی بات سن کر کہا تو وہ دونوں شہر کی طرف روانہ ہو گئے دونوں جب بزرگ کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ ریحان اور عدنان کے پاس آ کر بیٹھ گئے اور عدنان نے تمام بات بزرگ کو بتا دی بزرگ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھنے لگے تھوڑی دیر بعد بزرگ نے آنکھیں کھولیں اور کہا بیٹا یہ سب کام راکیش جادوگر کر رہا ہے اور وہ یہ کام بابر سے کروا کے اسے مار دے گا بابر کو بھی دھوکہ دے رہا ہے اور وہ یہ کام بابر سے کروا کر اسے مار دے گا اور پھر تمام کہانی بزرگ نے انہیں بتائی اور کہا بیٹا ابھی راکیش جادوگر نے مسکان پر چلہ بھی کرنا ہے اور وہ آج رات بارہ بجے چلہ شروع کر دے گا بیٹا اگر تم مسکان کو بچانا چاہتے ہو تو رات بارہ بجے سے پہلے پہلے اس جادوگر کو تم نے ختم کرنا ہو گا بزرگ بابا نے اپنی بات ختم کی بابا آپ ہمیں بتائیے کہ وہ جادوگر کیسے مرے گا ریحان نے پوچھا بزرگ اٹھے اور کمرے سے ایک تلوار لے آئے اس تلوار سے تم نے اس راکیش جادوگر کو مارنا ہے اور یہ ہی تلوار تم نے سدرہ کی آنکھوں میں بھی مارنی ہے اور پھر سدرہ کے جسم کو آگ لگا دینی ہے پھر بزرگ نے انہیں حویلی کا پتہ بتایا اور وہ دونوں بزرگ بابا سے اجازت لے کر گھر آ گئے عدنان نے ریحان سے کہا میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا لیکن ریحان نے اسے منع کر دیا اور حویلی میں داخل ہوا تو اسے اندھیرے کے سوا کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔

وہ تھوڑا آگے گیا تو اسے قدموں کی آواز آئی ریحان ایک طرف خاموش سے کھڑا ہو گیا تو اچانک ہی ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور دروازہ کھلنے سے تھوڑی روشنی ہو گئی کیوں کہ وہ کمرہ روشن تھا اور روشنی کمرے سے باہر بھی آ رہی تھی کمرے سے ایک لڑکا باہر نکلا ریحان سمجھ گیا کہ یہ بابر ہے ریحان ایک طرف چھپ کر بیٹھ گیا اور بابر حویلی سے باہر چلا گیا ریحان جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور کمرے میں داخل ہو گیا سامنے ہی مسکان بے ہوش پڑی ہوئی تھی اور ایک طرف ایک تخت پر ایک لڑکی پڑے ہوئی تھی وہ سدرہ تھی اس کے چہرے پر خون لگا ہوا تھا اور راکیش جادوگر جو اس وقت بزرگ کے روپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ریحان نے جلدی سے تلوار گھمائی تو جادوگر نے آنکھیں کھول دیں کون ہو تم جادوگر نے غصے سے کہا جو اس وقت بزرگ کے روپ تھا تمہاری موت ریحان نے بھی غصے سے کہا اچھا یہ تو ابھی پتہ چل جائے گا کہ کون کس کی موت ہے جادوگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس کا روپ بدلنے لگا اب وہ ایک بدصورت جادوگر بن چکا تھا اس کا جسم بہت لمبا اور موٹا ہو گیا تھا گنجے سر پر دو سینگ کسی تلوار کی طرح لگ رہے تھے اس کی موٹی اور سرخ آنکھیں غصے سے اور بھی سرخ ہو رہی تھیں جادوگر نے ہاتھ اوپر کیا تو اس کے ہاتھ میں ایک تلوار آ گئی ریحان آگے بڑھا راکیش جادوگر نے ریحان پر تلوار سے وار کیا تو ریحان نے ایک زبردست جادوگر پر کیا تو جادوگر کا ایک ہاتھ کٹ کر دور جا گرا جادوگر نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا تو ہاتھ ہوا میں اڑتا ہوا آیا اور دوبارہ جادوگر کے بازو کے ساتھ جڑ گیا۔

جادوگر نے دوبارہ ہاتھ اوپر کیا تو اس کے ہاتھ میں ایک سرخ کھوپڑی آ گئی جادوگر نے اسے ریحان کی طرف کیا تو اس سے سرخ اور سبز شعاعیں نکلی تو ریحان نے تلوار آگے کر دی شعاعیں تلوار کے ساتھ ٹکرا کر دوبارہ کھوپڑی کی طرف مڑی اور کھوپڑی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی جادوگر نے جب کھوپڑی کا یہ حال دیکھا تو گھبرا گیا کیوں کہ کھوپڑی اس کی سب سے بڑی طاقت تھی، ریحان نے ایک وار جادوگر کی گردن پر کیا تو جادوگر کی گردن اڑتی ہوئی دور جا گری اور جادوگر کے جسم میں آگ لگ گئی ریحان کو پیچھے سے کسی نے زور سے دھکا دیا تو ریحان منہ کے بل زمین پر گر گیا اور ریحان کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر مسکان کے پاس جا گری ریحان کے منہ سے خون بہنے لگا جب ریحان نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو سدرہ کھڑی تھی اس کی آنکھوں سے خون بہہ رہا تھا اس نے ریحان کو گریبان سے پکڑ لیا اور ہوا میں اچھال دیا ریحان ہوا میں اڑتا ہوا دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا اور نیچے گر گیا سدرہ نے ہاتھ

اوپر کیا تو اس کے ہاتھ میں ایک تلوار آ گئی سدرہ ریحان کی طرف بڑھنے لگی۔

اتنے میں بابر کمرے میں داخل ہوا اس نے جب سدرہ کو اس حال میں دیکھا تو اس کی طرف بڑھا جیسے ہی وہ سدرہ کے قریب پہنچا سدرہ نے تلوار بابر کے سینے میں گھونپ دی بابر حیرت بھری نظروں سے سدرہ کو دیکھ رہا تھا اور پھر سدرہ نے بابر کو پاس جلتی ہوئی آگ مین پھینک دیا اتنے میں مسکان کو ہوش ہو گیا اس نے جب سدرہ کو ریحان کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو اس نے پاس پڑی ہوئی تلوار اٹھائی ریحان مسکان نے چیخ کر کہا اور تلوار ریحان کی طرف پھینک دی ریحان نے تلوار اٹھائی سدرہ نے ریحان پر تلوار سے وار کیا تو ریحان نیچے بیٹھ گیا اور تلوار میں جا لگی مسکان نے سدرہ کو بالوں سے پکڑ لیا اور نیچے گرا دیا اورر ریحان ن تلوار کے وار سدرہ کی آنکھوں میں کر دیئے جس سے سدرہ کی چیخیں بلند ہو گئیں اورر ریحان نے سدرہ کو اٹھایا اور پاس جلتی بابر کی لاش پر پھینک دیا اب وہاں بابر اور سدرہ دونوں کی لاشیں جل رہی تھیں مسکان ریحان کے پاس آئی اتنے میں حویلی ہلنا شروع ہو گئی ریحان نے مسکان کا ہاتھ پکڑا اور حویلی سے باہر آ گیا اور حویلی ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ زمین بوس ہو گئی پھر ریحان اور مسکان ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور گھر کی طرف چل پڑے۔

بن تیرے گزرے دن رات نہ پوچھو
جو تمہارے لیے دل میں ہیں جذبات نہ پوچھو
دل کا یہ نگر کب سے سنسان پڑا تھا
ہوئی تم سے خوشیوں کی برسات نہ پوچھو

❁❁❁

اچھا لگتا ہے

بھری محفل میں تنہا رہنا اچھا لگتا ہے یوں
تیرے بارے میں سوچتے رہنا اچھا لگتا ہے یوں
کبھی پھولوں میں کبھی کلیوں میں
تجھ کو بھی ڈھونڈتے رہنا اچھا لگتا ہے یوں
میری زندگی کی خوشیاں تمہیں سے ہیں وابستہ
رب سے صرف تمہیں بھی مانگنا اچھا لگتا ہے
ہمارے درمیاں حائل رہیں صدیوں کی خاموشیاں
کچھ اس طرح گفتگو کرنا اچھا لگتا ہے
تمہارے بغیر زندگی کا کوئی تصور نہیں ہے
تم ہی کو چاہا تم ہی کو چاہتے ہیں
تم ہی کو چاہتے رہنا اچھا لگتا ہے
میں چھین لوں گا تمہیں دنیا کی رسموں سے
کہ مجھے زمانے سے بغاوت کرنا اچھا لگتا ہے
شاہد محمود۔ بھکر

غزل

ابھی تک کوئی خواب پورا نہ ہوا
برسوں سے ان کا دیدار نہ ہوا
صورت رہتی ہے ان کی آنکھوں میں
وہ آج ہی دل سے جدا نہ ہوا
کتنی راتیں کاٹ دی ان کی یاد میں
یہ تو دل سے بھی حساب نہ ہوا
کئی دن رات سال بیت گئے
ان کی یاد کا اندھیرا نہ ہوا
ہم بہت تڑپے اس کو اپنانے کے لئے
لیکن یہ عہد بھی دل کا پورا نہ ہوا
جب بھی کرتے ہیں ہم غیروں سے بات
تو یہ انداز بھی ان کو گوارا نہ ہوا
ہر اک صورت میں وہی نظر آتے ہیں
یہ بھی سچ اور جھوٹ اکیلا نہ ہوا
ابھی تک اس کو پانے کی امید ہے جواد
جب تک وہ اپنایا پرایا نہ ہوا
محمد افضل جواد۔ کالاباغ

قطعہ

میری رنگوں بھری زندگی کو ویران کر گئی
غموں کی دیکر سوغات خوشیوں سے انجان کر گئی
میں جس کی زندگی کے لئے مانگتا صبح شب دعائیں
وہ میری ہی موت کا دیکھو سامان کر گئی
(وصی شاہ)
حسن رضا۔ رکن مٹی

❁❁❁

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انجام انتقام

تحریر: ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور

مایا وتی اگر تم نہ مدد کرتی تو اس لڑکے فلک شیر کو قابو کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ نازیست کی بات پہ میرے اندر بڑھتے قدم اپنی جگہ جم کر رہ گئے چھوڑیں آقا اصل کام تو آپ نے کیا ہے جب آپ نے بتایا کہ ایک ایسے لڑکے کی ضرورت ہے جو چاند کی تین کو پیدا ہوا ہو تو تب میں نے کھوج لگا کر فلک شیر کو ڈھونڈ لیا اب مسئلہ اسے قبریں کھود کر مردہ نکالنے پر آمادہ کرنے کا تھا میں نے آپ کی تجویز پر عمل کیا اور اس کے والدین کو ڈس لیا پھر آپ ہی حکم سے میں نے قبرستان میں اسے جھلک دکھائی اور نتیجہ حسب توقع رہا ایک نسوانی آواز کی پھنکار ابھری میرے سر پر گویا آسمان ٹوٹ پڑا تھا زمین ایک دم قدموں سے سرکی تھی اب جونہی وہ آئے گا میں اسے بھی مار دوں گا پھر میرا مقصد پورا ہو جائے گا نازیست کا قہقہہ کافی طویل تھا میں نے اردگرد متلاشی نظروں سے دیکھا میری نظر کدال پر پڑی میں نے کدال جھپٹا اور اندر گیا تب تم آ گئے آؤ بیٹھ جاؤ نازیست گھبرا سا گیا اس شخص کی وجہ سے میرے والدین مجھ سے چھن گئے اور میں اسی کے لیے کام کرتا رہا میری آنکھوں کے آگے انتقام کی سرخ چادر سی تن گئی مجھ پر خون سوار تھا میں نے بنا اس کی بات سنے اس کے سر پر پے در پے وار کر کے اسے ختم کر دیا اس کے مرتے ہی اس ناگن کو بھی آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا غالباً وہ کوئی بدروح تھی جسے نازیست نے قید کر رکھا تھا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراونی کہانی۔

وہ تین جولائی کی ایک گرم ترین دوپہر تھی سورج آگ برسا رہا تھا زمین انگاروں کی مانند تپ رہی تھی جس نے ناک میں دم کر رکھا تھا ہر ایک گرمی سے عاجز آیا ہوا تھا کھیتوں میں کام کرتے لوگ بے حال تھے پسینہ ان کے جسم سے پانی کی طرح بہہ رہا تھا شہمیر نے اپنے کندھے پر رکھے صافے سے ایک بار پھر پسینہ پونچھا اور حسرت سے آسمان کی طرف دیکھا شاید کہیں سے بادل آ جائیں سورج اس کی بے بسی پر مسکرا دیا بھائی شہمیر بھلائی کر دو یہاں سے فارغ ہو کر ہمیں کپاس کی گوڈی بھی کرنی ہے خیر دین جسے سب چاچا خیرو کہتے تھے نے کہا شہمیر بھی تیزی سے دھان کا کن پنیری لگانے لگا وہ سب لوگ تیزی سے اپنے کام میں مصروف تھے گھٹنوں سے قدرے اونچا پانی بھی اب گرم ہو چلا تھا وہ لوگ بار بار پسینہ پونچھتے اور بار بار پانی پیتے شیرو پتر کیا کیا حال ہے خیرو چاچا نے ایک ہاتھ میں کن کی گٹھی تھامتے ہوئے پوچھا اب اس کا بخار کچھ کم ہے حکیم صاحب سے دوائی لی تو تھی۔ آج ضد کر رہا تھا کہ کالج جاؤں گا ٹیسٹ تھا کوئی اس کا پر میں نے کہا کہ کل چلے جانا شہمیر نے مفصل جواب دیا اور زرینہ بھر جائی کے جوڑوں کا درد سب کیسا ہے کرم دین عرف کرمو نے پوچھا۔ وہ بھی ٹھیک ہے۔ میں آ۔۔ آئیں مر گیا۔ ہائے ہائے۔ شہمیر بات ادھوری چھوڑ کر اپنا پاؤں پکڑ کر چلانے لگا کیا ہوا شہمیر سب کام چھوڑ چھاڑ کر اس کی طرف لپکے۔ مم میرا پاؤں۔۔ اف اللہ۔۔۔

وہ کراہتے ہوئے بمشکل بولا راجو کی نظر اچانک کیاریوں میں جاتی ہوئی ناگن پر پڑی۔ سانپ۔ سانپ ۔وہ چلانے لگے کہاں۔ وہ جا رہا ہے اسے مارو جلدی کرو مختلف لوگوں کی سراسیمہ سی آوازیں ابھریں ارے پہلے شہمیر کو تو حکیم صاحب کے پاس لے چلو خیرو چاچا چیخے ہاں دیکھو اس کی پنڈلی نیلی ہو رہی ہے وہ لوگ اسے اٹھا کر گاؤں لے گئے مگر حکیم صاحب کے پہنچنے سے قبل ہی اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

❀❀❀

شیرو پتر تیر طبیعت ٹھیک نہیں ہے کچھ کھا لے پھر تجھے دوا بھی لینی ہے زرینہ نے بے بسی سے مضمحل سے فلک شیر کو دیکھا اماں میرا ابا کیوں چلا گیا اماں۔ اس نے تو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے خود کالج چھوڑنے جائے گا اور وہاں پرنسپل سے کہتے گا کہ مجھے۔۔ مجھے وہ بلک اٹھا پتر ۔۔تیرے ابا کو اللہ کا بلاوہ آ گیا تھا کیسے نہ جاتا وہ اور شیرو پتر تیرے ابا ہی کہتا تھا کہ اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے زرینہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا میں

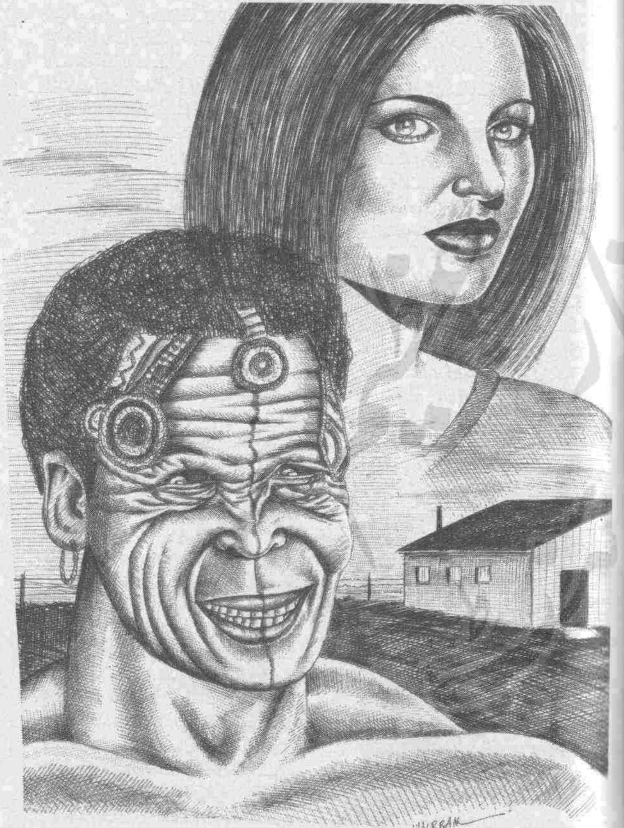

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسے معاف نہیں کروں گا میں زندہ نہیں چھوڑوں گا اس سنپ کو۔ وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولا اور اٹھ کر اندر چلا گیا رات کو فلک شیر اور زرینہ چھت پر سوئے ہوئے تھے آدھی رات کے قریب جلک شیر کی آنکھ ایک عجیب سے احساس سے کھل گئی اس نے وجہ جاننے کے لیے ارد گرد دیکھا اور۔۔۔ ساکت رہ گیا زرینہ ساکت پڑی تھی اور اس کے منہ سے جھاگ نکل رہا تھا اس کی چارپائی پر ایک سیاہ ناگن پھن پھیلائے اپنی دوشاکہ زبان نکالے جھوم رہی تھی اس کی پیشانی کے وسط میں ایک سنہری ہیرا جگمگا رہا تھا اس نے نظر جلک شیر پر ڈالی جو ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم۔ کی تفسیر بنا تھا اور بل کھاتی ہوئی چلی گئی فلک شیر پتھرائی نظروں سے اسے جاتا دیکھتا رہا اس پر گویا سحر پھونک دیا گیا تھا جبھی وہ سنگی مجسمے کی مانند ساکت تھا اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔۔ مسجد سے جونہی اذان سحر بلند ہوئی وہ بھی گویا کسی خواب سے جاگ اٹھا اماں اماں وہ زرینہ کے ساکت وجود کو جھنجھوڑنے لگا۔

سب سے پہلے اس کی آواز گلی سے گزرتے ہوئے مومن بخش نے سنی پھر پورے گاؤں کا پتہ چل گیا عجیب بات ہے ثمیر بھرا کو بھی سانپ نے کاٹا اور۔۔ ہاں بڑا پراسرار معاملہ ہے۔ یہ سانپ ہمارے گاؤں تک آ گیا ہے اب احتیاط کرنا سب لوگ اس دن کے بعد لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کے اندر معمولی سے معمولی سوراخ بھی بند کر دیئے پورے گاؤں میں سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی لوگوں نے رات کو باہر نکلنا چھوڑ دیا ایک فلک شیر ہی تھا جو سارا دن دیوانگی کے عالم میں قبرستان میں اپنے والدین کی قبر پر بیٹھے بیٹھے برا دیتا لوگوں نے بہت کوشش کی اسے گھر واپس لانے کی مگر۔۔ آخر تھک ہار کر انہوں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا ہاں اسے کھانا وہیں پہنچا دیا جاتا راجو اس کے لیے کھانا لے کر جاتا تھا ایک دن اس کی ماں نے مٹر پلاؤ پکایا تھا ساتھ میں دھنیے پودینے اور ٹماٹر کی چٹنی بھی راجو پتر جا شیرو بھائی کو کھانا دے آ گرم گرم کھا لے وہ بھی وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا کھانا لے کر فلک شیر کے مخصوص گوشے میں گیا تو چونک اٹھا وہ وہاں نہیں تھا اور ایسا پہلی بار ہوا تھا فلک شیر ہمیشہ اس گوشے میں موجود تھا راجو نے پورا قبرستان چھان مارا مگر وہ وہاں نہیں تھا اور ایسا پہلی بار ہوا تھا فلک شیر ہمیشہ اسی گوشے میں رہتا تھا۔۔ وہ گھر گیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا پھر گاؤں والوں نے اسے بہت ڈھونڈا مگر اس کا کوئی سراغ نہ ملا ان کے گھر میں کوئی اور خاندان آن بسا رفتہ رفتہ لوگوں کے ذہنوں سے فلک شیر محو ہو گیا ویسے بھی جانے والوں کو کوئی کب تک یاد کرتا ہے پھر سب اپنے اپنے کام میں لگ جاتے ہیں کہ یہی کاروبار زندگی ہے۔

❀❀❀

میں فلک شیر ہوں شمیر رضا اور زرینہ بی بی کا اکلوتا بیٹا اپنے والدین کا بے حد لاڈلہ تھا میرا باپ اگرچہ غریب تھا مگر میرے منہ سے نکلی فرمائش پوری کرنا اس کا فرض تھا گویا شاید اس کی وجہ میرا اکلوتا ہونا بھی ہو تین جولائی کا وہی سلگتا دن میں کبھی نہیں بھول پاؤں گا میرا باپ اپنے پیروں سے چل کر گیا تھا مگر۔۔ اپنے پیروں سے واپس نہیں آیا تھا اور پھر میری ماں بھی چند دن بعد اسی سانپ کا شکار ہو گئی میرے ابا مشرقی پاکستان سے ہجرت کر کے آئے تھے اور ماں کی ایک بہن تھی جو کراچی میں بیاہی ہوئی تھی میری نانی نانا تو میری پیدائش سے قبل ہی فوت ہو چکے تھے اور ابا تو خیر یہاں اکیلے ہی آباد ہوئے تھے میں نے دو ہی رشتے دیکھے تھے اور وہ جو رشتے ہیں میری متاع حیات تھے جب مجھ سے وہ رشتے بھی چھن گئے تو۔۔ میں گویا پاگل سا ہو گیا تھا میں ہر وقت قبرستان میں پڑا سوچتا رہتا قبرستان میں موت کی سی خاموشی طاری رہتی۔

یہ قبرستان میں اتنا سناٹا کیوں ہے فراز
لوگ تو جان دے کر اسے آباد کرتے ہیں

ایک دن میں حسب معمول قبرستان میں اکٹھی ہونے والی گرد جھاڑو سے ایک جگہ اکٹھی کر رہا تھا میری نگاہ ایک پرانی قبر پر پڑی قبر پر خودرو جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں میرا معمول تھا کہ روزانہ قبرستان میں جھاڑو دیتا مگر جھاڑیاں وغیرہ نہیں کاٹتا تھا میرے ابا کہا کرتے تھے کہ یہ جھاڑیاں وغیرہ ذکر اللہ کرتی ہیں اس لیے میں نہیں کاٹتا تھا وہ دوپہر کا وقت تھا میں اس دن عجیب سے اضطراب میں گرا ہوا تھا ایک سمجھ میں نہ آنے والی بے چینی تھی جو مجھ پر چھائی ہوئی تھی درخت بھی ساکن تھے ہر چیز پر خاموشی چھائی ہوئی تھی ہر چیز پہ اداسی کا بسیرا تھا یا پھر شاید

دل تو میرا اداس ہے ناصر
شہر کیوں سائیں سائیں کرتا ہے

کے مصداق مجھے یہی ایسا لگ رہا تھا خیر تو میں بتا رہا تھا کہ میری نگاہ ایک قدیم قبر پر پڑی اس کی جھاڑیوں میں مجھے سرسراہٹ سی محسوس ہوئی میں قریب گیا تو اس میں وہی سانپ پھن پھیلائے بیٹھا تھا ہاں وہی سانپ جس نے مجھ سے میرے والدین کو چھینا تھا مجھے اپنے جسم کا سارا خون سر میں گردش کرتا ہوا محسوس ہوا میرے دماغ میں آندھیاں چلنے لگیں میں نے پلٹ کر پھاوڑے سے ڈنڈا نکالا اور اس کی طرف لپکا وہ پھنکارا اور قبروں کے اوپر سے بل کھاتا ہوا گزرنے لگا میں بھی قبریں پھلانگتا ہوا اس کے پیچھے تھا وہ تیزی سے سرکتا جا رہا تھا میں بھی جتنی تیزی سے بھاگ سکتا تھا بھاگ رہا تھا مگر اس تک نہ پہنچ پا رہا تھا وہ قبرستان سے نکل کر ایک چھوٹی سی پگڈنڈی پر چلنے لگا میں بدستور اس کے پیچھے تھا بالآخر وہ کھیتوں میں گھس گیا اور میری نظروں سے اوجھل ہو گیا میں تشویش زدہ سا رہا اسے ڈھونڈنے لگا کافی دور مجھے کوئی شے چمکتی ہوئی دکھائی دی میں تیزی سے وہاں پہنچا۔

میرا شک صحیح نکلا یہ اسی سانپ کے پھن میں چمکتا ہوا ہیرا تھا اس کی نظر مجھ پر پڑی تو میں نے ڈنڈا اس کو کھینچ مارا ڈنڈا اس کی دم پر لگا وہ زور سے پھنکارا اور میری نظروں سے اوجھل ہو گیا میں نے بہت ڈھونڈا مگر۔۔۔ میں یونہی آگے چلنے لگا گرتا پڑتا میں ایک جنگل میں پہنچا میری ٹانگیں چلتے چلتے شل ہو گئیں تھی پاؤں سوج چکے تھے اور سر بوجھل تھا میں نڈھال سا ہو کر گرا اور پھر مجھے اپنی خبر نہیں رہی۔

میری آنکھ کھلی تو میں نے خود کو ایک جھونپڑی میں پایا یہ تنکوں سے بنی ہوئی جھونپڑی تھی ایک سائیڈ پر کسی پرندے کا خالی پنجرا لٹک رہا تھا اٹھ گئے۔ میں نے چونک کر دیکھا وہ ایک نحیف و نزار بوڑھا تھا پچکے گال اندر کو دھنسی ہوئی آنکھیں اور گلے میں کھوپڑی لٹک رہی تھی میں کچھ خوفزدہ سا ہو گیا یہ لو پانی پیو۔ اس نے ایک گلاس میں مجھے پانی دیا میں پورا گلاس ایک ہی سانس میں پی گیا ۔اب بتاؤ کون ہو اور یہاں کیسے آئے اس کا لہجہ کرخت تھا میں اسے سب کچھ بتاتا چلا گیا۔ ہوں۔ وہ سوچ میں ڈوب گیا۔ وہ ناگن ہے ناگن مایاوتی ۔تم اس سے انتقام لینا چاہتے ہو وہ سوچ کے انداز میں بولا اس کے لیے کیا کر سکتے ہو اس نے میری آنکھوں میں جھانکا سب کچھ میرا لہجہ اٹل تھا سوچ لو تمہیں کچھ کھونا بھی پڑ سکتا ہے۔ اس نے کہا میرے پاس کھونے کے لیے کچھ نہیں بچا میں سپاٹ لہجے میں بولا سوچ لو۔ پھر بھی جان بھی جا سکتی ہے۔ پرواہ نہیں ۔خوب۔ اس کی آنکھوں میں ستائش تھی تو فلک شیر میں اس ناگن کو تمہارے حوالے کر دوں گا اگرچہ اسے پکڑنا آسان کام نہیں کئی چلے کرنا پڑیں گے جو نہایت کٹھن ہوں گے مگر میں کر لوں گا لیکن بدلے میں تمہیں میرا کام کرنا ہو گا وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔ ٹھیک ہے میں ہر کام کرنے کو تیار ہوں میں فوراً بولا۔ پہلے کام کی نوعیت جان لو بہت مشکل بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ کہا ناں۔ کر لوں گا چاہے مجھے پہاڑ ہی کھودنا پڑے میں نے کہا مگر مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کے اگلے الفاظ میرے قدموں تلے سے زمین کھینچ لیں گے۔ وہ کہہ رہا تھا پہاڑ تو نہیں تمہیں قبریں کھودنا ہوں گی مجھے ہر روز چالیس دن تک ایک مردہ چاہیے ہر رات۔

❀❀❀

وہ ایک خاموش رات تھی میں اوزار لیے قبرستان کی سمت رواں تھا چلتے چلتے میرے قدموں کے پاس ایک چنگاڑ نما غراہٹ ابھری اور اس کے ساتھ ہی کوئی چیز اچھل کر دور جا گری وہ زور سے بھونکا تو میرے حلق سے اطمینان بھری سانس خارج ہوئی وہ ایک کتا تھا جس کی دم پر میرا پاؤں آ گیا تھا اسے شش کار کر میں پھر روانہ ہو گیا ۔اوائل دنوں کا چاند اپنی چھب دکھلا کر گہری تاریکیوں میں ڈوب گیا تھا ہر چیز پہ تاریکی غالب تھی میں قبرستان میں پہنچ گیا اب مجھے قبر کا انتخاب کرنا تھا ایک ایسی قبر کا انتخاب جو کم سے کم پرانی ہو میں نے ٹارچ جلا کر جائزہ لیا جلد ہی مجھے ایک قبر مل گئی جو تقریباً تازہ ہی تھی میں نے اوزار اٹھائے اور قبر تک آ گیا۔

قبرستان میں خاموشی گشت کر رہی تھی سکوت چہل قدمی فرما رہا تھا گہری اور ہلا دینے والی خاموشی پاگل سا کر کے رکھ دینے والا سکوت میں نے کدال اٹھایا اور فضا میں بلند کر کے قبر پر مارنا چاہا۔۔ مگر۔۔ میرے سامنے ایک عجیب سا پرندہ بیٹھا تھا اس کے سفید چمکدار پر اندھیرے میں بھی چمک رہے تھے اس کی آنکھوں کا رنگ نہایت عجیب لیکن بے حد خوبصورت تھا اس نے اپنے سر کو دائیں بائیں حرکت دی گویا مجھے ایسا کرنے سے منع کر رہا ہوں میرا کدال والا ہاتھ فضا میں ہی رہ گیا میں نے اپنا ارادہ ترک کرنا چاہا مگر۔۔ میری نظروں کے سامنے اپنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

والدین کے مردہ وجود گھومنے لگے ان کا نیلا پڑتا ہوا وجوداور منہ سے نکلتا جھاگ۔۔۔میں نے کدال قبر پر مارا پرندے نے مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھا میرے پورے وجود میں خوف کی ایک لہر سرایت کر گئی اس نے اپنے چمکدار پر پھیلائے اور ایک لمبی اڑان بھر کر غائب ہو گیا میں عجیب سے احساس کے تحت کتنی ہی دیر ساکت کھڑا رہا پھر میں نے سر جھٹک دیا اور قبر کھودنا شروع کر دی مٹی اگرچہ نرم تھی مگر۔۔۔مجھ پر خوف مسلط تھا اس لیے کافی دقت ہو رہی تھی بالآخر یہ ہو ہی گیا اب تابوت کھول کر مردہ نکالنا تھا میں نے ڈرتے ڈرتے تابوت کھولا۔ چرررر۔۔۔ کی پراسرار آواز سے میں خود بھی ڈر گیا اس کیساتھ ہی بدبو کا ایک بھبھکا مجھے بے اختیار کھانسنے پر مجبور کر گیا فضا میں ہولناک خاموشی بدستور طاری تھی میں نے بمشکل اپنے بکھرے اعصاب کو مجتمع کیا اور آگے بڑھ کر مردہ اٹھا لیا میں مردے کو دیکھنے سے گریز کر رہا تھا میں تیزی سے چلتا نازیست کے پاس پہنچا خوب بہت خوب وہ مسکرایا میں نے اس کے اشارے پر مردہ اس کے آگے لٹا دیا میرے غیر ارادی نظر مردے کے چہرے پر پڑی اوراف خدایا اس کے چہرے سے جگہ جگہ سے گوشت پھٹ چکا تھا اور چہرہ اتنا بھیانک لگ رہا تھا کہ۔۔۔اللہ کی پناہ۔۔۔میں بے ساختہ جھرجھری لے کر رہ گیا۔

❁❁❁

میں آہستہ روی سے منزل کی جانب گامزن تھا چاند کی چودھویں رات تھی پرنور چاندنی کی ٹھنڈک سارے جہاں میں پھیلی ہوئی تھی میں آج بیسویں لاش لینے جا رہا تھا آج نہ معلوم کیوں مجھے عجیب سا لگ رہا تھا حالانکہ میں انیس لاشیں نکال چکا تھا مگر سوائے پہلے دن کے مجھے کبھی اتنا ڈر نہیں لگا تھا توبوت کھولتے ہوئے اگرچہ تھوڑا سا خوف محسوس ہوتا تھا مگر آج تو خوف کا پنچھی پر پھیلائے مجھ پر مسلط تھا ایک بے چینی سی رگ و پے میں گردش کر رہی تھی۔

یہ قبرستان جنگل کے تقریباً پاس ہی تھا اس لیے میں جلد پہنچ گیا قبرستان میں داخل ہوتے ہی مجھے شدت سے محسوس ہوا کہ میرے علاوہ بھی کوئی ذی نفس یہاں موجود ہے یہ احساس اس قدر شدید تھا کہ میں چاہنے کے باوجود جھٹلا نہ سکا میرا وجدان چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آنے والا ہے میں لاشعوری طور پر اردگرد دیکھتا آگے بڑھنے لگا معاً میرے کانوں میں سسکیوں کی آواز پڑی میں۔نے چونک کر دیکھا اور ٹھٹھک گیا وہ دس گیارہ سالہ بچی تھی پھولے پھولے گالوں والی سرخ و سفید بچی اس نے پھولا ہوا سرخ فراک پہنا ہوا تھا اور سوٹ کے ہمرنگ پونی ٹیل وہ ایک نئی قبر کے پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔۔اے کون ہو تم۔۔۔میں نے آہستہ سے پوچھا۔انکل کچھ دن پہلے میری ماما کی ڈیتھ ہو گئی۔۔۔سوں سوں۔۔۔اور پاپا نے دوسری شادی کر لی آج اس نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے یہ میری ماما ہیں؛۔تھیں ناں۔وہ پھر ہچکیاں لے کر رونے لگی میرا دل پسیج گیا تمہارا نام کیا ہے بیٹا اور تم میرے ساتھ چلو میرا نام رملہ ہے وہ معصومیت سے پونی ٹیل جھلاتی ہوئی بولی آپ میرے ساتھ چلو رملہ بیٹا میں نے پھر کہا اس نے میرا سوال نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا انکل آپ اس وقت یہاں کیا کرنے آئے ہیں اس نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔میں۔۔۔میں۔میں بھی اپنی ماں کی قبر پر فاتحہ پڑھنے آیا ہوں میں ذرا سا گڑبڑایا۔نو۔۔وہ سر کو دائیں بائیں ہلانے لگی آپ جھوٹ بول رہے ہو مجھے پتہ ہے آپ۔نازیست۔۔کے لیے مردہ لینے آئے ہو اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا میں سناٹے میں رہ گیا اس نے ایک سرد نگاہ مجھ پر ڈالی اور کھلکھلاتی ہوئی ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں غائب ہو گئی میں کتنی ہی دیر کسی سنگی مجسمے کی مانند ساکت کھڑا رہا معاً ناگن کی پھنکار نے میرا سکتا توڑا یہ وہی ناگن تھی مایاوتی اس کی جھلک مجھے کبھی کبھار دکھائی دے جاتی تھی اب بھی ہمیشہ کی طرح کھول اٹھا خیر اکیس دن بعد وہ میرے قبضے میں ہو گی یہ سوچ کر میں نے خود کو تسلی دی اور ذہن سے خوف کی گرد جھاڑتے ہوئے میں اپنا کام کرنے لگا اگرچہ خوف پوری طرح زائل نہ ہوا تھا مگر۔۔

❁❁❁

وہ ایک قدرے سرد رات تھی اندھیرا روشنی کو پوری طرح نگل چکا تھا یا دل ہوا کے دوش پر تیرتے شام ہی سے یکجا ہو گئے تھے اور سرسراتی ہوائیں ماحول کو خوفناک بنا رہی تھیں میرا رخ حسب معمول قبرستان کی جانب تھا آج سب کچھ پراسرار سا لگ رہا تھا پچھلے چھ دن بخریت سے گزر گئے مگر میری چھٹی حس مسلسل کہہ رہی تھی کہ آج کی

رات بخیریت نہیں گزرنے والی آج کوئی غیر معمولی واقعہ پھر وقوع پذیر ہونے والا ہے لایعنی سوچوں کا جھٹکتا قبرستان میں پہنچ گیا جہاں ایک نئی آفت میری منتظر تھی میں نے بیلچہ ابھی رکھا ہی تھا کہ میری نگاہ ایک سائے پر پڑی وہ ہچکیوں سے رو رہا تھا کک کون ہو تم۔۔۔نہ چاہتے ہوئے بھی میری آواز لڑکھڑا گئی میرے ذہن میں رملہ والا واقعہ تازہ ہو گیا اے بیٹا۔ایک بدنصیب بڑھیا ہوں وہ سسکیوں کے درمیان بولی آواز کی لرزش سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ طویل العمر ہے ماں جی آپ۔۔۔کون ہیں اور رات کے اس پہر یہاں کیا کر رہی ہیں اے بیٹا ان ظالموں نے یہاں میرے بیٹے کو پھانسی چڑھا دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر کسی نے اسے اتارنے کی کوشش کی تو وہ اس کا بھی یہی حشر کریں گے میرے اور بھی بچے ہیں مجھ میں اتنی سکت نہیں کہ ان کا بھی یہ حال دیکھوں۔وہ مسلسل رو رہی تھی اس کی داستان کافی جگر خراش تھی ایک ماں کے لیے اس سے بڑا دکھ کیا ہو سکتا تھا کہ اس کی اولاد۔۔رے بیٹا۔مجھ پر اتنا احسان کر دو کہ میں ایک نظر اپنے بدنصیب بیٹے کو دیکھ لوں پھر گھر چلی جاؤں گی وہ تقریباً گڑگڑائی۔۔مم۔۔میں مگر میں کیسے اسے نیچے اتار سکتا ہوں میں شپٹا سا گیا۔میں نیچے اتارنے کا نہیں کہہ رہی تم بس یہاں کھڑے ہو جاؤ میں تمہارے کندھے پر چڑھ کر اسے ایک نظر دیکھ لوں بھی بجلی تڑپی گردوپیش ایک لمحے کے لیے روز روشن کی طرح عیاں ہوئے میں نے دیکھا کہ ایک کفن پوش برگد کے قدیم بھیڑ سے قدرے اونچائی پر لٹکا ہوا ہے میں نے ایک تابوت بھی دیکھا جو قدرے فاصلے پر پڑا تھا میں شانے جھکا کر کھڑا ہو گیا وہ بڑھیا اچک کر میرے کندھوں پر سوار ہو گئی۔

میں نے سوچا تھا کہ اس کی موجودگی میں میں کام نہیں کر سکوں گا اس لیے یہ جتنی جلدی چلی جائے اتنا اچھا ہے ویسے مجھے اس پر کچھ ترس بھی گیا تھا خیر۔۔مجھے کچھ عجیب سی آواز آئی چپڑ چپڑ۔جیسے بلی دودھ پی رہی ہو یا پھر ۔۔کتا ہڈی چبا رہا ہو اسی اثنا میں مجھے لگا کہ میرے کندھوں پر سوار اس نحیف و نزار بڑھیا کا وزن یکا یک سو گنا بڑھ گیا ہے سرسراتی ہواؤں میں ایک دم تیزی آ گئی پھر بوندیں گرنے لگیں ٹپ ٹپ۔۔بجلی ایک بار پھر شدت سے تڑپی۔

چند ثانیے کو قرب وجوار روشن ہوئے تو مجھ پر انکشاف ہوا کہ میں آگے جو بوندیں گر رہی ہیں یہ بارش کے قطرے نہیں بلکہ خون ہے یہ انکشاف ایسا تھا کہ میں ششدر رہ گیا میرے رونگھٹے کھڑے ہو گئے معاً مجھ پر ایک اور حقیقت کھلی کہ میں نے بمشکل سر اٹھایا تو یہ دیکھ کر سناٹے میں رہ گیا کہ وہ بڑھیا وہ مظلوم بڑھیا اپنے بدنصیب بیٹے کا گوشت کسی بھیڑیے کی مانند جھنجھوڑ رہی ہے یہ انکشاف ایسا کربناک اور اس قدر غیر متوقع تھا کہ میں کتنی ہی دیر ساکت کھڑا رہ گیا۔ہائے ہائے۔مہاکال تو غارت ہو تو آج پھر مجھے ڈھنگ سے شکار کا مزہ نہیں لینے دیا اس بڑھیا کے الفاظ میرے کانوں میں پڑے پھر اس کے حلق سے ایک دل خراش چیخ ابھری اور اس کا ہیولہ فضا کی وسعتوں میں گم ہو گیا میں اس کے بعد بھی کتنی ہی دیر تک زمیں جنبدرہ نہ جنید گل محمد کی کی تفسیر بنا کھڑا رہا پھر میں نے اپنے بکھرے اعصاب مجتمع کیے بجلی پھر کڑکی اس کے ساتھ ہی میری غیر ارادی نگاہ برگد سے ٹنگی اٹکی لاش دکھائی دی کہیں کہیں سے تو گوشت بالکل غائب تھا میں نے اتنا بھیانک منظر کبھی نہ دیکھا تھا میں اندر تک لرز اٹھا یکایک سرسراتی ہواؤں نے آندھی کی شکل اختیار کر لی درخت جھوم رہے تھے چنگھاڑتی ہوائیں انہیں جڑ سے اکھاڑنے کے درپے تھیں یوں لگ رہا تھا گویا ہزاروں لوگ مل کر بین کر رہے ہوں میں دم سادھے اپنی جگہ منجمد تھا معاً درخت سے جھومتی وہ لاش ہوا کے ایک طاقتور جھونکے نے مجھ پر لا پھینکی میرے حلق سے نکلنے والی چیخ بے ساختہ تھی ایکدم میں نے اپنی ساری قوت پیروں میں منتقل کی اور بھاگ کھڑا ہوا میں بدحواسی سے قبریں پھلانگتا ہوا بھاگ رہا تھا معاً مجھے ایک زبردست ٹھوکر لگی درد کی ایک شدید لہر تھی جو پیر سے نکلی اور پورے جسم میں پھیلتی چلی گئی اب بارش بھی ہو رہی تھی میں نے اس چیز کو چھو کر دیکھا جس سے مجھے ٹھوکر لگی تھی میرا خیال تھا کہ یہ کوئی قبر ہو گی لیکن۔۔۔یہ ایک لاش تھی میں برق رفتاری سے اٹھا اور بنا چوٹ کی پرواہ کیے بھاگنے لگا گویا ایک بھیانک موت میرے تعاقب میں ہو۔

لاش لیے بغیر یہاں سے بھاگ گے تو کبھی مایاوتی۔یہ انتقام نہیں لے سکو گے یہ نامانوس آواز جونہی میری سماعتوں سے ٹکرائی میں ٹھٹھک کر رکا ایک بار تو میرے جی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں آئی کہ بھاگ جاؤں مگر پھر مجھے لگا کہ میں شاید واقعی مایا وتی سے انتقام نہ لے سکوں گا میں ڈھیلے قدموں سے پلٹا اور بنا سوچے سمجھے وہی لاش اٹھائی جس سے مجھے ٹھوکر لگی تھی یہ بھی شاید اسی بڑھیا کی کارستانی تھی سارے راستے میں مجھے یہی لگتا رہا تھا کہ لاش میرا گلا دبوچنے لگی ہے میں لاش کندھے پر ڈالے تیز سے رواں تھا خود اپنے ہی قدموں کی چاپ مجھے کسی کا تعاقب محسوس ہوتی رہی لاش میرے چلنے سے ہلتی جلتی تھی لیکن مجھے لگتا گویا مجھے دبوچنے لگی ہے یہ میری اب تک کی زندگی کا ایک بھیانک تجربہ تھا

❁❁❁

اب چالیسویں لاش تمہیں ایک دور افتادہ قبرستان سے لانا ہوگی وہ قبرستان ایک چھوٹے سے گاؤں میں ہے نازیست نے آگاہ کیا مگر میں ایک ہی دن میں کیسے واپس آسکتا ہوں اور وہ بھی لاش سمیت ۔۔۔ میں الجھن میں پڑ گیا۔ تم بس وہاں پہنچ جاؤ جب تم لاش نکال چکو تو یہ چھڑی لاش پر رکھ دینا وہ خود بخود میرے پاس پہنچ جائے گی تم واپس آجانا اور ہاں یہ کرایہ رکھ لو اس نے ایک چھوٹی سی چھڑی اور پانچ ہزار کا نوٹ مجھے دیا کچھ دیر آرام کے بعد میں علی الصبح روانہ ہوگیا وہ قبر سفید سنگ سے ڈھکی ہے وہ ڈھونڈنے میں تمہیں ڈھونڈنے میں کوئی بھی مشکل پیش نہیں آئے گی کیونکہ اس قبرستان میں باقی سب قبریں مٹی کی ہی ہیں بوقت رخصت نازیست نے مجھے تسلی دی تھی میں نے روپے جیب میں رکھے اور نکل کھڑا ہوا تین بسیں بدل کر میں چوتھی بس میں سوار ہوا یہ آخری بس تھی جو مجھے منزل مقصود تک پہنچا سکتی تھی میں نے سر سیٹ کی پشت سے لگایا اور آنکھیں موند لیں کچھ ذہن بوجھل تھا اور کچھ سفر کی تھکان آنکھیں موندتے ہی مجھ پر نیند کی دیوی مہربان ہوگئی نجانے کتنی دیر تک میں سوتا رہا میری آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی کچھ دیر تو میں خالی الذہنی کے عالم میں بیٹھا رہا پھر میرا ذہن دھیرے دھیرے بیدار ہوگیا ایک عجیب سا شور تھا جو بس میں پھیلا ہوا تھا لوگ بس سے اتر رہے تھے۔

بھائی کیا خیال نگر آگیا ہے میں نے ایک مسافر سے دریافت کیا کہاں بھائی بس خراب ہوگئی ہے اس نے بس سے اترتے ہوئے بیزاری سے جواب دی میں نے ایک انگڑائی لی اور بس سے اتر گیا چھڑی میرے ہاتھ میں تھی

بھائی آپ بتا سکتے ہیں کہ خیال نگر کی جانب کون سا راستہ جاتا ہے میں نے ایک اڈھیر عمر سے پوچھا خیال نگر۔ وہ خیالوں میں ڈوب گیا یہاں سے چار کلومیٹر دور ہے یہ سڑک ہے نا اس پہ سیدھے چلتے جاؤ وہاں ایک سڑک جو چھوٹی ہے بائیں جانب جاتی ہے وہی راستہ تمہیں خیال نگر تک لیجائے گا راستہ سمجھا کر اس نے رومال جھاڑ کر سر پر رکھا اور ایک سمت کو روانہ ہوگیا بس سے اترنے والے بھی لوگ بس کے ڈرائیور کو کوستے ہوئے اپنے اپنے راہ ہوئے ایک بھنے ہوئے چنے والا ابھی بس سے اترا تھا میں نے اس سے چنے لیے اور خیال نگر کو جاتی سڑک کی سمت پلٹا شام اپنے پر دھیرے دھیرے پھیلانے لگی تھی دن بھر کا تھکا ہارا سورج بھی ڈوب رہا تھا تا حد نگاہ پھیلے وسیع آسمان پر پرندے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

نیلے آسمان کی وسعتوں کو ایک نظر دیکھو
دیکھ رہے ہیں ہم جدھر تم بھی ادھر دیکھو
لوٹ رہے۔ پنچھی اپنے اپنے ٹھکانوں کو دعا
باندھ لیا ہے۔ سورج نے بھی رخت سفر دیکھو

میں سرخ اینٹوں سے بنی درمیانی سڑک پر چلنے لگا میں حتی المقدور تیز چل رہا تھا میں چاہتا تھا کہ اندھیرا پھیلنے تک ہی خیال نگر پہنچ جاؤں اگر بس دغا نہ دیتی تو میں اب تک ۔۔۔ شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے میرے سامنے تا حد نگاہ سیدھی سپاٹ سڑک تھی ارد گرد گنے اور جوار کے کھیت تھے میں چلتا رہا یکا یک نجانے بادلوں کو کیا سوجھی کہ ایک دم یکجا ہوئے اور جارحانہ انداز میں گرجنے لگے میں نے تشویش زدہ نظروں سے بادلوں کو دیکھا جنہوں نے اندھیرے کو مزید دبیز کر دیا تھا اگر یہ برس پڑتے تو میرے پاس تو ٹھکانہ بھی نہیں تھا سر چھپانے کے لیے میرا فکر میں مبتلا ہونا فطری تھا میں نے قدموں کو رفتار تیز کرنی اس کے ساتھ ہی میں قرب و جوار کا اندازہ بھی لیتا جا رہا تھا کہ شاید کوئی جائے پناہ مل جائے کافی دیر بعد مجھے کافی فاصلے پر روشنی کی ایک ٹمٹماتی کرن دکھائی دی میں بے ساختہ اسی جانب بڑھنے لگا روشنی کی وہ کرن بتدریج بڑی ہوتی گئی میرے وہاں پہنچنے تک آسمان سے اکا دکا بوندیں گرنا شروع ہوگئی تھیں یہ واحد گھر تھا ارد گرد حد نگاہ کھیت ہی کھیت تھے گویا ہم اسے فارم ہاؤس کہہ سکتے ہیں یہ دیہاتی طرز کا مکان لگ رہا تھا میں لکڑی کا دروازہ

کھٹکھٹایا موسم کے تیور خطرناک حد تک بگڑ چکے تھے تیسری دستک پر دروازہ کھلا اور ایک شخص برساتی لیے نمودار ہوا اس کے ایک ہاتھ میں جلتی مشعل تھی۔

مسافر ہوں کیا رات بھر کے لیے سر چھپانے کو ٹھکانہ مل سکتا ہے میں نے مدعا بیان کیا جواباً اس کے تاثرات پتھریلے ہوگئے مجھے لگا وہ مجھے جھڑک دے گا تاہم اس کے برعکس وہ ایک طرف ہٹ گیا گویا اس نے مجھے اندر آنے کی اجازت دی تھی شکریہ میرے دوست ۔۔۔ میں احساس مسرت میں گھر گیا لیکن مجھے محسوس ہوا کہ اس کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نمایاں تھے اس نے ایک کٹیلی نظر مجھ پر ڈالی اور مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے ایک کمرے کی طرف چل دیا کمرہ درمیانہ تھا ایک جانب ایک چارپائی پڑی تھی ایک شکستہ میز اور ایک پرانی کرسی کھڑکی کھلی تھی اور بھری ہوا بار بار اس کے کھلے پٹوں سے سر ٹکرا رہی تھیں بارش کی بڑی بڑی بوندیں بھی وحشیانہ انداز میں تابڑ توڑ حملے کر رہی تھیں وہ کیروسین لیمپ جلا کر اٹھمیں ان سے کرسی پر بیٹھ گیا اور میز ایک کتاب اٹھا کر کچھ لکھنے لگا وہ غالباً ڈائری لکھ رہا تھا وہ میرا وجود یکسر فراموش کر چکا تھا ناچار میں خود ہی چارپائی پر بیٹھ گیا۔

آپ یہاں اکیلے رہتے ہیں۔ میں طویل خاموشی سے اکتا گیا تھا اس کے علاوہ میں جانے کیوں کچھ خوفزدہ بھی تھا میں نے اسے مخاطب کر کے خوف زائل کرنے کی کوشش کی تھی ڈونٹ ڈسٹرب می۔ اس کی آنکھوں میں مستقل ایک سرد سی کیفیت تھی اور لہجہ سپاٹ میں اپنا سا منہ لے کر رہ گیا دھیرے دھیرے بارش کا زور ٹوٹنے لگا چنگھاڑتی ہوا میں دم سادھ گئیں ماحول پر مرگ کا سا سکوت طاری ہوگیا یکا یک وہ شخص اٹھا اور بنا میری طرف دیکھے ایک دم باہر نکل گیا وہ اگرچہ خاموش بیٹھا تھا مگر اس کے ہونے سے ایک ڈھارس تو تھی اس کے جاتے ہی خوف کا خوف صورت پنچھی پھر عود کر آیا میں کھلی کھڑکی میں جا کھڑا ہوا چاند دینا پر چھائی تاریکی کو دور کرنے کی اپنی سی کوشش کر رہا تھا میں نے وقت گزاری کے لیے وہی ڈائری اٹھا لی میں قرشان ہوں آج برستی بارش میں ایک شکار خود میرے پاس آیا لیکن افسوس کہ میں اسے کھا نہیں سکتا کیونکہ اس نے مجھے دوست کہہ دیا آہ میرے دوست۔ شرجیل کامران جمال اور فہان۔ نجانے کیسے ہوں گے وہ مجھے اپنے دوست ان کے ساتھ بیتا سہانا وقت بہت یاد آتا ہے شرجیل کی شرارتیں کامران کا دھیما لہجہ جمال کی کیئر اور فرحان کا بنا کہے ہر بات سمجھ لینا آہ کاش میری زندگی میں یہ گزشتہ چار برس نہ آئے ہوتے کاش مجھے جوگی سدھارتھ نہ ملا ہوتا کاش میں آدمخور بنا ہوتا سدھارتھ نے مجھے آدمخور بنا دیا ہے اب میں انسانی گوشت کھائے بنا ایک دن بھی نہیں رہ سکتا مجھے اب انسانی گوشت کی طلب ستا رہی ہے آج دن میں بھی کوئی شکار نہیں ملا تھا خیر جیسے کتنے ہی بدنصیب لوگوں کو آدم خور بنایا ہے اب میں طاقت میں کئی گنا اس سے آگے ہوں ڈائری میرے ہاتھوں سے چھوٹ کر نیچے جا گری یہ انکشاف بہت بھیانک تھا کہ جس گھر میں میں موجود ہوں اس کا مالک آدمخور ہے مجھے لگنے لگا کہ وہ ابھی آئے گا اور مجھے ۔۔۔ میں نے اضطراری انداز میں کھڑکی سے جھانکا کھیتوں کے درمیان بنی پگڈنڈی پہ مجھے ایک ہیولہ دیکھائی دیا میں آنکھیں پھاڑے دیکھنے لگا قدرے نزدیک آنے پر پتہ چلا کہ وہ تقریباً بارہ سال کا بچہ ہے اس نے گھٹنوں تک لمبا سیاہ لبادہ پہن رکھا تھا لبادہ غالباً گیلا تھا تبھی اس کے چلنے سے چھپ چھپ کر آواز پیدا کر ہو رہی تھی میں نے اسے مخاطب کرنا چاہا مگر میرا وجدان چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ اگر میں نے اس سے بات کی تو مجھے سخت نقصان ہوگا میری زبان گنگ ہوگئی وہ چپ چاپ سر جھکائے گزرتا چلا گیا معاً میری نگاہ اس کے نقش پا پر پڑی اور میں سناٹے میں رہ گیا خون سے اس کے نقش پا بنتے جا رہے تھے ہاں۔ بلاشبہ وہ خون ہی تھا میں نے اپنے چکراتے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھاما اور گرد و پیش سے بے خبر ہوگیا میں نے ہوش کی دنیا میں قدم رکھا تو خود کو قبرستان میں پایا میں اپنی مطلوبہ قبر سنگ مرمر سے مزین قبر کے پہلو میں تھا میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ قبر کھدی ہوئی تھی میری چھڑی بھی میرے پاس تھی میں نے غائب دماغی سے مردہ نکالا اور چھڑی اس پر رکھ دی کچھ ہی دیر بعد مردہ غائب ہوگیا میں اٹھا اور واپس چل دیا راستے میں لاکھ کوشش کے باوجود بھی مجھے قرشان کا گھر دکھائی نہ دیا تھا۔

❁❁❁

میں بہت تھک چکا تھا لیکن میں اب نازیست کی جھونپڑی کے قریب پہنچ چکا تھا شکریہ مایا وتی اگر تم نہ مدد کرتی تو اس لڑکے فلک شیر کو قابو کرنا ممکن نہیں ہوتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

۔نازیست کی بات پے میرے اندر بڑھتے قدم اپنی جگہ جم کر رہ گئے چھوڑیں آقا اصل کام تو آپ نے کیا ہے جب آپ نے بتایا کہ ایک ایسے لڑکے کی ضرورت ہے جو چاند کی تین کو پیدا ہوا ہو تو تب میں نے کھوج لگا کر فلک شیر کو ڈھونڈ لیا اب مسئلہ اسے قبریں کھود کر مردہ نکالنے پر آمادہ کرنے کا تھا میں نے آپ کی تجویز پر عمل کیا اور اس کے والدین کو ڈس لیا پھر آپ ہی حکم سے میں نے قبرستان میں اسے جھلک دکھائی اور نتیجہ حسب توقع رہا ایک نسوانی آواز کی پھنکار ابھری میرے سر پر گویا آسمان ٹوٹ پڑا تھا زمین ایک دم قدموں سے سرکی تھی اب جونہی وہ آئے گا میں اسے بھی ماردوں گا پھر میرا مقصد پورا ہو جائے گا نازیست کا قہقہہ کافی طویل تھا میں نے اردگرد متلاشی نظروں سے دیکھا میری نظر کدال پر پڑی میں نے کدال جھپٹا اور اندر گیا تت تم آ گئے آؤ بیٹھ جاؤ نازیست گھبرا سا گیا اس شخص کی وجہ سے میرے والدین مجھ سے چھن گئے اور میں اسی کے لیے کام کرتا رہا میری آنکھوں کے آگے انتقام کی سرخ چادر سی تن گئی مجھ پر خون سوار تھا میں نے بنا اس کی بات سنے اس کے سر پر پے در پے وار کر کے اسے ختم کر دیا اس کے مرتے ہی اس ناگن کو بھی آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا غالباً وہ کوئی بدروح تھی جسے نازیست نے قید کر رکھا تھا۔

❁❁❁

چلتے چلتے میری ٹانگیں شل ہو گئیں مگر میں مسلسل چلتا رہا نازیست کو ختم کر کے میں جنگل میں ہی بنا کسی سمت کا تعین کیے چل پڑا تھا یہی ہے زندگی کی حقیقت نازیست نے کتنے لوگوں پہ ظلم کیا بلکہ ہر انسان دوسرے پے ظلم کرتا ہے حتیٰ کہ مرے ہوئے لوگوں کو بھی نہیں چھوڑتا انسان ظلم کرتے ہوئے قطعاً بھول جاتا ہے کہ کوئی ہے جو سب دیکھ رہا ہے کوئی ہے جو مفلس و لاچار لوگوں پر کیا گیا اک اک ظلم اک اک زیادتی دیکھ رہا ہے میں نے بھی انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے مرے ہوئے لوگوں کو بے آرام کیا اور تقدیر نے مجھ سے کیسا مذاق کیا کہ میں قاتل کے ہی اشاروں پر چلتا رہا میں خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک ڈھول کی آواز نے چونکا دیا یہ یکسر اجنبی جگہ تھی عجیب سے لوگ تھے شاید کوئی میلہ وغیرہ لگا ہوا تھا ایک جانب کھانے پینے کی اشیاء کی دکانیں تھیں تو ایک جانب غبارے والا ڈھول پیٹ رہا تھا اور ڈھول کی تل پر چند لوگ مست انداز میں ناچ رہے تھے میں مسلسل آگے بڑھتا رہا کچھ کھانے کو دے دے بابا وہ ایک چغہ پوش تھا اور مجھ سے مخاطب تھا میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی اور آنکھوں میں ایک عجیب سا خوفناک تاثر تھا مجھے اس سے بے پناہ خوف محسوس ہوا۔

ہیر آکھدی جوگیا جھوٹ بولیں
کون روٹھڑے یار مناوندا ای
ایسا کوئی نہ ملیا میں ڈھونڈ تھکی
جیہڑا گیاں نوں موڑ لیاوندا ای

کوئی شخص ہیر وارث شاہ پڑھ رہا تھا وہ چغہ پوش مسلسل مجھے گھور رہا تھا میں نے اسے ایکدم دھکا دیا اور بھاگ گیا۔اسے پکڑو اسے۔جانے نہ پائے۔کئی چلاتی آوازیں میری سماعتوں سے ٹکرائیں پھر بھاگتے قدموں کی آوازیں میں پوری قوت سے بھاگ رہا تھا اچانک مجھے سامنے ایک کمرہ دکھائی دیا میں اس میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر کے اس سے پشت ٹکا کر ہانپنے لگا میری سانس بری طرح پھول رہی تھی میں دھیرے دھیرے چلتا فرش پر بیٹھ گیا کافی وسیع کمرہ تھا مگر بالکل خالی۔حتیٰ کہ کوئی کھڑکی بھی نہ تھی بس دروازہ۔۔میری نگاہ دروازے پر پڑی اور میں سناٹے میں رہ گیا۔۔دروازہ غائب تھا ہاں دروازہ غائب تھا اب چاروں جانب سپاٹ دیوار تھی کمرے میں مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی میں عالم دہشت میں لرزاں اس سیدھی سپاٹ دیوار کو دیکھے جا رہا تھا جس میں کچھ دیر قبل دروازہ تھا۔بچاؤ بچاؤ خدا کے لیے۔بچاؤ کوئی ہے مجھے یہاں سے باہر نکالو۔۔میں یکایک اضطراب میں گھر کر چلانے لگا پلیز خدا کے لیے مجھے باہر نکالو پاگلوں کی طرح دیواروں پر ہاتھ مارتے میں ہذیانی انداز میں چلا رہا تھا چلاتے چلاتے میرا گلا بیٹھ گیا میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے بچاؤ۔۔۔مجھے باہر۔۔میری آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی میں نے سر اٹھایا اور۔۔ساکت رہ گیا میرے گرد کفن پوش دائرے میں گھوم رہے تھے ان کی بے نور آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں میری ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی ایک سرد لہر دوڑ گئی میں اپنی جگہ منجمد ہو کر رہ گیا یہ وہی لوگ تھے جن کی قبریں کھود کر میں نے۔۔ہیر وارث شاہ پڑھنے والے فقیر کی آواز یہاں سنائی دے رہی ہے اور ڈھول کی مدھم تھاپ بھی۔

میں یہ کیوں بھول گیا تھا کہ جن پے میں ظلم کر رہا ہوں وہ بے شک مر چکے ہیں بدلہ کی کیا مجھے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے لیکن وہ وہ تو طاقت رکھتا ہے۔۔وہی جو سب سے طاقتور ہے میں یہ کیوں بھول گیا تھا کہ وہ اپنے فرض سے کی گئی کوتاہی معاف کر دیتا ہے مگر اپنے بندوں پے کیا گیا ظلم معاف نہیں کرتا۔۔تاوقتیکہ بندہ خود معاف نہ کرے میں یہ کیوں بھول گیا تھا کہ مجھے بلاآخر اسی کے پاس جانا ہے جو سب سے بہتر انصاف کرنے والا ہے اور میں یہ کیوں بھول گیا تھا کہ ڈھول کی مدھم آواز ہوا کے دوش پر سفر کرتی یہاں تک پہنچ رہی ہے ہیر وارث شاہ گاتے فقیر کی پرسوز آواز ہوا پہ تیرتی ہوئی میری سماعتوں میں گونج رہی ہے میں عالم دہشت میں لرزاں آنکھیں پھاڑے اپنے گرد کفن پوشوں کی صورت رقص کرتی بھیانک موت کو لمحہ بہ لمحہ اپنی جانب بڑھتا ہوا دیکھ رہا ہوں میری آنکھوں میں دہشت وحشت اور بے بسی رقم ہو کر رہ گئی ہے۔

وارث نہ کرمان وارثاں دا
لوکی بے وارث ہو مرداای

❁❁❁

غزل

نہ چین دن کو ملے ہے نہ نیند راتوں کو
میں کیسے دل سے بھلا دوں تمہاری باتوں کو
میرے لئے تو میرے دل کا چین ہی تم ہو
وسیلہ سمجھوں میں جینے کا تیری باتوں کو
بنا بھی دو میرے جیون کا سب اندھیرا یوں
چمکتا چاند ہے جیسے اندھیری راتوں کو
کہیں میں بندیا بنا کر سجا لوں ماتھے پر
بنا دے روشن و رنگین میری راتوں کو
میں انتظار ہی کرتی رہوں گی محشر تک
لگی سمجھنے لگی ہوں میں تیری باتوں کو
نہ جانے فاصلے کب تک سمیٹے گی تقدیر
میں کیسے چوم لوں تیرے دہکتے ہاتھوں کو
محمد جنید جانی۔پشاور

لوگ چھوڑ دیتے ہیں

دل بہل جاتے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
کوئی اور مل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
چار دن کی چاندنی کا کیا کرنا
چاندنی ڈھل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
قسمیں تو کھاتے ہیں سدا ساتھ نبھانے کی
ذہن بدل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
آج کل کے لوگوں کا بھروسہ کیا کرنا
موسم بدل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
لوگ محبت کرتے ہیں مطلب کے لئے
مطلب نکل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
تنزیلہ حنیف۔نکیال

غزل

تیری صورت کو نگاہوں میں بسا کر رکھوں
دل یہ کرتا ہے تجھے تجھ سے چرا کر رکھوں
تجھے چاہوں تجھ ہی سے پیار کروں
تیرے رنگ روپ کو میں سب سے چھپا کر رکھوں
کر لوں قید اپنے دل میں تیرے جیون کو
تجھے میں عشق کی زنجیر پہنا کر رکھوں
کوئی جان نہ پائے تیری آنکھوں کی گہرائی
میں تجھے ایسی کنول جھیل بنا کر رکھوں
دل یہ کہتا ہے تیرے بعد کوئی تجھ سا نہ ہو
میں تجھے آخری تحریر بنا کر رکھوں
محمد قاسم بلوچ۔سندھ

قطعات

تیری الفت کو کبھی ناکام نہ ہونے دیں گے
تیری محبت کو کبھی بدنام نہ ہونے دیں گے
میری زندگی میں سورج نکلے نہ نکلے
تیری زندگی میں کبھی شام نہ ہونے دیں گے
سلیم دانش۔کلاچی

❁❁❁

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خونی بدروح

تحریر: ایس امتیاز احمد، کراچی

اف میرے اللہ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں میرے سامنے مجھ سے بہت قریب جھکی میری بیوی کی جگہ وہ پراسرار لڑکی کھڑی تھی اور بڑی پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی وہی گول چہرہ بڑی بڑی اور جھکی جھکی پلکیں ستواں ناک بھرے بھرے گال اور دائیں پیشانی پر سیاہ تل مجھے خاموش دیکھ کر وہ مسکرائی یقین نہیں آ رہا ہے میں واقعی وہی لڑکی ہوں صرف تمہیں حاصل کرنے کے مجھے ایک اور لڑکی کے قالب میں تمہارے پاس آنا پڑا اور دس سال کی طویل جدائی برداشت کرنی پڑی ہمارے رواج کی رو سے ہر دسویں سال ہم اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں ہماری ملاقات کو آج پورے دس سال ہو گئے ہیں اب مجھے اس اجنبی قالب میں رہنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی اب دنیا کی کوئی طاقت مجھے تم سے دور نہیں رکھ سکتی ہمارے اصلی روپ کی مبارک رات تو آج آئی ہے۔ یہ کہتے ہوئے وہ جھکی اور خدا جانے کیوں میرے جسم میں کپکپاہٹ سی دوڑ گئی اور میں نے اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں لوہے کی کسی شکنجے میں جکڑا ہوا ہوں اس کا چہرہ آہستہ آہستہ میرے چہرے کے قریب سے قریب ہوتا جانے لگا، پھر ساتھ ہی اس کے چمکتے ہوئے دانت میری گردن کی طرف بڑھے اور اس کے حسن کی جگہ ایک عجیب ڈراؤنے تاثر۔ نے لے لی تو میں نے زور لگا کر آخری بار اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی لیکن بے سود اس کے بعد خدا جانے کیا ہو کیونکہ میں غالباً دہشت سے بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب ہوش آیا تو میں ہسپتال میں تھا اور میری گردن پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

حسین چاندنی راتیں ہم دونوں کو بہت بھاتی ہیں ہم نے کمرے کی بجلی گل کر دی اور رات کی خاموشی سے لطف اندوز ہونے کے لیے برآمدے میں آن بیٹھے ایسی ہی راتوں کے حسن کا ذکر آیا تو میں نے کہا۔ تم چاندنی کے حسن کی باتیں کر رہی ہو اور میں اس کے فسوں کی ایک ایسے جادو کی جو دل اور دماغ کو یوں مسحور کر دیتا ہے کہ انسان کو نہ اپنی حرکات پر قابو رہتا ہے اور نہ سکنات پر اس رات کو بھی ویرانے میں میرے ساتھ یہی ہوا سننا چاہتی ہو کیا ہوا تھا۔ ہاں میری بیوی نے جواب دیا۔ پر ساتھ ہی ایک شرط ہے وعدہ کرو بیچ میں نہیں بولو گی میں نے شرط لگائی وعدہ کرتی ہوں اس نے جواب دیا اس کے چہرہ سے لگ رہا تھا جیسے آج کی رات وہ بھی مضطرب ہے ہماری شادی کو تقریباً دس سال ہو رہے تھے اس دس برسوں میں کسی دن بھی میں نے اسے اس قدر مضطرب نہیں دیکھا تھا شاید وہ بھی میری طرح چاندنی رات کے اس پراسرار جادو کا شکار تھی میں نے پل بھر کے لیے اپنی بیوی کے حسین چہرہ کو دیکھا اور پھر ٹھنڈی سانس لی۔ سناؤ کیا ہوا تھا اس رات کو اس نے مجھے خاموش دیکھا تو بولی۔

اس بات کو ایک زمانہ گزر گیا میں نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہانی شروع کی۔ میں حیدر آباد میں تھا اور ہمارا کیمپ ایک ویران سے علاقے کے قریب تھا ایک طرف تو حسین نیلی جھیل تھی اور دوسری طرف پراسرار پہاڑیوں کا سلسلہ جس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ کبھی بدروحوں بھوتوں اور چڑیلوں کا مسکن تھا سندھ کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے ان پہاڑوں کی سب سے اونچی چوٹی پر ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی جہاں وہ اکثر عبادت کیا کرتا تھا کہتے ہیں کئی سال کے بعد اسی مسجد میں کسی بزرگ نے چلہ کھینچا تھا اور چالیس دن تک عبادت کی تھی جس کے بعد یہ علاقہ بدروحوں سے پاک ہو گیا مجھے یہاں کا گنگناتا ہوا پراسرار سکوت بے حد پسند تھا جب بھی فرصت ملتی میں ان پہاڑوں کی سیر کو ضرور جاتا میرے اردلی شاہد کو یہ بات بالکل پسند نہیں تھی وہ اکثر کہا کرتا تھا خدا کے لیے اکیلے نہ جائیے صاحب یہ علاقہ جوان آدمیوں کے لیے بالکل بھی اچھا نہیں کیوں ان کے لیے بطور خاص کیوں خطرہ ہے وہاں میں پوچھتا وہاں بدروحیں پھرتی رہتی ہیں صاحب انہیں جوان انسانوں کا گرم گرم خون بے حد پسند ہے گردن سے چپک کر چوس لیتی ہیں [illegible] ہوتا میں تو صرف چاندنی راتوں کو جاتا ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور بھی خطرناک بات ہے صاحب وہ کہتا۔ کیوں۔ کیا چاندنی راتوں میں ان کے یہاں دعوت ہوتی ہے میں شرارت سے پوچھتا۔ جی بالکل بالکل۔ سنا ہے چودھویں کی رات کو ہر ماہ ان کی پیاس بہت بڑھ جاتی ہے وہ مجھے ڈرانے کی کوشش کرتا خصوصاً اگر وہ رات جمعرات کی ہوتو میں نے شاہد کی ایسی باتوں کو کبھی بھی اہمیت نہیں دی لیکن جب ایسی ہی باتیں میں نے وہاں کے دوسرے مقامی باشندوں کی زبانی سنیں تو میری دلچسپی بڑھ گئی سوچا کسی دن جا کر اس مسجد کی زیارت کرنی چاہیے میں نے اس کا ذکر شاہد سے کیا اس نے خالص سندھی لہجے میں کہا توبہ توبہ وہاں تک کون جا سکتا ہے صاحب راستے میں ایک فقیر کی کٹیا ہے اس جھونپڑی تک بھی جو گیا لوٹ کر کبھی نہیں آیا میرے بابا کہا کرتے جن کا ستارہ بھاری ہے صرف وہی جانے کی ہمت کر سکتے ہیں کیونکہ بدروحیں انہیں آسانی سے ہڑپ نہیں کر سکتیں اس پر مجھے شرارت سوجھی میرا ستارہ تو بہت ہی بھاری ہے شاہد تقریباً دس من۔

پھر تو آپ جا سکتے ہیں صاحب کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا کم از کم اس وقت تک نہیں جب تک ہاتھ دھو کر کوئی آپ کے پیچھے نہ پڑ جائے اس کے لیے بھی کم از کم دس سال لگتے ہیں اس کی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی دس سال کیوں شاہد ۔میں نے پوچھا سنا ہے ہر دسویں سال ان بدروحوں کی پیاس ابھرتی ہے کسی کا ستارہ بھاری ہو تو دس سال تک وہ اسے نقصان نہیں پہنچا سکتیں اگر دسواں سال گزر گیا تو پھر اور دس سال اسے انتظار کرنا پڑتا ہے اس نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ یہ ساری باتیں تمہیں کیسے معلوم ہوئیں میں نے پوچھا ۔میرے بابا نے بتائی تھیں صاحب وہ بڑے عالم تھے اللہ بخشے ہمیشہ ایک آدھ جن ان کے قبضے میں ضرور رہتا تھا ان کے نام ہی سے بدروحیں دور بھاگتی تھیں عاشق بدروحیں تو ایک منٹ بھی ان کے سامنے نہیں ٹک سکتی تھیں اب کے بدروحوں کے کردار کا ایک نیا پہلو میرے سامنے آیا تھا عاشق بدروحیں ۔میں نے پوچھا ۔جی ہاں صاحب ۔آخر ان کا بھی دل ہوتا ہے وہ بھی انسانوں کی طرح کسی پر عاشق ہو سکتی ہیں جو خون چوستی ہیں یہ کیا ہے اپنے عشق [illegible] کی ایک ترکیب ہی تو ہے اسی لیے تو وہ صرف نوجوانوں کا خون چوستی ہیں خدا آپ کو نظر بد سے بچائے آپ تو کڑیل جوان ہیں آپ کو تو اس ویرانے کی طرف ہرگز نہیں جانا چاہیے وہ ایسی ہی احمقانہ باتیں کیے گیا اور میں کافی کی پیالی ہاتھ میں لیے اس سے لطف اندوز ہوتا رہا اس کے بعد میں کاموں میں کچھ اس قدر الجھا کہ سیر و تفریح کا موقع ہی نہیں ملا۔ اسی دوران میں شاہ لطیف بھٹائی کا یوم پیدائش آ گیا سارے سندھ میں تعطیل تھی تم ملازم چلے گئے کیمپ میں میں تنہا رہ گیا تھا اس دن شام کو میں حسب معمول ہاتھ میں چھڑی لیے سیر کو نکلا تو یکایک مجھے یاد آیا کہ آج جمعرات ہے آسمان کی طرف دیکھا تو بڑا حسین چاند نظر آیا جو افق سے قریب آگ کے ایک گولے کی شکل میں جھانک کر دنیا والوں کا جائزہ لے رہا تھا اس کے ساتھ ہی مجھے شاہد کی باتیں بھی یاد آ گئیں پل بھر کے لیے گھبراہٹ سی ہوئی پھر سوچا کیا فضول باتیں ہیں یہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بدروحوں کی باتیں احمقانہ ہی تو تھیں۔

میں نے آج کی رات محمد بن قاسم کی مسجد تک جانے کا پکا ارادہ کر لیا ابھی خاصی روشنی تھی میں پہاڑی راستوں سے بھی اچھی طرح واقف تھا میں نے دوبارہ گھر کی راہ لی اور وہاں سے ٹارچ اور پستول لے کر اس راستے پر ہولیا جو پہاڑوں کے درمیان بل کھاتا ہوا خدا جانے کہاں تک جاتا تھا دن کے وقت میں نے یہاں اکثر ننگ دھڑنگ سیاہ فام دیہاتی لڑکوں کو دیکھا تھا جو بکریاں چرایا کرتے تھے چاروں طرف سناٹا تھا اور دور دور تک کسی انسان یا جانور کا پتہ نہ تھا خدا جانے میں کب تک چلتا رہا شام کا دھندلکا چپکے سے غائب ہو گیا اور روشن چاند پہاڑی چوٹیوں میں سے ابھر کر میرے عین سامنے آ گیا چاروں طرف ہو کا عالم تھا خوشگوار ہوائیں تو چلتی رہتی تھیں لیکن وہ بھی خدا جانے کیوں آج خاموش تھیں چلتے چلتے ایک ٹیلے کے پاس مڑ کر کھلے علاقے میں پہنچا تو مجھے یکایک سامنے ایک جھونپڑی نظر آئی اسے دیکھ کر میرے قدم آپ ہی آپ رک گئے کیا فقیر کی کٹیا یہی تھی میں نے گردوپیش کا جائزہ لیا تو لگا جیسے یہ برس ہا برس سے خالی رہی ہو یہ بڑی خراب حالت میں تھی دروازہ ٹوٹ کر ایک طرف لٹک گیا تھا اور چھت بھی جگہ جگہ سے بیٹھ گئی تھی میں چند قدم آگے بڑھا تو یکایک آہٹ سن کر آپ ہی آپ میرا ہاتھ پستول تک گیا لیکن میں رکا نہیں اور [illegible] آہستہ آہستہ جھونپڑی کی طرف بڑھا جھونپڑی کے قریب پہنچتے ہی اچانک کوئی اس میں سے نکلا اور تیر کی طرح میری طرف لپکا میں نے چونک کر دیکھا تو وہ ایک عورت تھی وہ تیزی سے میری طرف آئی اور مجھ سے لپٹ گئی اور گھبرا کر کہا۔

خدا کے لیے مجھے بچاؤ ان درندوں سے بچاؤ۔ شاہد کی باتیں سننے کے بعد جو ردعمل ہونا تھا وہ یہ تھا کہ میں اس سے

جان چھڑا کر تیزی سے الٹے پاؤں بھاگتا کیونکہ وہ یقیناً کوئی بدروح تھی لیکن ایسا نہیں ہوا کیونکہ جو عورت میرے سینے سے لگی حفاظت کی درخواست کر رہی تھی وہ گوشت پوست کی بنی ہوئی تھی اور یقیناً جوان تھی اور جدید طرز کی ساڑھی میں تھی جو خوشبو اس نے استعمال کی تھی وہ بھی بھینی بھینی تھی اور مجھے مست کیے دے رہی تھی مجھے اپنے ہوش اور حواس پر قابو پانے میں چند لمحے لگے میں نے اس کے دونوں شانے تھام کر اسے اپنے سے علیحدہ کیا تو چاندنی میں اس کا چہرہ مجھے صاف نظر آنے لگا گول چہرہ بڑی بڑی آنکھیں اور جھکی جھکی پلکیں جو آنسوؤں سے تر تھیں ستواں ناک بھرے گال خوب گورا رنگ اور شانوں تک کٹے ہوئے جدید طرز کے بال جس کی ایک باغی لٹ اس کے حسین اور سوگوار چہرے پر آ گئی تھی میں نے غور سے اسے دیکھا تو دائیں پیشانی پر ایک بڑا سا سیاہ تل نظر آیا جو اس دھندلکے میں بھی واضح تھا یہ بدروح کیسے ہو سکتی تھی لیکن یہ کون تھی اور اس ویرانے میں کیا کر رہی تھی کیا کہہ رہی ہیں آپ۔ درندے کہاں ہیں وہ۔۔ میں نے پوچھا۔

اس طرف گئے ہیں۔ انہوں نے میرے پورے کنبہ کو مار ڈالا اس نے سہمی سہمی آواز میں جواب دیا یہ سنتے ہی میں نے جیب سے پستول نکال لیا اس نے اشارے سے بلندیوں کی طرف اشارہ کیا تھا غالباً وہ پہاڑ کی دوسری طرف چلے گئے تھے جہاں سے کچھ دور وہ سڑک تھی جو لطیف آباد کو جاتی تھی شاید بدمعاش آئے بھی اسی طرف سے تھے کیونکہ اگر پہاڑی کی طرف سے آتے تو مجھ سے یا کسی دوسرے جوان سے ضرور مڈبھیڑ ہوتی مجھے خاموش دیکھ کر اس نے کہا وہ تو مجھے بھی مار ڈالتے لیکن پہلے ہی حملہ پر میں چکر کر یوں گری جیسے زخمی ہو گئی ہوں پر انہوں نے میرے ابا امی جوان بھائی اور بہن سب کو مار ڈالا ہائے اب میں کیا کروں کہاں جاؤں یہ کہتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے رونے لگی میں نے اسے وہیں چھوڑ کر حالات کا جائزہ لینے کے لیے آگے بڑھنے کی ٹھانی میں دبے پاؤں جھونپڑی کے دروازہ تک پہنچا چاروں طرف سوکھے پتے بکھرے پڑے تھے اور ان پر سے گزرتے ہوئے میرے جوتے عجیب شور مچا رہے تھے رات کے سناٹے میں ان کا یہ شور مجھے ڈراؤنا لگا میں نے دروازہ پر رک کر ٹارچ روشن کیا تو میرے منہ سے چیخ نکل گئی چاروں طرف خون ہی خون تھا تازہ خون اس میں نہائی ہوئی چار لاشیں پڑی تھیں دو مردوں کی اور دو عورتوں کی سب کی گردنیں کٹی ہوئی تھیں جیسے کسی نے انہیں بڑی بے دردی سے ذبح کر دیا ہو میں مبہوت کھڑا سب کچھ دیکھتا رہا جب مجھے اس لڑکی کی آواز سنائی دی تو میں چونک گیا خدا جانے کب وہ چپکے سے میرے قریب آ گئی تھی اور اس نے میرا بازو مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ ہائے ابا۔۔ ہائے امی آہ ایک بار پھر رونے لگی مجھ سے وہاں ٹھہرا نہ گیا اور میں اس سے سہارا دے کر باہر لے آیا جہاں بڑی پرسکون چاندنی پھیلی ہوئی تھی آپ لوگ یہاں آئے ہی کیوں میں نے پوچھا سیر کو آئے تھے راستہ بھٹک گئے شام ہو گئی تو ہم نے اس جھونپڑی میں پناہ لی اب ہمیں کیا معلوم تھا کہ درندے تاک میں بیٹھے ہیں خدا جانے مجھے کیوں بخش دیا مجھے بھی مار ڈالتے ہائے اب میں کہاں جاؤں میرا تو دنیا میں کوئی بھی نہیں رہا اس کی سسکیوں کی آواز مجھے پاگل کیے دے رہی تھی میں نے گھڑی دیکھی آٹھ بج گئے تھے اس کے ساتھ یہاں ٹھہرنا خطرہ سے خالی نہیں تھا میں نے اسے اپنے ساتھ کیمپ لے جانے کی ٹھانی پولیس کو بھی فوراً اطلاع دینی تھی میں اسے لے کر کیمپ کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں وہ کانپنے لگی جیسے اسے سردی لگ رہی ہو میں نے اپنا کوٹ اتار کر اسے دیا جسے اس نے شکریہ کے ساتھ لے لیا اور پہن لیا اور پھر وہ میرا ہاتھ تھامے چلنے لگی اور ایک بار پھر اس کی پراسرار بھینی بھینی خوشبو نے میرے دل اور دماغ پر جادو سا کر دیا اور معاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کوئی حسین خواب دیکھ رہا ہوں۔ یہ حسن یہ صحت مند سڈول جسم دھند میں لپٹا ہوا یہ پراسرار ماحول۔ یہ سب خوابوں ہی میں ممکن تھا میں نے آج تک اس سے زیادہ حسین عورت نہیں دیکھی تھی نہ برصغیر میں اور نہ یورپ میں جہاں جنگ عظیم کے دوران میں نے بڑی خاک چھانی تھی چلتے چلتے تھک کر وہ کبھی کبھی دم لینے کے لیے رکتی اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر میرے شانے سے سر ٹکا دیتی اور اس کے جسم کا یہ لطیف لمس مجھ میں بجلیاں سی بھر دیتا وہ اس انجانے راستے پر عجیب طرح سے چل رہی تھی جیسے پیدل چلنے کی عادی نہ ہو قدم قدم پر مجھے اسے سہارا دینا پڑتا اور ہر بار یوں لگتا جیسے ضبط کا دامن مجھ سے چھوٹ جائے گا۔ خدا جانے کب تک ہم اپنے اپنے خیالوں میں کھوئے کیمپ کی طرف چلتے رہے زماں اور مکاں کا احساس جاتا رہا تھا اور مجھے صرف یہ یاد تھا کہ ایک نہایت حسین ہمسفر میری حفاظت میں ہے چلتے چلتے یکایک وہ رک نہ جاتی اور میرے بازو پر اس کی گرفت مضبوط نہ ہو جاتی تو میں یوں ہی حسین خوابوں میں بھٹکتا رہتا وہ جونہی رکی میں ہوش میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آ گیا۔

ادھر دیکھیے ۔اس نے گھبرا کر آہستہ سے کہا اور ایک اونچے پہاڑی ٹیلے کی طرف اشارہ کیا جو ہمارے دائیں طرف تھا میں نے فوراً پستول نکال لیا اور غور سے دیکھا تو اس پر مجھے ایک سیاہ سا نظر آیا چونکہ چاند اس کی پشت پر تھا اس لیے مجھے اس کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی میں نے اس لڑکی کو آہستہ سے اپنے پیچھے کرلیا اور چیخ کر پوچھا کون ہو تم اور یہاں کیا کر رہے ہو میری آواز اس ویرانے میں گونجی اور پھر تھرا کر فضا میں تحلیل ہوگئی اس کے بعد ایک قہقہہ بلند ہوا جیسے پہاڑی پر سے وہ شخص ہماری بے بسی کا مذاق اڑا رہا ہو ہم دونوں اس کی گولیوں کی زد میں تھے میں نے ادھر ادھر بچاؤ کے لیے دیکھا تو مجھے اپنے بائیں طرف ایک بڑا ٹیلہ نظر آیا وہاں تک کسی طرح پہنچ سکتے تو دشمن کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا خدا کے لیے بھاگ چلیے لڑکی نے آہستہ سے کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا۔نہیں آہستہ آہستہ سرکتے ہوئے اس ٹیلے کی طرف چلو میں نے جواب دیا اور دشمن پر نظریں جمائے آہستہ آہستہ بائیں طرف ہٹنے لگا لیکن اس سے پہلے کہ ہم وہاں تک پہنچ سکتے یکا یک اوپر سے گولیوں کی بوچھار شروع ہوگئی۔

پہلی گولی اس لڑکی کے لگی اور وہ چیخ مار کر نیچے گری مجھ پر گویا خون سوار ہوگیا اور میں نے بھی اندھا دھند گولیاں چلانی شروع کردیں اس کے پاس رائفل تھی اور میرے پاس پستول مجھے بھی غالباً کئی گولیاں لگیں اور میں چند لمحوں کے بعد چکرا کر گرا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کسی گہرے سمندر میں ڈوب رہا ہوں میرا بھاری جسم نیچے بہت نیچے خاموش تاریک گہرائیوں کی طرف تیزی سے جا رہا ہے اور میں اس قدر بے بس ہوں کہ ہاتھ پاؤں مار ہی نہیں سکتا اس کے بعد میں بے ہوش ہوگیا جب مجھے ہوش آیا تو اس وقت بھی میں ویرانے ہی میں تھا لیکن آسمان پر عین میرے سامنے چاند جگہ سورج جگمگا رہا تھا اور شاہد مجھے سہارا دے کر اٹھا رہا تھا ذرا احتیاط سے شاہد ۔کئی گولیاں لگی ہیں میں نے آہستہ سے کہا ۔گولیاں ۔کہاں ۔شاہد نے گھبرا کر پوچھا پھر اس نے مجھے ادھر ادھر سے دیکھنے کے بعد کہا ارے نہیں صاحب آپ تو ماشاء اللہ بالکل فٹ ہیں آپ کو تو خراش بھی نہیں آئی کیا کہہ رہے ہو تم یہ کہتے ہی میں فوراً اٹھا اور دیکھا تو واقعی میرے ہاتھ پاؤں بالکل ٹھیک تھے لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے کل رات تو مجھ پر ان گنت گولیاں برسائی گئی تھیں یہ کہتے ہوئے یکا یک مجھے اس لڑکی کا خیال آ گیا وہ کہاں ہے ۔وہ لڑکی ۔میں نے پوچھا۔کون لڑکی اب خالد نے پوچھا یہاں تو دور دور تک کوئی لڑکی نہیں ہے مجھے تو شاہد نے شہر سے آ کر بتایا کہ آپ کل رات سے غائب ہیں اس پر ہم سب آپ کی تلاش میں نکلے گھنٹہ بھر کی تلاش کے بعد آپ ہمیں یہاں سے ملے ۔آپ تو یہاں ہاتھ کا تکیہ بنائے آرام سے سو رہے تھے شاہد نے اطلاعاً کہا اس کے لہجے سے لگ رہا تھا جیسے وہ خاصا پریشان ہو آپ یہاں آئے ہی کیوں صاحب ۔کل جمعرات بھی تھی اور چاند کی چودہ تاریخ بھی ۔میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کر اس پراسرار منحوس جھونپڑی کی تلاش میں گیا جہاں میں نے کل رات چار لاشیں دیکھی تھیں خاصی دیر کے بعد ہمیں وہ جھونپڑی ملی لیکن وہاں نہ خون تھا اور نہ ہی لاشیں تھیں یوں لگتا تھا جیسے برس ہا برس یہاں سے کسی انسان کا گزر نہ ہوا ہو لڑکی کا بھی کوئی پتہ نہ تھا۔

اس دن زندگی میں پہلی بار مجھے اپنے دوستوں کے سامنے خفت اٹھانی پڑی ان لوگوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا لیکن ان کی آنکھوں اور ہر ادا سے لگتا تھا کہ جیسے انہیں یقین ہو کہ رات میں نے بہت پی لی تھی اور نشے میں دھت اس ویرانے میں نکل آیا تھا اب میں ان ہیں کیسے بتاتا کہ واقعی میرے ساتھ کل رات بڑے عجیب واقعات پیش آئے تھے اس کا ایک واضح ثبوت میرے کوٹ میں بسی ہوئی وہ عجیب سی خوشبو تھی جو اس پراسرار لڑکی نے استعمال کی تھی مارے خفت کے میں نے اس سے کچھ نہیں کہا میں نے کسی سے بھی کچھ نہیں کہا آج اتنی مدت کے بعد پہلی بار تمہیں سنا رہا ہوں یہ کہتے ہوئے میں نے ایک اور سگریٹ سلگا کر ایک طویل کش لیا ۔اور دھواں کو ہوا میں چھوڑ دیا۔

آج بھی تو چاند کی چودہ تاریخ ہے تمہیں وہ لڑکی یاد نہیں آ رہی ہے میری بیوی نے آہستہ سے پوچھا آج عرصے کے بعد واقعی یاد آ رہی ہے میں نے جواب دیا یہ کہتے ہوئے میں نے سر آرام کرسی پر ٹکا دیا اور آنکھیں بند کرلیں چند لمحے خاموشی چھائی رہی پھر میں نے گرم پیشانی پر اپنی بیوی کا ہاتھ محسوس کیا کس قدر سرد تھا اس کا ہاتھ میں نے فوراً آنکھیں کھول دیں روشنی اب تک گل تھی اور حسین چاندنی کی وجہ سے کمرہ میں دھندلکا سا پھیل گیا تھا میں نے دیکھا وہ عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی کیا دیکھ رہی ہو میں نے آہستہ سے پوچھا۔دیکھ رہی ہوں تمہاری روح اس پراسرار لڑکی کے لیے کتنی بے چین

ہے اس نے بھی دھیمے لہجے میں جواب دیا شادی کے پہلے تو یقیناً تھی لیکن پھر کبھی نہیں ہوئی اس واقعہ کے مہینے بھر بعد ہی تو تم ملیں اور پھر جلد ہماری شادی ہوگئی میں نے جواب دیا۔جھوٹ ۔۔بالکل جھوٹ ۔وہ بولی آج بھی تمہاری روح اس کے قرب کے لیے بے چین ہے ہمیشہ یہ بے چین رہی ۔۔سچ سچ بتاؤ کیا ایک بار پھر تم اسے اپنے قریب دیکھنا چاہتے ہو انکار نہ کرو لوگ کہتے ہیں کہ اگر لگن سچی ہو تو انسان کو وہ چیز ضرور ملتی ہے جس کی اس کو دیوانہ وار خواہش ہو تم آنکھیں بند کرلو جانم اور صرف اس حسین جوان لڑکی کے بارے میں سوچو جس کے قرب نے تمہیں آج سے دس سال پہلے پاگل کردیا تھا پل بھر کے بعد آنکھیں کھول کر دیکھو کہ تمہیں کیا ملتا ہے میری آنکھیں آپ ہی آپ بند ہوگئیں اور مجھے یوں لگا جیسے اس کی پراسرار آواز کہیں دور سے آ رہی ہو یہ مجھے کیا ہو رہا تھا میرے جذبات اور احساسات میرا ساتھ کیوں چھوڑ رہے تھے یہ کیوں محسوس ہو رہا تھا کہ میرے ہوش اور حواس کے ساتھ ساتھ میرے اعضاء بھی مرے قابو میں نہ رہے ہوں جیسے میں کسی مقناطیسی قوت کے ہاتھوں بے بس ہوگیا ہوں۔

آنکھیں کھولو جان من ۔میری بیو نے سرگوشیوں میں کہا اور میں نے آنکھیں کھول دیں ۔۔لیکن یہ کیا ۔۔اف میرے اللہ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں میرے سامنے مجھ سے بہت قریب جھکی میری بیوی کی جگہ وہ پراسرار لڑکی کھڑی تھی اور بڑی پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی وہی گول چہرہ بڑی بڑی اور جھکی جھکی پلکیں ستواں ناک بھرے بھرے گال اور دائیں پیشانی پر سیاہ تل مجھے خاموش دیکھ کر وہ مسکرائی یقین نہیں آ رہا ہے میں واقعی وہی لڑکی ہوں صرف تمہیں حاصل کرنے کے مجھے ایک اور لڑکی کے قالب میں تمہارے پاس آنا پڑا اور دس سال کی طویل جدائی برداشت کرنی پڑی ہمارے رواج کی رو سے ہر دسویں سال ہم اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں ہماری ملاقات کو آج پورے دس سال ہوگئے ہیں اب مجھے اس اجنبی قالب میں رہنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی اب دنیا کی کوئی طاقت مجھے تم سے دور نہیں رکھ سکتی ہمارے اصلی روپ کی مبارک رات تو آج آئی ہے۔یہ کہتے ہوئے وہ جھکی اور خدا جانے کیوں میرے جسم میں کپکپاہٹ سی دوڑ گئی اور میں نے اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں لوہے کی کسی شکنجے میں جکڑا ہوا ہوں اس کا چہرہ آہستہ آہستہ میرے چہرے کے قریب سے قریب ہوتا جانے لگا اور پھر ساتھ ہی اس ۔کے چمکتے ہوئے دانت میری گردن کی طرف بڑھے اور اس ۔کے حسن کی جگہ ایک عجیب ڈراؤنے تاثر نے لے لی تو میں نے زور لگا کر آخری بار اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی لیکن بے سود اس کے بعد خدا جانے کیا ہوا کیونکہ میں غالباً دہشت سے بے ہوش ہوگیا تھا۔ جب ہوش آیا تو میں ہسپتال میں تھا اور میری گردن پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں میں نے کروٹ لینے کی کوشش کی مجھے اپنا ایک دوست یونس نظر آیا میرا وہ عزیز دوست ڈاکٹر تھا مجھے ہوش میں دیکھ کر وہ میرے پاس آ گیا۔

خدا کا شکر ہے کہ تم ہوش میں آ گئے کیسی طبیعت ہے اس نے پوچھا۔ٹھیک ہوں لیکن مجھے ہوا کیا تھا ۔میں نے پوچھا ایک جنگلی بلی نے حملہ کیا تھا جواب ملا جنگلی بلی ۔میں نے حیرت سے پوچھا اور حیدر آباد میں ۔ہاں بھئی یہی تو سب کو حیرت ہے جب تمہارا ملازم تمہاری چیخیں سن کر وہاں پہنچا تو وہ خون خوار بلی تمہاری گردن سے لپٹی تمہارا خون چوس رہی تھی۔خون چوس رہی تھی بلی ۔میں نے یوں کہا جیسے اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہوں ۔ہاں ہاں بھئی ۔ملازم نے اسے مار ڈالا ورنہ وہ اوروں کا بھی خون چوس لیتی تمہارا زخم بڑا گہرا تھا پورے دس دن کے بعد ہوش میں آئے ہو میرے قریب بیٹھ کر میری نبض دیکھتے ہوئے یونس نے جواب دیا وہ کہاں ہے میری بیوی ۔میں نے آہستہ سے پوچھا اس کا جواب یونس نے یہ دیا کہ وہ صدمہ سے بیمار ہے اور گھر پر آرام کررہی ہے صحیح جواب تو مجھے ہفتہ بھر بعد ملا میری بیوی اس رات ہی سے غائب تھی پولیس اسے ڈھونڈنے میں ناکام رہی تھی۔

❁❁❁

غزل

اپنی تقدیر خفا ہو تو غزل لکھتے ہیں
جان جب تن سے جدا ہو تو غزل لکھتے ہیں
ایسے لوگوں سے جو خاموش سدا رہتے ہیں
بات آنکھوں سے ادا ہو تو غزل لکھتے ہیں
ہم تو ہر زہر بھی پی لیتے ہیں آزمانے کو
جب یہ زخموں کی دوا ہو تو غزل لکھتے ہیں

شعیب اختر آسی-گلگت

❁❁❁

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مظلوم دوشیزہ

تحریر: کامران شکیل واہ کینٹ

رنجیت کی شادی کو ایک سال ہوگیا ایک رات جب میری آنکھ کھلی تو رنجیت کمرے میں نہیں تھا میں نے اسے پورے گھر میں تلاش کیا مگر وہ مجھے کہیں پر دکھائی نہ دیا میں پریشان ہوگئی وہ رات کے اس وقت مجھے اکیلا چھوڑ کر کہاں چلا گیا ہے اچانک میرے دماغ میں آیا کہ اپنے علم سے اس کے بارے میں معلوم کرتی ہوں وہ کہاں ہے میں نے معلوم کیا کہ وہ گھر کے باہر ایک غار میں بیٹھا ہوا ہے جب میں غار میں داخل ہوئی تو سامنے کا منظر دیکھ کر میں حیران و پریشان ہوگئی رنجیت کے سامنے ایک انسانی لاش پڑی ہوئی تھی اور وہ اس کا گوشت کھا رہا تھا مجھے اپنے سامنے دیکھ کر وہ پریشان ہوگیا اور بولا۔ انوشی تم یہاں میں نے کہا ہاں رنجیت میں یہاں تمہارے سامنے کھڑی ہوں میں نے کبھی بھی یہ نہیں سوچا تھا کہ تم اتنے گھٹیا نکلو گے تم انسان ہو کر بھی انسانوں کا گوشت کھاتے ہو نجانے کتنے ہی مظلوم انسانوں کو مار کر تم نے ان کا گوشت کھایا اس ظلم سے نجات دلاؤں گی اس کھیل کو ختم کردوں گی میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے ختم کردوں گی اور انسانوں کو تمہارے اس ظلم سے نجات دلاؤں گی میں نے پاس پڑا ہوا ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا اس کے سر سے خون کا ایک فوارہ نکلا اور وہ زمین پر گر پڑا وہ چیخنے لگا وہ اس قدر اذیت میں تھا کہ اس کی اذیت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے میں رونے لگی میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اپنے محبوب کا یہ حشر میں خود کروں گی مگر نہیں وہ انسانیت کا دشمن تھا انسانیت کے بچاؤ کے لیے اسے ختم کرنا ضروری تھا یہی سوچ کر میں نے ایک اور پتھر اٹھایا اور اسے مارنے لگی تھی کہ وہ غائب ہوگیا پھر میں کئی روز تک اسے تلاش کرتی رہی مگر وہ مجھے کہیں بھی نہ ملا ایک دن میں سوئی ہوئی تھی کہ مجھے اپنے قریب کسی کی آہٹ محسوس ہوئی میں نے آنکھ کھولی تو رنجیت میرے قریب کھڑا تھا وہ بولا اس دن تم نے مجھے زخمی کرکے بہت اذیت پہنچائی تھی مجھے اب میں تمہیں پوری زندگی کے لیے اذیت دوں گا اس نے میرا بازو پکڑا اور مجھے کھینچتا ہوا ہال میں لے آیا اس نے ایک منتر پڑھ کر پھونک ماری تو میرے گرد آگ جلنے لگی اور ساتھ ہی مجھے زنجیروں نے جکڑ لیا میں بہت اذیت میں تھی مجھے اذیت میں دیکھ کر وہ قہقہے لگانے لگا ہاہاہاہا۔۔ ہاہاہاہا۔۔۔ اور وہاں سے چلا گیا جاتے جاتے اس نے اس گھر کے گرد ایک حصار قائم کردیا تاکہ کوئی بھی اس گھر میں داخل نہ ہوسکے اس کے جانے کے دو گھنٹے بعد میرا جسم پتھر کا بن گیا پھر ہر چاند کی چودھویں رات کو میرا جسم اصلی حالت میں آتا تھا اور میں چیختی تھی مگر کبھی کوئی میری مدد کو نہ آیا۔ ایک خوفناک اور سنسنی خیز کہانی۔

چاند کی چودھویں رات تھی گاؤں سے باہر پہاڑ پر ایک پراسرار گھر واقع تھا ہر چاند کی چودھویں رات کو بارہ بجے وہ گھر خود بخود روشن ہوجاتا تھا اور ساتھ ہی اس گھر میں سے کسی عورت کی اذیت بھری چیخیں سنائی دینے لگیں تمام گاؤں والے اپنے اپنے گھروں کی چھتوں پر کھڑے ہوگئے اور پہاڑ کے دامن میں واقع اس پراسرار گھر کو دیکھنے لگے یہ گھر چونکہ گاؤں سے بلندی پر تھا اس لیے پورے گاؤں سے دکھائی دیتا تھا ہر چاند کی چودھویں رات کو بارہ بجے ہمارے گاؤں میں ایسا ہی ہوتا تھا اچانک اس پراسرار گھر میں روشنی ہوجاتی تھی اور ساتھ ہی کسی عورت کی اذیت بھری چیخیں بھی سنائی دینے لگی تھیں گاؤں کے لوگ اپنے گھروں کی چھتوں سے اس پراسرار گھر کو دیکھتے رہتے تھے مگر آج تک کسی نے بھی وہاں جا کر اس راز کو جاننے کی کوشش نہیں کی تھی کہ اس گھر میں چاند کی چودھویں رات کو ایسا کیوں ہوتا ہے دو گھنٹوں کے بعد اس گھر میں دوبارہ تاریکی چھا جاتی تھی اور عورت کی آواز یعنی چیخیں بھی بند ہوجاتی تھیں میں بچپن سے اس گھر کے بارے میں یہی سنتا آرہا تھا کہ اس گھر میں ایک چڑیل رہتی ہے وہ چاند کی چودھویں رات کو بارہ بجے اس گھر کو جادو سے روشن کردیتی ہے اور اذیت بھری آوازیں بھی نکالتی ہے تاکہ کوئی یہ سوچ کر وہاں چلا جائے کہ وہاں کسی عورت پر ظلم کیا جارہا ہے اور جو کوئی وہاں جاتا ہے وہ چڑیل اسے مار کر اس کا گوشت کھا جاتی ہے مجھے اس بات پر یقین نہیں تھا میرا دل اکثر چاہتا تھا کہ میں اس

mazlom doshiza
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پراسرار گھر میں جاؤں اور وہاں موجود راز کو معلوم کروں مگر مجھے گھر والوں نے سختی سے منع کر رکھا تھا کہ تم نے وہاں نہیں جانا ہے گاؤں کے کسی بھی شخص کو اس پراسرار گھر کے نزدیک جانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔

گاؤں کے بزرگوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ کوئی بھی اس پراسرار گھر کی طرف نہیں جائے گا آج میرا اس پراسرار گھر میں جانے کا ارادہ تھا سب گھر والے چھت پر کھڑا اس پراسرار گھر کو دیکھ رہے ہوں گے تو میں چپکے سے ابھی پراسرار گھر کی طرف نکل جاؤں گا میں نے جب تسلی کر لی کہ اب سب گھر والے چھت پر اس پراسرار گھر کو دیکھنے مگن ہیں اور اب مجھے گھر سے باہر نکلتے ہوئے کوئی نہیں دیکھے گا تو میں دروازے کی طرف بڑھنے لگا میں بار بار سیڑھیوں کی طرف مڑ کر دیکھ رہا تھا کہ کہیں کوئی چھت سے اتر نہ آئے اگر مجھے کسی نے باہر جاتا ہوا دیکھ لیا تو پھر خیر نہیں ہوگی میرا دروازے سے صرف آٹھ دس قدم کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا کہ وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا پیچھے سے امی کی آواز سنائی دی شہریار بیٹا کہاں جا رہے ہو ک۔ک۔کک کہیں بھی نہیں جا رہا ہوں میں نے اس وقت کہاں جانا ہے میں نے کہا تو امی بولیں ادھر میرے پاس آؤ میں امی کے پاس چلا گیا میں جانتی ہوں تم کہاں جا رہے تھے آج کل تم پر اس گھر میں جانے کا بھوت سوار ہے جہاں سے عورت کی چیخیں سنائی دیتی ہیں تم سمجھتے کیوں نہیں ہو کہ اس گھر میں صرف اور صرف انسان کے لیے ایک چیز ہے اور وہ ہے موت تم وہاں جاؤ گے تو وہاں تمہیں موت ہی ملے گی میں جانتی ہوں کہ تمہیں ایڈونچرز بہت پسند ہیں مگر یہ ایڈونچر تمہاری جان لے سکتا ہے تم نے کبھی سوچا ہے کہ اگر تمہیں کچھ ہوگیا تو ہمارا کیا بنے گا اگر تمہیں کچھ ہوگیا تو ہم بھی نہیں جی پائیں گے شہریار تم میرے ساتھ وعدہ کرو کہ آئندہ کبھی اس گھر میں جانے کے بارے میں نہیں سوچو گے امی بولتی جا رہی تھیں امی کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بھی رواں تھے میں نے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے امی کے آنسو پونچھے اور کہا بس آپ رونا بند کریں میں آئندہ کے بعد کبھی اس گھر میں جانے کی کوشش نہیں کروں گا امی نے میری بات سن کر خوشی سے مجھے گلے لگا لیا اور بولیں مجھے یقین تھا کہ میرا پیارا سا بیٹا میری بات ضرور مانے گا۔

اچھا آؤ اب چھت سے اس گھر کو دیکھتے ہیں آج اس گھر میں سے نیلے رنگ کی روشنی دکھائی دے رہی ہے میں امی کے ساتھ چھت پر چلا گیا امی نے ٹھیک کہا تھا آج اس گھر سے نیلے رنگ کی روشنی پھوٹتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی زیادہ تر گھر سے سفید رنگ کی روشنی پھوٹتی دکھائی دیتی تھی مگر کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ وہ گھر کسی مختلف روشنی سے روشن ہو جاتا تھا میں نے امی کو تو یہ کہہ کر تسلی دے دی تھی کہ آئندہ کبھی اس گھر میں جانے کی کوشش نہیں کروں گا مگر اندر سے میرا دل اب بھی اس گھر میں جانے کے لیے اتنا ہی بے تاب تھا جتنا پہلے تھا اسی لیے میں نے اگلی چاند کی چودھویں رات کو ہر صورت میں وہاں جانے کا فیصلہ کر لیا دن گزرنے لگے اور گزرتے ہی گئے اگلی چاند کی چودھویں رات بھی آ گئی۔

میں نے شام کے وقت امی سے کہا کہ میں ذیشان کے گھر جا رہا ہوں دو دن بعد واپس آؤں گا امی بولیں اس وقت تم جاؤ گے تو ذیشان کے گھر پہنچتے تک اندھیرا ہو جائے گا اس لیے ابھی نہ جاؤ کل صبح چلے جانا میں نے کہا امی میں بچہ تو نہیں ہوں جو اندھیرے سے ڈر جاؤں گا امی بولیں مرضی تو تم نے اپنی ہی کرنی ہے اس لیے تم سے بحث کرنے کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہے جاؤ چلے جاؤ میں نے شکر کیا اور امی کے گلے ملا اور گھر سے نکل پڑا ذیشان میرا دوست تھا اس کا گاؤں میرے گاؤں سے تھوڑی دور تھا میں اور ذیشان اکثر ایک دوسرے کے گھر آتے جاتے رہتے تھے اس لیے آج بھی میں نے امی سے ذیشان کے گھر جانے کا کہا تھا جو کہ محض ایک بہانہ تھا میں ذیشان کے گھر نہیں جا رہا تھا بلکہ میری منزل پہاڑ پر موجود پراسرار گھر تھا آج چاند کی چودھویں رات تھی اور میں اس پراسرار گھر میں جا کر وہاں کا راز معلوم کرنا چاہتا تھا ویسے تو مجھے وہاں جانے کی اجازت نہیں ملنی تھی اس لیے میں نے یہی سوچا کہ امی سے کہوں گا میں ذیشان کے گھر جا رہا ہوں اور اس پراسرار گھر میں چلا جاؤں گا گھر سے نکلنے کے بعد میرا رخ اس پہاڑ کی طرف تھا جس پر وہ پراسرار گھر واقع تھا میں ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھا رہا تھا کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ اگر کسی نے مجھے اس پہاڑ کی طرف جاتے ہوئے دیکھ لیا تو پھر میری خیر نہیں ہوگی اللہ اللہ کر کے میں گاؤں سے باہر نکل آیا اب میرا ڈر کافی حد تک کم ہوگیا تھا کیونکہ گاؤں سے باہر پہاڑ کی طرف کوئی بھی نہیں جاتا تھا اس لیے مجھے اب یہ خطرہ نہیں تھا کہ کوئی مجھے دیکھ لے گا میں مسلسل پہاڑ کی جانب بڑھ رہا تھا چلتے چلتے آخرکار میں پہاڑ کے پاس پہنچ گیا میرے وہاں پہنچنے تک سورج غروب ہو چکا تھا آج پہلی بار میں نے اس پہاڑ کو قریب سے دیکھا تھا اس کی بلندی تقریباً سولہ سو فٹ تھی اور وہ پراسرار گھر پہاڑ پر زمین سے

تقریباً تین سو فٹ کی بلندی پر واقع تھا مجھے اس پراسرار گھر تک پہنچنے کے لیے پہاڑ پر چڑھنا تھا جو کہ میرے لیے بہت ہی زیادہ مشکل کام تھا کیونکہ آج سے پہلے میں کبھی کسی پہاڑ پر نہیں چڑھا تھا میں نے اللہ کا نام لے کر پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا۔

چاند کی چودھویں رات ہونے کی وجہ سے چاند کی روشنی زمین پر پھیلنے لگی تھی جو کہ پہاڑ پر چڑھنے میں میری خاصی مدد کر رہی تھی میں جیسے جیسے پہاڑ پر چڑھتا جا رہا تھا پتہ نہیں کیوں میرے دل میں ایک انجانا سا خوف جنم لیتا جا رہا تھا مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ ابھی کچھ ہونے والا ہے میرے دماغ میں امی کی باتیں گردش کر رہی تھیں آج کل تم پر اس پراسرار گھر میں جانے کا بھوت سوار ہے جہاں سے عورت کی چیخیں سنائی دیتی ہیں تم سمجھتے کیوں نہیں ہو کہ اس گھر میں انسان کے لیے صرف اور صرف ایک چیز ہے اور وہ چیز ہے موت تم اس گھر میں جاؤ گے تو وہاں سے تمہیں موت ہی ملے گی امی کی یہی باتیں مسلسل میرے دماغ میں گھوم رہی تھیں مجھے لگ رہا تھا کہ امی ٹھیک کہتی تھیں اس گھر میں واقعی موت ہے اور میں بھی کتنا پاگل ہوں کہ خود اپنے قدموں پر چل کر اپنی موت کے پاس جا رہا تھا میں نے سوچا ابھی بھی میرے پاس بہت وقت ہے کیوں نہ میں واپس چلا جاؤں مگر نہیں میں واپس نہیں جاؤں گا اگر میں واپس گیا تو یہ مردانگی کی توہین ہوگی کیونکہ مرد جب ایک راستے پر چل پڑتے ہیں تو اپنا مقصد پورا کر کے واپس لوٹتے ہیں میں بھی اپنا مقصد پورا کر کے ہی واپس آؤں گا میں اس پراسرار گھر کے راز کو ہر صورت میں جان کر رہوں گا چاہے اس کے لیے مجھے اپنی جان کی قربانی ہی کیوں نہ دینی ہوگی میں سوچوں میں اس پراسرار گھر کے قریب پہنچ چکا تھا میں نے اپنے ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی میں ٹائم دیکھا ساڑھے گیارہ بج رہے تھے اس پراسرار گھر میں روشنی ہونے اور عورت کی اذیت بھری چیخیں سنائی دینے میں ابھی آدھا گھنٹہ باقی تھا میں کافی تھکا ہوا تھا اس لیے اس گھر کے باہر ایک بڑے پتھر پر آرام کرنے کے لیے بیٹھ گیا وقت اپنی رفتار سے گزر رہا تھا جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا میرے دل میں خوف بڑھتا جا رہا تھا مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ ابھی آج کی رات شاید میری زندگی کی آخری رات ہوگی میں اس گھر میں جانے کے بعد شاید کبھی بھی واپس نہیں لوٹوں گا۔

بارہ بج چکے تھے اچانک ہی وہ گھر سفید رنگ کی روشنی سے روشن ہوگیا اور ہمیشہ کی طرح اس میں سے عورت کی اذیت بھری چیخیں سنائی دینے لگی گاؤں میں چیخوں کی آواز کم آتی تھی جبکہ یہاں آواز بہت تیز تھی ایسا لگ رہا تھا کہ اس عورت کو بہت سخت اذیت دی جا رہی ہے اس کی اذیت بھری چیخیں میری برداشت سے باہر ہوتی جا رہی تھیں اس لیے میں اٹھا اور اس گھر کے دروازے کی طرف بڑھنے لگا میں نے دروازہ کے قریب پہنچا تو مجھے ایک شدید قسم کا جھٹکا لگا مجھے لگ کہ میں بجلی کی کیبل سے ٹکرایا ہوں میں اچھل کر کئی فٹ دور جا گرا میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو درد کی وجہ سے مجھ سے اٹھنے کی ہمت نہ رہی گرنے کی وجہ سے میرے پورے جسم پر شدید چوٹیں آئیں تھیں میں کافی کوشش کے بعد اٹھا اور دوبارہ دروازے کے قریب چلا گیا میں نے قریب جا کر غور کیا تو ایک سرخ رنگ کا حصار تھا جو پورے گھر کے گرد کھینچا ہوا تھا میں سوچنے لگا اب کیا کروں جب تک یہ حصار نہیں ٹوٹتا تب تک میں اندر نہیں جا سکتا میں اس حصار کو کیسے توڑوں اچانک میرے دماغ میں ایک آئیڈیا آیا کہ میں آیت الکرسی پڑھ کر اس حصار پر پھونک مارتا ہوں ہو سکتا ہے کہ یہ حصار ٹوٹ جائے۔

میں نے ایسا ہی کیا آیت الکرسی پڑھ کر اس حصار پر پھونک ماری تو نتیجہ میری سوچ کے مطابق نکلا وہ حصار ٹوٹ گیا کیونکہ وہ حصار شیطانی طاقت سے بنایا گیا تھا اور شیطانی طاقت کو صرف حق کی طاقت سے ختم کیا جا سکتا ہے قرآن حق ہے اس کا ایک ایک لفظ سچا ہے اسی لیے میں نے آیت الکرسی پڑھ کر اس حصار پر پھونک ماری تو میری توقع کے مطابق وہ حصار ختم ہوگیا میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دروازہ کھول کر صحن میں داخل ہوگیا صحن کافی بڑا تھا میں چلتے چلتے ہال کے دروازے کے قریب پہنچ گیا میں جوں جوں آگے بڑھ رہا تھا اس عورت کی چیخوں کی آواز تیز ہوتی جا رہی تھی میرے دل میں خوف اور بے چینی بڑھتی جا رہی تھی میں نے ہال کے دروازے کو ہاتھ لگایا تو وہ خود بخود کھل گیا جس سے میں اور زیادہ خوفزدہ ہوگیا میں نے ایک نظر ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظر ڈالی تو وہ ساڑھے بارہ بجا رہی تھی ابھی اس عورت کی چیخیں ختم ہونے میں ڈیڑھ گھنٹہ باقی تھا نجانے کیوں میرے دل میں خوف بڑھتا جا رہا تھا میرے اندر سے کوئی چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ شہریار اب بھی وقت ہے تیرے پاس واپس لوٹ جا نہیں تو بہت بری موت مارا جائے گا میں نے اپنے اندر ہمت پیدا کی اور اللہ کا نام لے کر اندر داخل ہوا ابھی میں نے ایک ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قدم اندر رکھا تھا۔

میری نظر سامنے پڑی سامنے کا منظر دیکھ کر میں حیران بھی ہوا اور مزید خوفزدہ بھی ہوگیا سامنے ایک بہت ہی حسین دوشیزہ تھی جو رسیوں سے اور زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اور اس کے گرد ایک دائرے کی صورت میں آگ جل رہی تھی اس آگ کی تپش دوشیزہ کو اذیت دے رہی تھی اذیت کی وجہ سے اس دوشیزہ کی چیخیں نکل رہی تھیں وہ لڑکی اتنی حسین تھی کہ چند لمحوں کے لیے میں اس کے حسن میں کھو کر اس کی اذیت کو بھول ہی گیا تھا مگر جلد ہی مجھے اس کی اذیت کا احساس ہوگیا اور میں ہوش کی دنیا میں واپس آگیا وہ بہت زیادہ تکلیف میں تھی اس کی اذیت بھری چیخیں میری برداشت سے باہر ہونے لگیں میں بھاگ کر اس حسینہ کے پاس گیا میں نے آیت الکرسی پڑھ کر اس دوشیزہ کے گرد جلتی ہوئی آگ پر پھونک ماری تو وہ آگ بجھ گئی اور وہ دوشیزہ پرسکون ہوگئی اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں ایسے لگ رہا تھا کہ اسے صدیوں بعد سکون نصیب ہوا ہے میں ایک بار پھر اس کے حسن میں کھو گیا وہ اتنی زیادہ حسین تھی کہ میں اس کا حسن بیان نہیں کرسکتا تھا میرے پاس اس کا حسن بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں اس نے چند لمحوں بعد آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا اور بولی میرے محسن تمارا بہت بہت شکریہ تم نے مجھے اس اذیت سے نجات دلا دی ہے جسے میں برسوں سے جھیلتی آرہی تھی تم نے مجھ پر یہ بہت بڑا احسان کیا ہے اس احسان کے بدلے میں دنیا کی ہر چیز لا کر تمہارے قدموں میں رکھ سکتی ہوں مانگو تمہیں کیا چاہیے میں بولا میں اس گھر میں یہ معلوم کرنے آیا تھا کہ یہ گھر ہر چاند کی چودھویں رات کو خود بخود روشن کیوں ہوجاتا ہے اور اس میں سے عورت کی چیخیں کیوں سنائی دیتی ہیں آپ مجھے یہ راز بھی بتادیں یہی میرے احسان کا بدلہ ہوگا اس دوشیزہ نے ایک سرد آہ بھری اور بولی۔

یہ ایک بہت لمبی داستان ہے میں تمہاری طرح انسان نہیں ہوں بلکہ پرستان کی پری ہوں میری ماں کو انسانی دنیا بہت پسند تھی اسے انسانی دینا کی ہر چیز بہت اچھی لگتی تھی خاص کر انسان اسے بہت پسند تھے وہ اکثر انسانی دنیا میں لانے لگی ماں اور میں ہفتے میں ایک دفعہ ضرور انسانی دینا میں آتی تھیں وقت گزرتا گیا اور میں جوان ہوگئی میں پرستان کی سب سے حسین پری تھی پورے پرستان کی جنات میرے حسن پر مرتے تھے مگر مجھے جنات اچھے نہیں لگتے تھے مجھے بھی ماں کی طرح انسان پسند تھے جوان ہونے کے بعد میں ہر روز اپنی سہیلیوں کے ساتھ انسانی دنیا میں جاتی تھی ہمارا پرستان زیادہ خوبصورت تھا مگر نجانے کیوں مجھے انسانی دنیا زیادہ خوبصورت لگتی تھی میں اور میری سہیلیاں انسانی دنیا میں جا کر چشموں اور جھیلوں میں نہاتی تھیں باغات اور جنگلوں کی سیر کرتی تھیں اور سرسبز پہاڑوں پر جا کر گانے گاتیں تھیں ایک دن میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ ایک جنگل میں اتری وہ جنگل بہت ہی خوبصورت تھا ہم اس جنگل کی سیر کرنے لگیں سیر کرتے کرتے میری نظر ایک لڑکے پر پڑی وہ لڑکا کوئی چلہ کرنے میں مصروف تھا وہ لڑکا بہت ہی زیادہ خوبصورت تھا پہلی ہی نظر میں وہ لڑکا میرے دل میں اتر گیا میں نے اپنے علم کی طاقت سے اس لڑکے کے بارے میں جانا تو مجھے پتہ چلا کہ وہ لڑکا کوئی عام نہیں ہے بلکہ وہ اپنے اندر بے پناہ طاقت رکھتا تھا وہ بہت بڑا جادوگر تھا یہ جان کر میں اور بھی زیادہ خوش ہوگئی کہ وہ میرے سے زیادہ طاقتور ہے میں نجانے کتنی ہی دیر کھڑی اس لڑکے کو دیکھتی رہی میری سہیلیاں جان گئی تھیں کہ وہ لڑکا پہلی ہی نظر میں میرے دل میں اتر چکا تھا وہ مجھے اکیلا چھوڑ کر جنگل کی سیر کرنے چلی گئیں میں وہی کھڑی ہوکر اس لڑکے کے چلہ ختم کرنے کا انتظار کرنے لگی نجانے کتنے ہی گھنٹے میں نے وہاں کھڑے کھڑے گزار دیئے تھے مگر اس لڑکے کا چلہ ختم نہیں ہوا تھا میری سہیلیاں واپس آچکی تھیں شام کے سائے ڈھلتے جارہے تھے ہم واپس پرستان چلی گئیں۔

اگلے روز میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ دوبارہ اسی جنگل میں آئی وہ لڑکا اس دن بھی پچھلے دن کی طرح چلے میں مصروف تھا میری سہیلیاں جنگل کی سیر کرنے چلی گئیں اور میں وہیں اس لڑکے کے پاس بیٹھ گئی میری نظریں مسلسل اس لڑکے کے حسین چہرے پر مرکوز تھیں دل چاہتا تھا کہ ہر وقت وہ میرے سامنے رہے اور میں اسے دیکھتی رہوں نجانے کیسا سحر تھا اس لڑکے میں جس کی وجہ سے میں اس کی دیوانی ہوگئی تھی رات کی تاریکی چھانے لگی میری سہیلیاں جنگل کی سیر کرکے واپس آگئیں اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس لڑکے کو وہیں چھوڑ کر پرستان واپس آگئی گھر میں میرا دل نہیں لگ رہا تھا بار بار اس لڑکے کا چہرہ میری نظروں کے سامنے آتا تھا میں بے تاب تھی کہ کسی طرح رات گزرے اور صبح ہوتے ہی میں اس لڑکے کے پاس پہنچ جاؤں مگر وقت تھا کہ گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا ایک لمحہ ایک ایک صدی کے برابر محسوس ہو رہا تھا وہ رات

میں نے بہت مشکل سے گزاری تھی صبح ہوتے ہی میں اکیلی اس جنگل میں آگئی۔

آج میری سہیلیاں میرے ساتھ نہیں تھیں میں اس جگہ گئی جہاں وہ لڑکا چلہ کر رہا تھا مگر یہ دیکھ کر میں پریشان ہوگئی کہ آج وہ لڑکا وہاں نہیں تھا میں نے اسے پورے جنگل میں تلاش کیا مگر وہ مجھے کہیں نہ ملا میں نے اپنے علم کے ذریعے پتہ چلایا کہ وہ اس جنگل سے تھوڑی دور ایک پہاڑ کے غار میں بیٹھا ہوا ہے میں اڑی اور اس غار میں پہنچ گئی وہ وہاں ہی بیٹھا ہوا تھا مجھے وہاں دیکھ کر وہ حیران ہوگیا اس کے قریب چلی گئی وہ بولا کون ہو تم اور یہاں کیوں آئی ہو میں بولی میں تمہاری دیوانی ہوں میں تم سے محبت کرتی ہوں دو دن پہلے میں نے تمہیں جنگل میں چلہ کرتے دیکھا تھا پہلی نظر میں مجھے تم سے پیار ہوگیا تھا میں روز تمہارے پاس آتی اور کئی گھنٹے تمہارے پاس بیٹھنے کے بعد واپس چلی جاتی تم چلہ کرنے میں مگن ہوتے تھے اس لیے تم نے مجھے نہیں دیکھا آج جب میں وہاں آئی جہاں تم مجھے ہر روز چلہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے تھے تم وہاں نہیں تھے میں نے تمہیں پورے جنگل میں تلاش کیا مگر تم مجھے کہیں نہیں ملے پھر میں نے اپنے علم کے ذریعے معلوم کیا تم اس غار میں ہو تو میں یہاں چلی آئی وہ لڑکا چند لمحے مجھے حیرانگی سے دیکھتا رہا پھر بولا تم بہت حسین ہو میں نے آج تک تم جیسے خوبصورت لڑکی نہیں دیکھی سچ تو یہ کہ مجھے بھی تم سے پیار ہوگیا ہے اچھا ابھی تم نے کہا تھا کہ تم نے اپنے علم کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ میں اس غار میں ہوں تمہاری اس بات سے مجھے لگا ہے کہ تم انسان نہیں بلکہ کسی اور مخلوق سے تعلق رکھتی ہو اور ہاں نام کیا ہے تمہارا۔ تم نے ٹھیک کہا ہے میں انسان نہیں ہوں پرستان کی پری ہوں اور میرا نام انوشی ہے تمہارا نام کیا ہے میں نے کہا تو وہ بولا میرا نام رنجیت جادوگر ہے اس کے نام کے ساتھ جادوگر کا لفظ سن کر میں حیران ہوئی اوہ۔۔تو کیا تم جادوگر ہو ویسے میں نے اپنے علم کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ تم مجھ سے بھی زیادہ طاقتور ہو وہ بولا۔

مجھے بچپن سے جادو سیکھنے کا بہت شوق تھا اس وقت میری عمر بارہ برس تھی جب میں ایک بہت بڑے جادوگر کے پاس جادو سیکھنے کے لیے گیا میں نے جب اس جادوگر کو بتایا کہ مجھے جادو سیکھنے کا شوق ہے اور میں اس کے پاس جادو سیکھنے آیا ہوں تو وہ بہت خوش ہوا اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ مجھے جادو سکھائے گا مگر اس نے کہا کہ جادو سیکھنے کے لیے مجھے اسی کے پاس رہنا پڑے گا میں نے اس کی بات مان لی اور اس کے پاس ہی رہنے لگا آہستہ آہستہ وہ مجھے جادو سکھانے لگا ساتھ ساتھ وہ مجھ سے چلے بھی کرانے لگا جس سے میرے پاس طاقتیں آنے لگیں وقت گزرتا گیا اور میں جادو کا ماہر ہوتا چلا گیا جادوگر بہت بوڑھا ہوچکا تھا اس کے جسم سے توانائی ختم ہوتی جارہی تھی ایک دن اس نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور بولا میری موت کا وقت بہت نزدیک آگیا ہے شاید بہت جلد میری موت ہوجائے گی میں چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے اپنی تمام طاقتیں تمہیں دے دوں کیونکہ تم ہی میرے وارث ہو اس نے ایک منتر پڑھ کر مجھ پر پھونک ماری تو مجھے اپنے اندر عجیب سی تبدیلی محسوس ہوئی میں اپنے آپ کو بہت زیادہ طاقتور محسوس کرنے لگا جادوگر دوبارہ بولا میں نے اپنی تمام طاقتیں تمہیں دے دیں ہیں تم اتنے زیادہ طاقتور ہوگئے ہو کہ تم بڑے سے بڑے جادوگر سے آسانی سے مقابلہ کرسکتے ہو میری ایک بات یاد رکھنا کبھی کسی سے شکست نہ کھانا کیونکہ شکست میں صرف اور صرف تمہاری موت ہوگی اس کی سانسیں رکنے لگیں وہ بہت اذیت میں دکھائی دے رہا تھا چند لمحوں بعد اس کی روح اس کے جسم سے پرواز کرگئی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سو گیا مجھے اس کی موت کا بہت افسوس ہوا وہ بہت عظیم انسان تھا میں گھنٹوں اس کی لاش کے پاس بیٹھ کر روتا رہا پھر میں نے ایک گڑھا کھودا اور اس کی لاش کو دفنا دیا۔

وقت گزرتا رہا میں چلے کرکے اپنی طاقتوں کو مزید بڑھاتا رہا آج سے دو سال قبل میری آکاش جادوگر سے دشمنی ہوگئی آکاش جادوگر کے پاس مجھ سے زیادہ طاقت تھی اس نے مجھ پر کئی بار حملے کیے میں نے ہر بار بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی اب میں مزید چلے کرکے اپنی طاقتوں کو بڑھا رہا ہوں تاکہ آکاش جادوگر سے آخری مقابلہ کرکے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کردوں میں بولی اب تمہیں کوئی چلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اب میری طاقتیں بھی تمہارے ساتھ ہیں اگر آکاش جادوگر نے تم پر حملہ کیا تو ہم دونوں مل کر اس کا مقابلہ کریں گے وہ ہم سے کبھی بھی جیت نہیں سکتا ہے انشاءاللہ فتح ہماری ہوگی ہم دونوں مل کر اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کردیں گے وہ بولا ہاں یہ ٹھیک ہے ہم دونوں اس کے مقابلے میں اپنی اپنی طاقتیں استعمال کریں گے تو جیت ہماری ہی ہوگی میں بہت خوش ہوں کہ تم مجھے مل گئی مجھے برسوں سے تم جیسی لڑکی کی تلاش تھی تم مجھے مل گئی ہو تو میری تلاش ختم ہوگئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے اسی طرح ہم دونوں سارا دن باتیں کرتے رہے شام کے وقت میں واپس پرستان میں اپنے گھر آ گئی اس دن میں بہت کوش تھی بات بات پر میرے چہرے پر مسکراہٹ بکھرتی تھی ماں مجھے بہت زیادہ خوش دیکھ کر بولی۔

انوشی کیا بات ہے آج تم بہت زیادہ خوش دکھائی دے رہی ہو وہ مم م۔مم ماں مجھے ایک انسان سے پیار ہو گیا ہے اسی لیے میں بہت خوش ہوں اور ہاں وہ لڑکا بھی مجھ سے پیار کرتا ہے وہ بہت زیادہ طاقتور ہے اس کے پاس مجھ سے زیادہ طاقتیں ہیں ماں بولی اچھا تو آج اس وجہ سے میری بچی اتنی خوش دکھائی دے رہی ہے اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ اسی طرح خوش رکھے تم جانتی ہو میں انسانوں کو بہت پسند کرتی ہوں میں خوش ہوں کہ تم نے ایک انسان کو اپنی زندگی کا ساتھی منتخب کیا اور مجھے تم پر پورا پورا بھروسہ ہے تم نے جسے پسند کیا ہے یقیناً وہ ایک بہت اچھا انسان ہو گا کل صبح تم اسے اپنے ساتھ لے کر آنا میں خود لوں گی اس سے اور پھر بہت جلد تم دونوں کی شادی کر دوں گی ماں کی بات سن کر میں شرما گئی اور بھاگ کر اپنے کمرے میں چلی گئی وہ ساری رات بھی میں نے رنجیت جادوگر کے بارے میں سوچتے سوچتے گزار دی اگلی صبح میں اس سے ملنے اسے غار میں چلی گئی وہ ابھی تک سویا ہوا تھا میں نے اسے جھنجھوڑا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ گیا اوہ آج تم کچھ جلدی نہیں آ گئی اس نے آنکھیں کھول کر میری جانب دیکھتے ہوئے کہا تو میں بولی کیا کہہ رہے ہو جلدی آئی ہوں میں دماغ تو ٹھیک ہے ناں تمہارا باہر نکل کر دیکھو سورج سر پر پہنچ گیا ہے وہ بولا اتنی جلدی سورج سر پر پہنچ آیا ہے میں سوچ رہا تھا رات ہو گئی ابھی میں بولی اچھا چھوڑو اس بات کو اٹھ کر جلد سے فریش ہو جاؤ ماں نے بلایا تمہیں وہ بولا میری ماں کو تو مرے ہوئے پورے بیس برس گزر چکے ہیں وہ کیسے بلا سکتی ہے مجھے میں بولی ارے پاگل تمہاری نہیں میری ماں نے بلایا ہے تمہیں وہ اٹھ کر میرے قریب بیٹھ گیا اور وہ بولا تم نے اپنی ماں کو میرے بارے میں بتا دیا ہے کیا میں بولی ہاں میں نے ماں کو تمہارے بارے میں بتا دیا ہے اسی لیے تو وہ تم سے ملنا چاہتی ہے وہ بولا تم یہیں بیٹھو میں چشمے سے نہا کے آتا ہوں وہ غار سے باہر نکل گیا اور میں وہیں بیٹھی اس کا انتظار کرنے لگی تھوڑی دیر بعد وہ غار میں داخل ہوا وہ بہت زیادہ حسین دکھائی دے رہا تھا میں چند لمحوں کے لیے اس کے حسن میں کھو گئی۔

اوہیلو۔ کہاں گم ہو اس کی آواز سن کر میں ہوش کی دنیا میں واپس آ گئی میں دیکھ رہی ہوں کہ میرا چاند کتنا خوبصورت ہے میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو بولا چاند اتنا پیارا نہیں ہوتا جتنی زیادہ چاند کی چاندنی پیاری ہوتی ہے تم میری چاندنی ہو مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور پیاری ہو تم میں بولی اچھا اب خوشامد بند کرو گھر میں ماں انتظار کر رہی ہو گی میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے اپنے ساتھ لے اڑی کچھ ہی دیر بعد ہم پرستان جا پہنچے میں اسے اپنے گھر لے گئی ماں اسے دیکھتے ہی بول ماشاء اللہ میرا داماد تو بہت خوبصور ہے آؤ بیٹا اللہ تمہیں نظر بد سے بچائے تمہاری اور انوشی کی جوڑی بہت اچھی لگے گی انوشی مجھے بتا رہی تھی کہ تمہارے پاس بہت سی طاقتیں ہیں تم نے وہ طاقتیں کیسے حاصل کیں رنجیت جادوگر بولا مجھے بچپن سے جادو حاصل کرنے کا بہت شوق تھا میں ایک بہت بڑے جادوگر کے پاس جادو سیکھنے گیا اس نے مجھے جادو سکھایا اور پھر جب وہ مرنے لگا تھا تو اس نے اپنی تمام طاقتیں میرے حوالے کر دیں اور میں بہت بڑا جادوگر بن گیا ماں بولی رنجیت بیٹا میں چاہتی ہوں جلد از جلد تمہاری اور انوشی کی شادی کر دوں گی انوشی پرستان کی سب سے خوبصورت پری ہے پورے جنات انوشی سے شادی کرنا چاہتے ہیں لہٰذا نہیں پتہ چل گیا کہ انوشی ایک انسان کو یعنی تمہیں پسند کرتی ہے اور تم دونوں شادی کرنا چاہتے ہو تو وہ تم دونوں کو مار دیں گے تم دونوں کے لیے بہتر یہی ہو گا کہ جلد از جلد شادی کر کے یہاں سے بہت دور چلے جاؤ گے تم جہاں تم دونوں کو کوئی بھی ڈھونڈ نہ سکے رنجیت جادوگر بولا۔

آنٹی میں ابھی شادی نہیں کر سکتا پہلے میں آکاش جادوگر کو ختم کروں گا پھر اس کے بعد میں اور انوشی شادی کر لیں گے امی بولیں رنجیت بیٹا میں ایک بار پھر یہی کہوں گی کہ جتنی جلدی ہو سکے تم دونوں شادی کر لو یہ نہ ہو کہ پورے پرستان کے جنات تمہارے دشمن بن جائیں انوشی تم رنجیت کے ساتھ جاؤ اور اسے پرستان کی سیر کراؤ ٹھیک ہے امی میں انہیں پورے پرستان کی سیر کراتی ہوں میں اور رنجیت گھر سے نکلے اور پرستان کی سیر کرنے لگے رنجیت کو پرستان بہت پسند آیا میں نے اس کو پورے پرستان کی سیر کرائی اور رات کے وقت اسے واپس اس کے غار میں چھوڑ آئی اگلی صبح میں دوبارہ رنجیت کے پاس غار میں تو وہ سویا ہوا تھا میں نے اسے جگایا تو اس نے ایک بار آنکھیں کھولیں مجھ کو دیکھ کر تھوڑا سا مسکرایا اور دوبارہ آنکھیں بند کر لیں رنجیت ابھی تک تمہاری نیند پوری نہیں ہوئی

میں نے اس کے بالوں میں اپنے ہاتھوں سے کنگھی کرتے ہوئے بڑے پیار سے کہا تو وہ بولا۔

جب سے تم ملی ہو میری نیندیں تو اڑ ہی گئی ہیں بس ہر پل میری آنکھوں کے سامنے تمہارا ہی چہرہ رہتا ہے حقیقت میں تم مجھ سے دور ہوتی ہو تو بھی تصورات میں تم میرے بالکل قریب ہوتی ہو میں بولی اچھا چھوڑو ان باتوں کو اور جلدی سے نہا کے آ جاؤ آج ہم بہت دور کہیں سیر کو چلیں گے اچھا تم یہیں بیٹھو میں دو منٹ میں نہا کر واپس آتا ہوں اس نے کہا اور غار سے نکل گیا چند منٹوں بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں جنگلی پھل تھے ہم دونوں نے ناشتہ کیا اور سیر کو نکل پڑے اڑتے اڑتے ہم کافی دور نکل گئے رنجیت جادوگر اچانک نیچے دیکھتے ہوئے خوف سے بولا انوشی ہم بہت غلط جگہ آ گئے ہمیں یہ علاقہ آکاش جادوگر کا ہے اگر آکاش جادوگر کو معلوم ہو گیا کہ ہم یہاں ہیں تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا کیونکہ گھر میں تو بلی بھی شیر ہوتی ہے اور وہ تو پھر ایک بہت بڑا جادوگر ہے جس کے پاس بہت زیادہ طاقتیں ہیں اس سے پہلے کہ آکاش جادوگر کو ہمارے بارے میں معلوم ہو جائے ہمیں یہاں سے نکلنا چاہیے نہیں رنجیت ہم واپس نہیں جائیں گے اس سے اچھا موقع ہمیں اور کہاں ملے گا ہم آج یہی آکاش جادوگر سے مقابلہ کر کے اسے اپنے علاقے میں آنے پر مجبور کریں گے اور جب وہ ہمارے علاقے میں آئے گا تو ہم اسے آسانی سے شکست دیں گے چلو ابھی واپس چلتے ہیں میں بولی نہیں رنجیت میں آکاش جادوگر سے مقابلہ کروں گی چاہے اس کے لیے مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ قربان کرنی پڑے تم ہمت نہ ہارو انشاءاللہ جیت ہماری ہی ہو گی آؤ آکاش جادوگر کو تلاش کر کے اسے مقابلہ کے لیے للکارتے ہیں وہ یوں ہمیں اچانک اپنے سامنے دیکھ کر خوفزدہ ہو جائے گا رنجیت جادوگر کچھ سوچ کر بولا تمہاری یہی ضد ہے کہ ہم اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر آکاش جادوگر ۔ علاش کریں ہم آکاش جادوگر کو تلاش کرنے لگے اچانک ہمارے سامنے ایک بہت ہی بھیانک شکل والا بھوت نمودار ہوا وہ اس قدر خوفناک تھا کہ اسے دیکھتے ہی میرے جسم میں کپکپی طاری ہو گئی اس کے گنجے سر پر دو بڑے بڑے سنگ تھے آنکھوں سے آگ نکل رہی تھی ہونٹ غائب تھے اور منہ سے کئی بڑے بڑے دانت باہر نکلے ہوئے تھے وہ گرجدار آواز میں بولا۔

کون ہو تم اور یہاں آکاش جادوگر کے علاقے میں کیوں آئے ہو شاید تم دونوں چاہتے نہیں ہو کہ جو بھی یہاں آکاش کے علاقے میں آتا ہے وہ یہاں سے زندہ واپس لوٹ کر نہیں جاتا بلکہ آکاش جادوگر اسے آدم خور چڑیلوں کے حوالے کر دیتا ہے جو کہ اسے کھا جاتی ہین اب تم دونوں کا حشر بھی یہی ہو گا آؤ آکاش جادوگر بلا رہا ہے تم دونوں کو اس بھوت نے کہا اور ایک طرف چلنے لگا ہم دونوں بھی اس کے پیچھے چلنے لگے میرا جسم مسلسل کانپ رہا تھا مجھے کانپتے ہوئے دیکھ کر رنجیت جادوگر آہستہ آہستہ سے میرے قریب آیا اور بولا تم ابھی سے ہمت ہار گئی ہو ابھی تو ہمیں اپنے بچاؤ کے لیے آکاش جادوگر سے مقابلہ بھی کرنا ہے تم حوصلہ رکھو جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کچھ نہیں ہو گا چلتے چلتے ہم ایک بہت بڑے محل کے قریب پہنچ گئے اس محل کے دروازے پر دو اور خوفناک شکلوں والے بھوت کھڑے تھے جو بھوت ہمیں لے کر آیا تھا اس نے ان دونوں کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا ان دونوں نے دروازہ کھول دیا اور ہم اس بھوت کے ساتھ محل میں داخل ہو گئے محل بہت خوبصورت تھا ہال میں ایک بہت بڑے تخت پر ایک کالے رنگ کا انسان بیٹھا ہوا تھا وہ رنجیت جادوگر کو دیکھ کر حیران ہوتے ہوئے بولا۔

رنجیت جادوگر تم اور یہاں ۔۔لگتا ہے آج تمہاری موت تمہیں میرے علاقے میں کھینچ کر لائی ہے اب تم یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتے ہو ہاہاہا۔۔ہاہاہا۔۔رنجیت جادوگر بولا نہیں آکاش جادوگر میں یہاں مرنے کے لیے نہیں بلکہ تمہیں مارنے کے لیے آیا ہوں پہلے تو تو مجھ پر وار کرتا تھا اور میں جواب میں صرف دفاع کرتا تھا مگر اب میں وار کروں گا اور تجھے دفاع کرنے کا موقع بھی نہیں دوں گا رنجیت جادوگر نے اچانک ایک منتر پڑھ کر آکاش جادوگر کی طرف پھونک ماری تو اس سے آکاش جادوگر کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا وہ چیخنے لگا اس کی چیخوں کی آواز سن کر اس کے تمام غلام جنات چڑیلیں اور بھوت اکٹھے ہو گئے اور ہم پر حملے کرنے لگے میں نے اور رنجیت جادوگر نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور چند ہی منٹوں میں ان سب کو ختم کر دیا آکاش جادوگر کو ابھی تک آگ نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا رنجیت جادوگر بولا انوشی اب ہمیں یہاں سے جانا ہو گا تھوڑی دیر آکاش جادوگر اسی طرح اذیت میں رہے گا اسے آگ جلاتی رہے گی پھر اس کی روح اس کے جسم سے پرواز کر جائے گی اور اس کے مرتے ہی یہ محل بھی تباہ ہو جائے گا کیونکہ یہ محل اس نے اپنے جادو سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بنایا ہے اور اس کے مرتے ہی یہ جادو ختم ہو جائے گا اور محل تباہ ہو جائے گا میں بولی۔

رنجیت تم تو کہہ رہے تھے کہ آکاش جادوگر بہت طاقتور ہے وہ ہم سے کبھی نہیں مرے گا مگر ایسا نہیں ہوا وہ تو تمہارے پہلے ہی وار سے ختم ہونے والا ہے رنجیت بولا میں نے اس پر کوئی معمولی وار نہیں کیا تھ یہ میری سب سے بڑی طاقت ہے کہ جب کسی کو آگ لگا دیتا ہوں تو وہ چند لمحے تڑپنے کے بعد مر جاتا ہے چاہے وہ کتنا ہی زیادہ طاقتور کیوں نہ ہو یہ طاقت میں نے پورے دو سالوں کا ایک چلہ کرنے کے بعد حاصل کی ہے چلو اب یہاں سے نکلیں یہ محل ابھی تباہ ہونے والا ہے رنجیت نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور ایک منتر پڑھ کر پھونک ماری دشمن بھی ختم ہو گیا ہے اب تو تمہیں کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہے رنجیت بولا میں شادی کے لیے تیار ہوں تم جس وقت کہو گی ہم اسی وقت شادی کرلیں گے میں بولی۔ ہم آج ہی شادی کریں گے ماں کے پاس چلتے ہیں تم ماں کو بتانا کہ تم شادی کے لیے تیار ہو ماں آج ہی ہماری شادی کرا دے گی رنجیت بولا ٹھیک ہے آؤ چلتے ہیں ہم دونوں اڑے اور ماں کے پاس چلے گئے ماں ہمیں یوں اچانک دیکھ کر حیران ہوئی اور جب رنجیت نے کہا کہ وہ شادی کے لیے تیار ہے تو ماں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی بولی میں آج ہی شام کو تم دونوں کی شادی کروا دوں گی مگر پہلے مجھے تمام جنات کو اس شادی کے لیے راضی کرنا ہوگا میں ابھی جا کر اس شادی کے لیے پورے پرستان کے جنات کو راضی کرتی ہوں ماں نے کہا اور گھر سے باہر نکل گئی اور ہم دونوں بہت خوش تھے کہ ہم ایک ہونے جا رہے تھے کچھ دیر بعد ماں نے مجھے اور رنجیت کو وہ لباس دیا جو پرستان میں شادی کے وقت لڑکا اور لڑکی پہنتے تھے اور کہا تم دونوں تیار ہو جاؤ شام کو تمہاری شادی ہے میں نے پورے پرستان کو تم دونوں کی شادی میں مدعو کیا ہے۔

شام کا وقت تھا پورے پرستان کے جنات اور پریاں ہمارے گھر میں اکٹھے تھے میری اور رنجیت کی شادی کا جشن منایا جا رہا تھا پریاں ناچ گا رہی تھیں تھوڑی دیر بعد پرستان کے رواج کے مطابق میری اور رنجیت کی شادی ہوئی اور رنجیت مجھے لے کر انسانی دنیا میں آ گیا ایک پہاڑ پر اس نے اپنے جادو سے ایک پیارا سا گھر بنایا ہوا تھا اور پھر ہم اسی گھر میں رہنے لگے ہم دونوں بہت خوش تھے رنجیت شادی کے بعد مجھ سے پہلے سے بھی زیادہ پیار کرتا تھا ہم دونوں روز صبح گھر سے نکل جاتے سارا سارا دن گھومتے رہتے اور شام کو گھر واپس آ جاتے تھے کبھی کبھی ہم پرستان میں ماں کے گھر بھی چلے جاتے ہم نے ماں کو کئی بار کہا کہ وہ کہتی تھی میں پرستان میں پیدا ہوئی ساری زندگی میں نے پرستان ہی میں گزاری ہے اب جب کہ میری موت بہت قریب ہے میں انسانی دنیا میں کیوں چلی جاؤں میں پرستان میں ہی مروں گی۔

وقت گزرتا چلا گیا اور رنجیت کی شادی کو ایک سال ہو گیا ایک رات جب میری آنکھ کھلی تو رنجیت کمرے میں نہیں تھا میں نے اسے پورے گھر میں تلاش کیا مگر وہ مجھے کہیں پر دکھائی نہ دیا میں پریشان ہو گئی وہ رات کے اس وقت مجھے اکیلا چھوڑ کر کہاں چلا گیا ہے اچانک میرے دماغ میں آیا کہ اپنے علم سے اس کے بارے میں معلوم کرتی ہوں وہ کہاں ہے میں نے معلوم کیا کہ وہ گھر کے باہر ایک غار میں بیٹھا ہوا ہے جب میں غار میں داخل ہوئی تو سامنے کا منظر دیکھ کر میں حیران و پریشان ہو گئی رنجیت کے سامنے ایک انسانی لاش پڑی ہوئی تھی اور وہ اس کا گوشت کھا رہا تھا مجھے اپنے سامنے دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا اور بولا۔ انوشی تم یہاں میں نے کہا ہاں رنجیت میں یہاں تمہارے سامنے کھڑی ہوں میں نے کبھی بھی یہ نہیں سوچا تھا کہ تم اتنے گھٹیا نکلو گے تم انسان ہو کر بھی انسانوں کا گوشت کھاتے ہو نجانے کتنے ہی مظلوم انسانوں کو مار کر تم نے ان کا گوشت کھایا اس ظلم سے نجات دلاؤں گی اس کھیل کو ختم کر دوں گی میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے ختم کر دوں گی اور انسانوں کو تمہارے اس ظلم سے نجات دلاؤں گی میں نے پاس پڑا ہوا ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا اس کے سر سے خون کا ایک فوارہ نکلا اور وہ زمین پر گر پڑا وہ چیخنے لگا وہ اس قدر اذیت میں تھا کہ اس کی اذیت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے میں رونے لگی میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اپنے محبوب کا یہ حشر میں خود کروں گی مگر نہیں وہ انسانیت کا دشمن تھا انسانیت کے بچاؤ کے لیے اسے ختم کرنا ضروری تھا یہی سوچ کر میں نے ایک اور پتھر اٹھایا اور اسے مارنے لگی تھی کہ وہ غائب ہو گیا پھر میں کئی روز تک اسے تلاش کرتی رہی مگر وہ مجھے کہیں بھی نہ ملا ایک دن میں سوئی ہوئی تھی کہ مجھے اپنے قریب کسی کی آہٹ محسوس ہوئی میں نے آنکھ کھولی تو رنجیت میرے قریب کھڑا تھا وہ بولا۔

اس دن تم نے مجھے زخمی کر کے بہت اذیت پہنچائی تھی مجھے اب میں تمہیں پوری زندگی کے لیے اذیت دوں گا اس نے میرا بازو پکڑا اور مجھے کھینچتا ہوا ہال میں لے آیا اس نے ایک منتر پڑھ کر پھونک ماری تو میرے گرد آگ جلنے لگی اور ساتھ ہی مجھے زنجیروں نے جکڑ لیا۔

میں بہت اذیت میں تھی مجھے اذیت میں دیکھ کر وہ قہقہے لگانے لگا ہاہاہاہا۔۔ہاہاہاہا۔۔اور وہاں سے چلا گیا جاتے جاتے اس نے اس گھر کے گرد ایک حصار قائم کر دیا تا کہ کوئی بھی اس گھر میں داخل نہ ہو سکے اس کے جانے کے دو گھنٹے بعد میرا جسم پتھر کا بن گیا پھر ہر چاند کی چودھویں رات کو میرا جسم اصلی حالت میں آتا تھا اور میں چیختی تھی مگر کبھی کوئی میری مدد کو نہ آیا۔ اسی طرح بیس برس برس بیت گئے آج تم نے بیس برسوں بعد مجھے اذیت سے نجات دلائی ہے میں نے کہا۔ رنجیت جادوگر اب کہاں ہے انوشی نے کہا آج سے دو سال پہلے اس کے دشمن آکاش جادوگر نے اسے مار دیا تھا تم سوچ رہے ہو گے کہ آکاش جادوگر تو بہت پہلے رنجیت جادوگر کے آگ لگانے سے مر گیا تھا وہ اس وقت مرا نہیں تھا وہ آگ اسے مار نہیں سکتی تھی وہ زندہ تھا اس کے بعد اس نے اپنی طاقتوں کو مزید بڑھانا شروع کر دیا تھا یہاں تک کہ اس کی طاقتیں رنجیت جادوگر کی طاقتوں سے کئی گنا زیادہ ہو گئی پھر اس نے رنجیت جادوگر کو آسانی سے ختم کر دیا۔

اچھا میرے محسن اب مجھے واپس پرستان جانا ہے تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم مجھے اس اذیت سے نجات دلائی ورنہ میں مرتے دم تک اسی اذیت میں مبتلا رہتی انوشی نے کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو غائب ہو گئی اور میں واپس گھر کی طرف چل دیا میں بہت خوش تھا کہ میں نے اس گھر کا راز بھی معلوم کر لیا تھا اور ایک مظلوم دوشیزہ کو آزاد بھی کرا دیا تھا اگلی صبح گاؤں میں یہ خبر پھیل گئی کہ پہاڑ سے وہ گھر غائب ہو گیا ہے میں نے چھت پر چڑھ کر دیکھا تو وہ گھر واقعی موجود نہیں تھا شاید رنجیت جادوگر کا جادو اسی گھر سے حصار ٹوٹنے کے بعد ختم ہو گیا تھا اسی لیے وہ گھر غائب ہو گیا تھا وہ پری مجھے دوبارہ کبھی بھی دکھائی نہیں دی اور نہ ہی ان پہاڑوں سے کسی کے چیخنے کی آوازیں سنائی دی ہیں۔ قارئین کرام کیسی لگی آپ کو میری یہ کہانی اپنی رائے کا اظہار ضرور کیجئے گا۔

❀❀❀

غزل

رونے پہ دل جو آئے تو رو لینا چاہئے
یہ آئینہ کبھی کبھی دھو لینا چاہئے
اس نے کہا تھا ہجر کی بارش میں آؤں گا
آنکھوں کو آنسوؤں سے بھگو لینا چاہئے
سرمستی وصال میں اے دل کبھی کبھی
کانٹا مذاق کا بھی چبھو لینا چاہئے
ممکن ہے آ گیا ہو وہ یادیں سمیٹنے
شہر دل خراب سے ہو لینا چاہئے
وہ کب کا جا چکا ترے خوابوں کے شہر سے
وکی اب تجھے سو لینا چاہئے

محمد لقمان اعوان۔سریا نوالہ

بات کیا تھی

بات کیا تھی کچھ خاص نہیں تھی
میرے دل کے وہ پاس سے گزر گئی تھی
دل کی دھڑکن بھی کچھ روک سی گئی تھی
اس کی خوشبو سانسوں میں بس گئی تھی
عجیب سی وہ نظریں تھیں
کچھ اپنائیت سے اس میں تھی
کچھ شرارت تھی کچھ نزاکت تھی
جو بھی تھا وہ میری جان بن گئی تھی
اک ہی ملاقات میں وہ کیا کر گئی تھی
بات کیا تھی کچھ خاص نہیں تھی
مجھے اپنے حسن کا جلوہ دکھا گئی تھی
اس کی آنکھوں میں کچھ عجیب سی چمک تھی
ڈوب گیا کیوں تنہا اس میں
کچھ گہرائی اس میں اتنی تھی
دل کی محفل میں آنے والی
مجھے اکیلے تنہا تڑپانے والی
کچھ بات تو ہے ورنہ ہر کوئی نہیں
اس دل کی گلی میں آنے والی
بات کیا تھی کچھ خاص نہیں تھی
میرے دل کے وہ پاس گزر گئی تھی

امداد علی عرف ندیم عابس تنہا۔میر پور خاص

❀❀❀

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پراسرار ہمسفر

ریاض احمد

جوں جوں شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے توں توں میری پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اب تک تقریباً ۱۵ گاڑیوں کو لفٹ لینے کی خاطر ہاتھ کا اشارہ کر چکا تھا لیکن ایک بھی گاڑی نہ رکی تھی۔ مجھے بھی تو بس نے شاپ سے کافی آگے اتار دیا تھا۔ غلطی بس والوں کی بھی نہ تھی میری اپنی تھی۔ میں گھوڑے بیچ کر سویا ہوا تھا۔ اگر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا جس پر میں سوتے میں بار بار گر رہا تھا نہ جھنجھوڑتا تو شاید اس سے بھی کہیں دور اترنا پڑتا پیدل چلتا تو ساتھ لایا ہوا سامان کیسے اٹھاتا۔ اندھیرا بھی اس قدر تیزی سے پھیل رہا تھا۔ جیسے آج سورج دیر سے غروب ہوا ہو اور سردی تھی کہ دانتوں سے دانت بج رہے تھے جیسے کوئی سو سالہ بوڑھا گانے بول رہا ہو۔ سڑک پر اکیلا کھڑا تھا۔ بس کے آنے کے امکان بہت کم تھے۔ شاید کوئی اور گاڑی والا ہی لفٹ دے دیتا لیکن ایسا نہ ہوا۔ اب تو قریب کی بھی فصلیں اندھیرے کی وجہ سے نظر نہ آ رہی تھیں اور سڑک پر درختوں کے جھنڈ ٹھنڈی ہوائیں دینے میں مصروف تھے اور سردی کے ساتھ ساتھ اندھیرے میں فصلوں اور سڑک کے قریب جھاڑیوں میں کیڑوں وغیرہ کے بھاگنے سے خوف ذہن پر پوری طرح سوار تھا۔ دوست نے بھی اتنی سردی کے موسم میں شادی کرنی تھی۔ اگر وہ شادی نہ کرتا اور مجھے مدعو نہ کرتا تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ مجھے کیا علم تھا کہ میں کہاں تھا۔ شاپ کہاں تھا میرے لئے تو یہ انجان راستہ تھا۔ پہلا سفر تھا۔ میں خودی میں بڑبڑا رہا تھا کہ اتنے میں دور سے کسی گاڑی کی تیز روشنیاں میری آنکھیں بند کرنے لگیں۔ روشنیاں دیکھ کر میں سڑک کے بالکل درمیان کھڑا ہو گیا کہ اگر اس گاڑی والے نے لفٹ نہ دی تو کم از کم نیچے تو دے دے گا۔ مجھے سڑک کے درمیان کھڑے دیکھ کر گاڑی کے ... تے ہی چیخے اور میرے قریب آ کر گاڑی رک ... ڈرائیور مرد نہ تھا بلکہ ایک خوبرو دوشیزہ تھی۔ جو اپنی کمر پر لمبی لمبی زلفیں بکھیرے سٹیرنگ پکڑے مجھے گھور رہی تھی۔ میں نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو اس نے بغیر کوئی بات کہے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے اپنا سامان گاڑی میں رکھا اور اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ گاڑی کی روشنیاں ایک دفعہ پھر تیز ہوئیں اور ساتھ ہی گاڑی بھاگنے لگی۔ کہاں جانا ہے۔ اس کی مدھم آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ دوست کے گاؤں ----- میرے منہ سے یہ الفاظ سن کر وہ کھل کر ہنسی اور مجھے بھی اپنی شرمندگی کا احساس ہو گیا کہ یہ میں نے کیا کہہ دیا۔ میں نے دوبارہ گاؤں کا نام بتایا۔ تو بولی مجھے بھی وہیں جانا ہے۔ کافی آگے جانے کے بعد تھوڑی ہی دیر ہوئی ہو گی کہ ٹھاہ کی زوردار آواز میرے کانوں کے پردے پھاڑتی ہوئی گزر گئی۔ بولی ٹائر پنکچر ہو گیا ہے اور دوسرا ٹائر بھی نہیں ہے۔ اس کی یہ بات سن کر میں چونک اٹھا کہ کس مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ یہ وہ راستہ تھا جہاں سے شاید گاؤں والوں کے علاوہ کوئی تیسرا آدمی نہ گزرتا تھا۔ میں گاڑی سے نیچے اترا اور ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا۔ ہر طرف فصل ہی فصل تھی۔ ہاں ایک جگہ ایک ویرانے پر آگ جلتی نظر آئی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ گاؤں کے کسی زمیندار کا ڈیرہ ہے۔ رات اس کے پاس گزار لوں۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اس لڑکی کا خیال کہ اسے اکیلا کیسے چھوڑوں اس نے جو میرے ساتھ نیکی کی تھی اس کو کیسے بھول جاتا۔ میں نے کہا وہاں آگ جل رہی ہے۔ وہاں ہی رات بسر کر لیتے ہیں۔ بولی ٹھیک ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر وہاں گاؤں کا کوئی آدمی ہوا تو میرے ساتھ خاتون کو دیکھ کر گاؤں تک چلنے میں مدد کرے گا۔ گاڑی کے دروازے بند کرنے کے بعد ہم دونوں فصلوں کے درمیان چھوٹی چھوٹی راہوں سے گزرتے ہوئے اس طرف بڑھنے لگے۔ وہ میرے آگے آگے ایسے چلتی جا رہی تھی جیسے وہ ان راہوں کی پرانی واقف ہو اور میں بچ بچا کر چل رہا تھا۔ جلدی ہم دونوں اس ڈیرے پر پہنچ گئے۔ وہاں صرف آگ ہی تھی آدمی وغیرہ نظر نہ آ رہے تھے۔ یہ ایک خستہ حال کمرہ تھا اور ۸، ۱۰ درخت تھے۔ آگ کے قریب لکڑیوں کا ایک ڈھیر لگا پڑا تھا جسے دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ ڈیرے والے اگر گاؤں گئے ہیں تو رات یہاں ہی سوئیں گے لیکن جلتی آگ کو کیوں چھوڑ کر گئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں۔ شاید ڈیرے کو گرم کرنے کے لئے۔ میں خود ہی اپنے آپ سے سوال کرتا اور پھر فوراً ہی خود ہی جواب دے دیا۔ وہ محترمہ آگ کے قریب چند گھڑیاں بیٹھنے کے بعد بولی۔ اوہو --- گاڑی میں میرا پرس رہ گیا۔ کوئی لے نہ جائے۔ میں ابھی جا کر لے آتی ہوں۔ میں نے کہا آپ یہیں رہیں میں لے آتا ہوں۔ بولی ہرگز نہیں۔ میں خود ہی جاؤں گی۔ واقعی پیسوں کا مسئلہ تھا اور ہو سکتا ہے اسے مجھ پر اعتماد نہ ہو کہ میں پرس لے کر غائب ہی نہ ہو جاؤں۔ میں چپ ہو گیا۔ وہ فصلوں کو بجلی کی طرح چیرتی ہوئی بھاگی جا رہی تھی۔ مجھے اس کی سمجھ نہ آ رہی تھی شکل و صورت سے تو وہ لڑکی لگتی تھی اور لباس بھی شہریوں والا تھا۔ دوسرا گاڑی کی مالک بھی تھی اور ویرانوں میں ایسے چلتی تھی جیسے صدیوں سے ان راہوں کی واقف ہو۔ اکیلے میں مجھے خوف آ رہا تھا لیکن اسے نہ ڈر تھا نہ خوف ---- اچھا آتی ہے تو پوچھتا ہوں۔ اسے گئے بھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مجھے اپنے قریب کی فصلوں میں سے سرسراہٹ کی آوازیں آنے لگیں۔ میں ڈر گیا اور خوفزدہ چہرے سے گردن گھما گھما کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ سرسراہٹ کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں جیسے کوئی میری طرف بڑھ رہا ہو۔ کون ہے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے اس طرف منہ کر کے پوچھا۔ لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ ابھی دوبارہ پوچھنے ہی والا تھا کہ فصل میں ایک لمبی تڑنگی عورت کھڑی نظر آئی جس کا قد بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ موٹی موٹی خونی آنکھیں تھیں۔ اس کے زور زور سے قہقہے میرے خوف میں مزید اضافہ کر رہے تھے۔.... چ ..... چ ..... چڑ ..... یل۔ میں زور سے چیخا لیکن وہ میری طرف بڑھنے لگی۔ اس کے لمبے لمبے ناخنوں والے ہاتھ میری طرف بڑھنے لگے۔ میں خوف سے بت بنا اس کی طرف آنکھیں پھاڑے دیکھے جا رہا تھا اور پھر یکدم زبان سے قرآنی آیات نکلنی شروع ہو گئیں۔ میں بلند آواز میں آیت الکرسی پڑھنے لگا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ اس چڑیل نے آگے بڑھنا چھوڑ دیا اور اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی۔ اور بولی۔ تم میرے پنجوں سے یہاں سے بچ کر نہ جاؤ گے۔ اتنے میں مجھے آدمیوں کے بولنے کی آوازیں آنے لگیں۔ ان آوازوں کے ساتھ ہی چڑیل وہیں کھڑی کھڑی غائب ہو گئی۔ دو آدمی ڈیرے کی حدود میں داخل ہوئے اور مجھے آگ کے قریب بیٹھے دیکھ کر حیران تو ضرور ہوئے ہوں گے لیکن کچھ کہا نہ۔ میرے قریب ہی آ کر بیٹھ گئے۔ اور پھر بولے کہاں جانا ہے۔ میں نے کہا چند فرلانگ پر

گاؤں ہے وہاں جانا ہے۔ رات ہو گئی تھی۔ گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ یہاں آگ جلتی نظر آئی تو یہاں آ بیٹھا ہوں۔ میں نے ان کے سامنے عورت کا ذکر نہ کیا۔ نجانے وہ کیسے آدمی ہوں ----- ابھی انہیں بیٹھے چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ ان میں سے ایک آدمی نے بڑے سکون سے جلتی ہوئی آگ کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا اور پھر نیچے رکھ دیا۔ اس کی اس حرکت سے میں حیران ہو گیا کہ اسے کچھ نہ ہوا تھا۔ نہ ہاتھ جلے تھے اور نہ ہی اس کے منہ سے چیخنے کی آوازیں آئی تھیں اور پھر ان دونوں نے اس آگ سے کھیلنا شروع کر دیا جیسے کسی گیند کے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔ وہ آگ ایک دوسرے کو کیچ کرانے لگے تو میرے خوف کی انتہا نہ رہی۔ میں چیختے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔ فصلوں میں پانی کھڑا تھا۔ میں پانی میں ہی بھاگ رہا تھا۔ پیچھے سے ان کے قہقہوں کی آوازیں مسلسل میرا تعاقب کرتی رہیں۔ مجھے ایسا لگتا تھا ابھی ان کا ہاتھ میری گردن پر پڑے گا اور وہ مجھے دبوچ لیں گے۔ یہ انسان نہ تھے بلکہ جن وغیرہ تھے۔ بھاگتے بھاگتے میں کسی سے زور سے ٹکرایا۔ ٹکرانے سے میرا دماغ ہلتا نظر آیا۔ زمین گھومتی نظر آنے لگی اور پھر میں نیچے گر گیا۔ جب ہوش آیا تو ایک فصل کے کھیت میں درخت کے نیچے پڑا تھا۔ کپڑے کیچڑ سے بھرے ہوئے تھے اور میری شکل ایسے بگڑی ہوئی تھی جیسے میں شہری نہ تھا' اینٹیں اٹھانے والا انسان تھا۔ دن کا اجالا ہو چکا تھا۔ میں نے ڈیرے کی طرف دیکھا تو وہاں نہ وہ کمرے تھے اور نہ ہی درخت تھے۔ میں اس حال میں چلتا اور ایک جگہ ایک پانی کا انجن نظر آیا۔ وہاں جا کر کپڑوں سمیت نہایا۔ سر منہ صاف کیا۔ کپڑوں کو صاف کیا اور بھیگے کپڑوں سے ہی گاڑی کی طرف چلنے لگا۔ وہاں نہ گاڑی تھی اور نہ ہی وہ لڑکی ---- وہ میرا سامان بھی لے اڑی تھی۔ میں خالی ہاتھ لٹا پٹا گاؤں کی طرف چل دیا۔ دوست میری طرف ہی آ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر خوشی کے ساتھ پریشان بھی ہوا کہ میرے کپڑے کیوں بھیگے ہوئے ہیں۔ میں اس سے ملتے ہی رات کا تمام واقعہ سنایا۔ وہ بولا۔ آپ کی بات درست ہے۔ یہاں واقعی جگہ جگہ چڑیلوں کی بستیاں آباد ہیں۔ جب سامان کے بارے میں بتایا تو وہ بولا۔ سامان تو تمہارا گھر پہنچ گیا ہے۔ ایک لڑکا دینے آیا تھا۔ سامان کا نام سن کر شکر کیا۔ شاید اس لڑکی نے سامان کسی کے ہاتھ وہاں پہنچا دیا ہے۔ جب گاڑی والی بات بتائی تو وہ بولا۔ ہمارے گاؤں میں تو کسی کی گاڑی وغیرہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی

لڑکی ہے۔ میں نے سوچا کہ کسی کے گھر مہمان آئی ہو گی ------ ویسے اس لڑکی کی صورت میرے دل میں بس چکی تھی۔ تمام سفر اسے دیکھتا آیا تھا۔ معصوم سی صورت گورا چٹا رنگ' لمبے لمبے سیاہ بال' شہری لباس۔ میں بھلا اسے کیسے بھول سکتا تھا۔ گاؤں جاتے جاتے اس کی صورت نظروں کے سامنے رہی۔ شادی میں بھی کسی اور کی طرف نظر نہ گئی۔ گاؤں کی لڑکیوں میں اس لڑکی کی صورت تلاش کرتا رہا لیکن وہ نظر نہ آئی۔ بارات چل پڑی۔ جب گاڑی سڑک پر پہنچنے کے بعد بھاگنے لگی تو مجھے ایک جگہ وہی لڑکی گاڑی کے پاس کھڑی نظر آئی۔ میں نے بس رکوائی اور بس سے اتر کر اس کی طرف بھاگنے لگا اور دوست سے کہا کہ اس کا شکریہ ادا کر کے آتا ہوں ------ جب اس کے قریب گیا تو شاید اس نے مجھے پہچان لیا تھا۔ ہلکا سا مسکرائی اور کہا ------ رات کو کہاں چلے گئے تھے۔ میں ڈیرے پر تلاش ہی کرتی رہی لیکن تم نہ ملے اور رات گاڑی میں ہی گزار دی اور صبح سویرے ہی تمہارا سامان بھجوا دیا تھا۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور کہا۔ آپ یہاں اکیلی نہ کوئی آگے نہ پیچھے ..... میری اس بات پر مسکرا دی اور بولی۔ گاڑی بند ہو گئی ہے۔ اور کوئی آدمی نہیں مل رہا جو گاڑی کو دھکا لگا سکے۔ میں نے کہا میں دھکا لگا دیتا ہوں۔ بولی ٹھیک ہے اور کہا۔ تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔ میں نے شادی اور جہاں جانا تھا وہاں کا نام بتایا تو وہ بولی کہ میری خالہ بھی وہاں رہتی ہے۔ میں بھی وہاں ہی جا رہی تھی۔ چلو میرے ساتھ چلے جانا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے اور بس کو اشارہ کیا کہ وہ جائیں میں آ جاؤں گا۔ وہ میرا اشارہ سمجھ گئے اور بس چل پڑی۔ میں نے گاڑی کو معمولی سا ہی دھکا لگایا تھا کہ گاڑی سٹارٹ ہو گئی۔ وہ ایک میٹھی مسکراہٹ مسکرائی اور بولی۔ بس اتنا سا کام تھا اور ساتھ ہی گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ رات کو اس کی گاڑی کا رنگ سفید تھا۔ اب یہ گاڑی سرخ رنگ کی تھی اور رات کو اس نے سرخ کپڑے پہن رکھے تھے اور اب گلابی رنگ کے تھے۔ ابھی میں گاڑی میں بیٹھا ہی تھا کہ گاڑی ہواؤں سے باتیں کرنے لگی۔ اس دوشیزہ کے پاؤں کا پورا دباؤ ایکسیلیٹر پر پڑا تھا۔ اس تیز رفتار سے گاڑی چلتے دیکھ کر میرا دل اندر سے ہل رہا تھا لیکن وہ پرسکون۔ سامنے سڑک پر نظریں جمائے ہوئی تھی۔ میں نے ایک دو دفعہ کہا بھی گاڑی کی سپیڈ کم کریں لیکن میری اس بات کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ میں دل ہی دل میں خدا سے

دعائیں کر رہا تھا۔ بارات والی بس بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ اس کے بعد دوشیزہ نے گاڑی ایک چھوٹی سی سڑک کی طرف موڑ لی۔ ادھر سڑک پر گاڑیوں کی آمد و رفت بالکل نہ تھی۔ کوئی کوئی آدمی چلتا نظر آتا۔ میں خود بھی پہلی دفعہ ان راہوں سے گزر رہا تھا۔ مجھے کیا معلوم کہ بارات کس گاؤں میں جانی تھی۔ بہرکیف گاڑی سڑک سے اتر کر ایک جنگل کی طرف رواں دواں ہو گئی۔ یہ جنگل دیکھ کر میرے دل میں رنگ رنگ کے وسوسے سر اٹھانے لگے کہ میں ضرور کسی غلط ہاتھ میں آ چکا ہوں۔ یہ لڑکی یا تو کسی گروہ کی سرکردہ ہے یا پھر کچھ اور ------ میں چیخا۔ گاڑی کو کن راستوں میں لے آئی ہو۔ میری اس بات پر اس نے ایک نظر میری طرف ڈالی اور ہلکا سا مسکرائی اور بولی۔ آپ کو کیا مجھ پر اعتماد نہیں ہے۔ میں نے کہا اعتماد ہے تو بیٹھا ہوں لیکن یہ راستہ یہ جنگل یہ سب میری سمجھ سے باہر ہے ..... میرے اس سوال پر مسکرا کر بولی۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ راستہ تمہارے دوست کی بارات والا نہیں ہے۔ دراصل مجھے ایک ضروری کام پڑ گیا تھا۔ سوچا اپنے خاندان والوں کو پیغام دے آؤں۔ چند منٹ کی بات ہے۔ ابھی واپس لوٹ چلیں گے۔ اس جنگل میں ایک جگہ گاڑی رکی اور کہنے لگی۔ تم یہاں ٹھہرو میں چند منٹ تک واپس آئی۔ میں اتر کر ایک جگہ دھوپ میں کھڑا ہو گیا اور سردیوں میں سورج کی یہ دھوپ میرے جسم کو آہستہ آہستہ گرم کرنے لگی اور ساتھ ہی میں جنگل کے چاروں اطراف دیکھنے لگا اور اس کا انتظار بھی کرنے لگا۔ کافی دیر گزر جانے کے باوجود بھی وہ نہ آئی تو مجھے کچھ گھبراہٹ اور خوف محسوس ہونے لگا۔ اب میرا شک یقین میں بدلتا جا رہا تھا کہ میں واقعی کسی غلط ہاتھوں میں آ گیا ہوں۔ آگے پیچھے بھاگنے کو بھی راستہ نہ تھا۔ وہاں کھڑے کھڑے کافی وقت گزر گیا اور سورج بھی اپنی منزل کی طرف واپس لوٹنے لگا تھا۔ گھڑی پر نظر ڈالی تو تین بج رہے تھے۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ اگر بھاگوں تو بھاگ کر جاؤں کہاں اور اگر یہاں ہی کھڑا رہوں تو ------ یہ سوچیں میرے ٹھنڈے دماغ کو مزید شل کر رہی تھیں۔ آخر کار میں نے وہاں سے بھاگنے کا ارادہ کر لیا اور جس طرف سے گاڑی آئی تھی۔ اس طرف تیز تیز قدموں سے چلنے لگا۔ اوپر درختوں کی ٹھنڈی ہوائیں میرے جسم کو ٹھنڈا کرنے میں مصروف تھیں۔ جنگل تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا تھا۔ چلتے چلتے شام ہو گئی اور جوں جوں اندھیرا پھیلنے لگا میرے حواس گم ہونے لگے۔ موت سامنے رقص کرتی نظر آنے لگی۔ وہاں ایسی کوئی جگہ بھی نہ تھی۔ تھک ہار کر میں ایک جگہ پڑے پتھر پر بیٹھ گیا۔ جس پتھر پر بیٹھا تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے اپنی جگہ سے ہلنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر میری چیخ نکل گئی اور میں سرپٹ بھاگا۔ جنگل میں ماسوائے ڈر خوف کے اور کچھ نہ تھا۔ مجھے پیچھے سے آوازیں آنے لگیں اور ایسے جیسے کوئی تیزی سے بھاگتا ہوا مجھے پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اتنی سخت سردی میں میرے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ بار بار مجھے ایک سیاہ ہاتھ اپنی طرف بڑھتا نظر آ رہا تھا۔ جس سے میں بار بار بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بھاگتے بھاگتے ایک پتھر کی ٹھوکر لگنے سے دھڑام سے زمین پر گرا۔ گرتے ہی مجھے اپنے اوپر بوجھ پڑتا محسوس ہوا۔ حلق سے نکلنے والی آواز اندر ہی دب گئی۔ پورا جسم خوف اور ڈر سے سن ہو گیا۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ چند لمحوں بعد مجھے اپنے سامنے کسی کے آنے کا احساس ہونے لگا۔ میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ایک بہت بڑی خونی آنکھوں والی چڑیل سامنے کھڑی قہقہے لگانے لگی۔ یہ وہی چڑیل تھی جو دوست کے گاؤں میں نظر آئی تھی۔ بولی۔ پہلے تو میرے پنجوں سے بچ گئے تھے۔ اب تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اس کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں اور دل میں قرآنی آیات کا ورد شروع کر دیا۔ قہقہوں کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں۔ موت سر پر منڈلا رہی تھی اور جسم اس قدر بھاری تھا کہ سانس بھی لینا مشکل ہو رہا تھا لیکن دل سے قرآنی آیات جاری تھیں۔ جب کافی دیر تک مجھے کسی نے نہ چھوا تو میں نے بند آنکھیں کھول دیں۔ چڑیل غائب تھی لیکن اس کی جگہ آگ بھڑک رہی تھی۔ جس کی روشنی سے پورا جنگل نظر آ رہا تھا۔ آگ کی تپش میرے ٹھنڈے جسم کو گرم کر رہی تھی اور میں سکون محسوس کر رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس آگ نے ٹھنڈا ہونا شروع کر دیا اور دوبارہ وہی چڑیل رونما ہوئی۔ اس دفعہ اس کی شکل دیکھ کر میں زور سے چیخا۔ ایک انسانی ہڈیوں کا ڈھانچا تھا اور اس پر اس چڑیل کا منہ تھا۔ وہی خوفناک صورت وہی نوک دار دانت وہی خونی آنکھیں۔ وہ ڈھانچہ رینگتا رینگتا میری طرف بڑھ رہا تھا۔ میرے اوپر پڑا ہوا بوجھ ختم ہونے لگا اور خود کو میں ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔ اس ڈھانچے نے اپنی ہڈیوں نما ہاتھ میری طرف بڑھانا شروع کر دیئے اور میرے گلے کے قریب ہی اس کے ہاتھ رک گئے۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں بہت اثر تھا۔ میں اٹھا اور قرآنی آیات پڑھتا پڑھتا بھاگنے لگا۔ منزل نظروں سے غائب تھی۔ اگر ہمت ہار جاتا تو ضرور آج چڑیلوں کا لقمہ بن چکا ہوتا۔ بھاگتے ہوئے ابھی تھوڑی دیر گزری تھی۔ مجھے جنگل سے تیز روشنیاں نظر آئیں۔ یہ روشنیاں کسی گاڑی کی تھیں اور یہ وہی دوشیزہ ہو سکتی تھی اور کون تھا جو اس ویرانے میں آتا اور گاڑی دیکھ کر میرے اندر کچھ حوصلہ پیدا ہوا جینے کی کرن نظر آئی۔ میرے اشارہ کرنے کے بغیر ہی گاڑی میرے قریب رک گئی۔ میں نے پیچھے کی جانب دیکھا تو چڑیل نما ڈھانچہ غائب تھا۔ وہ دوشیزہ لبوں پر مسکراہٹ لئے گاڑی سے باہر نکلی اور بولی۔ آپ ناراض تو بہت ہوں گے لیکن کیا کروں یہ کمبخت گاڑی راستہ میں پھر خراب ہو گئی۔ کافی تنگ کیا ہے اس لئے اس کے بعد تجھے تلاش کرتی رہی۔ اب تم ملے ہو۔ وہ جگہ چھوڑ کر کیوں آئے تھے۔ میرا انتظار تو کیا ہوتا۔ اس سے قبل کہ میں اسے غصہ دکھاتا اس نے ایسی باتیں کر کے مجھے میری غلطی کا احساس دلا دیا۔ واقعی میں نے وہ جگہ چھوڑ کر غلطی کی تھی۔ بہرحال میں اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا اور گاڑی ایک پوری رفتار سے جنگل کو عبور کرنے کے بعد اس چھوٹی سی سڑک پر دوڑنے لگی اور جلد ہی بڑی سڑک پر آ گئی۔ کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی تو رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ خالی پیٹ کی وجہ سے بولا نہیں جا رہا تھا اور وہ بھی میری حالت جان چکی تھی۔ راستے میں ایک ہوٹل کے قریب اس نے گاڑی روک دی اور ہم دونوں اتر کے اس ہوٹل میں چلے گئے۔ اس کے ساتھ چلتے ہوئے میں نجانے کیوں فخر کر رہا تھا۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ زندگی میں اتنی حسین و جمیل نیلی آنکھوں والی مالدار گھرانے کی لڑکی میرے قریب ہو گی۔ اونچا لمبا قد' سمارٹ جسم' یعنی خدا نے اسے تنہائی میں بڑی محنت سے تراشا تھا۔ ہم دونوں ایک ٹیبل پر بیٹھ گئے اور آرڈر کے کچھ دیر بعد کھانا ٹیبل پر سجا دیا گیا۔ جسے میں اکیلا ہی کھاتا رہا کیونکہ اس نے بتایا کہ وہ ابھی گھر سے کھانا کھا کر چلی تھی۔ کھانے کے دوران ہی اس نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ میں والدین کی اکلوتی ہوں۔ وسیع و عریض جائیداد کی مالک ہوں اور آپ کو پسند کر بیٹھی ہوں۔ کیا تم میرا ساتھ دو گے۔ اسی کی اس بات پر میں اچھل پڑا۔ جیسے اس

نے میرے دل کی بات چھین لی تھی۔ میں نے کہا۔ میں تو پہلی نظر میں ہی آپ کو دل دے بیٹھا تھا۔ آپ کی حسین صورت کا دیوانہ ہو گیا تھا۔ آپ کی نرم زلفوں کا اسیر ہو گیا تھا۔ لیکن اظہار کی ہمت نہ تھی۔ وہ بولی۔ میری زلفوں کے ہزاروں نوجوان اسیر ہوئے۔ میرے حسن کے بہت دیوانے پیدا ہوئے اور نجانے کن کن کا میرے ہاتھوں خون ہو چکا ہے..... خون..... میں چونکا..... تو وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ڈر گئے ہو..... میں نے کہا نہیں تو..... میں تو اپنا سب کچھ آپ کے نام لگا چکا ہوں۔ کاش کہ آپ کی بانہوں میں ہی میری موت آئے..... بولی۔ میں بہت ظالم ہوں..... جب کوئی مجھ سے نفرت کرتا ہے تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑتی..... نہ تو میں راتوں سے ڈرتی ہوں اور نہ ویرانوں سے یہ راتیں' یہ ویرانے میری زندگی کا ایک حصہ ہیں۔ مجھے کسی چیز سے خوف نہیں آتا۔ واقعی اس کی بہادری تو میں دیکھ چکا تھا۔ وہ واقعی نڈر اور ہوشیار عورت تھی۔ جس قدر حسین تھی اس سے بڑھ کر بہادر بھی تھی۔ میں اسے پا کر خود کو آسمان کی وسعتوں میں اڑتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ میں بھی اکیلا ہی تھا نہ بہن نہ بھائی۔ والدین ایک حادثے میں وفات پا گئے تھے۔ اپنی مرضی کا مالک تھا۔ جو دل چاہتا تھا وہی کرتا تھا------ اب میری منزل مجھے مل چکی تھی۔ میں نے اس کا نام پوچھا تو ایک پیار بھرے انداز سے بولی۔ جو نام آپ کو زیادہ پسند ہو وہی مجھے دے دو۔ میں نے اس کا نام نجمہ رکھا کہنے لگی آج کے بعد میں تمہاری نجمہ ہوں۔ لیکن اگر مجھ سے بے وفائی کی یا نفرت کی تو انجام------ میں نے کہا۔ انجام میں جان گیا ہوں------ کھانے سے فارغ ہو کر ہم دوبارہ گاڑی میں بیٹھ گئے اور گاڑی ایک مرتبہ پھر ہواؤں سے باتیں کرنے لگی۔ جلد ہی ہم دوست کے گاؤں کے قریب پہنچ گئے۔ اس نے وہاں اتارا اور بولی کل رات اس سڑک پر آ جانا۔ میں انتظار کروں گی۔ میں نے حامی بھر لی اور دوست کے گھر کی طرف چل پڑا اور وہ واپس چلی گئی۔ دوست نے بارات میں شامل نہ ہونے کی وجہ پوچھی تو میں نے تمام حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ اور یہ پوری رات میں نے نجمہ کے تصورات میں گزار دی۔ دوسرے دن سارا دن گپ شپ میں گزرا اور جب رات کے سائے پھیلنے لگے تو میں بغیر کسی کو بتائے گھر سے نکل آیا اور چلتا چلتا سڑک پر پہنچا لیکن وہ وہاں نظر نہ آئی۔ میں سڑک پر ہی ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ اچانک مجھے کسی کے چلنے کی آوازیں آنے لگی اور چلنے والا نظر نہ آ رہا تھا۔ لیکن قدموں کی آواز قریب سے قریب تر ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ جوں جوں چلنے کی آواز قریب آتی رہی خوف سے میں پسینہ پسینہ ہوتا گیا..... قدموں کی آواز سے زمین ایسے ہل رہی تھی جیسے بار بار زلزلہ آ رہا ہو۔ چند لمحوں بعد قدموں کی آواز ایک جگہ رک گئی اور میری آنکھوں کے سامنے وہی چڑیل سر اٹھانے لگی۔ اس کی شکل دیکھتے ہی میں نے بھاگنا شروع کر دیا اور جو کچھ زبان پر آتا گیا پڑھتا رہا اور جتنی رفتار سے میں بھاگ رہا تھا اتنی ہی رفتار سے مجھے اپنے پیچھے انہی قدموں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ آخر کار میں گاؤں پہنچ گیا۔ گاؤں پہنچتے ہی مجھے پیچھے سے قدموں کے چلنے کی آوازیں غائب ہوتی نظر آئیں۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔ ابھی دوست کے گھر جانے کا سوچ ہی رہا تھا کہ اسی سڑک سے مجھے تیز روشنیاں اپنی طرف بڑھتی نظر آئیں۔ قدرتی بات تھی جبکہ اس دوشیزہ کو دیکھ لیتا تھا اپنا خوف بھول جاتا تھا۔ چہرے پہ جو خوف و ڈر سے پیلے رنگ کی جھلک ہوتی تھی ایک دم سرخ رنگ میں بدل جاتی۔ روشنیاں میرے قریب آ کر مدہم ہو گئیں اور گاڑی میں بیٹھتے ہی نجمہ نے مجھے ایک مسکراہٹ کے ساتھ اپنی طرف اشارہ کیا۔ آج وہ ایک دلہن کی طرح سجی ہوئی تھی۔ وہی سرخ لباس' سرخ دوپٹہ' مہندی لگی ہوئی تھی۔ پہلے سے کہیں زیادہ خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ میں فوراً گاڑی کی طرف بھاگا۔ اس نے دروازہ کھول دیا اور میں گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی پوری سپیڈ کے ساتھ بھاگنے لگی۔ اب گاڑی ایک نئی راہ کی طرف بھاگی جا رہی تھی اور مجھے کوئی خطرہ نہ تھا۔ زندگی موت تو اپنے ہمسفر کے نام لگا چکا تھا پھر وہ جہاں چاہتی لے جاتی مجھے کچھ فرق نہ پڑتا تھا۔ ایک جگہ جا کر گاڑی رکی۔ یہ کوئی جنگل تھا۔ جہاں ایک عالی شان بنگلہ تھا۔ گاڑی سیدھی اس بنگلے میں گھس گئی۔ میں اس بنگلے کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ اس سے زیادہ حسین عمارت میں نے آج تک نہ دیکھی تھی۔ اس بنگلے میں خوبصورت شیشوں سے تیار کردہ بے شمار کمرے تھے۔ ہر کمرے میں جدید قسم کے صوفے اور بیڈ سجے ہوئے تھے۔ وہ مجھے بنگلے کے ہر کمرے کا سروے کروا رہی تھی لیکن وہاں کوئی انسان نظر نہ آتا تھا۔ اتنا وسیع و عریض بنگلہ لیکن سنسان---- چلتے چلتے وہ ایک تہہ خانے کی طرف جانے لگی میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ یہ ایک بہت بڑا ہال کمرہ تھا۔ اس میں قطاروں میں بیٹھے ہوئے حسین و جمیل نوجوان لڑکے اور لڑکیاں نظر آئے۔ ہمیں دیکھ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سبھی اٹھ کھڑے ہوئے جیسے کسی سردار کا استقبال کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارا استقبال ہوا۔ ہم سامنے دو اونچی اونچی کرسیوں پر بیٹھ گئے اور ساتھ ہی ایک لمبا تڑنگا خونی آنکھوں والا کالا سیاہ آدمی تہہ خانے میں داخل ہوتا نظر آیا۔ اس کی شکل دیکھتے ہی میں لرز گیا لیکن نجمہ نے تسلی دی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ بھی میرا ملازم ہے۔ اس کا قد تقریباً" ۱۰ فٹ سے کم نہ تھا اور شکل و صورت اس قدر وحشت زدہ کہ دیکھ کر خوف آتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑی پھولوں بھری ٹرے تھی وہ چلتا چلتا ہمارے قریب آیا۔ اور ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ اب وہاں موجود ہر شخص نے اس ٹرے سے پھول اٹھانے شروع کر دیئے اور چکر لگا کر ہم پر نچھاور کرنے لگے۔ جب یہ کام ختم ہو گیا تو ایک دم پورا ہال اندھیرے میں ڈوب گیا۔ کچھ دیر بعد کمرہ روشن ہوا تو وہاں کچھ نہ تھا۔ صرف ہم دونوں موجود تھے۔ سبھی کو غائب دیکھ کر مجھے خوف کا جھٹکا لگا۔ لیکن نجمہ نے کہا۔ اندھیرے میں سبھی لوگ اٹھ کر چلے گئے ہیں۔ یہ ہمارے ہاں کی رسم ہے۔ اب ہم دونوں کی شادی ہو گئی ہے۔ یہ لفظ سن کر میں چونک گیا۔ یہ کیسی شادی تھی۔ نہ مولوی آیا نہ کلمے پڑھے اور نہ ہی دوست احباب آئے ------ وہ پوری رات ہم نے اس بنگلے میں گزاری۔ صبح ہوئی تو نہ وہ بنگلہ تھا نہ خوبصورت کمرے صرف جنگل ہی تھا۔ میں یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا اور نجمہ بھی مجھے خوفزدہ دیکھ کر شاید مجھے دکھاوے کے لئے خوفزدہ ہو گئی اور بولی۔ جلدی بھاگ چلیں۔ کہیں ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ وہاں سے بھاگتے بھاگتے ہم سڑک پر آئے اور دیکھا تو سامنے وہی گاڑی کھڑی تھی جس پر نجمہ سفر کیا کرتی تھی۔ یہ گاڑی کہاں سے آ گئی۔ مجھے خبر نہ تھی۔ نہ تو کوئی گاڑی میں شخص سوار تھا اور نہ ہی کچھ اور۔ اس سے قبل کہ میں مزید گاڑی کے بارے میں کچھ سوچتا۔ نجمہ بولی۔ سوچنے کا وقت نہیں ہے۔ جلدی بیٹھ بھاگ چلیں۔ میں گاڑی میں بیٹھ گیا تو وہ بولی۔ اپنے گھر کا راستہ بتاؤ۔ میں راستہ بتاتا گیا اور گاڑی چلتی رہی اور تقریباً" دو گھنٹہ کے بعد ہم دونوں شہر کے اندر داخل ہو گئے اور پھر جلد ہی میرا گھر آ گیا اور گاڑی ایک گیٹ کے سامنے میں نے رکوا دی۔ گھر کا تالہ کھولا اور اسے لے کر میں اندر داخل ہو گیا۔ آہستہ آہستہ محلے والوں کو میری شادی کی خبر ہوتی گئی اور جو جو نجمہ کو دیکھتا اس کے حسن کی تعریف کرتا۔ چند دنوں میں ہی میرا گھر جو ایک کباڑ خانہ لگتا تھا خوبصورت بن گیا۔

نجمہ کے کام کرنے کی رفتار کو دیکھ کر بعض دفعہ تو میں خود ہی حیران رہ جاتا۔ ادھر باورچی خانے میں داخل ہوتی۔ ادھر کھانا اٹھاتے باہر آ گئی۔ جیسے باورچی خانے میں پکا پکایا کھانا تیار ہو۔ ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی میری چارپائی اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور مجھے چارپائی سے نیچے گرانے میں مصروف ہے۔ اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھ کر میں چونک گیا۔ اٹھ کر نجمہ کی چارپائی دیکھی تو وہ وہاں موجود نہ تھی۔ میں پریشان ہو گیا کہ وہ کہاں گئی ہے۔ ابھی نجمہ کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ مجھے اپنے اوپر بوجھ پڑتا محسوس ہوا۔ اس بوجھ تلے میں دبتا چلا گیا۔ نہ منہ سے آواز نکل رہی تھی اور نہ ہی مجھ میں اتنی طاقت تھی کہ خود کو ہلا سکوں۔ کافی دیر تک مجھ پر یہ کیفیت طاری رہی اور پھر جیسے مجھے کسی نے دور پھینک دیا۔ بوجھ ختم ہو گیا اور بوجھ کے ختم ہوتے ہی دوسرے کمرے سے نجمہ آتی ہوئی دکھائی دی۔ خوف سے میری سانسیں اکھڑی ہوئی تھیں اور پورا جسم پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ اس نے میرا حال تک نہ پوچھا اور سکون سے چارپائی پر لیٹتے ہی سو گئی۔ مجھے پہلی دفعہ اس پر غصہ آیا تھا۔ خیر برداشت کر گیا کہ صبح اس لاپرواہی کی وجہ پوچھوں گا اور باقی کی پوری رات سوچوں میں بیت گئی۔ صبح ہوئی تو نجمہ جاگی اور بغیر کچھ بولے اندر باتھ روم میں چلی گئی۔ کافی دیر بعد وہ باہر آئی تو بولی۔ شیراز میں تو رات کو ڈر گئی تھی مجھے ایسا لگتا تھا جیسے ہمارے کمرے میں کوئی چیز موجود ہو۔ تمہیں بھی جگانا مناسب نہ سمجھا اور دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ ویسے شیراز تم بہت لاپرواہ ہو۔ تمہیں میرا ذرا بھی احساس نہیں ہے۔ میں پوری رات ڈرتی رہی اور تم خوب مزے سے سوتے رہے۔ اس کی اس بات پر میں نے بھی رات والا واقعہ سنا دیا اور بولی۔ میں تم سے ناراض تھی اس لئے نہ بولی تھی۔ اب میرا شک دور ہو گیا ہے کہ واقعی کمرے میں کوئی چیز تھی۔ زندگی میں پہلی بار میرے گھر میں یہ حرکت ہوئی تھی۔ مجھے بار بار اس چڑیل کا خیال آ رہا تھا کہ کہیں وہ ہی نہ ہو اور میرا یہ خیال بھی درست ثابت ہوا کہ ایک رات نجمہ باتھ روم میں تھی کہ اندر کمرے کا دروازہ ہلنے لگا اور ساتھ ہی کمرے میں اندھیرا ہو گیا۔ اسی اندھیرے میں مجھے خوفناک قسم کی آوازیں آنے لگیں اور وہی چڑیل میرے سامنے کھڑی تھی۔ جب اس کے پنجے میری طرف بڑھنے لگے تو میری چیخ نکل گئی اور میں بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو نجمہ میرا سر دبانے میں مصروف تھی۔ مجھے ہوش میں آتے

دیکھ کر بولی۔ شیراز کیوں چیخے تھے۔ میں نے کہا۔ چڑیل ...... اور گاؤں والی تمام کہانی سنا ڈالی تو وہ خوب کھل کھلا کر ہنسی کہ چڑیل اور ہمارے گھر ------ مجھے سخت غصہ آیا کہ یہ میرا مذاق اڑا رہی ہے لیکن میں خاموش رہا۔ وقت گزرتا رہا۔ چڑیل کا روزانہ ہمارے گھر میں آنا شروع ہو گیا۔ ایک بات تھی کہ چڑیل نجمہ کے سامنے کبھی نہ آتی تھی۔ جب یہ دوسرے کمرے میں ہوتی یا چھت پر ہوتی تو تب چڑیل مجھے نظر آتی۔ اس کی وجہ یہ بھی تو ہو سکتی تھی۔ کہ نجمہ نڈر تھی۔ راتوں کو ویرانوں میں گھومنا اس کی عادت تھی۔ وہ وہاں وہاں تک اکیلی چلی جاتی تھی۔ جو میرے تصور میں بھی نہ ہوتا تھا۔ خدا نے مجھے ایک بیٹا دیا جو چند گھنٹے زندہ رہنے کے بعد فوت ہو گیا۔ خیر یہ تو خدا کی مرضی تھی جو پیدا کر سکتا ہے واپس بھی لے جا سکتا ہے۔ میں پریشان ہوتا تو نجمہ دلاسہ دیتی کہ کبھی نہ کبھی تو اولاد زندہ ملے گی ------ ادھر ہر روز وہ چڑیل راتوں کو ظاہر ہوتی رہی۔ کبھی کمرے کی تمام چیزیں حرکت کرتی نظر آتیں کبھی مجھے وہ اٹھا اٹھا کر بیڈ پر مارتی۔ کبھی بیڈ غائب ہوتا اور کبھی چھت گرتی محسوس ہوتی ----- میرا یہ گھر آسیبی گھر بن چکا تھا۔ ایک دو دفعہ جن نکالنے والوں کو بلایا تو نجمہ نے یہ کہہ کر انہیں بھگا دیا کہ یہ لوگ کچھ بھی نہیں کرتے صرف وہم میں ڈال جاتے ہیں اور تسلیاں دے جاتے ہیں اور پھر میں نے ان کو بھی بلانا مناسب نہ سمجھا۔ آخر کار میں نے وہ مکان بیچ دیا اور کسی دوسرے علاقے میں جا کر مکان خرید لیا۔ اس نئے گھر میں بھی اس چڑیل کا آنا جانا شروع ہو گیا اور ادھر مجھے نجمہ کی سمجھ نہ آتی تھی۔ کبھی تو برتنوں کو ہاتھ لگاتی جاتی اور برتن خود بخود صاف ہو جاتے اور جب میرے کپڑے دھوتی تو سیکنڈ میں تمام کپڑے دھو دیتی۔ اس کی یہ حرکتیں دیکھ کر مجھے اس پر شک پڑنے لگا اور اس سے خوف آنے لگا۔ مجھے وہ انسان نہ لگتی ایسے محسوس ہوتا جیسے میں کسی ----- یہ خیال آتے ہی میں کانپ کر رہ گیا اور ساتھ ہی پچھلی تمام زندگی نظروں کے سامنے گھومنے لگی۔ سڑک پر ملنا اور ڈیرے پر چڑیل کا ظاہر ہونا' ویرانوں میں رہنا اور اس کی باتیں بھی میرے دماغ کو ہلانے لگی کہ سینکڑوں لوگ میری زلفوں کے اسیر ہوتے ہیں اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ سینکڑوں لوگ میرے حسن پر مرمٹے ہیں اور جان گنوا بیٹھے ہیں۔ نجمہ کی باتیں سچ تھیں۔ لیکن میں اس کی باتوں کو مذاق سمجھتا رہا۔ اب میرا شک حقیقت کا روپ دھارنے لگا اور میں چوری چھپے اس کی حرکتوں کا جائزہ

لینے لگا۔ ایک دن میں نے بخار کا بہانہ بنایا اور گھر پر ہی رہا۔ جب دوپہر کو نجمہ باورچی خانے میں کھانا تیار کرنے گئی تو میں آہستہ آہستہ بستر سے اٹھا اور ایک کونے سے نجمہ کو دیکھنے لگا۔ جسے دیکھ کر میرا جسم خوف سے لرز اٹھا۔ نجمہ نے اپنا ایک پاؤں چولہے میں رکھا ہوا تھا جسے آگ لگی ہوئی تھی اور اس آگ پر وہ کھانا تیار کر رہی تھی۔ ہاتھ کام میں ایسے چل رہے تھے جیسے لمحہ بھر میں ہی کھانا تیار کر لے گی میرے منہ سے نکلنے والی چیخ حلق میں ہی پھنس کر رہ گئی اور میں تیز تیز قدموں سے گھر سے باہر نکل گیا۔ اتنا عرصہ نجمہ کے قریب رہنے کے باوجود بھی میں نجمہ کو جان نہ سکا۔ کہ وہ کون تھی' کس علاقے کی ہے۔ بس اس کے عشق میں دیوانہ ہو کر رہ گیا۔ اس کے حسن کا پجاری بن کر رہ گیا۔ اس کی زلفوں کا اسیر ہو کر رہ گیا۔ وہ اندھیروں سے کیوں خوفزدہ نہ ہوتی تھی۔ ویرانوں میں کیوں گھوما پھرتی تھی حقیقت کا علم ہوا تو اس سے خوفزدہ ہونے لگا۔ تقریباً" شادی کو بھی سال ہونے والا تھا۔ خدا نے شادی سے قبل ہی اولاد کا منہ دکھلایا تھا لیکن وہ بھی واپس لے لیا۔ میں اس سے دور دور رہنے لگا۔ جسے وہ بخوبی سمجھ چکی تھی اور کہنے لگی۔ شیراز میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم مجھ سے دور دور رہنے لگے ہو۔ اور یہ بات میری برداشت سے باہر ہو رہی ہے اور اگر میری برداشت کی حد ٹوٹ گئی تو پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پچھتاؤ گے۔ یاد کرو وہ ہوٹل کی باتیں کہ میں نے کہا تھا کہ شیراز اگر تم بدل گئے تو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ جہاں اتنے خون کئے ہیں وہاں تمہارا خون کرنے میں بھی دریغ نہیں کروں گی۔ بس مجھے اتنا ہی کہنا ہے .... کیا تم نے میرے پیار میں کوئی کمی دیکھی ہے۔ کیا میں بدصورت ہو گئی ہوں۔ کیا میرا حسن پہلے جیسا نہیں رہا ---- میں نے کہا۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے اسے ٹالنا چاہا لیکن وہ بول پڑی۔ ایسی ہی بات ہے۔ میں تمہارے دل کے اندر کا لکھا ہوا پڑھ رہی ہوں کہ تم مجھ سے دور دور رہنے لگے ہو --- میں نے اس سے اپنے رویئے کی معافی مانگی کہ آئندہ دور نہیں رہوں گا لیکن ایک شرط رکھی کہ تم بھی میرے قریب ایسے ہی رہنا جیسے اب ہو ---- میری اس بات پر وہ قہقہہ مار کر ہنسنے لگی اور ساتھ ہی اندر کمرے میں چلی گئی اور میں بظاہر اس کے سامنے خوش اور مسکراتا رہتا لیکن اندر سے ہر وقت خوفزدہ رہتا۔ میں جانتا تھا کہ یہ کسی بھی وقت اپنے پنجے میرے خون سے رنگ سکتی تھی۔ ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ میری رات کے پچھلے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر آنکھ کھل گئی۔ میں نے نجمہ کی چارپائی کی طرف دیکھا تو خوف سے میرے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ نجمہ کا سر دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا اور پاؤں دروازے سے بھی باہر تک پہنچے ہوئے تھے اور شکل اتنی بھیانک .... لیکن یہ تو وہی چڑیل تھی جو پہلی دفعہ مجھے فصل میں کھڑی نظر آئی تھی۔ کیا میں نے اس چڑیل سے شادی کی تھی جو یہاں بھی کئی دفعہ اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہو چکی تھی اور مجھے ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی تھی۔ میں اس کی بگڑی شکل اور اتنا لمبا قد دیکھ کر خوف سے کانپ رہا تھا اور پھر آہستہ آہستہ چارپائی سے نیچے اتر کر باہر آگیا۔ میرے باہر آتے ہی نجمہ بھی میرے پیچھے آگئی۔ اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا تو میں اس کے ہاتھ کا وزن برداشت نہ کر پایا لیکن اس نے جلد ہی ہاتھ اٹھالیا اور بولی۔ شیراز کیا بات ہے اتنی رات گئے تم باہر کیوں ٹہل رہے ہو۔ میں نے بہانہ لگایا کہ اندر گرمی کی وجہ سے دل ڈوبتا محسوس ہو رہا تھا سو باہر چلا آیا۔ میری اس بات پر وہ مسکرا دی اور بولی۔ ٹھیک ہے تم ٹہلو مجھے تو نیند آرہی ہو۔ اتنا کہہ کر وہ اندر چلی گئی اور دروازہ بند کر لیا۔ کافی دیر تک باہر درخت سے ٹیک لگاتے ہی میں اس سے جان چھڑانے کے بارے میں سوچتا رہا لیکن کسی بھی فیصلہ پر نہ پہنچ پایا اور اندر چلا گیا لیکن وہ اندر کمرے میں موجود نہ تھی۔ دوسرے کمرے میں دیکھا وہاں بھی وہ مجھے نظر نہ آئی اور باتھ روم کی طرف گیا تو اس کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے سکون کا سانس لیا اور اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا۔ کافی دیر بعد وہ باتھ روم سے باہر آئی تو اسے دیکھ کر میں ڈر گیا۔ اس کے دانتوں اور کپڑوں پر خون کے دھبے اور نشان تھے۔ یہ آج پہلا موقع تھا کہ اس کے کپڑوں پر تازہ خون کے قطرے تھے۔ میں نے کہا۔ یہ خون..... تو وہ بولی۔ کہ اندر شیشہ ٹوٹ گیا تھا سو خون بہہ نکلا لیکن یہ اس نے جھوٹ بولا تھا کیونکہ کچھ دیر بعد ایک گھر سے رونے اور چیخنے کی آوازیں آنے لگی تھی...... میں نے کہا۔ میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں کہ محلے میں کیا ہوا ہے۔ عورتیں کیوں رو پیٹ رہی ہیں۔ وہاں گیا تو عورتوں اور مردوں کا ہجوم نظر آیا اور ایک نوجوان لڑکا مرا پڑا تھا۔ اس کو کسی نے قتل کیا تھا اور قتل کرنے والا آتے جاتے نظر نہ آیا تھا۔ یہ بند کمرے میں قتل ہوا تھا۔ اس کے جسم پر جگہ جگہ دانتوں کے نشان تھے۔ اس کی میت دیکھ کر سارا واقعہ میرے ذہن میں آگیا۔ میں انسانی خون ہوتا نہیں دیکھ سکتا تھا.... ایسے خون سے خود ہی مرجانا چاہتا تھا۔ میں غصہ سے بھرا ہوا گھر آیا اور نجمہ ایک کرسی پر بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی لیکن اس وقت اس کی مسکراہٹ زہر لگی۔ میں جاتے ہی اس پر برس پڑا اور چیخ کر بولا۔ تم نے اسے قتل کیا ہے ----- تم چڑیل ہو۔۔ چڑیل' قاتل ہو' انسانوں کی قاتل۔ میری قاتل۔ میں پاگل تھا کہ تمہیں جان نہ سکا۔ پرکھ نہ سکا۔ دفع ہو جاؤ میری نظروں سے۔ میں بولے جا رہا تھا۔ کہ ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر پڑا۔ یہ تھپڑ اتنا زور کا تھا کہ میری چیخ نکل گئی اور میں کھڑا کھڑا دور جا گرا۔ اس کے بعد جب ہوش آیا تو ایک ویرانے میں پڑا تھا۔ یہ وہ ویرانہ تھا جہاں میری شادی ہوئی تھی۔ اب جان گیا تھا کہ چڑیل یہاں کی رہنے والی ہے۔ رات کی تاریکی میں خوف ہی خوف تھا۔ تیز ہواؤں سے درختوں کے پتے ایسے شاں شاں کر رہے تھے جیسے ان میں بلائیں موجود ہوں۔ چاند کی روشنی بھی پھیکی پڑ چکی تھی لیکن اس ویرانے کی تمام جھاڑیاں اور درخت نمایاں نظر آرہے تھے۔ اب مجھے یہی خطرہ تھا کہ میری بیوی مجھے نجانے کیسی موت مارے گی۔ مجھے جینے بھی دے گی یا نہیں۔ اگر زندہ رکھے گی تو نجانے مجھے کن کن اذیتوں سے گزارے گی۔ میں اس کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ پائل کی جھنکار کی مدہم مدہم آوازیں میرے کانوں سے ٹکرانے لگی۔ پہلے آوازیں آہستہ آہستہ آتی رہی پھر تیز ہو گئیں۔ پائل کی جھنکار اور دلفریب موسم اور جھنکار کا نظارہ لینے لگا۔ پھر پائل کی جھنکار کے ساتھ ساتھ ناچنے والیوں کے پاؤں بھی نظر آنے لگے۔ ہزاروں پاؤں میرے اردگرد رقص کرتے نظر آنے لگے۔ اس کے علاوہ ان کے نہ تو جسم کا کوئی حصہ نظر آ رہا تھا اور نہ ہی چہرے اور میں ان کے پاؤں دیکھ کر یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ یہ بہت حسین و جمیل دوشیزائیں ہیں۔ کافی دیر تک ہزاروں پاؤں رقص کرنے کے بعد غائب ہو گئے تو میری شہزادی میرے سامنے آگئی۔ اس کے حسن میں اس قدر نکھار تھا کہ میں تمام پرانی باتیں بھول کر اس کے حسن کا جلوہ کرنے لگا۔ اس کے حسن پر مرمٹنے کو دل چاہا۔ کاش وہ چڑیل نہ ہوتی تو مجھ سے میری جان بھی مانگتی تو اس کے لئے اپنی جان کا نذرانہ بھی دینے سے دریغ نہ کرتا۔ لیکن جب چڑیل کا خیال آتا تو ڈر جاتا کہ چڑیل کے تو ہزاروں روپ ہوتے ہیں۔ یہ کوئی بھی شکل اختیار کر سکتی ہیں..... وہ چلتی چلتی میرے قریب آئی۔ اس کے لبوں پر وہی مسکراہٹ تھی۔ جو پہلے روز نظر آئی تھی۔ نرم لہجے میں بولی۔ شیراز میں چاہوں تو ابھی تمہارے جسم کی ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دوں

لیکن میں۔ تمہارے ساتھ تو ایسا نہیں کر سکتی۔ اے کاش شیراز تم انسانی مخلوق نہ ہوتے۔ ہم میں سے ہوتے اور میں تجھ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیتی لیکن تم انسان ہو اور میں دوسری مخلوق۔ تم مٹی سے بنے ہو اور میں آگ کی پیداوار ہوں اور آگ اپنی تپش سے مٹی کو جلا سکتی ہے۔ میں تو تمہیں دنیا میں ایک منفرد مقام دینا چاہتی تھی۔ دولت کے انبار تمہارے قدموں میں لگا دینا چاہتی تھی اور ہر کسی کو تمہارے محیط کر دینا چاہتی تھی۔ میں اپنے قبیلے کی سردار ہوں اور نکاح کے وقت دیکھ لیا تھا کہ میرا قبیلہ کیسے میرے سامنے جھکا ہوا تھا۔ ان کے سامنے تمہاری بھی بہت عزت تھی۔ آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ اب تم ہماری بستی میں پڑے ہوئے ہو اور کسی میں اتنی ہمت نہیں کہ کوئی تمہیں ڈرائے' خوفزدہ کرے' جب تک میں نہ چاہوں گی تمہیں یہاں کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے لیکن اب تم بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو۔ مجھ سے چھٹکارا چاہتے ہو یا میرے ساتھ جینا مرنا چاہتے ہو۔ میں یہ فیصلہ تم پر چھوڑتی ہوں۔ اس کی باتوں سے میں موم ہو گیا ایک اچھی اور پڑھی لکھی بیوی والی باتیں کی تھیں اس نے۔ میں نے کہا۔ میرا یہاں دم گھٹتا ہے۔ مجھے میرے شہر لے چلو۔ وہاں جا کر ہر بات طے کر لیتے ہیں۔ میری بات سن کر اس نے مجھے آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ جو میں نے بند کر لیں اور پھر بولی آنکھیں کھول دو۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو میں اپنے گھر موجود تھا۔ اس کی طاقت کا مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا تھا۔ میں نے کہا۔ میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں لیکن اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی تو پھر میں تم سے چھٹکارا پالوں گا۔ وہ مان گئی اور یوں ہماری زندگی خوشبوؤں میں گزرنی شروع ہو گئی۔ میں نے اپنے دل میں سے یہ بات نکال دی تھی کہ میری بیوی ایک چڑیل ہے۔ وہ یہ بات جان چکی تھی کہ میں اس سے کسی نہ کسی طرح چھٹکارا پانا چاہتا ہوں اور کسی نہ کسی طرح اسے قابو کر کے ختم کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ رات سوتے وقت میرے اوپر بوجھ پڑنے لگا۔ میرا سانس لینا مشکل ہو گیا۔ صرف آنکھیں کھولے کمرے کے در و دیوار کو گھور رہا تھا۔ ہر چیز ہلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر بوجھ اس قدر بڑھنے لگا کہ میں بستر پر تڑپنے لگا۔ ایک بدشکل چڑیل اپنے ہاتھ میرے سینے پر رکھے مسکرائے جا رہی تھی۔ قہقہے لگا رہی تھی۔ اسے واپس لانے کی میں نے بہت بڑی غلطی کی تھی۔ اپنے کیے پر پچھتا رہا تھا۔ پھر اس نے مجھے میرے گریبان سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور باہر صحن میں پھینک دیا اور گرتے ہی میری چیخ نکل گئی۔ صبح جب آنکھ کھلی تو کھلے صحن میں پڑا ہوا تھا اور سر سے خون بہہ بہہ کر زمین پر جم چکا تھا۔ اٹھنے کی کوشش کی تو درد کی وجہ سے اٹھا نہ گیا۔ اور وہ میرے سامنے بنی ٹھنی مسکراتے گھر میں کبھی ادھر اور کبھی ادھر گھوم رہی تھی۔ رات کو باہر گرنے سے میری چیخ ہمسایہ لوگوں نے سن لی تھی۔ سو انہوں نے رات کو مدد نہ کی اب آئے اور مجھے زخمی حالت میں پڑے دیکھ کر ڈر گئے اور اٹھا کر بستر پر لٹایا۔ ایک آدمی ڈاکٹر کو بلا لایا۔ اس نے میرے سر پر پٹی کی اور جسم کے باقی زخموں پر مرہم لگائی اور چلے گئے۔ نجمہ ہر کسی کو یہ بتاتی رہی کہ یہ چھت سے گر گیا ہے لیکن اس کا جھوٹ پکڑا گیا کیونکہ قدرتی بات تھی کہ ہمارے اس چھت پر جانے کے لئے سیڑھیاں نہ تھیں۔ سو بھی کو شک گزرا کہ یہ نجمہ کی حرکت ہے۔ ایک عورت آخرکار بول اٹھی اور میری بیوی سے کہنے لگا۔ دیکھ بی بی مانا کہ تم ہمارے علاقے میں سب سے حسین ہو' خوبصورت ہو لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تم اپنے میاں کو اچھا نہیں سمجھتی ہو اور یہ حرکت تم نے ہی کی ہے۔ نجمہ نے یہ سن کر اس عورت کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا ہاں میں نے ایسا کیا ہے۔ تم سے جو ہوتا ہے کر لو۔ کیا بگاڑ لو گی میرا۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے یہ بدتمیزی دیکھ کر سبھی عورتوں اور مردوں نے اسے خوب سنائیں۔ تو نجمہ غرائی اور بولی میں تم سب سے نمٹ لوں گی۔ اتنا کہہ کر اس نے مجھے اٹھا کر دوبارہ صحن میں پھینکا اور دوسرے کمرے میں جا کر اندر سے کنڈی بند کر لی۔ عورتوں نے اسے گالیاں نکالی اور مجھے دوبارہ بستر پر لٹایا۔ اب میں سمجھ چکا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہنگامہ ہونے والا ہے۔ کیونکہ میں جانتا تھا نجمہ کی حقیقت کو ----- رات ہوئی تو نجمہ میرے پاس آئی اور غصہ سے بولی۔ بہت حمایت کر رہی تھیں وہ تمہاری۔ اب دیکھتی ہوں کہ میرے پنجوں سے کیسے بچ پاتی ہیں۔ تم سے میں نے کہا تھا کہ اگر میں نے اپنا رویہ بدل لیا تو قیامت کھڑی کر دوں گی۔ حشر برپا کر دوں گی۔ اس نے اپنی شکل تو نہ بدلی لیکن اس کے جسم کا باقی حصہ بدل گیا اور اس کے خونخوار پنجے میری طرف بڑھے اور میرے جسم پر خون کے نشان چھوڑ گئی اور ساتھ ہی قہقہہ لگا کر غائب ہو گئی اور چند لمحوں بعد دانتوں پر خون جمائے اور کپڑوں پر خون کے دھبے لگائے دوبارہ میرے سامنے نمودار ہوئی اور بولی۔ اب کسی کو نہیں چھوڑوں گی۔ تم نے میری بے عزتی کی ہے۔ مجھے ذلیل و خوار کیا ہے اور انجام برا ہو گا۔ میں سوچتا رہتا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھ سے اتنا پیار کرنے والی یکدم بدل گئی ہے اور میری دشمن بن گئی ہے اور سزائیں دینے لگی ہے لیکن میں کچھ نہ کر سکتا تھا۔ جہاں سے یہ اپنے دانت خون سے رنگ کے آئی تھی۔ وہاں سے چیخنے چلانے کی آوازیں آنے لگی۔ رونے کی آوازیں سن کر نجمہ نے ایک قہقہہ لگایا اور بولی اب مجھے دلی مسرت ہو رہی ہے۔ وہاں عورت کا قتل ہوا تھا۔ پھر روزانہ ہی محلے میں کوئی نہ کوئی قتل ہونے لگا۔ جب یہ رونے کی آواز سنتی تو کھل کھلا کر ہنستی اور آخر میں نے اسے کہہ دیا۔ یہ جو تم کر رہی ہو اگر زندہ رہا تو ضرور بدلہ لوں گا۔ بولی میں تمہیں اس قابل ہی نہ چھوڑوں گی کہ تم زندہ بچ سکو۔ تمہیں نہ جینے دوں گی نہ مرنے دوں گا۔ ہمیشہ کے لئے چارپائی پر پڑا رہنے کے لئے چھوڑوں گی ---- نجمہ کے رویئے کی وجہ سے گلی محلے والے ہمارے گھر آنا بند ہو گئے تھے۔ اس ظالم نے مجھے تنہا کر دیا تھا۔ میں نے نجمہ سے کہا۔ تم نے تو کہا کہ میں آپ کا ساتھ دوں گی اور تم ہمیشہ میری بن کر رہوں گی کبھی اپنا آپ نہ بدلوں گی۔ تو وہ بولی۔ شیراز میں تمہارے اندر کا حال پڑھ چکی تھی۔ جان تو میں تمہاری وہاں ویرانے میں بھی لے سکتی تھی۔ لیکن تمہاری خواہش پوری کی۔ اور وہ تمہاری آخری خواہش تھی جو پوری کی۔ اس کے بعد تم نے جو جو لفظ مجھے بولے تھے وہ نہ بھول سکی۔ اب تم صرف میرا تماشا ہی دیکھ سکو گے اور کچھ نہیں کر سکو گے۔ میں بستر پر پڑا نجمہ کا مقابلہ کرنے کے لئے پلان بناتا رہا اور جب لوگوں کا آئے دن قتل عام شروع رہا تو میں نے اپنا رخ بدلا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اب کوئی انسانی خون ہو۔ میں نے کہا۔ نجمہ میں غلطی پر تھا۔ مجھے معاف کر دو اور ہم دونوں دوبارہ نئے سرے سے پیار بھری زندگی بسر کریں اور پوری رات اس سے پیار بھری باتیں کرتا رہا۔ اس کا پتھر دل موم کرتا رہا۔ جس کا اس پر کچھ اثر ہوا اور اس نے راتوں کو گھر سے باہر جانا چھوڑ دیا۔ خدا کا شکر تھا کہ اب انسانی زندگی اس کے پنجوں سے ضائع ہونے سے بچ رہی تھی۔ لیکن جب کبھی اس کا دماغ خراب ہوتا تو مجھے بھی مارنے سے دریغ نہ کرتی اور ایک آدھ خون کر کے گھر آ جاتی۔ یعنی اب دوسرے چوتھے دن خون کی بجائے ایک دو مہینے میں خون ہوتا۔ میں چاہتا تھا کہ لوگوں کو بتا دوں کہ میری بیوی انسان نہیں چڑیل ہے۔ لیکن یہ سوچ کر چپ ہو جاتا کہ محلے میں جتنے قتل ہوتے ہیں لوگوں نے سب کا ذمہ دار مجھے ٹھہرا دینا تھا۔ اس لئے میں نے ایک دن نجمہ سے کہا۔ نجمہ کیوں نہ ہم شہر سے دور ایک کھلے مکان میں رہیں۔ یہ مکان بیچ دیں۔ میری اس بات پر وہ کھل اٹھی اور جلد ہی مکان فروخت ہو گیا۔ اور یہ رقم تو برائے نام تھی۔ نجمہ نے شہر سے باہر گندے نالے کے قریب جہاں لوگوں کی آبادی کہیں کہیں مکان تھا۔ ہمارا یہ بہت بڑا مکان تمام مکانوں سے کافی ہٹ کر گندے نالے کے بالکل قریب تھا۔ ہم دونوں وہ علاقہ چھوڑ کر یہاں شفٹ ہو گئے۔ میں چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا لیکن وزن نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اس مکان میں مجھے جگہ جگہ سے خوف آنے لگا۔ شاید نجمہ نے اپنا تمام قبیلہ یہاں بلا لیا تھا جو راتوں کو ہم سوئے ہوتے تو عجیب و غریب حرکتوں کی آوازیں آتیں۔ کئی دفعہ تو اندر آدمی نظر آتے اور کئی دفعہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہاں الو بول رہے ہیں۔ اس گھر میں ایک بہت بڑا پرانا بوڑھ کا درخت تھا جس کے اوپر نجمہ کا پورے کا پورا قبیلہ آباد ہو گیا۔ پہلے تو صرف ایک چڑیل کے ہاتھوں یہاں تک پہنچا تھا۔ اب پورا قبیلہ دیکھ کر میری صحت گرتی رہی۔ نجمہ کی بات درست تھی کہ میں چارپائی کا ہو کر رہ گیا۔ ان سب میں کوئی بھی مجھے ختم کر سکتا تھا۔ ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ نجمہ گھر سے غائب تھی اور نجانے کیسے میں بیڈ سے زمین پر لیٹا تھا۔ میری آنکھ کھلی تو میرے کمرے میں ہر طرف ڈھانچے ہی ڈھانچے چلتے پھرتے نظر آئے انہیں دیکھ کر میری چیخ نکل گئی۔ اور اس چیخ کے ساتھ ہی وہ سب غائب ہو گئے۔ ادھر نجمہ آئی تو اس کے دانتوں پہ جما ہوا خون دیکھ کر مجھے طیش آگیا اور میں چیخ اٹھا کہ روزانہ دانتوں کو خون سے رنگنا روزانہ خون کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ میری اس بات پر وہ پھر بپھر گئی۔ ایک دفعہ پھر ہمارا پیار ختم ہو گیا۔ پھر کیا تھا۔ نجمہ کی آنکھیں شعلے بھڑکانے لگیں' حلیہ بدل گیا اور میرے سامنے کھڑی ہو گئی اور اٹھا کر زور سے باہر زمین پر پٹخ دیا درد سے میری چیخیں نکلنے لگیں۔ باہر ایک طوفان آگیا۔ جیسے آج طوفان سب کو بہا کر لے جائے گا۔ درخت سے مجھ پر مسلسل پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ میں اپنی موت خود مرنے لگا۔ مجھے پتھر پڑتے دیکھ کر نجمہ قہقہے پہ قہقہے سے لگانے لگی۔ ان پتھروں کے پڑنے سے میں بے ہوش ہو گیا جب ہوش آیا تو باہر گندے نالے کے کنارے پڑا تھا۔ اور میرے سینے پر نجمہ پاؤں رکھے کھڑی تھی۔ میری نہ تو چیخ نکل سکتی تھی اور نہ ہی میں بول سکتا تھا۔ میری سانسیں اکھڑنے

لگیں تو اس نے اپنا وزن اٹھا لیا میں جیسے دوبارہ دنیا میں آ گیا تھا لیکن دل میں میں نے فیصلہ کر لیا کہ اپنے اوپر بیتے ظلموں کا بدلہ ضرور لوں گا۔ ان سب کو ایسی موت ماروں گا کہ یاد رکھیں گے۔ لیکن ان سے چھٹکارا کیسے پایا جا سکتا تھا۔ میں تو پوری طرح ان کی گرفت میں تھا۔ بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ یہاں نہ تو میری خبر گیری کرنے آتا اور نہ ہی کسی کو معلوم ہوتا کہ میں کس حال میں ہوں۔ نوکری پر حاضری نہ دینے سے وہاں سے بھی جواب ہو گیا تھا۔ میرا نہ کوئی آگے تھا اور نہ پیچھے۔ بہتر یہ ہی سوچا کہ نجمہ سے یہاں پیار سے رہوں اور پھر اپنا مقصد پا لوں لیکن اب پیار والا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ میں ان کی قید میں تھا۔ ان کے رحم و کرم پر تھا۔ پھر ایک بات یاد آئی کہ میں خدا کو بھول گیا ہوں کبھی یہ جن مجھ پر حاوی ہیں۔ تب ایک روز بڑی مشکل سے بستر سے اٹھا وضو کرنے گیا تو پانی کی جگہ اس سے خون آنے لگا اور ساتھ ہی کپڑوں پر گندگی کے چھینٹے پڑنے لگا... اب روزانہ نالیوں میں پانی کی جگہ خون آتا رہا اور کھانا گندگی سے بھرا ہوتا۔ جسے کھانا تو دور کی بات دیکھنے کو بھی دل نہ کرتا تھا۔ میں دل ہی دل میں خدا کو یاد کرنے لگا اور خدا سے کہا کہ مجبور ہوں پاک صاف نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے بغیر وضو کے ہی قرآنی آیات کا ورد شروع کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ کوئی بھی میرے قریب نہ آتا۔ نجمہ بھی چپ چپ سی رہنے لگی اور کوشش کرنے لگی کہ میں قرآنی آیات پڑھنا چھوڑ دوں لیکن میں یہ ورد دن رات کرتا رہا۔ خدا نے جیسے مجھے میرے مقصد کی راہ دکھا دی تھی۔ ادھر نجمہ پھر ایک پیاری سی صورت میں میرے سامنے رہنے لگی۔ لیکن اسے مجھے چھونے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ خود اپنا بنا سنوار کر رکھتی کہ اس پر پیار آ جاتا' دل موم ہو جاتا اور اسے معاف کر دینے کو دل چاہنے لگتا لیکن وہ چڑیل تھی..... میرے انسان سمجھ لینے سے بدل تو نہیں سکتی تھی۔ دوسرے بیٹے کی پیدائش ہوئی تو کچھ دیر بعد کمرے کی آہٹ سے اسے دیکھنے لگا اور جو منظر دیکھا تو کانپ کر رہ گیا۔ زمین پاؤں تلے سے نکلتی محسوس ہوئی' آسمان پھٹتا نظر آنے لگا۔ میرا دماغ چکرانے لگا پورا گھر گھومتا نظر آنے لگا۔ وہ خونی تھی میرے بیٹے کی خونی۔ ایک ڈراؤنی شکل کے ساتھ فوری اٹھ کر بیٹھ گئی اور بے دردی سے بچے کا گلا دبانے میں مصروف تھی۔ میرا چند گھنٹوں کا بیٹا اس کے پنجوں تلے تڑپتا رہا اور بالآخر ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کے مرتے ہی چڑیل نے اپنی صورت تبدیل کر لی اور نجمہ بن کر رونے لگی۔ میں یہ منظر دیکھنے کے بعد یہ سب کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ میں اس پر برس پڑا۔ تم خونی ہو چڑیل ہو' ظالم ہو' ابھی اتنے ہی الفاظ میرے منہ سے نکلے تھے کہ ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر پڑا اور اس کی شکل بدل گئی۔ وہ ایک چڑیل کے روپ میں میرے سامنے کھڑی اپنے دونوں ہاتھ میری طرف بڑھانے لگی تو میں نے قرآنی سورتیں پڑھنی شروع کر دیں اور وہ وہیں کی وہیں رک گئی۔ اور بولی۔ آج کے بعد تیرا میرا رشتہ ختم۔ اب تم اپنی زندگی کے بارے میں سوچو۔ تمہارے دونوں بچوں کا خون میں نے کیا ہے اور اب اس گھر میں تیرا خون تمہارا ہو گا اور یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئی۔ اس کے غائب ہوتے ہی میں بچے کی طرف بڑھا لیکن میرا بچہ بھی غائب تھا۔ شاید وہ اسے اٹھا کر لے گئی تھی۔ اب مجھے اپنی زندگی کی فکر شروع ہو گئی۔ میں بھاگ کر شہر کی مسجد میں گیا اور امام صاحب سے تعویذ کی بات کی۔ اور اپنی تمام کہانی سنا ڈالی۔ جسے سن کر وہ پریشان ہو گئے اور ایک دربار کے بارے میں بتایا۔ کہ وہاں آدھی رات کے بعد ایک بزرگ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ ان کے پاس چلے جائیں۔ وہ آپ کی اس سلسلہ میں مدد کریں گے۔ میں ان کے بتائے ہوئے مزار پر حاضر ہوا۔ سلام کیا۔ اور بزرگ صاحب کے جلوہ افروز ہونے کا انتظار کرنے لگا لیکن وہ نہ ملے۔ میں رات بھر دربار پر ہی رہا۔ مزار پر رونق دوسرے دنوں کی نسبت کافی زیادہ تھی۔ تمام دن لوگوں کا آنا جانا لگا رہا اور جب رات ہو گئی تو مزار پر اب چند آدمی موجود تھے لیکن وہ بھی رات دس بجے تک چلے گئے۔ میں دربار کی ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا اپنے حالات کے بارے میں سوچوں میں گم تھا کہ باہر سے ایک بزرگ جلوہ افروز ہوئے۔ ان کے نورانی چہرے کو دیکھتے ہی میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جب وہ میرے قریب سے گزرے تو میں نے ادب سے انہیں سلام کیا انہوں نے شفقت بھرا ہاتھ میرے سر پر رکھا۔ اور اندر مزار کی طرف بڑھ گئے اور میں وہاں ادب کی خاطر کھڑا کھڑا ہی ان کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد وہ واپس باہر آ گئے تو ایک نظر مجھ پر ڈالی اور بولے طالب معلوم ہوتے ہو۔ میں نے کہا۔ جی درست فرمایا۔ میں ایک عرض لے کر حاضر ہوا ہوں۔ بولے بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا تو بولے بڑی مشکل سے دوچار ہو۔ کسی کی گرفت میں ہو۔ دنیا سے ناطہ کٹ گیا ہے۔ کسی کے اشاروں پر چلتے ہو اور تمہارے اپنے گھر تم پر کیسے ؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مخلوق کا سایہ ہے۔ جس کی لپیٹ میں تم بری طرح پھنسے ہوئے ہو۔ بزرگ کی تمام باتیں درست تھیں۔ میں نے کہا۔ حضور آپ کی تمام باتیں درست ہیں۔ یہی میرا مسئلہ ہے۔ انہوں نے اوپر آسمان کی طرف چہرہ اٹھایا اور بولے۔ خدایا رحم فرما..... رحم فرما..... ہماری سختیاں دور فرما..... پھر بولے۔ جس طرح تم اس کی گرفت میں ہو ...... اس طرح وہ تمہاری گرفت میں ہو گی۔ اس کا پورا خاندان تمہاری گرفت میں ہو گا اور بیٹے اس کو تم جانتے ہو..... کس کو۔ میں نے بے خیالی میں کہہ دیا۔ سامنے باہر قبرستان کی طرف دیکھو۔ میں نے باہر قبرستان کی طرف دیکھا تو سامنے نجمہ کھڑی تھی جس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں اور اشاروں سے مجھے اپنی طرف بلا رہی تھی۔ کچھ دیر تک میں اس کی معصوم صورت دیکھتا رہا۔ اس پر ترس آتا رہا لیکن جب چڑیل کا لفظ میرے سامنے آیا تو میں اندر کی طرف بھاگا اور کہا۔ جناب یہی ہے وہ جو مجھے ختم کرنا چاہتی ہے۔ مجھ سے میرے رویئے کا بدلہ لینا چاہتی ہے۔

میری بات سن کر انہوں نے ایک تعویذ دیا اور ساتھ ہی ایک وظیفہ مجھے بتایا بلکہ اچھی طرح یاد کروایا کہ اس کا ایک ایک لفظ واضح زبان سے ادا کرنا ہے یہ وظیفہ دو گھنٹے کا تھا۔ جو میں با آسانی بیٹھ کر کر سکتا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ وظیفہ خاموشی میں کرنا۔ اس کے بارے میں کسی کو بھی علم نہیں ہونا چاہیئے۔ جب وظیفہ مکمل کر لو تب تم چڑیلوں جنوں کو قبضہ میں لے لو گے اور انہیں جو حکم دو گے پورا ہو گا۔ لیکن صرف جائز بات منوانی ہے۔ ورنہ نقصان کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ وظیفہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس کو سنبھالنا ہے۔ فضولیات زندگی سے کنارہ کرنا ہے۔ اپنی اس طاقت کو غلط استعمال میں نہ لانا۔ کسی پر ظلم نہ کرنا۔ کسی کو خواہ مخواہ خوفزدہ نہ کرنا۔ اگر ایسا کیا تو جلد ہی برے حالات سے دوچار ہو جاؤ گے۔ مسلسل 41 دن یہ وظیفہ کرنا ہے اور جگہ پاک لیکن ویران ہو۔ قبرستان کی حدود اس وظیفہ کے لئے موزوں ترین ہے۔ اگر تم ڈر گئے، خوفزدہ ہو گئے اور وظیفہ ادھورا چھوڑ دیا تو جان بھی جا سکتی ہے۔ اگر مکمل کر لیا تو تم جو چاہو گے پاؤ گے۔ کافی دیر تک میں بزرگ صاحب کے روبرو بیٹھا ان کی باتیں سنتا رہا۔ دل نہیں چاہ رہا تھا کہ ان کا دامن چھوڑ کر جاؤں لیکن وہ اٹھے اور ایک کونے میں جا کر تہجد کی نماز میں کھڑے ہو گئے۔ اور میں ایک نئے جذبے کے ساتھ وہاں سے اٹھا اور مزار سے باہر نکل گیا۔ باہر نکلا ہی تھا کہ نجمہ ایک خوبصورت شہزادی کی صورت میں میرے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ اب وہ مجھے چھو نہ سکتی تھی۔ بڑے نرم اور پیار بھرے لہجے میں بولی۔ میرے شہزادے میں اپنے کیئے پر بہت نادم ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ تمہارے ساتھ میں نے اچھا سلوک نہیں کیا ہے۔ تمہیں اذیتیں دی ہیں، تمہاری نافرمانی کی ہے۔ تمہارا سکھ چین تباہ کیا ہے۔ اگر کہتے ہو تو میں پاؤں پکڑ لیتی ہوں لیکن مجھ سے بیوفائی نہ کرو۔ مجھے اپنا لو۔ اپنے دل میں جگہ دے دو۔ میں تمہارے بغیر مر جاؤں گی۔ شیراز یہ سب چھوڑ کر میری بانہوں میں چلے آؤ۔ آؤ میں تجھے دنیا کی نظروں سے بہت دور لے جاؤں۔ جہاں تم ہو گے۔ میں ہوں گی اور ہمارا پیار ہو گا۔ ہماری دنیا ایک مہکتا گلشن ہو گا ______ نجانے وہ مجھے کن کن جالوں میں پھنسا رہی تھی لیکن اب میں بھلا کب اس کے جال میں پھنسنے والا تھا۔ میں نے کہا۔ نجمہ آج کے بعد تم میری نجمہ نہیں ہو۔ ایک چڑیل ہو، خونخوار چڑیل، قاتل ہو میرے بچوں کی، انسانوں کی قاتل ..... تمہیں اپنی بہادری پہ بہت ناز تھا۔ اب دیکھتا ہوں کہ تم مجھے کیسے ختم کرتی ہو۔ اب تم نہیں، میں تمہیں ختم کروں گا۔ تم سے اپنے اوپر کیئے ہوئے ایک ایک ظلم کا بدلہ لوں گا۔ جب اس نے جان لیا کہ میں اب کسی طرح بھی اس کی باتوں میں آنے والا نہیں ہوں تو اس نے اپنا روپ بدل لیا اور وہی ایک لمبی تڑنگی چڑیل بن کر میرے سامنے کھڑی ہو گئی اور اپنے پنجے میری طرف بڑھانے لگی۔ لیکن مجھے چھو نہ سکتی تھی۔ جیسے وہ مکروہ ہنسی ہنستی تھی میں بھی ویسے ہی ہنسا اور کہا۔ بڑھاؤ اپنے ہاتھ اور دبا دو میرا گلا، پی جاؤ میرا خون، دبوچ لو اپنے خونی پنجوں میں، لیکن تم بے بس ہو۔ اب تم ہی کیا تمہارا قبیلہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا..... میری اس بات پر وہ طیش میں آ گئی اور بولی۔ تمہارا یہ تعویذ آج ہی غائب کر دیں گی اور تمہارا خون میں اکیلی ہی نہیں میرا پورا قبیلہ پیئے گا۔ اس کی یہ بات سن کر میں لرز گیا۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا، تعویذ جیب میں تھا۔ اس کے بعد وہ ایک قہقہہ لگانے کے بعد غائب ہو گئی۔ میں بجائے گھر جانے کے واپس اس دربار میں آ گیا اور بزرگ صاحب کو دیکھا تو وہ غائب ہو چکے تھے۔ وہاں بیٹھ کر ہی میں نے جگہ کا انتخاب اسی مزار کے قبرستان کا کر لیا کہ رات دس بجے سے لے کر بارہ بجے تک وظیفہ کروں گا اور پھر خدا سے رات کا باقی حصہ معافی مانگتے گزار دیا کہ یا اللہ میری حفاظت فرمانا۔ مجھے میرے مقصد میں کار آمد رہنے کی طاقت دینا اور یا اللہ آج کی طرح دوبارہ تکبر میرے دل میں نہ لانا۔ صبح مسجد جا کر نماز ادا کی۔ اس کے بعد تعویذ کو جڑوا کر گلے میں ڈالا اور قبرستان کی تمام قبروں کا جائزہ لینے کے بعد ایک جگہ کا انتخاب کیا۔ اس جگہ کو اچھی طرح صاف کیا۔ دل میں خیال آیا کہ رات 12 بجے فارغ ہو کر بزرگ صاحب کا بھی دیدار کر لیا کروں گا۔ اور ان کے مشوروں پر عمل کرتا رہوں گا۔ شام کی نماز ادا کرنے کے بعد میں نے غسل کیا اور تازہ دم ہو کر عشاء کی نماز ادا کی اور جب تک لوگ مسجد میں رہے۔ میں بھی وہاں بیٹھا رہا۔ جب تمام لوگ چلے گئے تو میں بھی اٹھ کر قبرستان کی طرف چل دیا اور صبح دن کے وقت جو جائے نماز خریدا تھا وہ اپنی مخصوص جگہ پر بچھا کر بیٹھ گیا اور بزرگ صاحب کا بتایا ہوا وظیفہ شروع کر دیا۔ میرا حساب کچھ غلط ثابت ہوا کیونکہ دو گھنٹے کی بجائے تین گھنٹے لگے۔ ایک بجے فارغ ہو کر میں مزار پر آ گیا اور باقی کی رات ایک کونے میں تہجد کی نماز میں گزار دی۔ اور روزانہ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اس دوران ایک دو دفعہ بزرگ صاحب کا دیدار بھی نصیب ہوا۔ انہوں نے اپنا شفقت بھرا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور وظیفہ کے مکمل ہونے میں خدا تعالیٰ سے میرے لئے دعا کی۔ ایک ہفتہ گزر گیا لیکن مجھے کسی بھی چیز نے نہ ڈرایا، میں بالکل سکون سے وظیفہ کرتا رہا۔ ہاں البتہ میں رات کی تنہائی میں جب خود کو اکیلا قبرستان میں محسوس کرتا تو دل میں خوف اور ڈر ضرور پیدا ہوتا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ شاید بزرگ صاحب نے مجھے ویسے ہی ڈرایا تھا کہ وظیفے کے دوران تمہیں بہت کچھ دیکھنا پڑے گا حالانکہ ایسی کوئی بات نہ تھی۔ آج جب وظیفے سے فارغ ہوا تو مزار پر گیا تو وہاں بزرگ صاحب کو سجدے کی حالت میں پایا۔ اتنا لمبا سجدہ دیکھ کر میں خود حیران رہ گیا۔ شاید آج وہ کھل کر خدا تعالیٰ سے میرے حق میں دعائیں کر رہے تھے۔ میں تہجد کی نماز سے فارغ بھی ہو گیا لیکن وہ اپنے سجدے سے نہ اٹھے صبح مسجد میں نماز ادا کرنے کے بعد میں نے نمازیوں سے بات کی کہ آج بزرگ صاحب ابھی تک سجدے میں پڑے ہیں۔ انہیں دنیا کی خبر ہی نہیں ہے۔ صبح کی نماز بھی ادا کرنے نہیں آئے۔ میں پہلے انہیں اٹھانے لگا تھا پھر خاموش ہو گیا کہ ان کی نماز میں خلل نہ پڑے میری یہ بات سن کر دوسرے نمازی بھی مزار پر آ گئے۔ دن کا اجالا پھیل چکا تھا۔ دیکھا تو بزرگ ابھی تک سجدے میں پڑے ہیں۔ ایک آدمی نے ان کی کمر پر ہاتھ رکھ کر ہلکا سا ہلایا تو وہ ایک طرف گر پڑے۔ ان کا سجدہ کی حالت میں خدا تعالیٰ [illegible] حیران کر گیا۔ وہ کہاں سے آئے تھے کسی کو خبر نہ تھی اور تقریباً ایک ہفتہ میں دو دفعہ آتے تھے۔ وہاں دربار پر ہی چارپائی لائی گئی اور انہیں ان پر لٹا دیا۔ میری آنکھوں سے آنسو قطار کی صورت میں زمین میں جذب ہو رہے تھے۔ یہ بزرگ میرے لئے ایک سہارا تھے۔ مجھے میرے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے میری راہنمائی کر رہے تھے۔ نجانے ایک ہفتہ تک انہوں نے میرے لئے کتنی دعائیں کی تھیں لیکن آج ان کا ساتھ بھی ختم ہو گیا تھا۔ آج میں پھر خود کو اکیلا محسوس کرنے لگا اور لوگوں کا ہجوم ان کی میت پر موجود تھا۔ ان کا چہرہ چمک رہا تھا۔ جیسے خدا کی طرف سے خاص رحمت ہو رہی تھی۔ ان لوگوں میں سے کسی نے ان کو پہچان لیا اور ان کی میت لے کر ان کے گھر کی طرف چل پڑے۔ وہ بھی شہر سے باہر ایک خستہ حال مکان میں رہتے تھے۔ اتنے اچھے شہر میں ان کا الگ تھلگ مٹی سے بنا ہوا ایک کمرہ تھا۔ جس میں ایک جائے نماز، لوٹا، ایک گھڑا، ایک مٹی کا پیالہ اور ایک پڑے میں کچھ اناج لپٹا ہوا تھا۔ ایک کپڑوں کا جوڑا دیوار کے ساتھ لگے ایک کیل کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ میں نے وہ جوڑا اتار لیا۔ اس پر کافی پیوند تھے۔ جو غالباً انہوں نے خود لگائے تھے۔ بالکل درویشوں والی زندگی گزار رہے تھے۔ اور پھر وہاں کے قبرستان میں ہی ان کو دفن کر دیا گیا۔ لوگ تو چلے گئے لیکن میں وہاں کافی دیر تک بیٹھا روتا رہا اور پھر واپس نہ آتا تو کیا کرتا۔ رو دھو کر واپس آ گیا۔ غسل کیا مغرب کی نماز ادا کی اور پھر عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد کچھ دیر تک وہاں بیٹھا رہا اس کے بعد قبرستان آ گیا اور وظیفہ شروع کر دیا۔ آج وظیفہ کے لئے کھڑا ہی ہوا تھا کہ پورا قبرستان زلزلے کے جھٹکوں سے لرزنے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر میں خوفزدہ ہو گیا۔ کچھ ہی دیر بعد میرے سامنے کی قبر سے ایک کفن پوش لاش زمین سے باہر نکلی تو میری چیخ نکل گئی اور میں جائے نماز کے اوپر ہی گر گیا۔ اس سے پہلے کہ لاش مجھ پر حملہ آور ہوتی میں دوبارہ سنبھل گیا۔ شکر ہے کہ صرف ڈرا ہی تھا، بے ہوش نہیں ہوا تھا۔ اگر بے ہوش ہو جاتا تو یقیناً میں اس لاش کے ساتھ زندہ قبر میں درگور ہو چکا ہوتا۔ لاش ابھی تک باہر تھی اور اپنا کفن اتارنے میں مصروف تھی۔ اس کے آثار ایسے نظر آ رہے تھے جیسے وہ اب مجھے کفن پہنانا چاہ رہی تھی۔ پسینہ سے میرا پورا جسم بھیگ رہا تھا میں چڑیلوں کی بستی میں تو اکیلا رہ چکا تھا۔ لیکن یہ لاش والا واقعہ زندگی میں پہلی بار میرے ساتھ رونما ہوا تھا۔ جو میری برداشت سے باہر تھا۔ اتنے بڑے قبرستان میں میں اکیلا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا اور میرے سامنے پھٹی ہوئی قبر اور چلتا پھرتا مردہ پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ جب تک وہ لاش میری نظروں کے سامنے حرکت کرتی رہی اس کے ڈر سے میرے منہ سے بمشکل وظیفہ ادا ہوتا رہا۔ گھنٹے کا وظیفہ آج چار گھنٹے میں ختم ہوا۔ اور وظیفہ ختم ہونے سے قبل ہی وہ لاش دوبارہ قبر میں گھس گئی۔ قبر بھی خود بخود بند ہو گئی۔ وظیفہ ختم کرنے کے بعد میں دربار کی طرف جانے لگا تو ایک جانی پہچانی آواز نے مجھے روک لیا۔ یہ نجمہ تھی جو ایک مرجھائی ہوئی صورت کے ساتھ میرے سامنے ایک درخت سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ان سادہ کپڑوں میں وہ اور زیادہ نکھری نکھری نظر آ رہی تھی۔ مجھے روک کر بولی۔ شیراز میں تمہاری یہ حالت نہیں دیکھ سکتی۔ تم تو پیار کے لئے بنائے گئے ہو اور یہ کن چکروں میں پڑ گئے ہو۔ کیوں اپنی نیندیں حرام کر رہے ہو۔ کس کے لئے کر رہے ہو یہ سب کچھ مجھے مارنا چاہتے ہو۔ اپنی بیوی کو مارنا چاہتے ہو۔ اپنی اس جان کو مارنا چاہتے ہو جس کے بغیر تم ایک پل بھی نہ رہ سکتے تھے۔ جس کا نام لے لے کر جیتے تھے۔ شیراز سوچو کہ یہ تم ٹھیک کر رہے ہو۔ مجھے مارنا ہے تو لو دبا دو میرا گلہ اڑا دو میرا دھوان کہ اگر شکوہ بھی کیا تو زبان کاٹ دینا..... میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔ وہ ہاتھ جوڑے کھڑے ہو گئی ..... جو میں نے تمہارے ساتھ سلوک کیا ہے۔ اس کی معافی چاہتی ہوں۔ شیراز سوچو۔ ہم دونوں نے ایک چھت تلے زندگی کے ہزاروں کروڑوں لمحے ایک ساتھ گزارے ہیں۔ اور آج تم میرا ساتھ چھوڑ رہے ہو۔ اپنی بیوی کو تنہا چھوڑ رہے ہو۔ میرے شہزادے اپنی بیوی کو تباہ کرنے کی بجائے اپنا لو اسے' سہارا بنو اس کا۔ کہتے ہو تو اپنا قبیلہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں گی اور پوری زندگی تمہارے پاؤں میں گزار دوں گی ____ اس کی یہ سب باتیں سننے کے بعد میں نے کہا۔ نجمہ مجھے نہ تو تمہارا پیار میرے مقصد سے روک سکا ہے اور نہ تمہاری نفرت۔ اب جن راہوں میں چل نکلا ہوں اسی پر ہمیشہ کار آمد رہوں گا تم چڑیل ہو..... چڑیل ..... خونی ہو خونی ..... قاتل ہو قاتل ...... انسانی خون کی پیاسی ہو ...... تمہارا روکنا اب بیکار ہے۔ یہ کہہ کر میں مزار کی طرف بڑھ گیا۔ اور وہ وہاں روتی کی روتی رہ گئی اس کی حالت پر مجھے ذرا بھی ترس نہ آیا۔ اگر ترس کھا کر وظیفہ چھوڑ دیتا تو پھر آج میں زندہ نہ ہوتا قبر میں پڑا کیڑوں کی خوراک بنا ہوتا۔ نماز تہجد ادا کرنے کے بعد ایک نتیجے پر پہنچا کہ بزرگ جب تک زندہ رہے مجھے کسی چیز سے خوف نہ آیا۔ آج ہی بزرگ صاحب کو دفن کیا ہے تو آج ہی چلتے پھرتے مردے کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ میں نے بزرگ کی بات کو مذاق سمجھا تھا کہ وظیفے کے دوران خوفناک چیزیں سامنے آئیں گی۔ لیکن پتہ چلا بزرگ نے سچ فرمایا تھا۔ فجر کی نماز ادا کی تو اپنا جسم بخار کی تپش میں جلتا محسوس ہوا۔ پورا دن مزار پر بخار کی حالت میں پڑا رہا۔ چلتے چلتے مردے کا نقشہ بار بار نظروں کے سامنے آ کر مجھے خوف زدہ کر رہا تھا۔ ابھی دس دن ہوئے تھے۔ میں نے سوچا کہ میں یہ وظیفہ کسی اور سے کروا لیتا ہوں۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں رہی ہے میں تو پہلے ہی سوکھ کر کانٹا ہو چکا تھا اب یہ واقعہ دیکھ کر بخار سے اٹھ نہ سکا۔ لیکن بزرگ کی بات یاد آ گئی کہ جب تک وظیفہ کرو گے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے اور پھر میں نے کسی سے کہہ کر اپنا وظیفہ مکمل کرواتا۔ بخار اترنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ ایک بہت بڑی آزمائش میں مبتلا ہو چکا تھا۔ جوں جوں دن کی روشنی کم ہوتی رہی میرے خوف میں اضافہ ہوتا رہا۔ میں بھی اس مردے کی طرح تھا میرا رنگ بھی پیلا پڑ چکا تھا۔ میں بھی ہڈیوں کا ڈھانچا بن چکا تھا۔ کھانے پینے کو دل نہ کرتا تھا نہ ایک سوچ بار بار دماغ میں سوار ہو رہی تھی کہ چڑیل سے کنارہ کشی اختیار کرنی ہی تھی تو پیار سے اسے راضی کر لیتا۔ اور یقیناً اس نے بھی مان جانا تھا لیکن اب جو قدم میں نے اٹھایا تھا وہ بھی اگر پورا نہ کرتا تو صرف میرے اکیلے کی موت نہ ہوتی نجانے کتنے اور انسانوں کی موت ہوتی۔ میں بخار میں بھن رہا تھا کہ ایک پردہ پوش خاتون میرے قریب آئی' مجھے پانی پلایا' دلاسہ دیا' حوصلہ دیا' میرے پاؤں دبائے' سر دبایا' جو بھی مزار پر آتا' پردہ پوش خاتون کو دیکھتا اور چلا جاتا۔ نماز کا وقت ہوتا تو وہ مجھے خود مسجد کے دروازے تک چھوڑنے جاتی۔ عشاء کی نماز بھی اس کی مدد سے ادا کی اور میں اس کے حق میں دعائیں کرتا رہا۔ اس کی لمبی زندگی کی دعائیں کرتا رہا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن وہ بغیر کوئی جواب دیئے واپس لوٹ گئی۔ میں نے اپنا وظیفہ شروع کر دیا۔ آج پھر وہی کل والا منظر سامنے تھا۔ وہی لاش قبر سے باہر نکلی اور اپنے ہاتھ کفن سے نکال کر مجھے پکڑنے کی کوشش کی۔ آج پھر ڈر اور خوف سے میری چیخیں بلند ہوئیں اور میں بے ہوش ہوتے ہوتے بچا۔ آج 4 گھنٹے سے بھی زیادہ وقت لگا۔ ایک بخار کی شدت اور دوسرا اس مردے کا خوف مجھے پریشان کر رہا تھا۔ وظیفہ سے فارغ ہوا تو آج پھر نجمہ کا معصوم چہرہ سامنے تھا جو بار بار مجھ سے التجا کر رہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی کہ مجھ سے تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی جاتی۔ خدارا مجھے ختم کر دو لیکن اپنا خیال رکھو۔ اگر میں تمہاری زندگی میں کانٹا ہوں تو نکال کر دور پھینک دو لیکن اپنی گرتی ہوئی حالت کو سنبھالا دو۔ تم نے تو مجھ سے رشتہ ناطہ ہی ختم کر ڈالا ہے۔ یہ دیکھو تمہارے لئے تمہاری پسند کا کھانا لے کر آئی ہوں۔ مجھے قسم ہے خدا کی کہ اس میں نہ تو زہر ہے اور نہ ہی تمہیں نقصان پہنچانے والی کوئی اور چیز ہے' کھا لو۔ شیراز تم صبح سے بھوکے ہو' ہوش کرو' سنبھلو' چھوڑ دو یہ سب کچھ میں خود کو تمہاری غلامی میں دیتی ہوں۔ لیکن میں نے آج اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ بخار کی وجہ سے نہ تو بولا جاتا تھا اور نہ ہی چلا جاتا تھا۔ میں اسے یونہی تنہا چھوڑ کر مزار پر آ گیا۔ وہاں نماز تہجد ادا کی۔ اس کے بعد کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے زمین کے فرش پر لیٹ گیا۔ ابھی آنکھ لگنے ہی والی تھی کہ مجھے کسی نے ہلایا۔ میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں تو سامنے وہی پردہ پوش خاتون بیٹھی تھی۔ اس نے مجھے دوائی پلائی' گرم پانی پلایا اور نرم غذا کھلا کر مسجد کی طرف لے کر چلنے لگی۔ مجھے دروازے کے اندر چھوڑ کر واپس لوٹ گئی۔ میں نے مڑ کر اسے دیکھا تو وہ بوجھل قدموں سے چلتی ہوئی ایک قبر کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔ میں نے نماز ادا کی اپنی اس محسن کے حق میں دعائیں کیں اور نماز پڑھ کر باہر نکلا تو وہ میری طرف بڑھنے لگی تو میں نے انہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب قبر پر چلا گیا۔ اس نے وہاں ایک دری بچھا دی۔ یہ دری آج وہ خود اپنے ساتھ لائی تھی۔ شاید کل مجھے مٹی کے فرش پر پڑے دیکھ کر دکھ ہوا تھا۔ میں جب قریب گیا تو اس نے مجھے سہارا دے کر اس دری پر لٹا دیا اور کل کی طرح آج پھر میرا سر اور پاؤں دبانے لگی۔ نجانے وہ کب تک مجھے دباتی رہی مجھے ہوش نہ رہا۔ میں تو لیٹتے ہی سو گیا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو اس نے میرے اوپر سایہ کیا ہوا تھا کہ مجھے سورج کی دھوپ کی گرمی نہ پڑے۔ مسلسل دس دن تک ایسا ہوتا رہا اور یہ دس دن مسلسل وہ مردہ مجھے پریشان کرتا رہا۔ اس نے میری خوراک کا خاص خیال رکھا۔ اس کی وجہ سے ہی میں صحت یاب ہو گیا... وظیفہ کے 20 دن باقی رہ گئے تھے۔ آدھی منزل ختم ہو گئی تھی۔ وہ فرشتہ تھی۔ کوئی روح تھی یا پھر کوئی نیک عورت تھی۔ کون تھی.... اس نے مجھے نہ بتایا۔ میں نے اپنے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ وظیفہ سے فارغ ہو کر اس نیک عورت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا لوں گا۔ آج صبح سے کالے بادل آسمان پر چھائے ہوئے تھے اور دن کے وقت بھی رات کا سماں تھا۔ بجلی کی چمک اور بادل کی گرج سے یہ بات صاف ظاہر ہو رہی تھی کہ آج بہت زیادہ بارش ہو گی اور پھر ایسا ہی ہوا۔ وہاں بیٹھے بیٹھے بارش شروع ہو گئی قربان ہو جاؤں اس خاتون پر کہ وہ خود بھیگتی رہی لیکن مجھ پر بارش کی ایک چھینٹ بھی نہ پڑنے دی۔ بارش مسلسل زور و شور سے جاری تھی۔ لیکن وہ سایہ بن کر کھڑی رہی۔ وظیفہ میں وہ میری مدد ایسے کر رہی تھی جیسے وہ بھی چڑیلوں کے ہاتھوں اپنا سب کچھ لٹا کے بیٹھی ہو اور جب میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا تب اس کے ساتھ بھی جو ظلم ہوا تھا اس کا بدلہ لینا تھا۔ میں اس کے بارے میں مختلف خیالات اپنے ذہن و دماغ میں گھما رہا تھا۔ نہ تو وہ بات کرتی تھی اور نہ ہی میرا حال پوچھتی تھی شاید وہ میرے حال سے واقف تھی تبھی تو دن رات سائے کی طرح میرے ساتھ تھی۔ بارش میں وہ مجھے نمازیں پڑھواتی رہی اور جب رات گہری ہو گئی تو بارش آہستہ آہستہ رکنے لگی اور کچھ دیر بعد آسمان پر صرف بادل ہی تھے' بارش نہ تھی۔ اس پردہ پوش خاتون نے آخری دفعہ میرے پاؤں دبائے اور جدھر سے آئی تھی ادھر لوٹ گئی۔ میں اس سے زیادہ بات اس وجہ سے بھی نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میرے وظیفہ میں خلل نہ پڑے اور دوسرا نجانے وہ کس مقصد کی خاطر میری خدمت کر رہی تھی اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میرے منہ سے کوئی ایسی ویسی بات نکل جاتی جس سے اس کے دل کو ٹھیس پہنچتی اور یوں دوبارہ کبھی نہ آتی۔ جوں جوں وظیفہ کا وقت قریب آ رہا تھا اس لاش کا خوفناک چہرہ مجھے خوفزدہ کر رہا تھا۔ ایک خیال آیا کہ میں اپنی جگہ تبدیل کر کے کسی اور جگہ وظیفہ کر لوں تاکہ اس قبر سے دور رہوں۔ نجانے میں قبر کا مردہ زندہ دفن کر دیا گیا تھا۔ جو ہر رات قبر سے باہر آ جاتا تھا۔ اگر یہ زندہ دفن ہوتا تو پھر دن کو باہر کیوں نہیں آتا۔ اسے صرف رات کو ہی باہر آنا تھا۔ ادھر نجمہ کی باتیں مجھے پریشان کر رہی تھیں کہ شیراز تم صرف مجھے مارنے کی خاطر اپنی بیوی کو مارنے کی خاطر اتنی لمبی جدوجہد کر رہے ہو۔ ارے حکم کرو تو میں تمہارے سامنے ہی خود کو ختم کر لوں۔ اس کی باتیں بھی درست تھیں۔ میں تو اسے اور اس کے قبیلے والوں کا خاتمہ چاہتا تھا اور شاید اس میں میری اپنی انا کا مسئلہ تھا کہ اس سے ہر حال میں اپنا بدلہ لینا تھا۔ یہ تمام سوچیں میرے ذہن و دماغ میں انتشار برپا کئے ہوئے تھیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں کیا نہ کروں۔ ایک خیال آیا کہ آج ہی میں یہ

کام ادھورا چھوڑ دیتا ہوں اور مسجد سے قبرستان جانے کی بجائے گھر چلا جاتا ہوں اور اپنی بیوی سے کہتا ہوں کہ اپنے قبیلے کو ہمراہ لے کر یہاں سے نکل جاؤ اور کبھی واپس نہ آنا اور یقیناً وہ میری بات مان بھی جاتی اور ویسے بھی بخار کی وجہ سے کمزوری اتنی بڑھ چکی تھی کہ زیادہ دیر بیٹھنا بھی دشوار لگتا تھا۔ بس یہی دل کرتا تھا کہ دن رات سکون سے لیٹا رہوں کوئی بلائے چلائے نہ۔ دوسری طرف جب پردہ پوش خاتون کا خیال آیا تو میں مسجد میں بیٹھے بیٹھے اٹھ کھڑا ہوا اور وظیفہ والی جگہ کی طرف چلنا شروع کر دیا کیونکہ اس نے میری اتنی خدمت کی تھی اس لئے جو بھی مسئلہ تھا میں نے ہر حال میں پورا کرنا تھا۔ جب اپنے وظیفے پر بیٹھ گیا تو میرا دھیان اس قبر پر تھا کہ ابھی وہ قبر پھٹے گی اور وہ مردہ باہر نکلے گا اور پھر مجھے پکڑنے کی کوشش کرے گا لیکن شاید آج وہ بھی تھک چکا تھا۔ آج قبر سے باہر ہی نہ آیا اور میں سکون سے وظیفہ کرتا رہا لیکن ایک گھنٹہ ہی گزرا ہوگا کہ ایک اور چیز نے مجھے چونکا کے رکھ دیا۔ اب اس قبر کے ساتھ والی قبر پھٹی۔ اس سے ایک منہ اوپر نکلا۔ یہ منہ صرف ایک لمبی ہڈی کے سہارے کھڑا تھا۔ جسم کا نام و نشان نہ تھا اور چہرہ نیچے صرف ایک لمبی ہڈی اور پھر بار بار گردن گھما کر مجھے گھورنے لگا۔ اس کی وحشت زدہ آنکھوں سے مجھے خوف آنے لگا جب تک وہ قبر پر کھڑا رہا۔ میں اسے دیکھتا رہا لیکن جب اس نے میری طرف رخ کر کے چلنا شروع کر دیا تو میں نے چیخنا شروع کر دیا اور اونچی آواز میں وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا کہ وہ کسی طریقہ سے واپس مڑ جائے لیکن وہ آنکھیں پھاڑے مسلسل میری طرف ہی بڑھ رہا تھا۔ میرا ہاتھ جائے نماز پر پڑ چکا تھا جسے اٹھا کر میں بھاگ جانا چاہتا تھا۔ میری یہ حرکت دیکھ کر وہ مزید قریب آنے لگا۔ خوف سے پسینہ ایسے زمین بھگو رہا تھا جیسے آج بارش آسمان سے نہیں میرے جسم سے ہو رہی ہو۔ وہ میرے آگے پیچھے چکر لگانے لگا۔ میں نے آنکھیں بند کر لی اور وظیفہ مزید بلند آواز میں پڑھنا شروع کر دیا۔ میرا دھیان وظیفے سے زیادہ اس کھوپڑی پر تھا جو بالکل صحیح سلامت تھی پھر اچانک وہ پردہ پوش خاتون قبرستان میں ظاہر ہوئی تو وہ سر بھاگتا ہوا قبر میں گھس گیا۔ قبر بند ہو گئی وہ پردہ پوش خاتون میری طرف بڑھنے لگی۔ اسے دیکھ کر میری جان میں جان آ چکی تھی لیکن اس کھوپڑی کی خونخوار آنکھیں ابھی تک دل کو خوفزدہ کئے ہوئے تھیں۔ وظیفہ ختم ہوا تو میں جائے نماز پر ہی گر گیا۔ وہ پردہ پوش خاتون میرے قریب آ چکی تھی۔

اس نے آتے ہی میرے جسم سے پسینہ صاف کیا اور اپنی چادر کے ایک پلو سے میرے جسم کو ہوا دینے لگی۔ جب مجھے کچھ ہوش آیا تو اس نے مجھے سر سے پکڑ کر اٹھایا، پانی پلایا، کھانا کھلایا۔ آج اس نے میٹھے چاول پکائے تھے اور یہ میٹھے چاول (زردہ) میری کمزوری تھی۔ میں منٹوں میں دو پلیٹیں ہضم کر گیا۔ جب کھانا کھا چکا تو وہ مجھے لے کر مزار تک آئی۔ جہاں میں نے نماز تہجد ادا کی اور مسجد چلا گیا۔ وہاں جا کر صبح کی نماز ادا کی۔ جب باہر آیا تو وہ پردہ پوش خاتون وہاں نہ تھی۔ کہاں چلی گئی تھی۔ شاید اسے کوئی کام پڑ گیا تھا۔ تبھی تو آج وہ وقت سے پہلے کھانا لے آئی تھی۔ خیر میں نے اس کے بارے میں زیادہ سوچنا نہ میں چاہتا تھا۔ مزید دن گزر جائیں۔ تب اس سے مکمل تفصیل سے بات چیت ہو گی۔ آج وہ پورا دن نہ آئی۔ مغرب کی نماز ادا کی تو اسے وظیفے والی جگہ بیٹھے ہوئے اپنا منتظر پایا۔ میں جب اس کے قریب گیا تو وہ میرے احترام میں اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے ویسے ہی پوچھ لیا۔ خیریت تو تھی کہ آج آپ پورا دن نہیں آئیں یا گھر میں مہمان وغیرہ تو نہیں آ گئے تھے یا پھر کوئی اور وجہ تھی۔ میری بات کا اس نے جواب نہ دیا۔ بس خاموشی سے کھانا نکالا اور میرے سامنے رکھ دیا۔ جو میں نے بہت مزے سے کھایا۔ کل صبح ویسے ہی میرے منہ سے بات نکل گئی تھی کہ میٹھے چاول تو میری کمزوری ہیں۔ شاید میری یہ بات اس نے اپنے دل میں بٹھا لی تھی اور دو کی بجائے چار پانچ پلیٹیں میٹھے چاول لے کر آئی۔ جو میں کھاتا رہا، صبح کا کچھ کھایا نہ تھا۔ بھوک بھی شدت کی تھی۔ غالباً" تین پلیٹیں چاول ہڑپ گیا۔ وہ مجھے کھاتے دیکھ کر خوش ہوتی تھی، کھانے سے فارغ ہو کر میں نے قبرستان میں ہی ٹہلنا شروع کر دیا اور وہ بھی میرے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ میں نے کہا۔ آج گھر نہیں جاؤ گی۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ میں سمجھ گیا کہ آج وہ دن بھر غیر حاضر رہی تھی۔ اس لئے اپنی ڈیوٹی رات کو دے کر اپنا فرض پورا کر لینا چاہتی تھی۔ آج میں بہت خوش تھا کیونکہ رات کو میں نے دیکھ لیا تھا کہ اس کو دیکھتے ہی وہ سر قبر میں گھس گیا تھا۔ آج کوئی ایسی ویسی بات نہ ہوئی تھی اور ایسا ہی ہوا۔ پوری رات مجھے کچھ نہ ہوا۔ کوئی بھی مردہ ظاہر نہ ہوا۔ آج بہت سکون سے اپنا وظیفہ مکمل کیا۔ اس کے بعد میں تہجد کی نماز کے لئے مزار کے قریب اپنی مخصوص جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ اور وہاں سے سیدھا مسجد چلا گیا۔ جب واپس آیا تو یہ چیز دیکھ کر حیران رہ گیا کہ قبرستان میں میرے وظیفے کی جگہ کے قریب ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خیمہ لگا ہوا ہے اور وہ اس میں بیٹھی قرآن پاک پڑھ رہی ہے۔ اسے قرآن پاک پڑھتے دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہوا۔ آج پہلے دن میں نے اس کے ننگے ہاتھ دیکھے تھے۔ جن سے وہ قرآن پاک کے صفحات الٹتی تھی۔ ان ہاتھوں سے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ حسین و جمیل لڑکی ہے۔ عمر میں 25 سال سے زیادہ نہ لگتی تھی۔ نجانے کن مجبوریوں کی وجہ سے وہ خود کو تنہا تصور کر رہی تھی اور کس چیز کا بدلہ لینے کے لئے وظیفے میں میری مدد کر رہی تھی۔ جب میں اس کے قریب گیا تو اس نے قرآن پاک کو بند کر دیا اور کھڑی ہو گئی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی قبرستان سے باہر نکل گئی۔ میں اس کی ہمت کی داد دے رہا تھا۔ کہ وہ ایک نڈر اور بہادر لڑکی تھی۔ پہلے پہل تو مجھے بھی رات کو قبرستان سے خوف آیا تھا، لیکن قبرستان میں سے خوف نہ آتا تھا۔ ہاں مردوں سے بہت خوف آتا تھا۔ مردے کو اگر دیکھ لیتا تھا تو رات بھر سو نہ سکتا تھا۔ پوری پوری رات مرنے والا مجھے گھر کے کونے کونے سے چلتا نظر آتا۔ اور خیال خیال میں ہی مجھے ڈراتا تھا اور چڑیلوں سے اب خوف نہ آتا تھا۔ میں بہت عرصہ چڑیلوں میں رہ چکا تھا۔ بلکہ کافی عرصہ چڑیل میرے گھر رہ چکی تھی۔ یہ بات میں مانتا ہوں کہ نجمہ کی شکل و صورت اس کا معصوم چہرہ میں کبھی نہ بھلا سکتا تھا۔ اس سے شدید محبت کرتا تھا لیکن جب چڑیل کا خیال آتا تو دل میں خوف طاری ہو جاتا کہ وہ مجھے کسی بھی وقت اپنے پنجوں میں جکڑ سکتی تھی کیونکہ آگ اور مٹی کا بندھن بہت مشکل ہوتا ہے۔ وہ آتشی مخلوق تھی اور میں مٹی کا بنا ہوا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر نجمہ سے دشمنی کی وجہ یہ تھی کہ نجانے اس نے کتنے انسانی گھروں کا سکون برباد کیا ہو گا۔ کتنی ماؤں سے ان کے جوان بیٹے اپنے خون میں رنگے ہوں گے۔ کتنے بچوں کو باپ کے سائے سے محروم کیا ہو گا۔ کتنی جوان بیویوں کو بیوہ کیا ہو گا۔ کتنے بچے یتیم کئے ہوں گے۔ یہ خیال میرے دل پر کالے ناگ کی طرح ڈنگ لگاتا اور اسے ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کا ارادہ کر لیتا۔ خدا خدا کر کے ایک مہینہ گزر گیا۔ میں منزل پر چڑھتا رہا تھا۔ آج پھر موسم ابر آلود تھا۔ بادل آسمان پر بکھرے ہوئے تھے۔ کبھی سورج کی روشنی زمین کو روشن کرتی تو کبھی بادل سورج کو اپنے گھیرے میں لے لیتے اور یوں چند گھنٹوں کے اندر اندر درختوں کے لہرانے سے معلوم ہو رہا تھا کہ آندھی طوفان آنے والا ہے۔ اور پھر جلدی تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ جو ایک بہت بڑے طوفان کا روپ اختیار کر گئیں۔ میرا خیمہ اکھڑ گیا اور نجانے کہاں غائب ہو گیا۔ میں بھی طوفان کی وجہ سے قبروں کے اوپر جا گرا اور پھر ایک درخت کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کھڑا ہو گیا۔ طوفان نے بھی جیسے آج ہی آنا تھا۔ جس درخت کو میں کلاوے میں لئے کھڑا تھا وہ جڑ سے اکھڑ گیا۔ خدا کا شکر تھا کہ میں بچ گیا۔ اگر میں اس کے نیچے آ جاتا تو میرے سر سے دماغ نکل کر اور کچھ نہ تھا۔ گز کے فاصلے پر ضرور گرتا تھا۔ لیکن ابھی خدا نے میری زندگی لکھی ہوئی تھی، سوچ گیا۔ ابھی طوفان ختم بھی نہ ہوا تھا کہ بوندا باندی شروع ہو گئی میں ایک گھنے درخت کو مضبوطی سے پکڑ کر کھڑا رہا۔ اس طوفان سے مجھے زور زور سے قہقہوں کی آوازیں آنے لگیں۔ جن سے مجھے ذرا بھی خوف نہ آیا کیونکہ چڑیلوں وغیرہ سے میں خوفزدہ ہونے والا نہ تھا۔ طوفان کا زور کم ہوا تو غیبی آوازیں آنا بھی بند ہو گئیں اور آوازوں کے بند ہوتے ہی مجھے دور سے ایک سیاہ ریچھ قبرستان کے اندر کی طرف بھاگتا ہوا نظر آیا۔ اس ریچھ کو دیکھ کر میری سانس اندر کی اندر ہی رہ گئی۔ ریچھ کا رخ میری طرف ہی تھا۔ میں بھاگ کر ایک درخت پر چڑھ گیا اور ریچھ بھی اس درخت کے نیچے آ کر کھڑا ہو گیا اوپر چڑھنے کی اس نے بہت کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ مجھے دیکھ کر ایسے چنگاڑ رہا تھا جیسے وہ صدیوں سے بھوکا ہو اور ایک عرصہ بعد اسے شکار ملا ہو۔ ادھر عشاء کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ ادھر نیچے ریچھ کی صورت میں میری موت کھڑی تھی۔ میں خدا سے دعائیں مانگنے لگا کہ یا اللہ میری مدد فرما..... خدا نے میری دعا فوری قبول کر لی اور اس روشنی میں میں نے اس پردہ پوش خاتون کو قبرستان کی حدود میں داخل ہوتے دیکھا۔ جس کے دونوں ہاتھوں میں نجانے کیا کیا چیزیں تھیں۔ ریچھ نے اسے دیکھا تو ایک چھلانگ اس کے اوپر لگائی جس سے وہ بمشکل بچی۔ اس نے تمام سامان زمین پر رکھ دیا۔ ریچھ نے دوبارہ حملہ کیا تو وہ ایک بار پھر اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب ہو گئی۔ جب تیسری بار اس نے پردہ پوش خاتون پر حملہ کیا، چھلانگ لگائی۔ جتنی پھرتی سے ریچھ نے چھلانگ لگائی اتنی ہی پھرتی سے پردہ پوش خاتون نے اس کی گردن کو دبوچ لیا۔ ریچھ اس کی پوری طرح گرفت میں تھا۔ بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن اس خاتون نے اس کی گردن نہ چھوڑی۔ اس کے ساتھ ہی وہ ریچھ آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونا شروع ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دھوئیں کی شکل میں غائب ہو گیا۔ میں بھی درخت سے نیچے اتر آیا تھا۔ اس کی

بہادری دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گیا اور اس کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے دوبارہ اپنا سامان اٹھایا اور میری طرف بڑھنے لگی۔ میں نے اسے سلام کیا تو مجھے جواب نہ آیا۔ ہو سکتا تھا کہ اس نے دل ہی دل میں جواب دے دیا ہو۔ یا یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ بولنے کی قوت سے معذور ہو۔ میں چپ ہو گیا... اس نے اپنا سامان زمین پر رکھا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے سامان میں وہی خیمہ موجود تھا جو طوفان سے اکھڑ کر اڑ گیا تھا۔ تیز بارش کی وجہ سے اور بجلی کے چمکنے اور بادل کے گرجنے کی وجہ سے میں خوفزدہ تھا۔ جسے وہ بخوبی سمجھ چکی تھی۔ اس نے اسی طرح وہ خیمہ لگا دیا۔ میں بھی کتنا پتھر انسان تھا کہ اس کی ذرا بھی مدد نہ کی۔ حالانکہ میری طرح وہ بھی بارش سے بھیگ رہی تھی۔ لیکن ساتھ ساتھ کام بھی کرتی جا رہی تھی۔ خیمہ تیار ہو گیا تو اس میں گھس گیا۔ اس نے میرے اوپر کمبل دیا جس سے میں سردی سے بچنے لگا کھانا میرے سامنے رکھا اور واپس لوٹ گئی۔ اس کے کپڑوں پر خون کے نشان تھے جو غالباً" ریچھ سے مقابلہ میں لگے تھے۔ میں نے پوچھا تو وہ خاموش رہی اور جن راہوں سے آئی تھی انہی راہوں سے واپس لوٹ گئی۔ میں نے کھانا لپیٹ کر رکھ دیا اور بھیگتا ہوا مسجد کی طرف چل پڑا۔ اس طوفانی بارش میں کوئی نمازی بھی مسجد میں موجود نہ تھا۔ میں اور امام صاحب دونوں موجود تھے۔ دونوں نے ہی نماز ادا کی۔ اور جب نماز سے فارغ ہوا تو اپنے خیمہ کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی قبرستان میں داخل نہ ہوا تھا کہ خیمہ کو دیکھ کر وہیں رک گیا بجلی کی چمک سے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ خیمے سے باہر ایک چارپائی بچھی ہے اور اس پر ایک کفن پوش لاش پڑی ہے میں اسے دیکھ کر ڈر گیا۔ دوبارہ بھاگ کر مسجد میں گیا۔ امام صاحب کو بتانے ہی والا تھا کہ بزرگ صاحب کی باتوں کا خیال آ گیا۔ بیٹا وظیفہ کے دوران تمہیں بہت چیزیں ظاہرا" ڈرائیں گی لیکن اپنے وظیفے کا اور ان چیزوں کا ذکر نہ کرنا۔ ورنہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ یہ خیال آتے ہی میری بات زبان کی زبان میں ہی رہ گئی۔ مولوی صاحب بولے آپ کچھ کہنے والے تھے۔ تو میں نے جواب دیا ہاں بارش کی بات کرنے والا تھا کہ باہر زوروں کی بارش ہے اور ساتھ ہی مسجد سے باہر نکل آیا۔ چارپائی پر مردہ ابھی تک موجود تھا میں نے خدا کا نام لیا اور قبرستان میں داخل ہو گیا میں چلتا گیا اور مردہ چارپائی سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور میری طرف خونخوار آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ پہلے تو میں واپس بھاگنے والا تھا لیکن ادھر وظیفہ کا وقت ہونے والا تھا۔ سوچا جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ جب اور زیادہ قریب ہوا تو مردہ چارپائی سمیت غائب ہو گیا۔ میں نے جا کر کھانا کھایا اور پھر وظیفہ والی جگہ پر بیٹھ کر بھیگتے ہی وظیفہ کیا۔ آج کوئی اور چیز نظر نہ آئی تھی البتہ آسمانی بجلی کی تیز روشنی اور بادلوں کے خوفناک گونجنے کی آوازیں دل کو ہلا رہی تھیں۔ ایسے جیسے آسمانی بجلی ابھی میرے اوپر گرے گی اور مجھے دو ٹکڑوں میں بانٹ کر واپس لوٹ جائے گی۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ آج کی رات کا بھی وظیفہ مکمل ہو گیا۔ اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ جس نے مجھے اتنی ہمت دی تھی۔ اب میں تہجد کی نماز کے لئے مزار کی طرف بڑھنے لگا تو قبر کے قریب نجمہ کو خستہ حال کپڑوں میں روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ مرجھائے چہرے میں پایا۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر دونوں ہاتھ جوڑے میرے قدموں میں بیٹھ گئی۔ شیراز خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔ میں تمہاری ہمیشہ غلامی میں رہوں گی۔ تمہاری حالت دیکھ دیکھ کر میرا دل ٹوٹ رہا ہے۔ خود کو سنبھالو۔ کبھی تمہاری زندگی میں دخل نہ دوں گی۔ لیکن تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی جاتی۔ شیراز بہت محبت کرتی ہوں میں تم سے۔ بہت چاہتی ہوں تمہیں۔ شیراز جب تم نے پہلی دفعہ میرے ساتھ سفر کیا تھا۔ اس دن سے تمہیں اپنانے کے خواب دیکھنے لگی تھی اور پھر کافی عرصہ تک تمہاری ہمسفر رہی۔ تمہارے ساتھ گھومتی پھرتی رہی اور اپنے آپ کو ہواؤں میں اڑتی محسوس کرتی رہی اور آج .... میری جان .... آج تم میری جان کے دشمن بن بیٹھے ہو۔ میں یہ نہیں کہتی کہ مجھے نہ مارو۔ مجھے میرے کئے کی سزا ملنی چاہئے۔ میں مرنے کو تیار ہوں لیکن آپ کو اس حالت میں دیکھ کر تڑپ جاتی ہوں۔ کہاں محلات میں رہتے تھے اور کہاں ایک خیمہ میں بھیگ رہے ہو۔ دنیا سے کٹ کر رہ رہے ہو۔ آؤ شیراز واپس لوٹ آؤ ..... دوبارہ سب کچھ بھول کر ایک نئی زندگی کا آغاز کریں .... جس میں خوشیاں اور رونقیں ہوں۔ میں تمہاری خاطر اپنا پورا قبیلہ چھوڑنے کا وعدہ کرتی ہوں اور میرے ہوتے ہوئے میرے قبیلے کا کوئی بھی شخص تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں وعدہ کرتی ہوں تمہاری داسی بن کر رہوں گی۔ آپ کے اشاروں پر چلوں گی آپ کی خوشی کی خاطر زمانے بھر سے لڑوں گی لیکن .... خدا کے لئے .... نجانے اور کیا کیا کہتی میں اسے روتا ہوا چھوڑ کر آگے مزار کی طرف بڑھ گیا اور وہاں جا کر پیچھے دیکھا تو وہ اپنے گھٹنوں میں سر چھپائے روئے جا رہی تھی۔ اس کے

بعد وہ غائب ہو گئی ..... تہجد کی نماز میں اس کے آنسو مجھے تڑپاتے رہے۔ اس کی معصوم صورت نظروں کے سامنے گھومتی رہی۔ خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس کے آنسوؤں میں حقیقت تھی یا فریب۔ مگرمچھ کے آنسو تھے یا سچے موتی بکھر رہے تھے۔ وہ کیوں میرے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئی تھی۔ سچے دل سے معافی مانگ رہی تھی یا پھر .... تہجد کی نماز انہی خیالوں میں گزر گئی۔ کتنے سجدے کئے۔ کیا کیا پڑھا کچھ معلوم نہیں۔ ایک دل چاہا کہ پردہ پوش خاتون کو تمام حقیقت بتا کر جواب لوں گا کہ اس کو معاف کر دوں یا سزا دوں .... لیکن اس سے بات کرنا بھی فضول تھا یہ بات تو وہ سن لیتی تھی لیکن جواب نہیں دیتی تھی۔ اس نے آج تک یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ کون ہے، کہاں سے آئی ہے، کس مقصد کے تحت میری خدمت کر رہی ہے۔ مجھ سے کیا رشتہ ہے ... میری دیکھ بھال کو اپنے اوپر کیوں لازم قرار دے چکی ہے ..... پوری نماز انہی سوچوں میں گزر گئی۔ پھر میں مسجد کی طرف بڑھنے لگا۔ ادھر میں نماز کی خاطر مسجد کی طرف جا رہا تھا۔ تو دوسری طرف سے وہ پردہ پوش خاتون سامان اٹھائے قبرستان کی حدود میں داخل ہو رہی تھی۔ بارش سے بھیگی ہوئی، وہ کیچڑ سے بچتی بچاتی خیمہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ میں نے فجر کی نماز ادا کی اور پھر خیمہ کی طرف بڑھنے لگا۔ مسلسل بارش میں رہنے سے آج پھر جسم میں کپکپی طاری ہو گئی تھی۔ سردی اور بارش سے پورا جسم کانپ رہا تھا۔ میں خیمہ کے قریب پہنچا تو وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور جب میں خیمہ کے اندر داخل ہو گیا تو اس نے مجھے لیٹ جانے کا اشارہ کیا۔ میں لیٹ گیا تو اس نے کمبل میرے اوپر دے دیا اور میرا سر دبانا شروع کر دیا۔ میں سردی سے تڑپتا رہا اور وہ اپنے ہاتھوں کی تپش سے میری سردی کو دور کرنے میں مصروف تھی۔ نجانے کب بخار ہوا، کب سویا، کچھ علم نہیں۔ جب اس نے مجھے ہلایا تو میں اٹھا۔ منہ سے کمبل ہٹایا تو باہر سورج کی دھوپ نظر آئی۔ ظہر کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ میں اٹھا تو اس نے میرے سامنے کھانا رکھا جو گرم گرم تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ دوبارہ گھر گئی ہو گی اور وہاں سے دوبارہ کھانا تیار کر کے لائی ہے۔ بخار کی وجہ سے زیادہ کچھ نہ کھایا گیا جتنا جی چاہا کھا لیا باقی کا چھوڑ کر مسجد میں آ کر نماز ادا کی۔ خدا کے فضل سے اب وظیفہ ختم ہونے میں تین دن باقی رہ گئے تھے اب میں بھی دل میں ایک انجانی خوشی محسوس کر رہا تھا کہ اپنی منزل سے صرف دو تین قدم کے فاصلے پر تھا۔ آج میرا دل چاہ رہا تھا کہ اپنے بزرگ کی قبر پر جا کر سلام کروں۔ اپنی خوشی کا اظہار کروں۔ یہ سوچ کر میں نے پیدل چلنا شروع کر دیا۔ مجھے دنیا کا کام بھی تو کوئی نہ تھی اور نہ ہی جلدی تھی۔ وقت گذارنا تھا۔ چاہے ایک جگہ بیٹھ کر گزار لیتا۔ چاہے گھوم پھر کر گزار لیتا۔ جب وہاں پہنچا تو ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ پہلے میں نے نماز ادا کی پھر قبرستان گیا میں نے بزرگ صاحب کی قبر کو بوسہ دیا اور خدا تعالیٰ سے ان کے لئے خصوصی دعا کی۔ ان کی قبر سے جیسے جیسے مجھے خوشبو آتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ تھے بھی بہت نیک بزرگ، بہت سادہ زندگی بسر کی تھی انہوں نے۔ عصر تک وہاں قبر پر ہی رہا۔ اس کے بعد واپس لوٹ آیا۔ جب رات کے سائے گہرے ہو گئے تو میں اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ خیمہ میں پردہ پوش خاتون کھانا رکھے میری منتظر تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے بعد کھانا میرے سامنے سجا دیا جو میں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور پھر عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر وظیفہ کرنے لگا۔ آج نجانے کیا بات تھی کہ میں وظیفہ کرتا رہا اور پردہ پوش خاتون پہرہ دیتی رہی شاید وہ جانتی تھی کہ آج کچھ ہونے والا ہے۔ ابھی ایک گھنٹہ گزرا ہوا گا کہ ایک ڈھانچہ دور کی قبر سے نکلا اور میری طرف بڑھنے لگا۔ اس پردہ پوش خاتون نے ایک جھٹکے سے اسے پکڑا۔ تو وہ زندہ انسانوں کی طرح تڑپنے لگا اور پھر ایک دھوئیں کی صورت میں غائب ہو گیا۔ اس کے غائب ہونے کے کچھ دیر بعد ہی دو سفید کپڑوں میں انسان قبرستان میں داخل ہونے لگے۔ لیکن خاتون کو دیکھ کر واپس مڑ گئے۔ یہ منظر ختم ہوا تو میرے سامنے والی قبر کھل گئی۔ اس سے پہلے کہ مردہ باہر نکلتا خاتون قبر کے اوپر کھڑی ہو گئی جس سے قبر دوبارہ بند ہو گئی۔ میں وظیفے کے دوران اس خاتون کے بارے میں سوچنے لگا یا تو جو وظیفہ میں کر رہا تھا اس خاتون نے بھی کیا ہو گا کہ ہر چیز اس سے ڈرتی تھی یا پھر یہ نوری مخلوق ہو سکتی تھی۔ جو آتشی مخلوق پر غالب آ جاتی تھی۔ اگرچہ دونوں چیزیں نہ تھیں تو پھر ضرور بہادر باپ کی بہادر بیٹی ہو گی۔ انہی سوچوں میں میرا وظیفہ ختم ہو گیا۔ میرا وظیفہ ختم ہوا تو اس خاتون نے قبرستان سے باہر جانے کے لئے چلنا شروع کر دیا کیونکہ اب وہ جان چکی تھی کہ مجھے کسی چیز کا خوف یا ڈر نہیں ہے۔ وہ چلی گئی تو میں نے تہجد کی نماز دربار کے قریب ادا کی اس کے بعد مسجد میں فجر کی نماز ادا کی اور یوں خیمہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں آکر سو گیا۔ کب تک سویا رہا مجھے ہوش نہیں جب اٹھا تو کھانا پڑا ہوا تھا لیکن خاتون قبرستان میں موجود نہ تھی۔ میں نے کھانا کھایا اور نماز کے لئے مسجد کی طرف چل پڑا۔ صرف دو دن باقی تھے۔ اس کے بعد میرا کام ختم ہونے والا تھا یہ دن بھی گزر گیا آج پورا دن وہ خاتون نہ آئی۔ نماز عشاء بھی ادا کی لیکن خاتون نہ آئی۔ خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے گھر مہمان وغیرہ آگئے ہوں گے ورنہ وہ ضرور آتی۔ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ وہ قبرستان میں داخل ہوتی نظر آئی۔ اور میرے سامنے ادب سے کھڑی ہو گئی اس کے بعد کھانا میرے سامنے رکھا۔ اور خود مجھ سے کچھ دور جا کر ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ اس کی حالت دیکھ کر میں جان گیا کہ کل رات مسلسل جاگنے کی وجہ سے اس کی طبیعت خراب تھی اس لئے پورا دن نہیں آئی۔ اب کچھ طبیعت سنبھلی ہو گی تو آئی ہے۔ میں نے کھانا کھا لیا تو اس نے برتن اٹھائے اور چلی گئی۔ واقعی آج اس کی چال سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ تھکی تھکی ہے۔ اس بیچاری نے بہت خدمت کی تھی میری۔ خدا تعالیٰ اسے واقعی اس کے مقصد میں کامیاب کرے۔ اس کو خوشیوں بھری لمبی زندگی سے نوازے۔ اس کے دکھوں، غموں، پریشانیوں کو دور کرے۔ میں نے اس کے حق میں ہاتھ اٹھا کر خدا تعالیٰ سے خصوصی دعائیں کی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اپنا وظیفہ شروع کر دیا۔ ابھی وظیفہ شروع ہی کیا تھا کہ تیز طوفان آ گیا حالانکہ آسمان پر نہ تو بادل تھے اور نہ ہی طوفان والا موسم تھا۔ یہ طوفان اتنا شدید تھا کہ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں میں اپنی جگہ سے اڑ ہی نہ جاؤں۔ اگر اپنی جگہ سے ہٹ جاتا تو یقیناً میرا خاتمہ ہو جاتا۔ بہت مشکل سے خود کو سنبھال کر رکھا اور طوفان میں ہی اتنی رات گئے کچھ لوگ چارپائی پر ایک میت لے کر آتے ہیں لیکن طوفان کا مقابلہ نہ کرتے ہوئے گھروں کو بھاگ گئے۔ اس اندھیرے میں اکیلی میت کو دیکھ کر میرے پسینے چھوٹنے لگے۔ تیز آندھی کی وجہ سے اس کے جسم سے کفن اڑ رہا تھا اور یہاں تک کہ اوپر سے تمام جسم ننگا ہو گیا تو میری ایک زوردار چیخ نکلی لیکن میں بے ہوش نہ ہوا۔ اس کے جسم سے لمبے لمبے بال ہوا میں ایسے اڑ رہے تھے جیسے ابھی وہ میت اٹھے گی اور مجھے دبوچ لے گی۔ اور پھر ایسا ہی ہوا ایک تیز جھونکے سے چارپائی الٹ گئی اور خالی چارپائی درختوں سے ٹکراتی ہوئی دور چلی گئی۔ اور وہ میت اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی چارپائی ڈھونڈنے لگی۔ میں یہ منظر دیکھ کر پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔

آخر کار اس نے اپنی چارپائی تلاش کر لی اور دوبارہ بچھا کر اوپر لیٹ گئی۔ اب اس نے اپنا منہ میری طرف کر لیا اور پوری آنکھیں کھول دیں۔ میں خوف سے وظیفہ بلند آواز میں پڑھنے لگا۔ طوفان ختم ہوا تو وہ لوگ اک ایک دو دو کرتے ہوئے دوبارہ چارپائی کے پاس آ گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے دفن کرتے اس نے ایک آدمی کو دبوچ لیا اور اسے لے کر کھودی ہوئی قبر میں چلا گیا۔ یہ دیکھتے ہی وہ تمام لوگ چیخیں مارتے ہوئے قبرستان سے بھاگ نکلے۔ کھلی قبر سے کفن اڑ کر باہر آ گیا اور ایک درخت سے جا کر لٹک گیا۔ چند منٹ بعد وہ میت باہر نکلی جس آدمی کو میرے قریب پھینک کر قبر کے اندر گھس گیا۔ کچھ دیر بعد ہاتھ میں لمبی لمبی چھریاں پکڑے جب میری طرف بڑھنے لگا تو میری خوف کے مارے دوبارہ چیخ نکل گئی میں نے اب مزید بلند زبان میں پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ خاتون میرے لئے آج پھر فرشتہ بن کر آئی۔ میرے آس پاس کا منظر دیکھ کر میری طرف بھاگی۔ اور دونوں میتوں کے گلے میں مضبوطی سے ہاتھ ڈال دیئے۔ دونوں میتیں تڑپنے لگیں اور پھر ایک دھوئیں کی صورت میں اڑ گئی۔ میں سمجھ گیا کہ دونوں مردے نہ تھے۔ جنات تھے اور جو انہیں دفنانے آئے تھے وہ بھی جنات تھے۔ صرف مجھے خوفزدہ کرنے آئے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے اس خاتون کو میری مدد کے لئے بھیج دیا تھا ورنہ آج نجانے منزل پر پہنچ کر ایسا گر تا کہ میری ہڈیاں بھی چڑیلیں نوچ لیتیں۔ یہ سب خدا کے کرم سے اور اس بہادر خاتون کی وجہ سے میں صحیح سلامت تھا۔ وظیفہ ختم ہوا تو میں نے اس کی اس عظیم نیکی کا شکریہ ادا کرنے کے لئے جذبات میں آ کر اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر بوسہ دینا چاہا تو وہ بھاگ گئی۔ شاید وہ نہیں چاہتی کہ اس کی اس حرکت کی وجہ سے میرا وظیفہ الٹ نہ ہو جائے۔ مجھے اپنے اس فعل سے بعد میں بہت غصہ آیا کہ مجھے ایسے نہیں کرنا چاہئے تھا۔ نماز تہجد بھی اسی سوچ میں گزر گئی.... فجر کی نماز ادا کی تو قبرستان میں اس خاتون کو اپنا منتظر پایا۔ میرے ادب میں وہ پھر کھڑی ہو گئی۔ میں نے رات والی حرکت کی معافی مانگی اور کہا کہ بخدا میری نیت میں فتور نہ تھا اور نہ ہی میں کوئی غلط قدم اٹھانا چاہتا تھا۔ اگر آپ نہ آتی تو میں آج ختم ہو چکا ہوتا۔ مر گیا ہوتا۔ آپ کی وجہ سے مجھے زندگی ملی ہے اور میں اسی خوشی کی خاطر یہ سب کر رہا ہوں۔ میری اس بات پر وہ رو

دی اور میرے دونوں ہاتھوں کو اس نے پکڑ کر بوسہ دیا اور کھانا چھوڑ کر واپس چلی گئی۔ میں حیران رہ گیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ شاید میرے اس فعل سے میری توہین تھی۔ اس کی نظروں میں نجانے میرا کتنا بلند مقام تھا کہ میری بجائے خود میرے ہاتھوں پہ بوسہ دے گئی اب میرا دل اس کی دکھی کہانی سننے کو مچلنے لگا۔ کن کن مراحل سے گزر کر وہ یہاں تک پہنچی اور مجھے اپنے نزدیک کیا مقام دے رکھا ہے۔ مجھ سے کیا ناطہ قائم کرنا چاہتی ہے۔ صرف آج رات کی بات تھی۔ میں نے اس خاتون سے شادی کرنے کا پروگرام بنا لیا کہ اب زندگی میں کچھ خدا سے مانگنا ہے تو صرف اس کو مانگنا ہے ابھی یہ باتیں سوچ رہا تھا کہ ایک خستہ لباس میں نجمہ میرے سامنے آ گئی اور بولی۔ شیراز میں آپ کو مبارک دینے آئی ہوں کہ آج آپ اپنی منزل پالیں گے۔ تمہاری قسم مجھے شیراز اپنے مرنے کا دکھ نہ ہو گا مجھے تمہاری خوشیاں عزیز ہیں۔ تمہاری مسکراہٹ عزیز ہے۔ میرا کیا ہے میں تو کل تک مہمان ہوں۔ کل تم خود مجھے موت کے حوالے کر دو گے۔ لیکن شیراز ایک وعدہ کرو میرے مرنے کے بعد تم ہمیشہ خوش رہو گے۔ ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہو گے۔ ایک بات اور بتا دوں شیراز جس دن تم نے میرا گھر چھوڑا تھا میں اسی دن ٹوٹ گئی تھی۔ آدھی رہ گئی تھی۔ ارے میری منزل تو آپ تھے۔ میری دنیا تو تم تھے۔ اگر تم میرے پاس نہیں تھے تو میں بھلا کس کام کی۔ تمہارا دین مجھے اچھا لگا۔ جو میں نے ایک مولوی صاحب کی مدد سے اپنا لیا۔ جو جو قتل کئے ہیں خدا تعالیٰ سے رو رو کر اس کی معافی مانگ رہی ہوں۔ پہلے میں اسلام میں داخل نہ ہوتی تھی۔ اس لئے قتل کرتی رہی۔ لوگوں کا خون پیتی رہی۔ لیکن جب سے مسلمان ہوئی ہوں، توبہ کر لی ہے۔ خاندان سے دشمن مول لے لی ہے۔ میرے بڑوں نے مجھے بہت سزائیں دیں لیکن اب جو دین اپنا لیا ہے یہی پہ اپنی زندگی کا خاتمہ چاہوں گی۔ آپ کے وظیفہ کرنے سے خوشی ہوتی ہے لیکن آپ کی گرتی حالت سے دکھ ہوتا ہے۔ تبھی تو آپ سے کہتی رہی ہوں کہ شیراز میں حاضر ہوں مجھے مار دو لیکن یہ مشکل کام ہے۔ چھوڑ دو، لیکن شاید تمہیں مجھ پر اعتماد نہ تھا۔ واقعی شیراز تم بھی بچے ہو۔ تمہیں اعتماد ہو بھی کیسے۔ میں نے تمہارے ساتھ ہزاروں وعدے کئے اور مکر گئی ____ اچھا چلتی ہوں۔ آج کی رات تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے اور جس طرح سے مجھے مارنا چاہو گے میں حاضر ہو جاؤں گی۔ اس نے میرے ہاتھوں کو روتے ہوئے بوسہ دیا۔ خدا گواہ ہے۔

نجمہ کے بوسے اور پردہ پوش خاتون کے بوسے میں کوئی فرق نہ تھا۔ شاید اس نے غیبی طور سے اسے بوسہ دیتے دیکھ لیا تھا اور مرنا اس لئے پسند کر رہی تھی کہ میں نے اس خاتون کو اپنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ اٹھی ایک پیار بھری گہری نظر مجھ پہ ڈالی اور روتی ہوئی قبرستان میں ہی غائب ہو گئی۔ میں ایک مشکل مرحلے سے دوچار تھا کہ اب کیا کروں جس کے لئے سب کچھ کیا ہے وہ تو اس وظیفے کے بغیر ہی ہو سکتا تھا اور مجھے اتنے مشکل مراحل سے گزرنے کی کیا ضرورت تھی۔ خیر یہ فیصلہ کل پر چھوڑ دیا کہ کل جب غیبی مخلوق پر قابض ہو جاؤں گا پھر سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔ آج کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ دن گزر گیا رات کے اندھیرے پھیل گئے۔ نماز ادا کر لی تو پردہ پوش خاتون آ گئی اور خیمہ میں مجھے کھانا کھلایا اور میرا سر دبایا۔ اور میرے لئے جائے نماز بچھا دی۔ میں وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ تو وہ واپس چلی گئی۔ آج آخری رات تھی خدا سے دعائیں کیں کہ یا اللہ مجھے میرے مقصد میں کامیاب و کامران کرنا۔ اللہ کا نام لے کے وظیفہ شروع کر دیا۔ آج کچھ نہ ہوا۔ وظیفہ ختم ہونے والا تھا کہ ایک بزرگ ہوا کی تیزی سے میرے قریب آئے۔ میرے سر شفقت سے بھرا ہاتھ رکھا۔ ایک چمکتا ہوا لاکٹ میرے گلے میں ڈالا اور کہا جو وظیفہ کرنے میں تم کامیاب ہوئے ہو.... وہ وظیفہ پڑھ کر اس لاکٹ پر پھونک لو اور جسے چاہو حاضر کر لو ______ اتنا کہہ کر وہ غائب ہو گئے۔ میں نے وظیفہ ختم کیا تو آج پہلی دفعہ وہاں ہی شکرانے کے نوافل ادا کئے اور گلے میں پڑے لاکٹ کو غور سے دیکھنے لگا۔ اس کے بعد اٹھا۔ مزار پر حاضری دی۔ نماز تہجد ادا کی اور اس کے بعد فجر کی نماز ادا کی اور خیمہ میں آ کر سو گیا۔ میرے سوتے میں ہی ایسے مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی بڑے پیار سے میرا سر دبا رہا ہے اور کچھ پانی کے قطرے میرے سینے پر گر رہے تھے۔ میں چونک کر اٹھا تو پردہ پوش خاتون میرا سر دبانے میں مصروف تھی اور ساتھ ساتھ روئے جا رہی تھی ____ میں نے اس کے ہاتھوں کو پکڑ لیا۔ آج اس نے اپنے ہاتھ نہ چھڑائے میں نے ہاتھوں پہ بوسہ دیا تو تب بھی وہ خاموش رہی۔ میں اٹھا تو اس نے وہ کھانا میرے سامنے پیش کیا۔ جو میں نے کھا لیا۔ اس کے بعد اس نے خیمہ اکھاڑ دیا اور سب کچھ سمیٹ کر چل پڑی۔ کافی دور تک وہ مجھے نظر آتی رہی۔ اس کے بعد وہ گلی مڑ گئی۔ میں اٹھا، غسل کیا اور سب سے پہلے بزرگ کی قبر پر جانے کی تیاری کی۔ ان کے پاس جاتے جاتے ان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی باتیں یاد آنے لگی۔ بیٹا وظیفہ کا غلط استعمال نہ کرنا۔ اس کے ذریعے غلط کام یا غلط حرکت نہ کرنا ورنہ نقصان ہو گا ____ اس وظیفہ کو ہمیشہ اپنے دل میں زندہ رکھنا۔ تمام باتیں میرے دماغ کے خانے خانے میں گونج رہی تھیں۔ بزرگ صاحب کی قبر پر پہنچ کر میں نے ان کی قبر کو بوسہ دیا اور کہا۔ بابا جی آپ کے بتائے ہوئے وظیفہ سے کامیاب لوٹا ہوں اور کوشش کروں گا کہ مجھ سے کوئی غلط فیصلہ نہ ہو۔ جو بھی فیصلہ کروں گا۔ سوچ سمجھ کر کروں گا ____ اس کے بعد بزرگ صاحب سے اجازت لی اور سیدھا اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ جو گندے نالے کے اوپر تھا۔ مکان تو صحیح سلامت تھا لیکن اجڑا اجڑا ہوا تھا۔ وہاں ایسے لگتا تھا جیسے برسوں سے کوئی رہائش پذیر نہ ہو ____ میں گھر کے ایک ایک کونے میں گیا ایک ایک کونے کو غور سے دیکھا۔ تو سوائے اجاڑ کے اور کچھ نظر نہ آیا۔ اس کے بعد ایک کمرے میں داخل ہونے لگا تو اندر سے قرآن پاک پڑھنے کی آوازیں آئیں۔ یہ قرآن پاک نجمہ پڑھ رہی تھی۔ اسے میرے آنے کی خبر ہو چکی تھی۔ اس نے قرآن پاک بند کر کے اسے ہزاروں بوسے دیئے اور مجھے سلام کر کے ادب سے کھڑی ہو گئی۔ اس کے بعد میرے پاؤں پکڑ کر بیٹھ گئی ____ نجانے میں کیوں جذبات میں آ گیا۔ اس کے برے سلوک سامنے آ گئے تو میں نے اسے ہٹا دیا اور کہا میں سب سے پہلے تمہارے تمام خاندان کو ختم کرنا چاہتا ہوں میری اس بات پر وہ ایک میٹھی مسکراہٹ مسکرائی اور کہا آنکھیں بند کر لو۔ میں نے آنکھیں بند کی تو چند لمحے بعد ہم اس ویرانے میں تھے لیکن اب نجمہ ان قبیلہ والوں سے خوفزدہ تھی۔ میں نے سبھی کو حاضر کیا تو وہ نجمہ کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے اس کے جانی دشمن ہوں۔ میں نے بڑی بڑی مونچھوں والے لمبے تڑنگے جن سے کہا کہ وہ محل تیار کرے جہاں ہماری شادی ہوئی تھی اور پھر سب کچھ غائب ہو گیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے محل بن گیا۔ میں نے سبھی تو اس کے اندر جانے کو کہا۔ نجمہ بھی جانے لگی تو میں نے اسے روکا اور کہا کہ تم ابھی ٹھہرو۔ تمہاری باری بعد میں آئے گی۔ وہ رک گئی جب سبھی جنات چڑیلیں اس میں داخل ہو گئیں تو تب میں نے وظیفہ پڑھ کر اس محل کی طرف پھونکا تو تمام محل ایک لمحہ میں ہی زمین بوس ہو گیا اور اندر سے ڈراؤنی اور خوفناک چیخوں کی آوازیں آنے لگیں اس کے بعد محل سے سیاہ دھواں اٹھتا نظر آیا اور تمام جنات اپنے انجام کو

پہنچ گئے۔ جس طرح انہوں نے انسانوں کا خاتمہ کیا تھا۔ اپنے دانتوں کو ان خون سے رنگا تھا۔ آج ان کا خاتمہ کر کے دلی مسرت محسوس ہو رہی تھی۔ ان کی موت پر نجمہ بھی مسکرا رہی تھی۔ شاید وہ بھی ان کی موت پر بہت خوش تھی۔ اس کے بعد میں نے کہا اب گھر چلیں۔ میں نے تمہارا بنایا ہوا وہ گھر بھی جلانا ہے اور تمہیں بھی وہاں ہی جلانا ہے۔ اسی طرح تمہارا دھواں بھی نکالنا ہے۔ اگر یہ بھی انسان کے دشمن ہیں تو تم بھی ہو۔ تم نے بھی اپنے تیز پنجوں سے انسانوں کے جسموں کا خون پیا ہے۔ اب تم بھی چند گھڑیوں کی مہمان ہو۔ میری یہ بات سن کر اس کے چہرے پر کوئی ملال نہ تھا۔ جیسے مرضی آپ کی میرے سرتاج۔ میں گرجا۔ مجھے سرتاج کہنے کا حق اب تمہارا ختم ہونے والا ہے۔ تمہارے بعد میں اس پردہ پوش خاتون کو اپنا لوں گا اور ہمیشہ سکھی زندگی گزاروں گا وہ مسکرائی اور بولی۔ جی جیسے آپ کی مرضی۔ اس نے میری آنکھیں بند کروائیں اور منٹوں پر ہی ہم دونوں اپنے گھر تھے گھر آ کر میں نے اپنا سامان پیک کیا۔ سامان پیک کرنے میں وہ میری مدد کرنے لگی تو میں نے اسے ڈانٹ دیا تو وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میں نے سامان پیک کر لیا تو مکان سے باہر آ گیا اور نجمہ کو آواز دی کہ سامنے کھڑی ہو جائے۔ اس کی موت میں اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کا بنایا گھر جلتا دیکھنا چاہتا تھا۔ میری آواز پر جب نجمہ کمرے سے نکل کر باہر کھڑی ہوئی تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں ____ زبان بند ہو گئی ____ میں ایک بت بنا اسے دیکھتا رہ گیا۔ میرے سامنے نجمہ نہ تھی۔ وہ پردہ پوش خاتون کھڑی تھی۔ جس کا خوبصورت چہرہ ابھی تک پردے کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ ایک میٹھی زبان سے بولی۔ حاضر ہوں میرے سرتاج

••••••○••

____ بیٹا ____ پردہ پوش خاتون میری نجمہ ہے۔ جو چڑیل ہے۔ لیکن اس نے اپنے اندر سے چڑیلوں والی باتیں ختم کر کے مجھے سچے دل سے اپنا مان لیا تھا۔ پردہ پوش خاتون بیٹے اس کی نیکیاں میں بھلا نہیں سکتا اور وظیفہ اس لئے کیا تھا کہ اس کا خاتمہ کروں اور وہ مسلمان ہے۔ خدمت گزار بیوی ہے لیکن ایک چڑیل ہے۔ ایک عرصہ سے میرے ساتھ رہ رہی ہے دن رات میری خدمت میں لگی رہتی ہے اور میں اس کے ساتھ کیا برتاؤ کروں ____ اسے ختم کروں یا معاف ____ بیٹا میں کسی بھی

نتیجہ پر نہیں پہنچ پایا ہوں۔ بابا جی نے مجھے کہا تھا کہ بیٹا غلط فیصلہ نہ کرنا۔ اب بیٹا تم خود ہی بتاؤ میں کون سا فیصلہ کروں۔ اسے ختم کرنے کا یا اسے معاف کر کے ہمیشہ کے لئے اپنانے کا۔ عرصہ سے کوئی فیصلہ نہیں کر پایا ہوں۔ اب تم مجھے مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہئے ____ قارئین کرام میں بھی ان صاحب کو کوئی مشورہ نہیں دے پایا ہوں۔ میرے بھی دن رات اسی سوچ میں گزر رہے ہیں اور قارئین کرام آپ بھی سوچیں۔ اور صحیح مشورہ دینا۔ یہ ایک چڑیل کا بھی مسئلہ ہے اور ایک زندگی کا بھی ____ میں اس مسئلے میں الجھا ہوا ہوں ____ وہ صاحب کہتے ہیں کہ وہ ایک سائے کی طرح ہر وقت میرے ساتھ رہتی ہے۔ دنیا والوں کو نظر نہیں آتی مجھے آتی ہے ____ اور نجمہ بھی میرے فیصلہ کے انتظار میں ہے کہ میں اسے معاف کر دیتا ہوں یا ختم ____ قارئین کرام اپنے مشورے ___ فوری روانہ کریں تاکہ شائع کر سکیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ صاحب آپ کا مشورہ پڑھ کر کسی نتیجہ پر پہنچ جائے۔ یہ تو خدا کی مہربانی ہے کہ میری سرراہ چلتے چلتے ان سے ملاقات ہو گئی اور ایک دن ان کے ساتھ سیر کرنے کا موقع ملا اور اسی ایک دن میں ہی انہوں نے اپنی حقیقت سنا ڈالی۔ میں نے ان کی بیوی کو بھی دیکھا ہے۔ ان کی بیوی آج بھی 20، 25 سال کی خوبرو دوشیزہ لگتی ہے ____ صاحب کی داڑھی غالباً" آدھی سفید ہے اور آدھی کالی۔ بال زلفوں کی طرح لمبے لمبے تھے۔ جسم نہ موٹا نہ کمزور ____ خوبصورت چہرہ ہے ___ جیسے ان کے چہرے پر نور برس رہا ہو۔ (ریاض احمد

اعتراف

تیرے خیال سے دامن بچا کے دیکھا ہے
دل و نظر کو بہت آزما کے دیکھا ہے
نشاط جان کی قسم تو نہیں تو کچھ بھی نہیں
بہت دونوں تجھے ہم نے بھلا کے دیکھا ہے
(دلشاد عباس فیض، حافظ آباد)

راز کی بات

زندگی میں دوبار دوستی کرنے کا لطف آتا ہے
ایک بار جب ہم بچے ہوتے ہیں اور دوسری بار جب آپ
بوڑھے ہو جاتے ہیں
(فرزانہ سہیل، میاں چنوں)

غزلیں

اے اجنبی تیرا آنا ہمیں کیا کر گیا
پل بھر میں دنیا سے بیگانہ کر گیا
اب تو راتیں گزرتی ہیں تیری یاد میں
تصور تیرا دل میں اک گھر کر گیا
اپنا ہوش ہے نہ زمانے کی خبر ہم کو
ہو بھی آیا میرے ساتھ تیرا ذکر کر گیا
کہاں سے آیا تو میرے دل کے آشیانے میں
ایک پل میں اپنوں سے پرایا کر گیا
نور سمجھ لو یہی ہے محبت کا احساس
اک جادوگر دل پہ یہی جادو کر گیا
(آسیہ نور)

لمحے لمحے موت مرتے رہے
حسرتیں دل کی ہم کچلتے رہے
کون ہے غیر اور کون اپنا
چہرے دیکھے جو بدلتے رہے
ان کی آنکھوں میں نہ آئیں آنسو
خود شمع کی طرح پگھلتے رہے
تم سے کوئی گلہ نہیں مجھ کو
زندگی بھر وفا جو کرتے رہے
آتش غم نے دل کو جلایا ظفر
بجھ گئی آگ، ہم مگر سلگتے رہے
(محمد ظفر خان صفدر نوشہرہ)

کیا طلب تھی اور وہ کیا دے گیا
وہ فقط حرف تمنا دے گیا
سوچا تھا مل کر خوشی بانٹیں گے ہم
کوئی طوفاں ہو میں آؤں گا ضرور
کس قدر پختہ بھروسا دے گیا
لے گیا وہ آرزوؤں کا جہاں
اور ارمانوں کی دنیا دے گیا
آشنا سمجھی تھی اپنا جس کو میں
مجھ کو امیدوں کا گہنا دے گیا
سرخرو رہتی ہوں میں ہر موڑ پر
حوصلہ جینے کا ایسا دے گیا
سادہ دل وہ کس قدر ہے عائشہ
پھول اک مجھ کو کنول کا دے گیا
(عائشہ کنول)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈائن میری مہمان

کشور کرن پتوکی

گاؤں میں بکریاں چراتے چراتے میں دور قبرستان کی طرف نکل گیا۔ وہاں قبرستان میں ایک کمزور سے دیوانے سے انسان کو گڑھا کھودتے دیکھا تو سوچا کہ کیوں نہ اس کے پاس جا کر گڑھا کھودنے کا سبب معلوم کروں۔ یہی سوچ کر میں اس نوجوان لڑکے کے قریب آ گیا..... شکل و صورت سے تو وہ 21، 22 سال کا لگتا تھا لیکن نجانے کن مجبوریوں کی وجہ سے وہ ٹوٹا ٹوٹا، تھکا تھکا لگا، چہرہ مرجھایا مرجھایا اور اترا اترا لگا۔ پہلے تو محسوس ہوا کہ جیسے یہ اپنی قبر خود کھود رہا ہو۔ پھر یہ خیال دل سے جھٹک دیا۔ کیونکہ وہ نوجوان تھا۔ اسے تو ابھی لمبی زندگی جینا تھا۔ میں نے اسے جا کر سلام کیا تو اس نے اپنے ہاتھ روک لئے اور بڑے ادب سے لیکن آنسوؤں کے ساتھ سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد اس نے گڑھا کھودنے کیلئے دوبارہ (کسی) چلانی شروع کر دی..... تو میں نے دوبارہ سوال کر ڈالا۔ آپ یہ گڑھا کیوں کھود رہے ہیں۔ اس نے عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھا اور کہا مجھے اس میں اپنا پیار دفن کرنا ہے۔ ایک چڑیل کا بناوٹی پیار دفن کرنا ہے۔ جس نے میرے خلوص کو میرے پیار کو مذاق سمجھا..... اور میرا سب کچھ بہا کر لے گئی..... میں آج اپنے اس جھوٹے پیار کو ہمیشہ کیلئے دفن کر دینا چاہتا ہوں۔ یہ الفاظ سننے کے بعد مجھے اس کے اندر ایک چیختی اور تڑپتی ہوئی کہانی نظر آئی..... میں نے اسے مزید ٹٹولا۔ کون سی چڑیل اور کیسی تباہی..... میری اس بات پر وہ رو دیا..... اور بولا یہ آپ کو جو قبریں نظر آ رہی ہیں یہ سب میرے خاندان کی ہیں۔ یہ میرے باپ کی ہے۔ یہ ماں کی اور یہ بہن بھائیوں کی قبریں ہیں۔ یہ لفظ سن کر میں کانپ کر رہ گیا۔ کیا ہوا انہیں..... کیسے مرے ہیں یہ سب۔ کس نے مارا ہے انہیں..... انہیں چڑیل نے مارا ہے۔ کالی صورت والی ڈائن نے مارا ہے۔ جو آہستہ آہستہ سب کو نگلتی رہی۔ ان کے خون سے اپنے ظالم دانتوں کو رنگتی رہی ہے..... میں نے کہا..... مجھے ذرا تفصیل سے بتائیں۔ اسے میں نے حوصلہ دیا تو اس نے اپنی آنکھوں سے بہنے والے آخری آنسوؤں کے دو قطروں کو اپنے بائیں بازو سے صاف کیا اور کہانی سنانا شروع کر دی۔ ہمارا گھرانہ 14 افراد مشتمل تھا۔ والدین کے علاوہ ہم چھ بھائی اور چھ بہنیں تھیں۔ میں بہن بھائیوں میں سب سے بڑا تھا۔ میری عمر اسی وقت 20 سال تھی مجھ سے چھوٹا ایک بھائی پھر بہن پھر بھائی۔ یعنی جو سب سے چھوٹی بہن تھی تقریباً 5 سال کی تھی..... ابو ایک پرائیویٹ ادارے میں ملازم تھے۔ گاؤں میں کچھ اپنی زمین تھی جس سے گھر کا خرچہ بخوبی چل سکتا تھا ایک دن سخت دوپہر تھی اور میں اپنی فصل کی دیکھ بھال کیلئے کھیتوں میں گیا۔ ہماری فصلوں میں تین چار پرانے درخت تھے۔ میں نے سوچا کیوں نہ یہ درخت کاٹ ڈالوں اور گھر میں جلانے کا کام آئیں گے۔ لہٰذا میں نے ایک کلہاڑی لی اور ایک درخت کے قریب چلا گیا اور اسے کاٹنا شروع کر دیا یہ درخت کاٹنے کے بارے میں ابو نے کئی دفعہ منع کیا تھا لیکن میں نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ ابو کا کہنا تھا کہ درختوں کے سائے تلے فصل نہیں ہوتی۔ واقعی ابو جان کی بات درست تھی۔ باقی فصل کی نسبت درخت کے نیچے والی فصل کمزور اور ویران تھی میں نے کافی محنت کے بعد وہ درخت نیچے گرا دیا۔ اس دوران مجھے ایسے محسوس ہوتا رہا جیسے کوئی مجھے روک رہا ہو لیکن میں نے اسے وہم سمجھا اور درخت کاٹ ڈالا۔ اسی طرح دوسرا، تیسرا اور چوتھا تمام درخت ایک ہی دن کاٹ ڈالے جب آخرت درخت جو سب سے بڑا اور پرانا تھا۔ کاٹا تو عجیب و غریب ڈروانی آوازیں سنائی دیں اور جو باقی کے درخت کاٹے تھے وہاں سے بھی عجیب و غریب آوازیں ابھرنے لگیں جو چند لمحوں کے بعد ختم ہو گئیں۔ ان آوازوں کے ختم ہوتے ہی ایک بھیانک چہرہ جو پہلے دھندلا سا لگا پھر بالکل ٹھیک نظر آیا..... پھر بھیانک چہرہ اور عجیب قسم کی جسامت والی عورت کو دیکھ کر میری آواز اندر کی اندر ہی رہ گئی۔ ایک تھکاوٹ اور دوسرا دہشت سے میرا جسم پسینہ سے بھیگ رہا تھا۔ ان چڑیل کی آنکھوں میں خون اتر آیا ایک قہقہہ ابھرا اور بولی اقبال تم نے میرا پورا خاندان تباہ و برباد کر دیا ہے ہماری بستی اجاڑ دی ہے۔ ہماری نسل کا خون کیا ہے۔ اب تمہیں ان خونوں کا بدلہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پکاتا ہے..... ہماری بستی تباہ کرنے کا حساب دینا ہے میں چاہوں تو تمہیں ابھی ختم کر دوں لیکن نہیں جس طرح میں نے اپنے خاندان کی اموات اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں تم بھی دیکھو گے۔ اس کے بعد تمہارا گھر اجاڑ دیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گئی، لیکن وہاں درختوں کے درمیان سے دھواں اٹھتا ہوا صاف نظر آ رہا تھا چیخ و پکار کا سلسلہ مجھے صاف سنائی دے رہا تھا۔ میں نے بہت بڑی حماقت کی تھی۔ جس کا پچھتاوہ آج بھی ہے۔ لیکن جو ہونا تھا سو ہو گیا، میں گھر چلا گیا۔ چڑیل کی بھیانک شکل نظروں کے سامنے تھی۔ گھر جاتے ہی مجھے سخت بخار نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ بخار میں وہی چڑیل بار بار نظروں کے سامنے آتی رہی اور اپنی چمکتی آنکھوں اور خونی دانتوں سے مجھے خوفزدہ کرتی رہی۔ والدین میری حالت دیکھ دیکھ کر تڑپ رہے تھے۔ چند دن بعد ہی صحت یاب ہو گیا۔ گاؤں کے کسی بزرگ نے بتایا کہ فلاں جگہ جا کر دم کرواؤ۔ کچھ نہیں ہوگا۔ امی نے مجھے ان بزرگ کے پاس بھیج دیا۔ جو ہمارے گاؤں سے 5 میل کے فاصلے پر تھے میں نے سائیکل پکڑی اور ادھر کا رخ کر لیا۔ راستے میں قبرستان آتا تھا جب قبرستان کے قریب پہنچا۔ تو مجھے قبرستان کے عین وسط میں ایک حسین و جمیل دوشیزہ اداس بیٹھی نظر آئی۔ وہ اتنی حسین تھی کہ میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی سائیکل کے بریک لگا دیئے اور ایک درخت کے سائے میں کھڑا ہو گیا اور کافی دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ اس نے بھی یہ بات محسوس کر لی تھی کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ میں نے اس کے اداس اور مرجھائے چہرے پر ایک چمک دیکھی اس نے اپنے بازوؤں میں سرخ رنگ کی پہنی ہوئی چوڑیوں کو کھنکھنایا۔ اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھی اور آہستہ آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی میرے قریب آئی۔ اور مجھے ایک نظر دیکھ کر ہلکا سا مسکرا کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے بھی اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ میں دیا۔ میں بجائے کہ بزرگ کے پاس جانے کے واپس گاؤں کی طرف چل دیا۔ راستہ بھر اس کے بارے میں سوچتا رہا کہ وہ اس جلتی دھوپ میں اکیلی قبرستان میں کیا کر رہی تھی۔ شاید اس کا اس دنیا میں کوئی نہ تھا۔ اکیلی دنیا میں ہو۔ اور شاید اسے میرے سہارے کی ضرورت ہو۔ میں خوش فہمی کے انداز میں خود کو ہیرو تصور کرتا ہوا گاؤں پہنچ آیا۔ رات بھر اس کا حسین مکھڑا میری نظروں کے سامنے رہا۔ ایک لمحہ بھی نیند نہ آئی۔ کروٹیں بدلتے ہوئے رات بسر کر دی اور دوسرے دن صبح سویرے ہی ناشتہ سے فارغ ہو کر کھیتوں میں گیا۔ جو درخت کاٹے تھے ان کی ٹہنیاں کلہاڑی سے کاٹنے لگا۔ اور ساتھ ہی 2 بجے دوپہر کا انتظار کرنے لگا کہ کب دو بجے اور کب میں قبرستان جا کر اس حسین دوشیزہ کا دیدار کر سکوں۔ 12 بجے میں نے درختوں کی ٹہنیاں علیحدہ کرنے کے بعد گھر آ کر سائیکل پکڑی اور قبرستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ والدہ کو بتا دیا کہ میں بزرگ کے پاس جا رہا ہوں۔ امی کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ میں ایک بجے قبرستان پہنچا۔ ابھی چند لمحے ہی وہاں کھڑا تھا کہ وہ سرخ لباس میں ملبوس قبرستان کی حدود میں داخل ہوئی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی میں بھی جواباً" مسکرا دیا۔ اس کے ہاتھ میں گلاب کے پھول تھے۔ شاید قبروں پر ڈالنے کیلئے لائی تھی میں کافی دیر تک اس کا دیدار کرتا رہا۔ کافی دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر ایک دن مجھے اس نے اشارہ کیا میں اس کے پیچھے پیچھے قبرستان کے اندر چلتا رہا۔ وہ اپنی قبروں پر جا کر بیٹھ گئی میرے سامنے ہی اس نے قبروں پر پھول بکھیرے اور پھر ایک درخت کے سائے میں میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ اور آنسوؤں کے ساتھ اپنی رام کہانی سنا دی کہ کسی ظالم انسان نے اس کا پورا گھرانہ موت کی وادی میں پہنچا دیا ہے۔ اب وہ اس ظالم انسان سے بدلہ لینا چاہتی ہے اور بولی سنا ہے کہ تم گاؤں میں سب سے بہادر انسان ہو۔ گاؤں کے لوگوں کو تم پر فخر ہے۔ ہر میدان میں جیت کر لوٹتے ہو۔ میں نے کہا ہاں آپ نے درست سنا ہے۔ بولی میں کب سے یہاں ہر روز تمہارا انتظار کرتی تھی۔ کہ کبھی نہ کبھی تو آپ سے ملاقات ہوگی اور آج تم مجھے مل گئے ہو۔ میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔ پورا گھرانہ تباہ ہو گیا ہے۔ اگر تم اپنے گھر پناہ دے دو۔ تو میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ میں نے کہا رات کو امی ابو سے بات کروں گا اور انہیں راضی کر لوں گا آپ بے فکر رہیں۔ میں آپ کے دشمنوں سے انتقام لوں گا۔ کافی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد میں گھر آ گیا۔ رات کو جب ابو آئے تو امی اور ابو دونوں سے بات کی کہ وہ ایک بے سہارا، لاچار، دکھی اور پریشان لڑکی ہے کوئی آگے پیچھے اس کا نہیں ہے۔ اسے سہارے کی ضرورت ہے پہلے تو ابو نہ مانے لیکن پھر اس کے اکیلے پن اور بے سہارا لفظوں کے زور پر مان گئے اور کہا کہ تم نہیں..... میں خود جا کر لاؤں گا اور گاؤں میں اسے رشتہ دار ظاہر کریں گے۔ ابو کی پلاننگ درست تھی۔ دوسرے دن ابو نے چھٹی کی اور ایک بجے کے قریب جو میں نے جگہ بتائی تھی۔ وہاں چلے گئے اور تین بجے وہ لڑکی اور ابو گھر واپس آ گئے۔ میرے بہن بھائی، امی اس کا حسن دیکھ کر تعریفیں کرتے رہ گئے۔ وہ بار بار پیار بھری نظروں سے مجھے دیکھتی تھی۔ جیسے میرا شکریہ ادا کر رہی ہو کہ میں نے اس پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ رات ہوئی تو سبھی گھر

والے اپنے بستروں پر چلے گئے۔ امی نے اسے ایک علیحدہ کمرہ دیا تھا تاکہ وہ اپنی مرضی سے کھل کھلا کر رہ سکے۔ رات ہوئی تو اس کے کمرے سے زور زور کی چیخوں کی آواز سنائی دی۔ جس پر ہم سب گھر والے جاگ گئے اور اس کے کمرے کی طرف بھاگے۔ اس کے بستر پر پانچ سیاہ ناگوں کو دیکھ کر ہم کانپ کر رہ گئے۔ یہ سیاہ ناگ اپنے پھن پھیلائے اسے دبوچ لینے کیلئے کھڑے تھے میں یہ منظر دیکھ کر پہلے تو پریشان ہو گیا۔ کیونکہ اس سے پہلے کبھی ہمارے گھر میں ایسا نہ ہوا تھا اور آج چار خطرناک سانپوں کو دیکھ کر میں تو کیا سبھی گھر والے خوفزدہ ہو رہے تھے۔ میں نے درخت کی ایک لمبی سی شاخ پکڑی اور ان کو مارنے کیلئے آگے بڑھا تو سبھی نے نیچے چھلانگیں لگا دیں اور دیکھتے ہی دیکھتے کمرے کی دیواروں میں غائب ہو گئے۔ اس کے بعد ہم نے پورے گھر میں انہیں تلاش کیا لیکن وہ نہ ملے ہمارے اس خوف و ہراس اور چیخ و پکار سے ہمسائے بھی ہمارے گھر آ گئے اور وہ بھی سانپوں کی باتیں سن کر حیران و پریشان رہ گئے۔ سبھی کو خطرہ پڑ گیا کہ کہیں یہ زہریلے ناگ کسی کو نقصان نہ پہنچائیں..... کافی دیر تک انہیں تلاش کیا جب وہ نہ ملے تو آہستہ آہستہ سبھی گھر والے دوبارہ اپنے اپنے بستروں پر جا کر لیٹ گئے لیکن سانپوں کے خوف سے کسی کو بھی نیند نہ آئی۔ اسی طرح رات گزر گئی دوسرے دن بھی سانپوں کو گھر کے کونے کونے میں تلاش کیا لیکن ناکام رہے۔ سوچا کہ واپس چلے گئے ہوں گے۔ دن گزر گیا۔ رات ہو گئی وہ لڑکی جس نے اپنا نام رشا بتایا تھا نے اپنی میٹھی اداؤں سے سب کے دلوں میں گھر کر لیا۔ دوسری رات بھی لوگ سو گئے جب صبح ہوئی تو جمشید بھائی کے علاوہ سب لوگ جاگ گئے۔ جب امی جمشید کو جگانے گئی۔ تو اس کا اکڑا جسم دیکھ کر چیخ کر رہ گئی۔ ہم سب گھر والے جمشید کے اردگرد جمع ہو گئے۔ وہ تو رات کے کسی حصہ میں اس دنیا سے اپنا ناطہ ختم کر چکا تھا۔ اس کی گردن پر دو گہرے نشان تھے۔ جہاں خون کے دھبے تھے۔ باقی کا تمام جسم پیلا زرد تھا۔ ایسے جیسے کسی نے اس کا تمام خون نچوڑ لیا ہو۔ سبھی چیخ و پکار کر رہے تھے۔ گاؤں کے لوگ آہستہ آہستہ ہمارے گھر جمع ہو رہے تھے اور ہر کسی کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ یہ موت سیاہ ناگوں کی وجہ سے ہوئی ہے۔ جنہوں نے اس کا تمام خون چوس لیا ہے۔ گاؤں والوں کی باتیں درست تھیں۔ کیونکہ ہم سب کا بھی یہی خیال تھا۔ اس موت نے ہم سب کو ہلا کر رکھ دیا۔ عصر کے بعد جمشید بھائی کو قبرستان جا کر سپردخاک کر دیا گیا اور رشا ایسے اداس اور غمگین تھی جیسے اس نے جمشید کی موت کا گہرا اثر لیا ہو۔ دوسرے دن رسم قل ادا کی گئی۔ اس کے بعد گاؤں والے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ رات ہو گئی۔ بھائی کی موت کی باتیں زبان زبان پر تھیں۔ سانپوں کے خوف سے کسی کو بھی نیند نہ آتی تھی۔ یہ سیاہ ناگ کہاں سے آ گئے تھے کسی کو خبر نہ تھی۔ دوسری بات یہ تھی کہ ہمارا گھر گاؤں کے چھپڑ کے اوپر ہی تھا۔ شاید اس چھپڑ سے یہ سانپ رونما ہوئے تھے۔ تین دن بعد ایک دن جب سویرے اٹھے تو روزی آپی کو اپنی چارپائی پر مردہ حالت میں پایا۔ جوان بہن کی موت پر میں لرز کر رہ گیا۔ اس کی گردن پر بھی دو نوکیلے دانتوں کے دھبے موجود تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے سانپوں نے اس کی گردن میں گھس کر اس کے جسم کا خون چوسا ہے۔ اسی کا پیلا جسم ویسے ہی تھا جیسے جمشید کا تھا۔ ایک مرتبہ پھر ہمارے گھر چیخ و پکار بلند ہوئیں۔ اس موت پر ہر کسی کو شبہ ہی نہ تھا۔ بلکہ پورا پورا یقین ہو چکا تھا کہ زہریلے ناگ ہی گھر میں چھپے بیٹھے ہیں۔ جو رات کے اندھیرے میں ظاہر ہوتے ہیں اور سوتے میں انسان کا خون پی جاتے ہیں۔ ان کی گردن کو ایسے دبوچ لیتے ہیں کہ چند سیکنڈ تڑپ کر وہ ختم ہو جاتا ہے اور ان کے منہ سے چیخ تک نہیں نکلتی۔ آپی کو دفنانے کے بعد گاؤں والوں کے مشورے سے یہ بات طے ہوئی کہ گاؤں میں کسی سپیرے کو بلایا جائے تاکہ وہ ان زہریلے ناگوں پر قبضہ جما کر انہا کر لے جائے۔ رات جیسے تیسے گزر گئی..... دوسرے دن صبح سویرے ہی رسم قل سے فارغ ہو کر گاؤں کا ایک آدمی جا کر سپیرے کو لے آیا۔ تمام حالات و واقعات جاننے کے بعد سپیرے نے بین بجانا شروع کر دی تاکہ گھر کے جس حصہ میں سانپ وغیرہ ہو گا نکل آئے گا۔ 4 گھنٹے کی مسلسل جدوجہد کے بعد بھی کوئی سانپ بین کی آواز پر سامنے نہ آیا۔ سپیرا پسینہ سے شرابور گھر کے کونے کونے میں جا کر بین بجاتا رہا۔ لیکن ناکام رہا۔ آخر تھک ہار کر بولا۔ یہاں گھر میں کہیں بھی سانپوں کا نام و نشان تک نہیں ہے یا تو سانپ واپس چھپڑ میں چلے گئے ہیں یا پھر سانپوں کی آڑ میں کوئی اور آسیبی طاقت یہ خون بہا رہی ہے۔ آسیبی طاقت کا نام سنتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے مجھے درخت کاٹنے والا تمام واقعہ یاد آ گیا جو ایک بھیانک شکل والی ڈائن نے کہا تھا کہ تم نے ہماری بستی تباہ کی ہے ہم تمہارا خاندان تباہ کر دیں گے۔ یہ واقعہ یاد آتے ہی میں سانپوں کی باتیں بھول گیا۔ اور سبھی کو آگاہ کر دیا کہ واقعی یہ آسیبی طاقتیں ہیں جو ہمیں تباہ کر رہی ہیں اور اس وقت آتی ہیں جب ہر کوئی خواب خرگوش کے مزے لے رہا ہوتا ہے۔ ہمیں اس کا حل تلاش کرنا چاہئے۔ میں نے تمام بات رشا سے کہہ ڈالی۔ چڑیل کا نام سن کر وہ بھی کانپ کر رہ گئی۔ اور بولی مجھے چڑیلوں سے بہت خوف آتا ہے۔ میں یہاں سے آج

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہی چلی جاتی ہوں بے سہارا لڑکی ہوں یہاں تمہاری مدد حاصل کرنے آئی تھی۔ لیکن تم خود پریشان ہو میں کسی اور کے در پر چلی جاتی ہوں۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ شاید مجھ سے سچا پیار کرتی تھی..... میں نے کہا تم فکر مند نہ ہو۔ جب تک میں زندہ ہوں چڑیل تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ تم مطمئن رہو۔ ہم گاؤں والے جلد ہی اس کا حل تلاش کر لیں گے۔ ایک ہفتہ اسی طرح بیت گیا۔ اس کے بعد ایک صبح جب ہم لوگ نیند سے بیدار ہوئے تو میرے دو چھوٹے بھائی مردہ حالت میں پڑے نظر آئے۔ ان دونوں کی گردنوں پر نوکیلے دانت اور خون کے دھبے دیکھ کر صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ کام چڑیل کے علاوہ کسی کا نہیں ہو سکتا۔ ہمارے گھر میں جیسے قیامت برپا تھی..... ایک ایک کر کے سبھی موت کی وادی میں جا رہے تھے رو رو کر امی جان کی آنکھیں اندھی ہو رہی تھیں۔ ابو جان نے کام پر جانا چھوڑ دیا تھا۔ ادھر رشتہ کی حالت بھی دن بدن خراب ہو رہی تھی۔ وہ روزانہ کی اموات دیکھ دیکھ کر جیتے جی مر رہی تھی..... آج کا دن پھر رونے دھونے میں گزر گیا چڑیلوں کے خاتمے کا حل کسی سے بھی نہ نکل سکا۔ مسلسل چار اموات سے ہم لوگ بکھر کر رہ گئے۔ بھائیوں کو بھی سپرد خاک کر دیا گیا۔ لیکن میرے اندر جو لاوہ ابل رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے سب کچھ جلا کر راکھ بنا دے گا۔ میں نے مسجد کے امام کو بلایا انہوں نے گھر میں قرآن خوانی کی ایک ہفتہ بالکل ٹھیک رہا لیکن میرا دل کہتا تھا کہ ابھی چڑیل کی انتقام کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی وہ کبھی بھی وقت حملہ آور ہو سکتی ہے ایک ہفتہ بعد صبح سویرے امی جان کی کربناک آوازیں میرے کانوں سے ٹکرائیں۔ وہ چیخ رہی تھیں۔ ہم لٹ گئے۔ میری معصوم بیٹیاں چڑیل کے پنجوں کا شکار ہو گئی ہیں۔ میں نے جب معصوم بہنوں کی چارپائیاں دیکھیں تو وہ دنیا سے بے نیاز ہو رہی تھیں۔ ان کی گردن میں پیوست ہونے والے نوکیلے دانتوں نے ان کے جسم کا تمام خون نچوڑ لیا تھا..... گاؤں کا ہر فرد ڈرا ڈرا اور سہما سہما نظر آنے لگا۔ ہماری تو آنکھیں بھی پتھرا گئی۔ بہنوں کی موت سے امی جان نیم پاگل ہو گئی۔ وہ گاؤں کی ہر عورت کو ڈائن ڈائن کہتی ابو جان کی کیفیت دیکھ کر رونا آتا تھا۔ میری ایک غلطی کی وجہ سے اتنی بڑی تباہی باقی کی تینوں بہنوں نے دیواروں سے ٹکریں مار مار کر اپنے سر لہولہان کر لئے۔ امی جان نے رشا کے بالوں کو دبوچ لیا تم چڑیل ہو۔ تم نے میرے بچوں کو مار ڈالا ہے میں نے بمشکل رشا کے بال چھڑائے۔ بھائیوں کو دفن کرنے کے بعد جب واپس آئے تو رشا آنسو بہاتی ہوئی گھر سے باہر جا رہی تھی..... میں نے کہا کہاں جا رہی ہو۔ بولی جہاں سے آئی ہوں..... تمہاری ماں نے..... میں نے اس کی بات کاٹ ڈالی اور کہا تم جانتی ہو کہ وہ گاؤں کی ہر عورت کو چڑیل کہتی ہیں۔ تم گھر چلو..... میں کوئی حل نکالتا ہوں۔ بڑی مشکل سے رشا کو منا کر میں گھر لایا۔ ادھر امی جان کا سر لہولہان تھا۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ پاگل ہو گئی ہیں۔ دیواروں سے ٹکریں مارتی پھر رہی ہیں..... ڈنڈے سے گھر آئی عورتوں پر وار کر رہی ہیں۔ تمام کی تمام عورتیں گھروں کو چلی گئی ہیں۔ امی بالکل چڑیلوں جیسے قہقہے لگا رہی تھیں۔ عجیب و غریب باتیں کر رہی تھیں۔ پندرہ بیس دن کے اندر اتنی اموات دیکھ کر مائیں تو پاگل ہو ہی جاتی ہیں۔ لہٰذا ایک رات وہ ایسی سوئیں کہ صبح کو وہ زندہ نہ اٹھ سکیں۔ امی جان کی موت کا صدمہ ایسا دل کو لگا کہ میں دروازے کی دہلیز پکڑ کر بیٹھ گیا۔ میرا دماغ چکرا گیا۔ کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ ہر آنے جانے والے کو عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ زبان جیسے کسی نے کھینچ لی ہو۔ بات کرنے کی کوشش کرتا لیکن بات نہ ہوتی۔ ادھر بہنوں نے پیٹ پیٹ کر اپنے سروں کے بال نوچ ڈالے۔ گاؤں والے ہماری بے بسی پر رو رہے تھے۔ میں ایک بہادر انسان ایک کمزور دل انسان بنا ہر کسی کو دیکھتا رہ گیا۔ کب امی کا جنازہ گھر سے نکلا۔ کب انہیں دفن کیا گیا۔ کچھ پتہ نہیں۔ مسلسل دو دن تک یہ کیفیت مجھ پر سوار رہی۔ تیسرے دن دماغ درست ہوا تو امی جان کی قبر پر جا کر خوب رویا۔ اتنا رویا کہ آنکھوں سے پانی کی جگہ خون آنے لگا۔ گاؤں والوں نے ہمیں یہ مکان چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ ان کی نظر میں اس گھر میں چڑیلیں آباد ہو چکی ہیں اور وہ اپنا انتقام لے رہی ہیں۔ جب مکان بدلنے کی بات ہوئی تو رشا بولی' اگر وہاں بھی وہ چڑیل آ گئی تو..... رشا کی اس بات پر مجھے غصہ تو بہت آیا۔ دل چاہا کہ دو چار تھپڑ اس کے منہ پر دے ماروں لیکن کچھ نہ کر سکا۔ صبر سے کام لیا۔ کہ گاؤں والوں کو کیا تماشہ دکھاتا۔ ہر کوئی یہی کہے گا کہ گھر لا کر اس پر ظلم کر رہے ہیں۔ میں نے رشا کو سمجھایا۔ خدا سے بہتری مانگتے ہیں۔ ایسی باتیں زبان پر نہیں بولتے۔ تم نے تو دل دکھانے والی باتیں کر ڈالی ہیں۔ میری بات سن کر رشتہ نے معذرت کر لی۔ میں رشا کے حسن کے سامنے بے بس تھا۔ وہ دل میں اس قدر سما چکی تھی کہ دل سے اسے نکالنا بھی چاہتا تو نکال نہ پاتا۔ اس نے مجھے پوری طرح اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ میں اس کا دیوانہ بن کر رہ گیا تھا۔ اسے اداس پریشان دیکھ کر رونے کو جی چاہتا تھا۔ میری طرح اس کا بھی جی خوش نہ تھا۔ جو سب کچھ لٹا کر اکیلی رہ گئی تھی..... کتنا حوصلہ تھا اس میں کہ پورے کا پورا گھرانہ قبروں میں دفن کرنے کے بعد

بھی اس امید پر جی رہی تھی کہ کوئی تو اس کے دشمن کا بدلا لے گا۔ جو بات میں نے بھی اس سے سختی سے کی تھی میں نے بھی معذرت کی۔ کہ تمہارا ٹوٹا ہوا دل مزید توڑا ہے۔ بولی۔ کوئی بات نہیں۔ میری قسمت ہی ایسی ہے۔ اور میں کر بھی کیا سکتی ہوں۔ تمہارے رحم و کرم پر ہوں اگر پیار سے پیش آئیں گے تب بھی یہی رہنا ہے۔ اگر سختی کریں گے تب بھی..... دن تو گزارنے ہی ہیں ناں۔ اس کی اس بات نے میرے دل کو چیر کر رکھ دیا۔ دل چاہا۔ اسے اتنا پیار کروں اتنا پیار کروں کہ وہ اپنا سب کچھ بھول جائے۔ میرے دل میں اس کا پیار اور زیادہ مضبوط ہو گیا۔ میں پہلے سے زیادہ اس سے پیار کرنے لگا ہم لوگوں نے مکان بدل لیا اور کھیتوں کے قریب ایک بھینسوں والا کمرہ تھا۔ اس میں رہائش رکھ لی۔ یہاں کچھ دن سکون رہا۔ اس کے بعد ایک دن پھر ہمیں کمرے میں وہی پانچ کالے اور زہریلے ناگ نظر آئے۔ جو اپنا آپ دکھانے کے بعد غائب ہو گئے میں نے گاؤں والوں کو سانپوں کے بارے میں بتا دیا تو سبھی پریشان ہو گئے۔ گاؤں والوں نے وہ مکان فوری چھوڑ دینے کا مشورہ دیا اور گاؤں سے دوسرے کونے پر ایک دو کمروں والا مکان تھا۔ جہاں ہم فوری شفٹ ہو گئے۔ یہاں ماحول بہتر تھا کسی قسم کا کوئی واقعہ ان چند دنوں میں پیش نہ آیا۔ ہر کوئی دوبارہ دنیا میں آنے لگا۔ ابو جان بھی دوبارہ کام پر جانے لگے۔ بہن بھی گھر کے کام کاج میں مصروف ہو گئیں اور رشہ کو بھابھی بھابھی کہنے لگیں کہ ہم نے بھیا کی شادی صرف آپ سے ہی کرنی ہے۔ آپ ہی ہماری بھابھی بنیں گی۔ رشا بھی بھابھی کے نام سے بہت خوش ہوئی جس سے صاف نظر آتا کہ وہ مجھے دل سے پیار کرتی تھی لیکن کیا معلوم یہ خوشی راس نہ آئی تھی۔ ایک رات تقریباً" ایک بجے تک گھر میں ہنسی مذاق ہوتا رہا اس کے بعد رشتہ بولی۔ اب سب جا کر آرام کرو۔ باقی کی باتیں صبح ہوں گی۔ لہٰذا ہم سب اپنے اپنے بستروں میں جا کر لیٹ گئے۔ تقریباً" دو گھنٹے بعد بہن کے کمرے سے دل دوز چیخ بلند ہوئی۔ میں چھلانگ مار کر چارپائی سے اترا اور سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے کمرے میں آیا تو وہ خون میں لت پت تڑپ رہی تھی میں نے رشا کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ لیکن اندر سے جواب نہ آیا۔ ادھر بہن کی تڑپ اور آہ وزاری دیکھی نہ جا رہی تھی۔ میں نے دوبارہ رشا کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تو رشا آنکھیں ملتے ملتے باہر نکلی۔ اور رشہ کی حالت دیکھ کر تڑپ گئی۔ ابو بھی نیچے اتر آئے تھے۔ ریشم بار بار کہہ رہی تھی۔ ابو وہ چڑیل ابو جان وہ سیاہ چڑیل اس نے میری جان لینی چاہی تو میں یکدم جاگ گئی..... ابو جان وہ چڑیل اسے گھر سے نکال دو..... ابو یہ ہم سب کو ختم کر دے گی۔ میں نے پوچھا کہاں ہے وہ چڑیل۔ بولی..... وہ..... وہ..... ساتھ ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ ریشم کی موت پر میں کھل کھلا کر رویا۔ باقی کی اموات سوتے میں ہوئی تھیں لیکن یہ سب سے بڑی تھی۔ چڑیل کے قبضے میں پوری طرح نہیں تھی۔ اور اس نے بتا دیا تھا کہ خون واقعی چڑیل کر رہی ہے۔ ویسے بھی یہ پہلی موت تھی۔ جو میرے سامنے تڑپ تڑپ کر دم دے رہی تھی۔ چڑیل کس طرح گئی تھی۔ یہ بتانے سے پہلے ہی وہ خالق حقیقی سے جا ملی۔ ریشم آپی کے مرتے ہی گاؤں کے لوگ جوق در جوق ہمارے گھر آنے لگے۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپی ریشم بھی اتنی جلدی ہمارا ساتھ چھوڑ دے گی۔ ابھی کچھ گھنٹے پہلے تو ہنس ہنس کر ہم سب سے باتیں کر رہی تھی رشا کو بھابھی بھابھی کہہ کر اس کو شرمندہ کر رہی تھی اور اب بالکل خاموش لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے اسے بار بار پکارا۔ ریشم آپی اٹھو۔ لیکن کہاں..... چھوٹی بہنوں نے رو رو کر برا حال کر لیا۔ گاؤں کی عورتیں بھی چیخ و پکار کر رہی تھیں۔ ابو جان سکتے میں آ گئے۔ چھ ماہ کے اندر اندر 8 اموات جو ہمارے خاندان کی بربادی تھی۔ اب باجی نے جو چڑیل والے لفظ بول دیئے تھے۔ اس کے بارے میں ذہن بار بار سوچ میں گم ہو رہا تھا۔ وہ چڑیل۔ وہ چڑیل..... کون ہو سکتی تھی چڑیل..... اس کا اشارہ کس کی طرف تھا۔ کالی سیاہ' لمبے دانتوں والی' بھیانک صورت والی..... یہ الفاظ بار بار میرے دماغ کے گوشوں سے ٹکرا رہے تھے..... بالآخر باجی ریشم کو بھی رات کے اندھیرے میں دفن کر دیا گیا۔ سبھی لوگ واپس آ گئے لیکن میں قبر پر ہی رہا۔ وہاں بیٹھا باجی کے قاتل اور باقی کے بہن بھائیوں کے قاتل کے بارے میں سوچتا رہا۔ کافی دیر وہاں بیٹھا رہا۔ اس کے بعد مجھے کسی نے بلایا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو پیچھے رشا کھڑی تھی۔ اسے قبرستان دیکھ کر میں چونک کر رہ گیا۔ رشا تم یہاں..... اکیلی..... اندھیرے میں..... بولی..... گھر میں تمہیں نہ پا کر یہاں تلاش کرتے کرتے پہنچ آئی ہوں۔ کب تک یہاں بیٹھے رہو گے..... اٹھو..... گھر چلو..... تمہارے یہاں بیٹھنے سے ریشم واپس دنیا میں تو نہیں جائے گی..... میرا دھیان اس کی باتوں پر نہ تھا۔ صرف اس پر تھا کہ وہ رات کے اندھیرے میں اکیلی یہاں کیسے آ گئی۔ کیا اسے اندھیرے سے خوف نہ آیا۔ کیا اسے قبرستان کی ویران سنسان جھاڑیوں سے خوف نہ آیا..... کیا وہ واقعی میری تلاش میں آئی تھی۔ میرا دماغ الجھ کر رہ گیا۔ وہ بار بار کہہ رہی تھی۔ اٹھو چلو گھر۔ یہاں بیٹھے رہنا اچھا نہیں ہوتا؟..... اس کے بار بار اصرار پر میں اٹھا اور گاؤں کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف چل پڑا۔ کچھ آگے آیا تو سامنے وہی سیاہ ناگ نظر آئے۔ جو مجھے دیکھتے ہی پھن پھیلا کر کھڑے ہوگئے۔ وہ سب میرا راستہ روکے کھڑے ہوگئے۔ رشا خوف ڈر سے سہم گئی۔ میں نے اسے دلاسہ دیا۔ موت تو آنی ہے اگر ان سانپوں کے ہاتھوں موت ہے تو پھر بچ نہیں سکتے۔ اگر ان کے ہاتھوں موت نہیں ہے تو پھر یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں چند قدم پیچھے ہٹا تو سانپ چند قدم آگے بڑھے۔ میں اور پیچھے ہٹا تو وہ اور آگے بڑھے میں رشا کو لیکر دوبارہ قبرستان آگیا۔ لیکن میری نظریں سانپوں کی طرف تھیں۔ جب وہ ادھر ادھر چلے گئے تو میں اٹھا اور رشہ کو ساتھ لے کر گاؤں آگیا..... رشا کا قبرستان پہنچنا میرے لئے باعث تشویش تھا۔ یہ پہلی عورت تھی جسے میں نے رات کی تاریکی میں اکیلے قبرستان میں دیکھا تھا اور دوسرا میری ملاقات بھی رشا سے قبرستان میں ہوئی تھی۔ شاید یہ قبرستان آنے جانے کی عادی تھی۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ جس کا سب کچھ لٹ چکا ہوں اسے اپنی جان کی پرواہ نہ ہو۔ جس کا پورا خاندان قبرستان میں سو رہا ہو اسے قبرستان آنے جانے سے بھلا کیوں کر خوف آتا۔ جب اس قسم کے خیال ذہن میں ابھرنے لگے تو رشتہ کا قبرستان جانا کوئی عجیب نہ لگا۔ ویسے بھی وہ میری تلاش میں وہاں گئی تھی۔ میرا سچا پیار اسے کھینچ کر یہاں قبرستان میں لے آیا تھا جو وسوسے میرے دماغ میں سر ابھارتے دل ان کی فوری تردید کر دیتا۔ پوری رات اس کشمکش میں گزر گئی دوسرے دن مہمان وغیرہ رسم قل سے فارغ ہونے کے بعد واپس چلے گئے۔ ابو جان کو چپ لگ گئی کسی سے بات نہ کرتے۔ اپنے ہی خیالوں میں پاگلوں کی طرح ادھر ادھر گھومتے رہتے۔ انہیں کبھی قبرستان سے پکڑ کر لاتے۔ کبھی چھپڑ کے کنارے بیٹھے ہوتے۔ کبھی گاؤں سے کافی دور نکل جاتے۔ ہمارا کنبہ آہستہ آہستہ بربادی اور وقت کی طرف جا رہا تھا گاؤں والوں نے رشا کے بارے میں باتیں کہنا شروع کر دیں کہ جب سے یہ لڑکی گھر میں آئی ہے۔ گھر میں صف ماتم بچھ گئی ہے۔ نجانے کب یہ اپنا منحوس چہرہ یہاں سے لے کر جائے گی اور کب گاؤں میں سکون ہوگا۔ عورتوں کی روزانہ کی یہ باتیں گاؤں میں گردش کرتی کرتی ایک دن رشا کے کانوں سے جا ٹکرائیں اور رشہ جیسے زہر اگلنے لگی۔ غصہ سے اس کا چہرہ ایسے ہو گیا جیسے ابھی پورے گاؤں والوں کو ختم کر دے گی۔ لیکن جلد سنبھل گئی۔ اور مجھے کہا اقبال عورتوں نے جواب میرے خلاف بولنا شروع کر دیا ہے اور میں نہیں چاہتی کہ ان لوگوں سے میری وجہ سے آپ کی دشمن پڑ جائے۔ لہٰذا مجھے جہاں سے لائے تھے وہیں چھوڑ آئیں۔ میں سمجھ لوں گی کہ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے...... بس...... بس اپنی زبان کو روکو۔ آگے ایک لفظ بھی نہ بولنا۔ جن زبانوں سے تمہارے خلاف باتیں نکلیں گی میں وہ زبانیں کاٹ کر رکھ دوں گا۔ میری اس بات پر رشہ مسکرا دی اور کہا اقبال مجھے آپ سے یہی توقع تھی۔ میں مان گئی ہوں آپ کی محبت کو...... میں آپ کی دیوانی ہو گئی ہوں...... آپ انسان نہیں دیوتا ہے...... دیوتا...... جب رات ہوئی اور غالباً" آدھی سے زیادہ رات بیت چکی تھی۔ ستاروں کی روشنی سے چھت کا ہر حصہ بخوبی صاف نظر آ رہا تھا۔ رشتہ کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا جو چھت پر سے اندر کا ماحول صاف نظر آ رہا تھا میں نے اوپر چھت پر سے ہی کمرے کا جائزہ لیا تو اندر رشہ نظر نہ آئی مجھے تشویش ہوئی کہ رشا کہاں جا سکتی ہے۔ میں اس کے متعلق سوچتا ہوا نیچے اتر آیا اور اس کے کمرے میں چلا گیا۔ رشا کو غائب پا کر میں نے دوسرے کمرے میں جا کر بہنوں کے پاس دیکھا رشا وہاں بھی موجود نہ تھی۔ کہاں جا سکتی ہے۔ رات کی تنہائی میں۔ جب کہ بیرونی دروازہ بھی اندر سے لاک تھا۔ میں نے گھر کا کونا کونا چھان مارا لیکن رشا کہیں نظر نہ آئی۔ میں نے بہنوں کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور دوبارہ اوپر چھت پر آگیا۔ رشا کا یوں اچانک غائب ہونا میرے لئے پریشانی کا سبب تھا۔ میں نے چھت پر سوئے ہوئے ابو جان کو ہلایا اور آہستہ سے کہا کہ ابو جان رشا گھر میں نہیں ہے۔ میری بات پر ابو چونک گئے یہ ایک نیا زخم تھا جو میں نے ان کے دل پر لگا دیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی مرجھا چکے تھے۔ اندر سے ٹوٹ چکے تھے۔ گھر سے سات لاشوں کا بوجھ انہوں نے خود اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا۔ میری بات پر انہوں نے جواب دیا۔ بیٹا یہیں کہیں ہوگی۔ کہاں جا سکتی ہے۔ وہ بھی اٹھ کر چارپائی پر بیٹھ گئے اور نیچے صحن میں دیکھنے لگے۔ جس چھت پر ہم سوئے ہوئے تھے۔ یہ دراصل جانوروں کا کمرہ تھا۔ جہاں ہمارے آنے سے پہلے بھینس وغیرہ بندھی جاتی تھیں۔ اور سامنے دو کمرے چھت پر سے واضح نظر آتے تھے جس چھت پر ہم بیٹھے تھے یہ کمرہ میں نے دیکھا تھا ابھی ہم دونوں باپ بیٹا مرے کا جائزہ لے رہے تھے کہ ہمیں جانوروں کے اس کمرے سے وہی پانچ کالے ناگ نکلتے نظر آئے۔ جو پہلے رشا کے کمرے میں گئے اس کے بعد جونہی میری بہنوں کے کمرے میں داخل ہونے لگے میں نے اوپر کھڑے ہی چیخیں مارنی شروع کر دی۔ اور بھاگتا ہوا چھت سے نیچے اتر آیا۔ جانوروں کے اس کمرے سے رشا بھی اڑے ہوئے رنگ کے ساتھ باہر نکلی۔ کیا ہوا...... کیا ہوا...... اقبال کیا ہوا ہے...... میری چیخیں سنتے ہی وہ گھبرائی آواز میں

بولے جا رہی تھی۔ رشا سانپ...... کالے ناگ...... میری بہنوں کے کمرے میں...... بہنیں بھی جاگ گئی تھیں۔ میں نے انہیں کہا۔ چارپائی سے نیچے پاؤں نہ رکھنا...... اور خود کلہاڑی پکڑ کر کمرے میں گھس کر سانپوں کو تلاش کرنے لگ۔ لیکن ناکام رہا۔ سانپ غائب ہو چکے تھے۔ رشا پریشانی کی حالت میں گھر کے کونے کونے کو دیکھے جا رہی تھی۔ ہمسائے لوگ بھی اپنی اپنی چھتوں پر کھڑے ہمارے چیخنے کی وجہ معلوم کر رہے تھے، ان ناگوں کو غائب پا کر میں نے رشا کی طرف رخ کیا اور کہا تم اس کمرے میں کیا کر رہی تھی۔ میں نے تمہیں پورے گھر میں تلاش کیا لیکن تمہیں نہ پا کر میں پریشان ہو گیا تھا۔ اس سے قبل کر میں اپنی بات کو مزید بڑھاتا رشا بولی۔ یہ کالے ناگ دوسری دفعہ میرے کمرے میں گئے تھے۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ تو میں نے صبر سے کام لیا اگر چیخیں مارنا شروع کر دیتی تو گاؤں والے کہتے یہاں تو روزانہ ہی ایسا ہوتا ہے۔ میں نے کسی نہ کسی طریقے سے ان سانپوں کو بھگا دیا۔ اور جب محسوس کیا کہ یہاں خطرہ ہے تو تمہاری بہنوں کے کمرے میں گئی۔ وہاں جگہ نہ ملی تو یہاں کمرے میں آکر لیٹ گئی...... اب یہ سانپ پھر میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ یہ میری جان کے دشمن ہیں اور میں جینا چاہتی ہوں۔ تمہارے لئے اور اپنے اجڑے خاندان کے انتقام کیلئے...... اس کی اس کہانی میں مجھے سچ ہی سچ نظر آیا اور میں نے اسے ڈانٹنے کی معذرت کر لی۔ جو اس نے فوری معاف کر دیا اس واقعہ کے بعد رشا کی محبت میرے دل میں اور بڑھ گئی۔ اس کی عزت میری بہنوں اور چھوٹے بھائیوں کے دل میں اور بڑھ گئی۔ ہمسایہ کو ٹال مٹول والی بات سنا کر کہا کہ اب خیریت ہے تب وہ لوگ چلے گئے...... باقی کی رات جاگنے میں گزر گئی...... دوسرے دن میں نے گاؤں والوں سے سانپوں کے بارے میں بات کی تو انہوں نے کہا یہ سانپوں کی کہانی ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ یہ ہمارے گھروں میں کیوں نہیں آتے۔ صرف آپ کے خاندان کے دشمن کیوں ہیں۔ ذہن و دماغ پر زور دے کر سوچو کہ تم سے یہ تمہارے کسی گھر کے فرد سے کوئی غلطی ہو گئی ہوگی۔ جس پر سانپ تم سب کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ایک بزرگ نے کہا۔ اچھا ہے کہ تم لوگ یہ گاؤں ہی چھوڑ دے۔ کہیں اور چلے جاؤ۔ اس بزرگ کی بات پر سبھی لوگوں نے تائید کی اور میں نے کہا کہ میں آج ہی یہ گاؤں چھوڑ جاؤں گا۔ لہٰذا قبرستان کے دوسری طرف گاؤں میں ایک خالی مکان دیکھ کر وہاں چلے گئے...... یہاں چند دن ہنسی خوشی گزر گئے۔ میں نے کہا ابو جان میں اب رشا سے جلد شادی کرنا چاہتا ہوں۔ ابو جان بھی اس رشتہ پر راضی تھے۔ بولے کل مولوی صاحب سے بات کر کے تم دونوں کا نکاح پڑھوا دیتا ہوں۔ میں کتنا خوش قسمت انسان تھے جسے اس کا پیار ملنے والا تھا۔ جسے چاہا تھا اسے پالینے والا تھا۔ ہمیشہ ہمیشہ اس کے قریب رہنے والا تھا۔ یہ مکان کافی بڑا تھا۔ تقریباً" 5 کمرے تھے۔ کشادہ صحن تھا جس پر درخت بھی تھے۔ تقریباً" ایک کنال پر مشتمل رقبہ پر یہ مکان تھا۔ یہاں سبھی لوگ اپنے اپنے کمروں میں سوتے تھے۔ رات ہوگئی اور اب صبح سویرے میں رشا کو اپنانے والا تھا۔ آدھی رات تک جاگتا رہا اس کے بعد نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ ابھی سوتے ہوئے تقریباً" ایک گھنٹہ ہوا ہوگا کہ ابو کے کمرے سے ہائے...... ہائے اور تڑپنے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں بھاگتا ہوا ابو کے کمرے کی طرف گیا اندر سے دروازہ بند تھا۔ میں نے زور زور سے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا لیکن کسی نے بھی دروازہ نہ کھولا۔ بہنیں جاگ گئیں لیکن رشا اپنے کمرے میں سوئی رہی...... میں نے کلہاڑی کے وار سے دروازہ توڑ دیا اندر سے ایک ہیولا نکلا۔ جو صرف محسوس ہوا لیکن اس وقت میرے دماغ پر اور نظروں پر ابو کی صورت تھی۔ ابو کے قریب ہم پہنچے تو وہ لہولہان اور مردہ حالت میں پڑے تھے۔ جنہیں دیکھ کر بہنیں تڑپ اٹھیں...... رو رو کر اپنا برا حال کر لیا۔ بیچاری معصوم تھیں لیکن سب جانتی تھیں سمجھتی تھیں دونوں چھوٹے بھائی بھی ایک طرف ابو کی لاش پر گرے رو رہے تھے...... میرے اپنے آنسو بھی تھمنے کا نام لے رہے تھے۔ رشا بھی اپنے کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ وہ بھی آتے ہی ابو کی میت پر گر پڑی اور زور وشور سے رونے لگی۔ میرے بعد رشا ہی تھی جو سب سے بڑی تھی۔ اس گاؤں والوں کو ہم نے اسے ماموں کی بیٹی ظاہر کیا تھا اور بتایا تھا کہ جلد شادی بھی کرنے والے ہیں۔ جب رشا ابو کی میت سے اٹھی تو اس کے کپڑے بھی خون سے بھیگ گئے۔ سارا دن آہ و زاری میں گزر جانے کے بعد ابو کو بھی اسی قبرستان میں جا کر دفن کر دیا گیا۔ جہاں تین بہنوں، تین بھائیوں اور ماں کی قبریں تھیں۔ ہمارے گھر پر سب کیوں ہو رہا تھا۔ کسی کی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ کبھی کبھی یہ ضرور دماغ میں آتا کہ چڑیل اپنے اجڑے خاندان کا بدلہ لے رہی ہے اور ابو کے کمرے سے جو ہیولہ صحن کی طرف بڑھا تھا اس نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ واقعی یہ اسی چڑیل کی انتقامی کارروائی ہے۔ لہٰذا دوسرے دن رات کو وہاں کھیتوں میں گیا اور جہاں چڑیل نمودار ہوئی تھی۔ وہاں بیٹھ کر رونا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد ایک بھیانک شکل والی چڑیل میرے سامنے کھڑی تھی۔ جو قہقہے پہ قہقہے لگا رہی تھی۔ اس کی شکل سے مجھے وحشت آنے لگی۔ ایک چیز جو میں نے غور سے دیکھی وہ یہ تھی کہ اس چڑیل کی انگلیاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انگلیاں نہ تھی بلکہ اس جگہ چھوٹے چھوٹے سانپ تھے۔ جو رینگ رینگ کر ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ جب چڑیل نے وہ ہاتھ میری طرف بڑھایا تو وہ چھوٹے چھوٹے سانپ وہی کالے ناگ بن کر میرے سامنے آ گئے۔ اپنے بہن بھائیوں اور والدین کی موت کا سبب بھی جان گیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر اس بھیانک شکل والی چڑیل کے سامنے بیٹھ گیا کہ مجھے معاف کر دے۔ میرا تمام خاندان تم نے نگل لیا ہے۔ ایک ایک کر کے سبھی کو ختم کر دیا ہے۔ میری منت و سماجت پر اس نے ایک وحشت ناک قہقہہ لگایا اور بولی اس وقت تو تم بہت خوش تھے جب لمحوں میں میرا خاندان موت کی وادیوں میں پہنچایا تھا۔ دیکھو تم نے مجھے اکیلا کر دیا ہے اور میں بھی اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گی جب تک تمہارے خاندان کو ایک ایک کر کے ختم نہ کر دوں - میں چاہتی تو تمہارے خاندان والوں کو ایک ہی دن ایک ہی رات میں ختم کر دیتی۔ لیکن نہیں میں تمہیں تڑپتا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی تم گھر کے افراد کی موتیں دیکھ دیکھ کر تڑپتے رہو میں نے منت کی ختم کرو یہ خونی کھیل ..... میں نے تمہارا خاندان جان بوجھ کر ختم نہیں کیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ان درختوں کے بیچ تمہاری رہائش گاہیں ہیں۔ تمہاری بستیاں آباد ہیں۔ بہت تڑپ لیا ہے میں نے اب ہمت نہیں ہے تڑپنے کی۔ میری جان لے لو اور میرے گھر والوں کو چھوڑ دوں۔ میری اس بات پر اس نے ایک قہقہہ لگایا اور بولی تم بھی میرے پنجوں کا نشانہ ضرور بنو گے یہ پہلو میرے جسم کا ایک حصہ ہیں اور جب چاہوں ان سے تمہاری روح جسم سے کھینچ سکتی ہوں لیکن ابھی تمہارا وقت نہیں آیا۔ ساتھ ہی میری نظروں کے سامنے ایک طرف چلتی چلتی غائب ہو گئی۔ میرا رونا دھونا۔ میری منت و سماجت ناکام رہی۔ اس کے انتقام کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی تھی۔ اپنی بہنوں اور بھائیوں کی مزید اموات میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے تہیہ کر لیا کہ اب یہ اموات نہیں ہونے دوں گا میں کسی بزرگ کی خدمات حاصل کروں گا اور اس خونی چڑیل کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جلا کر بھسم کر دوں گا اس سے قبل کہ وہ سارا خون کرے۔ مجھے اس کا خون کرنا تھا۔ میں رات کے اندھیرے میں ہی گاؤں واپس آ گیا۔ گھر میں گاؤں کی عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ بہن بھائی ایک کونے میں بیٹھے اپنی بے بسی پر آنسو بہا رہے تھے۔ اور رشا غمگین چہرہ لئے گاؤں کی عورتوں سے اس خاندان پر ڈھائے جانے والے ظلمات کی کہانیاں سنا رہی تھیں ..... میں نے گھر آ کر باری باری اپنی بہنوں اور بھائیوں کو سینے سے لگایا..... ان کے رنجیدہ چہروں کو بوسے دیئے۔ یہ تو پھول تھے جو ناکردہ گناہوں کی سزا پا رہے تھے۔ اور جو قبروں کی زینت بن چکے تھے۔ وہ سب بھی میرے کارنامے کی وجہ سے وہاں تک پہنچے تھے۔ ان سب کی قاتل چڑیل نہ تھی میں تھا۔ ہاں ..... میں خود تھا..... بہن بھائیوں کو گلے سے لگا لگا کر خوب رویا۔ بہنوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتا رہا۔ اب ان کو مرنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں ان کا محافظ بن کر زندہ رہنا چاہتا تھا۔ وہاں بیٹھے ہوئے مردوں سے کسی خدا کے بندے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ جس نے چڑیلوں کو جکڑ رکھا ہو۔ جس نے چڑیلوں کو اپنی قید میں بند کر رکھا ہو۔ ایک آدمی سے معلومات حاصل ہوئی۔ کہ شہر میں ایک ایسا بزرگ موجود تھا جو یہ کام کرتا تھا۔ اس کے قبضے میں سینکڑوں چڑیلوں اور جنات ہیں۔ رات میں نے بہن بھائیوں کی حفاظت میں جاگتے ہوئے گذار دی۔ دوسرے دن صبح سویرے شہر کا رخ کر لیا۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ وہ بزرگ شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ 15 دن بعد آئیں گے ان کے مریدوں سے بات کی تو پتہ چلا کہ یہ کام صرف وہی کر سکتے ہیں۔ بڑے سے بڑے دیو کو قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ میری کہانی سن کر ان سب کے دل تو بہت ہلے تھے۔ لیکن وہ بھی میری طرح بے بس تھے ..... اب پندرہ دن گذارنے میرے لئے مشکل تھے۔ بہن بھائیوں کی حفاظت میرے ذمہ تھا اور چڑیل کی زبانی یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ وہ جلدی میرے بہن بھائیوں کو بھی خون میں نہلا دے گی۔ اور اب میں سب کچھ جاننے کے باوجود بھی کیسے اپنے بہن بھائیوں کو موت کے منہ میں دھکیل سکتا تھا۔ ان کے معصوم اور مرجھائے چہرے میری نظروں کے سامنے ادھر ادھر گھوم پھر رہے تھے اور بار بار سوال کر رہے تھے کہ بھیا سبھی لوگ ایک ایک کر کے ہمیں چھوڑ کر قبروں میں کیوں جا رہے ہیں۔ کیا گناہ کیا ہے ہم سب نے کہ ہر کوئی لہو میں لت پت صبح مرا ہوا نظر آیا ہے پہلے بہن بھائی گئے پھر بہن اور بھائی گئے، امی پاگل ہو گئیں، اس کے بعد وہ بھی مر گئی۔ اب ابو بھی دنیا سے چلے گئے۔ بھیا ہمیں کس جرم کی سزا مل رہی ہے۔ معصوم بہن بھائیوں کے چہروں پر لکھے یہ سوالات مجھے چیخیں مار مار کر رونے پر مجبور کر رہے تھے۔ میں نے کلہاڑی ہاتھ میں پکڑ لی اور مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو گیا۔ کہ جونہی چڑیل گھر میں داخل ہو گی کلہاڑیوں کے وار سے اسے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دوں گا۔ پوری رات بہن بھائیوں کا پہرہ دیتے گزر گئی۔ کئی بار نیند نے مجھے اپنی آغوش میں لینے کی کوشش کی لیکن جب غنودگی طاری ہوتی میں فوری ہاتھ منہ دھو لیتا۔ اور یونہی جاگتے تمام رات گزار دی۔ اور صبح سویرے بہن بھائیوں کے اناج کا بندوبست کیا۔ اپنی موجودگی میں سبھی کو کھانا کھلایا۔ ہماری حالتوں پر پورے

گاؤں والوں کو ترس آتا تھا۔ سبھی تو کوئی چاول کوئی آٹا اور کوئی باقی ضروریات زندگی کی اشیاء گھر آ کر دے جاتا۔ ہمارے سروں پر ماسوائے گاؤں والوں کے کسی اپنے بڑوں کا سایہ نہ تھا۔ جو سائے وہ میں نے اپنے ہاتھوں سے قبروں میں اتار دیئے تھے۔ دو دن مکمل طور پر دن رات جاگتا رہا اور قرآنی آیات کا ورد کرتا رہا۔ تیسری رات سبھی بہن بھائی سوئے ہوئے تھے اور دوسرے کمرے میں رشا بھی خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔ تقریباً" آدھی رات کا وقت ہو گا کہ رشا کے کمرے سے مجھے وہی سیاہ ناگ نکلتے نظر آئے۔ پہلے تو میں پریشان ہو گیا اور رشا کی سلامتی کی دعائیں کرنے لگا کہ خدا اسے لمبی زندگی سے نوازے - وہ تو ان ناگوں کی وجہ سے پہلے ہی بہت خوفزدہ تھی۔ اب اس کے کمرے سے ان ناگوں کے نکلتے دیکھ کر اس کے حق میں دعائیں کرنے لگا۔ ان ناگوں کا رخ بہن بھائیوں کے کمرے کی طرف تھا۔ میں نے کلہاڑی ہاتھ میں مضبوطی سے تھام لی مجھے سامنے دیکھ کر وہ سبھی ناگ پھن پھیلائے مجھے خوفزدہ کرنے لگے۔ ان کے بارے میں میں جان چکا تھا کہ یہ سانپ چڑیل کے چھوڑے ہوئے ہیں۔ اصل نہیں ہیں۔ ایک سانپ نے زور سے مجھ پر حملہ کر دیا۔ ادھر میں نے بھی پھرتی سے کام لیا اور کلہاڑی کو سامنے کر دیا کلہاڑی دیکھ کر سبھی سانپ غائب ہو گئے۔ کہیں دوبارہ وہ سانپ حملہ آور نہ ہو جائیں۔ یہ سوچ کر میں نے بہن بھائیوں کا پہرہ تیز کر دیا۔ یہ رات بھی خیریت سے گزر گئی۔ صبح ہو گئی۔ تو خدا کا شکر ادا کیا۔ تقریباً" رات کا وقت تھا کہ رشا مجھ سے خفا ہو گئی کہ میں اس سے دلچسپی نہیں لے رہا ہوں صرف بہن بھائیوں کی فکر میں ہوں میں نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانی جس پر میں طیش میں آ گیا اور ایک تیز تھپڑ اس کے منہ پر جڑ دیا۔ جس کے جواب میں اس نے بھی ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر دے مارا اس کا تھپڑ اس قدر وزنی تھا کہ میرے ہوش اڑ گئے۔ ایسے لگا جیسے انسانی تھپڑ نہ ہو۔ ساتھ ہی وہ چیخی۔ تم مجھے اپنے گھر میں آ کر ذلیل و خوار کر رہے ہو۔ مجھ پر ظلم کر رہے ہو۔ پیار و محبت کے وعدے کرنے کے بعد اب میری فکر تک نہیں ہے۔ اس کی بات درست تھی۔ لیکن جب سے وہ گھر آئی تھی۔ ہمارا گھر موت کی وادیوں میں جا رہا تھا۔ پھر بھی اسے پیار کرتا تھا، لیکن بہن بھائیوں کا خیال بھی مجھ پر لازم تھا۔ وہ غصہ سے اپنے کمرے میں گھس گئی اور اندر سے دروازہ لاک کر لیا۔ نہ کچھ کھایا اور نہ ہی کچھ پیا۔ وہ بھی بچی تھی۔ اور میں بھی جھوٹا نہ تھا۔ اس کے تھپڑ سے میرے چہرے پر نشان پڑ گیا۔ بہن بھائیوں نے دونوں کی غلطی ظاہر کی۔ بہرحال رات گزرتی جا رہی تھی۔ سبھی بہن بھائی سو گئے۔ رشا بھی اپنے کمرے سے باہر نہ نکلی۔ آدھی رات کو آج پھر اس کے کمرے سے وہی کالے ناگ باہر آئے۔ آج پھر میں نے کلہاڑی سیدھی کر لی۔ لیکن شاید آج وہ میرا خاتمہ کرنے پر تلے تھے۔ ایک ناگ نے زور سے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ بڑی مشکل سے اس کے حملے سے بچتے ہوئے سیدھی کلہاڑی اس پر دے ماری جس سے وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے دو ٹکڑے ہوتے ہی رشا کی کمرے سے چیخ اور رونے کی آواز ابھری۔ شاید اس پر سانپ نے حملہ کر دیا تھا ایک طرف بہن بھائی، دوسری طرف رشا..... میں نے باہر سے آواز دی رشا ہمت سے کام لینا۔ خدا مالک ہے۔ ناگ حملہ آور ہوتے رہے اور میں ان کے حملے کو پسپا کرتا رہا ان کے ٹکڑے کرتا رہا۔ نجانے خدا نے آج اتنی ہمت اور طاقت کیسے دے دی تھی کہ میں نے سبھی ناگوں کو کلہاڑیوں کے وار سے ٹکڑے کر دیا اور سبھی سانپ ٹکڑے ہونے کے بعد غائب ہو گئے ادھر ہر سانپ کے قتل پر رشا کی درد بھری چیخ ابھرتی رہی۔ جب دل کو تسلی ہو گئی کہ سانپوں کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ تو میں نے رشا کا دروازہ بھی توڑ دیا۔ ہمسائے لوگ چھتوں پر کھڑے یہ منظر دیکھتے رہے۔ جب رشا کے کمرے کا دروازہ توڑ ڈالا تو رشا چارپائی پر اوندھے میں گری رو رہی تھی اور پورا بستر لہولہان تھا۔ اس کے ہاتھ کی انگلیاں کٹی ہوئی تھی۔ اسے لہولہان دیکھ کر میں تڑپ کر رہ گیا اور کہا رشا یہ سب کیا ہے۔ بہن بھائی بھی رشا کے کمرے میں آ چکے تھے۔ وہ بھی اس کے کٹے ہاتھ کو دیکھ کر حیران و پریشان تھے۔ میرے اس سوال پر وہ میرے پاؤں پڑ گئی۔ اور بولی اقبال مجھے معاف کر دو۔ آج میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ دیکھ وہ ہاتھ میں نے کاٹ دیا ہے۔ اس کی اس حرکت پر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کتنا پیار کرتی تھی وہ مجھ سے اور میں نے خواہ مخواہ اسے ڈانٹ دیا تھا۔ یہی اس کے کٹے ہاتھ کو کافی دیر تک دیکھتا رہا۔ بہنوں نے اپنے دوپٹے پھاڑ کر اس کا ہاتھ باندھ دیا۔ اس پر مٹی لگائی۔ خون خشک ہونا شروع ہو گیا۔ مجھے اس وقت اس معصوم پر بہت ترس آیا۔ اس کے اس فعل سے میرے دل میں اس کی محبت اور زیادہ ہو گئی - اگر ابو زندہ ہوتے تو آج وہ میری دلہن بنی ہوتی۔ لیکن شاید خدا کو ابھی یہ منظور نہ تھا۔ وہ ابھی تک میرے لئے غیر تھی۔ اس کو ہاتھ لگانا گناہ سمجھتا تھا۔ صرف دل سے سچا پیار کرتا تھا ایک چھت کے نیچے رہنے کے باوجود بھی ہمارے دلوں میں شیطان نہ اترا تھا۔ ہماری محبت سچی اور پاکیزہ تھی۔ مسلسل ایک ہفتہ جاگنے سے آنکھیں پتھرا گئی۔ میں نے ایک دن ہمسائے کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ بہن بھائیوں کا خیال رکھیں تاکہ میں سولوں کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ چڑیل کے خونی پنجوں سے ہم سب بہن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھائی محفوظ رہ سکتے تھے۔ میں اپنے کھیتوں میں چلا گیا۔ اور ایک ڈیرے پر خوب سویا۔ یہاں تک کہ شام کے سائے وہی پھیل گئے۔ جب اٹھا تو ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ میں جلدی سے گھر کی طرف بھاگنے لگا تو کسی کے تیز پنجوں نے مجھے جکڑ لیا۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو سامنے وہی بھیانک چڑیل کھڑی تھی۔ اس کے خوفناک چہرے سے خوف آتا تھا۔ لیکن اتنا میں جانتا تھا کہ پہلے وہ میرے بہن بھائیوں کا خاتمہ کرے گی پھر میں اس کا شکار ہوں گا۔ میں نے قرآنی آیات کا ورد شروع کر دیا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا اور بولی۔ اقبال بہت چالاک انسان ہو تم نے میرا ہاتھ کاٹ کر اچھا نہیں کیا۔ اس کا انتقام بھی تم سے لوں گی۔ میں خود موقع کی تلاش میں ہوں جب کبھی بھی موقع ملا کوئی بھی زندہ نہیں بچ پائے گا۔ میں نے پہلی دفعہ ہمت کی اور کہا عنقریب تمہاری طاقت ختم ہونے والی ہے۔ اس کے بعد میں تجھے جکڑ لوں گا اور اپنے گھر کے ایک ایک فرد کے خون کا تم سے حساب لوں گا۔ میری اس بات پر ایک قہقہہ بلند ہوا۔ جسامت کے لحاظ سے وہ تقریباً 10 گز لمبی تھی اور جتنی لمبی تھی اتنی ہی خوفزدہ شکل تھی۔ دیگ سے بڑا سر۔ لال سرخ موٹی موٹی گول آنکھیں، منہ سے باہر نکلے لمبے دانت، اور چڑیلوں کی طرح بکھرے بال۔ اگر میرا دل کمزور ہوتا تو اس کے خوف سے کب کا مر گیا ہوتا..... لیکن ابھی مجھے اس کا خاتمہ کرنا تھا میں نے گھر کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ پیچھے سے آوازیں آتی رہی کسی کو نہیں چھوڑوں گی۔ اپنے اجڑے خاندان کا بدلہ لوں گی۔ جب تک تم سب کا خاتمہ نہ کر لوں چین سے نہیں بیٹھوں گی۔ اس کی آوازیں میرے کانوں کے پردے پھاڑتی رہیں۔ لیکن میں بھاگتا ہوا گھر کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ گاؤں کے قریب پہنچتے ہی سامنے رشا کھڑی نظر آئی۔ اور مجھے دیکھتے ہی بولی۔ میں کب سے تمہیں تلاش کر رہی تھی کہاں چلے گئے تھے۔ میں نے تمام واقعہ سنا دیا اور کہا تم گھر سے باہر نہ نکلا کرو۔ کہیں تم بھی چڑیل کے ہاتھوں کا شکار نہ ہو جاؤ..... گھر پہنچ کر سبھی کو ٹھیک حالت میں دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ اب چونکہ جی بھر کر سو چکا تھا۔ لہٰذا رات کو جاگنے میں پریشانی نہ ہوتی۔ خدا خدا کر کے یہ ہفتہ بھی گزر گیا۔ آج صبح سے ہی آسمان پر سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے اور آج میں نے شہر بھی جانا تھا۔ کیونکہ بزرگ صاحب کی مدد حاصل کرنی تھی۔ میں نے تمام بہن بھائیوں کو خوب پیار کیا اور انہیں سمجھایا کہ کوئی بھی اکیلے میں نہ رہے۔ ایک ساتھ رہنا ہے۔ موسم ٹھیک نہیں ہے۔ ایک کمرے میں گھس کر بیٹھ جانا۔ میں دو تین گھنٹے تک آ جاؤں گا۔ پھر پلٹ سمجھانے کے بعد میں گھر سے باہر نکل گیا۔ جب شہر پہنچا تو موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ اور اس زور سے بارش ہوئی کہ جیسے آج کے بعد دوبارہ بارش نہ ہوگی۔ جیسے تیسے ہوا بزرگ کے ڈیرے تک پہنچا اور خدا کی قدرت کہ بزرگ مل گئے۔ پتہ چلا کہ رات کو ہی وہ واپس آئے تھے۔ ان کے مریدوں نے میری تمام کہانی پہلے ہی ان کو سنا ڈالی تھی۔ لہٰذا مجھے دیکھتے ہی انہوں نے بہت شفقت اور پیار کیا۔ تمام کہانی میری زبانی سنی۔ جس سے ان کی آنکھیں بھی آبدیدہ ہو گئیں۔ میری کہانی سن کر تڑپ گئے۔ انہوں نے کچھ لکھ کر مجھے دیا اور کہا کہ اسے اپنے پاس رکھیں اور باقی بہن بھائیوں کے لئے بھی کچھ لکھ کر دیا اور کہا کہ سبھی کے گلے میں ڈال دینا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے چڑیل کے شر سے محفوظ رہیں۔ وہ آپ لوگوں کا بال بیکا بھی نہیں کر سکے گی۔ ویسے زندگی موت تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بہر حال فوری گھر چلے جائیں۔ باہر بارش کا زور ذرا ابھی کم نہ ہوا تھا۔ بارش میں ہی میں وہاں سے چل پڑا۔ اگر کہیں رک جاتا تو پہنچنے میں دیر ہو جاتی۔ بارش میں بھیگتا ہوا چلتا رہا۔ آج دل پر سکون تھا۔ چڑیل نے بہت سخت انتقام لے لیا تھا جیسے تیسے ہوا گاؤں پہنچا۔ گھر کے قریب پہنچتے ہی منہ سے ایک خوفناک چیخ بلند ہوئی۔ اس کے بعد میں گلی میں گر کر بے ہوش ہو گیا۔ میرا گھر اجڑا ہوا تھا جس کمرے میں بہن بھائی بیٹھے تھے وہ چھت ملبے کا ڈھیر بنی ہوئی تھی اور گاؤں والے بارش میں ہی ملبہ ہٹا ہٹا کر نیچے سے میرے بہن بھائیوں کی لاشیں نکالنے میں مصروف تھے۔ جب ہوش آیا تو میرے سامنے چارپایاں پڑی تھیں۔ جن پر میرے بہن بھائی لہو میں سرخ ہوئے پڑے تھے۔ ہوش میں آتے ہی باری باری میں سب کی چارپائی پر گر کر ان کے چہروں کو بوسے کیے۔ ہزاروں باتیں کی۔ پاگلوں کی طرح آہیں مار مار کر رویا۔ گرے مکان کی اینٹیں اٹھا اٹھا کر گری چھت کو ماریں۔ جہاں گرا تھا۔ وہیں لاتے ہوئے تعویز گیلی مٹی میں خراب ہو گئے۔ رشا گرے ہوئے ملبے پر بیٹھی غمگین آنکھوں میں نجانے کن سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ اسی وقت مجھے ہر سو بہن بھائیوں کی لاشیں ہی نظر آ رہی تھیں۔ بارش کا زور کچھ ٹوٹ چکا تھا اور تقریباً" ایک گھنٹہ بعد بادل آسمان سے غائب ہو گئے۔ تقریباً" دن کے چار بجنے والے تھے۔ نجانے کن کن لوگوں نے ان لاشوں کو غسل دیئے۔ کن لوگوں نے کفن پہنائے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں ایک لٹا پٹا انسان۔ اپنے بے جان وجود لئے ڈولتے پاؤں سے اودھرماتے کندھوں سے بار بار پانچوں چارپائیوں کو کندھا دیتا۔ ہوا قبرستان کی طرف بڑھنے لگا۔ ان اموات پر آس پاس کے لوگوں نے بھی شرکت کی۔ جو بھی سنتا سب کچھ چھوڑ کر میرے گھر بھاگتا آتا۔ پانچ جنازے ایک قطار میں قبرستان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یہ مکان کیسے

گرا تھا کسی کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ 13 افراد پر مشتمل اپنا کنبہ قبرستان کی زینت بن چکا تھا ایک خاندان کا ایک علیحدہ قبرستان بنا ہوا تھا۔ بہن بھائیوں کو دفنانے کے بعد میں قبروں پر پڑا رہ گیا۔ کہاں جاتا۔ کون تھا اب میرا یہاں دنیا میں۔ سبھی تو یہاں لیٹے ہوئے تھے۔ یہ سب میری وجہ سے قبرستان میں دفن ہوئے تھے یہ بات میری سوچوں میں بھی نہ تھی کہ چڑیل اس قدر ظالم اور انتقام لے سکتی ہیں۔ کاش کہ جب میں درخت کاٹنے لگا تو کوئی روک لیتا تو آج یہ نوبت نہ آتی۔ وہاں بیٹھے اپنے خاندان کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ دور سے مجھے رشا آتی ہوئی دکھائی دی غمگین صورت، ڈگمگاتے قدموں سے چلتے چلتے وہ قریب آ کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ جو قبروں کو بھگو رہے تھے۔ کافی دیر تک میرے سامنے بیٹھی رہی اور بولی اقبال ..... اس کی آواز پر میں چونکا ہاں ..... بولی ..... میں پاگل ہو گئی تھی۔ تمہارا پیار، تمہارے بہن بھائیوں، والدین کے پیار کو فراموش کر دیا تھا۔ مجھے آپ لوگوں کا سچا پیار نظر نہ آیا۔ میں اپنے خاندان کی بربادی کے انتقام کی آگ میں بھولتے ہوتے سب کچھ نگل گئی۔ جب تم لوگوں کو دیکھتی تو مجھے اپنا خاندان تڑپتا ہوا نظر آتا اور میں آگ بگولہ ہو جاتی اور رفتہ رفتہ ہر کسی کو نگلتی رہی ..... رشا کی ان باتوں نے مجھے چونکا دیا ..... کیا کہہ رہی ہو رشا ..... ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ میں مجرم ہوں تمہاری تمہارے خاندان کی۔ تم نے جب سے میرا خاندان مارا تھا تم سے بدلہ لینا تھا جب کوئی طریقہ سامنے نہ آیا تو دوستی کا ہاتھ تمہاری طرف بڑھایا اور تم کو اپنی گرفت میں جکڑ لیا۔ اور تمہارے پاس رہ کر ایک ایک کر کے سبھی کو ختم کر ڈالا۔ یہ دیکھو میرا کٹا ہوا ہاتھ یہ میں نے خود نہیں کاٹا تھا۔ تم نے کاٹا تھا۔ سانپوں کو مار کر..... وہ سانپ جو میری انگلیوں کی زینت تھے۔ تم نے انہیں کاٹ دیا۔ اس کے بعد رشا کے منہ سے لمبے لمبے دانت باہر نکلنے لگے۔ سفید رنگت کی جگہ سیاہ رنگت نے لے لی۔ وہی چڑیل میرے سامنے کھڑی تھی۔ جو مجھ سے بدلہ لینا چاہتی تھی۔ نہیں رشا..... نہیں کہہ دو یہ سب جھوٹ ہے۔ تم ایسا نہیں کر سکتی۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کی قطاریں زمین میں جذب ہونے لگیں۔ کیونکہ تم نے میرا ساتھ دیا۔ مجھ سے تو انجانے میں یہ سب ہوا تھا لیکن تم نے نہیں رشا تم پیار کے قابل نہیں ہو..... تم چڑیل ہو..... چڑیل..... ڈائن ہو خونی ڈائن..... میں پاگلوں کی طرح ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ رشا پہ کیا ہوا اعتماد مجھے بہت مہنگا پڑا۔ کیا کیا خواب دیکھے تھے میں نے جو سب کے سب آنسوؤں میں بہہ گئے۔ میرا پیار ہی میرا میرے خاندان کا قاتل نکلا۔ رشا اپنی اصلی صورت کو ختم کرتے ہوئے دوبارہ رشا کے روپ میں آ گئی لیکن مجھے اس سے نفرت ہو گئی تھی۔ شدید نفرت۔ احسان فراموش تھی۔ وہ ..... قاتل تھی میرے معصوم بہن بھائیوں کی۔ میرے والدین کی..... کافی دن تک میں پاگلوں کی طرح قبرستان کے ارد گرد گھومتا رہا۔ پھر اچانک ایک وہی شہر والے بزرگ یہاں آ گئے۔ شاید میری کہانی کی تڑپ نے انہیں چین نہیں لینے دیا تھا۔ مجھے پاگلوں کی طرح بھاگتے دیکھ کر ہر بات سمجھ گئے۔ قدرتی امر تھا۔ انہیں دیکھ کر میرے حواس درست ہو گئے۔ پاگل پن کا دورہ ختم ہو گیا۔ وہ بزرگ بولے۔ تمہارے تمام خاندان کی بربادی کا آج ہی علم ہوا ہے۔ تو چلا آیا..... اس کے بعد انہوں نے کچھ پڑھا۔ تو رشا گرتی پڑتی ان کے پاس آ گئی۔ بولے بیٹا کیا یہی چڑیل ہے۔ جس نے تمہارا سب کچھ اجاڑا ہے رشا کو دیکھ کر میں غصہ میں چلایا۔ یہ چڑیل نہیں ..... خونی ڈائن ہے اس نے نگل لیا ہے میرا خاندان۔ اسے نہیں چھوڑوں گا میرے گھر مہمان بن کر آئی تھی اور سب کچھ چھین کر یہاں لے گئی ہے ..... بزرگ نے رشا کو جکڑ لیا۔ اور کچھ پڑھ کر اس پر پھونکا تو وہ چیخنے چلانے لگی۔ انہی چیخوں میں اس کی آواز دبتی چلی گئی اور اس کا جسم دھواں کی صورت اختیار کرتا گیا۔ وہ میری آنکھوں کے سامنے ہی چیختی چلاتی جل کر بھسم ہو گئی۔ ہمیشہ کیلئے میری آنکھوں سے غائب ہو گئی۔ وہ بھی میرے بہن بھائیوں والدین کے پاس لوٹ گئی..... بزرگ مجھے دلاسہ دیتے ہوئے واپس چلے گئے۔

***

اقبال نے کہانی سنانے کے بعد دوبارہ گڑھا کھودنا شروع کر دیا۔ تو ایک چیخ بلند ہوئی۔ یہ چیخ اقبال کی

اسے باہر نکالا تو وہ بھی خالق حقیقی سے جا ملا تھا۔ غیروں نے آنسو بہائے۔ غیروں نے ہی غسل اور کفن کا انتظام کیا اور اس کے بعد اسے بھی انہی قبروں کے پاس دفن کر دیا۔ یوں ایک ہنستا بستا۔ خاندن ایک غلطی کی وجہ سے قبروں میں آبسا تھا۔

یہ کہانی آج سے 6 سال قبل ایک 70 سالہ بزرگ نے سنائی تھی۔ جو آپ قارئین کے روبرو ویسی کی ویسی پیش کر دی ہے۔

کشور کرن پتوکی۔

ویران رہ گزر کو دیکھا کریں گے ہم
آئے گی تیری یاد تو رویا کریں گے ہم
گزرے جو لمحے پیار میں تیرے ساتھ
کتنے حسین خواب تھے سوچا کریں گے ہم

ظفر اقبال۔ پتوکی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جن کا بچہ

اقراء-لاہور

طوفانی بارش سے ہم ایک دکان کے برآمدے میں کھڑے ہونے کے باوجود بھیگ رہے تھے اب ہمارے سامنے سڑکوں پر بارش کا پانی ایسے دوڑ رہا تھا جیسے نہریں چل رہی ہوں سڑکوں پر گاڑیاں بند کھڑی تھیں۔ جس مکان پر نظر پڑتی لوگ بارش سے بچنے کی غرض سے اس کے برآمدے میں کھڑے نظر آرہے تھے اور دوسرا دسمبر کا مہینہ تھا سردی بھی زوروں پر تھی۔ میں نے سردی سے بچنے کے لیئے تین جرسیاں زیب تن کر رکھی تھیں۔ اس کے باوجود بھی دانتوں سے دانت بج رہے تھے۔ اگر یہاں کوئی ہوٹل وغیرہ موجود ہوتا تو گرم چائے سے یقیناً" سردی کی شدت میں کمی ضرور ہوتی لیکن قریب ترین ہوٹل کا نام ونشان تک نہ تھا جب ہمارے قریب لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہونا شروع ہو گیا تو میری بیوی نے ایک نظر مجھ پر ڈالی جیسے کہہ رہی ہو کہ اب یہاں کھڑے ہونا مناسب نہیں۔ میں بیوی کی آنکھوں کا اشارہ سمجھ چکا تھا لہٰذا اچانک اپنا بیگ تھام لیا اور باہر سڑک پر آگئے چند لمحوں میں ہی ہم دونوں بھیگ گئے اور دوسرا سڑکوں پر بھاگتا ہوا پانی ہمارے گھٹنوں سے بھی اوپر تھا بمشکل ہم وہاں سے نکل کر ایک ہوٹل میں چلے گئے۔ جو اس دکان کی پچھلی طرف تھا وہاں پہنچتے ہی اپنا بیگ اتارا۔ لوگوں کا ہجوم یہاں بھی موجود تھا۔ لیکن فیملی بکس بنے تھے اس لئے ہمیں لوگوں کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہ پڑا تھا۔ ہم دونوں کو بیرہ لیکر اوپر والی منزل پر چلا گیا میں نے اسے جاتے ہی ایک کپ چائے کا اور ایک گلاس گرم دودھ کا آڈر دیا اور خود اپنے بھیگے کپڑے نچوڑنے لگے اس گرم کمرے میں اس قدر سکون واطمینان تھا۔ کہ دل چاہتا تھا تمام عمر اسی کمرے میں بیت جائے۔ ہیٹر کی تپش سے اپنی سردی کو ختم کرنے کے لئے اس کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں بیرا چائے اور گرم دودھ کا گلاس لئے آگیا اور ساتھ تین چار انڈے پلیٹ میں تھے۔ وہ یہ سب چیزیں رکھ کر نیچے اتر گیا ہم دونوں نے انڈے کھائے۔ چائے پی۔ باہر کھڑکی سے بارش کا تمام منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔ سڑکوں پر پانی ویسے ہی بھاگ رہا تھا۔ سڑک کی دوسری طرف مکانوں میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ جن میں زیادہ تر افراد کے کپڑے بارش کے پانی سے تر تھے۔ بیگم صاحبہ باتھ گئی جاکر کپڑے تبدیل کر آئی اور میں نے بھی اپنے بھیگے کپڑے تبدیل کیے اور بارش کے رکنے کا انتظار کرنے لگے۔ ہوٹل میں مسلسل ایک گھنٹہ ٹھہرے تب جاکر بارش رکی ہم دونوں نیچے اترے اور بل ادا کرنے کے بعد اپنی منزل کی طرف چل پڑے راستہ سڑک سے دو میل کے فاصلہ تھا جو پیدل ہی طے کرنا تھا۔ وہاں تانگہ وغیرہ نہیں جاتا تھا۔ ہر طرف پانی ہی پانی نظر آرہا تھا۔ ہم دونوں نے گھریلو چپلیں پہن لیں اور پانی بھری سڑک پر چلنے لگے۔ بارش کا یہ پانی ہمیں برف سے بھی ٹھنڈا محسوس ہو رہا تھا۔ بہرحال تو پہنچنا ہی تھا شہر کی سڑکوں سے گزر کر ہم لوگ اس مزار والی سڑک پر چڑھ گئے یہاں بھی جگہ جگہ پانی تھا۔ ہمارے کو دس سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ ہم دونوں میاں بیوی میں بہت پیار تھا۔ وہ بہت فرمانبردار اور نیک بیوی تھی۔ لیکن نجانے کیا وجہ تھی کہ خدا نے ہمیں اولاد کی نعمت سے محروم رکھا تھا۔ بہت علاج وغیرہ کرواتے لیکن خدا کو منظور نہ تھا۔ اب کسی نے ایک بزرگ کے بارے میں بتایا تھا کہ ان بزرگ کی دعا خدا بہت جلد قبول کرلیتا ہے۔ یہ بزرگ ایک مزار کے پاس ہی ایک خیمہ میں رہتے تھے۔ جہاں سے لاکھوں لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی تھیں۔ ہم دونوں ہی ایک آس ایک امید لیئے مزار کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آدھا فاصلہ کرنے طے کے بعد سڑک کے ایک کنارے سے ہمیں کسی بچے کے زور زور سے رونے کی آواز آئی۔ یہ آواز سن کر ہم دونوں چونک گئے۔ جب کچھ دور آگے بڑھے تو ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے بچے کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے سڑک پر اپنا بیگ رکھا اور سڑک پر بیٹھ کر کپڑے میں لپٹے ہوئے بچے کا چہرہ ننگا کیا تو اس نے ایک نظر غور سے میری طرف دیکھا اس کے بعد پھر رونا شروع کر دیا۔ نجانے کون اسے یہاں پھینک گیا تھا۔ اتنا حسین وجمیل بچہ تھا کہ دیکھتے ہی آنکھوں کو ٹھنڈک پڑی تھی پھر یہ کون ظالم ماں تھی جس نے اس طوفانی بارش میں اسے یہاں پھینک دیا تھا۔ میں نے جلدی سے بچے کے اوپر سے وہ گیلا کپڑا ہٹایا اور بیگ سے نکال کر دوسرا گرم کپڑا دیا۔ سینے سے لگانے کے بعد بیگم صاحب کے حوالے کر دیا۔ بیگم کی آنکھوں میں آنسو اڈ آئے۔ اس نے بچے کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگا کر

آسمان کی طرف دیکھا اور خدا سے شکوہ کے انداز میں بولی۔ اے خدایا۔ ہمیں تو تو نے اولاد جیسی نعمت سے محروم رکھا۔ ہم اولاد کو ترس رہے ہیں اور یہ بچہ کتنی ظالم ماں ہے جس نے اپنے لخت جگر کو یہاں پھینک دیا تھا تاکہ سردی سے مرجائے۔ لیکن خدایا تیرا لاکھ شکر ہے کہ تو نے ہمیں بے اولاد رہنے دیا اور ایک نور سے نواز دیا ہے۔ اب یہ بچہ میرا ہے۔ میں اس کی ماں ہوں۔ میں نے بیگم کی طرف دیکھا تو اس کی دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کی قطاریں بہہ رہی تھیں۔ ہم دونوں اسے گود میں لئے دوبارہ بزرگ صاحب کے مزار کی طرف بڑھنے لگے۔ گو کہ خدا تعالیٰ نے ہماری مراد یہاں ہی پوری کر دی تھی لیکن جس مقصد کے لیے گھر سے نکلے تھے وہ پورا کرنا تھا۔ ان بزرگوں کا دیدار ضرور کرنا تھا یا پھر بزرگ صاحب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لو ہمارے آنے کی قدرتی طور پر اطلاع ہو چکی تھی اور انہوں نے خدا سے دعا کرلی ہوگی۔ جو پوری ہو چکی تھی۔ جب ہم مزار پر پہنچے تو بزرگ صاحب اپنے خیمہ میں اکیلے بیٹھے تھے۔ شاید بارش کی وجہ سے آج لوگوں کا رش نہ ہوگا۔ وہ خدا کی یاد میں آنکھیں بند کئے کچھ پڑھنے میں مصروف تھے ہم دونوں باہر ہی کھڑے ہو گئے تو بزرگ صاحب نے آنکھیں کھولی۔ اور کہا بیٹی اندر آجاؤ یہ لفظ سن کر میں چونک گیا کہ انہوں نے بنا دیکھے ہی کیسے جان لیا کہ ہم دونوں یہاں کھڑے ہیں۔ بیگم نے میری طرف دیکھا تو میں نے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا وہ خیمہ کے اندر چلے گئی تو مجھے بھی اندر آنے کی اجازت مل گئی۔ میں نے بزرگ صاحب کو سلام کیا۔ ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اور سر جھکا کر بیٹھ گیا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے بیگم صاحب سے بچہ لیکر بزرگ صاحب کے سامنے لیٹا دیا۔ اور ساتھ ہی تمام واقعہ سنا دیا۔ بزرگ صاحب نے ہماری کہانی سننے کے بعد بچے کی طرف دیکھا اور کہا کہ اس بچے کو وہاں اسی جگہ پر لٹا دو خدا تعالیٰ آپ کو ضرور اولاد نرینہ سے نوازے گا۔ اس کے بعد انہوں نے میری بیگم فرحت کو ایک تعویز دیا۔ اور کہا کہ بیٹی اسے گلے میں پہن لینا اور اس کی حفاظت کرنا۔ اگر لاپروائی کی تو یہ تعویز غائب بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد ہم دونوں نے اجازت لی اور چل دیئے۔ راستہ بھر میں اس بچے کے بارے میں سوچتا رہا کہ بزرگ صاحب نے بچے کو دوبارہ وہاں ہی چھوڑنے کو کیوں کہا ہے اگر بچے کو وہاں چھوڑ دیا تو ہو سکتا ہے کسی غلط آدمی کے ہاتھ آجائے یا پھر سردی سے مر ہی نہ جائے۔ میں نے اپنے دماغ کی تمام سوچیں اپنی بیوی کو بتا دیں۔ وہ کہنے لگیں آپ کی تمام باتیں درست ہیں۔ دل میرا بھی نہیں چاہتا کہ اس بچے کو خود سے جدا کروں لیکن بزرگ صاحب کا حکم ہے ہمیں وہ پورا کرنا ہے جب اسی جگہ پر پہنچے تو میں نے بزرگ کے حکم کا احترام کرتے ہوئے اُسے دوبارہ لٹا دیا اور گرم کپڑے اس کے اوپر سے نہ اتارے کہ یہ معصوم سردی سے مر نہ جائے۔ بچے کو لٹانا ہی تھا کہ بچہ پہلے کی طرح زور زور سے رونے لگا۔ بن ماں کا بچہ تھا۔ رونا نہ تو اور کیا کرتا۔ اس کے زور زور سے رونے چیخنے کی آوازیں ہم دونوں میاں بیوی پر تیر بن کر لگ رہی تھیں۔ کتنا درد تھا اس بچے کے رونے میں کہ میں بھی رو پڑا۔ بیوی کی طرف دیکھا تو اس کی بھی آنکھیں بھی نم تھیں یہ ایک مشکل مرحلہ تھا جس سے ہم دونوں گزر رہے تھے۔ آخر کار یہ سوچ دل میں آئی کہ اس معصوم کو کس جرم کی سزا مل رہی ہے۔ ظالم اس کی ماں ہے یہ نہیں۔ میں نے کہا۔ بیگم حوصلہ نہیں پڑ رہا بچے کو یہاں چھوڑنے کا ویسے بھی کون سا بزرگ دیکھ رہے ہیں لے چلتے ہیں۔ اس کی اچھی طرح پرورش کرتے ہیں۔ پڑھا لکھا کر بڑا آدمی بناتے ہیں۔ بیگم بولی جیسے آپ کی مرضی۔ میں نے جھک کر بچے کو اٹھالیا اس کا سر منہ چوما۔ پیار کیا اور بیگم کے حوالے کر دیا۔ بیگم نے بھی میری طرح بچے کو پیار کیا سر منہ چوما اور سینے سے لگا لیا سینے سے لگاتے ہی بچے نے رونا بند کر دیا۔ اور بڑے غور سے ہم دونوں کے چہروں کو دیکھنے لگا۔ بچے کی عمر تقریباً تین چار ماہ تھی۔ اس کو گود میں لے کر ہم دونوں شہر آئے وہاں بس پر سوار ہو کر اپنے گاؤں کے اسٹاپ پر آگئے۔ اور وہاں سے تانگے پر بیٹھ کر شام سے پہلے پہل ہم دونوں گھر پہنچ گئے۔ گاؤں سے شہر کا فاصلہ تقریباً 8 میل تھا اور ہماری اس سڑک پر صرف 6 گاڑیاں چلتی تھیں جو ہر آدھے گھنٹے بعد آتی جاتی تھیں ان میں اتنا رش ہوتا تھا کہ چھتوں پر بھی کئی دفعہ بیٹھ کر سفر کرنا پڑتا تھا۔ پورے گاؤں میں اس بچے کی خبر پھیل گئی۔ گاؤں کی عورتیں اس بچے کو دیکھنے کے لئے آتی رہی اور خدا نے اس معصوم بچے کو حسن اتنا دے رکھا کہ جو عورت بھی ایک بار دیکھ لیتی یہ ضرور کہتی کہ خدا نے بہت حسن سے نوازا ہے ہم نے خدا کا شکر ادا کرنے کے لئے دوسرے دن چاولوں کی تین دیگیں پکائی۔ جو بچوں اور گاؤں والوں میں تقسیم کیں ہماری خوشی کی انتہا نہ تھی۔ ہم نے اس بچے کا نام روشن دین رکھا۔ کہ یہ ہم دونوں کی آنکھوں کی روشنی ہے اور بچہ بھی ہم سے ایسے مانوس ہو گیا جیسے ہم ہی اس کے اصل والدین ہیں ابھی چھے ماہ کا ہی تھا کہ اس نے چلنا پھرنا شروع کر دیا۔ یہ بھی ایک عجیب واقعہ تھا کہ چھ ماہ کا بچہ چلتا پھرتا بھاگتا ہے۔ عورتیں حیران ہو رہی تھیں میں خود بھی حیران تھا کہ اتنے کم عرصہ کا بچہ بھاگ رہا ہے اور ایک طرح سے خوش بھی ہو رہا تھا۔ ایک سال گزرا تو خدا نے ہمارے گھر اپنی رحمت کر دی۔ جس کی خوشخبری بیوی نے مجھے سنا دی۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی بزرگ صاحب کی بات سچ ثابت ہوئی کہ خدا تعالیٰ جلد ہمیں اولاد سے نوازے گا لیکن انہوں نے یہ کیوں کہا تھا کہ اس بچے کو وہیں ہی لٹا دو۔ شاید اس وجہ سے کہ ہم اپنی اولاد پا کر اس بچے سے غیروں والا سلوک نہ کریں۔ ہاں یہ بات ہو سکتی تھی کیونکہ بزرگ جانتے تھے کہ کل کو یہ بات ضرور ہوگی۔ لیکن میں نے بھی دل پکا میں ارادہ کر لیا کہ یہ نوبت کبھی نہ آنے دوں گا اگر میرے ہاں خدا نے اولاد دی تو یہ ان سب کا بڑا بھائی ہوگا وقت کے ساتھ ساتھ روشن دین نے باہر جگھوں میں بچوں کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا اور پھر خدا نے ہمیں ایک بچے سے نوازا جو رات کو صحیح سلامت سویا تھا لیکن صبح مردہ حالت میں پایا ہم دونوں کی تمام خوشیاں آنسوؤں میں بدل گئیں۔ لیکن جو خدا کو منظور تھا وہی ہوتا ہے ہم کیا کر سکتے تھے مزید کچھ وقت گزرا تو ہمارے ہمسائے کا ایک

لڑکا تھا جو رات کو صحیح سویا صبح زندہ اٹھ نہ سکا اس بچے کی عمر بھی روشن دین جتنی تھی یعنی بمشکل دو سال کا ہوگا اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ایک اور چھوٹا بچہ رات کو صحیح سویا لیکن صبح زندہ نہ اٹھ سکا اور پھر کیا تھا ہر ایک ماہ بعد ایک دو بچے مردہ حالت میں پڑے ملتے ادھر ہمارے ہاں اللہ تعالیٰ نے ایک اور پھول کھلایا۔ وہ بھی صرف ایک رات زندہ رہا دوسری صبح وہ بھی مردہ حالت میں چارپائی پر پڑا تھا۔ بچوں کے مرنے کی خبر پورے گاؤں میں پھیلتی جا رہی تھی۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ہمارے گاؤں میں چڑیلوں کی بستی آباد ہو گئی ہے جو کہ بچوں کو قتل کر دیتی ہے یہ باتیں ہر زبان پر سننے کو ملتی اور مجھے بھی ان باتوں پر یقین ہونا شروع ہو گیا کیونکہ میرے گھر بھی اسی طرح کے دو واقعے رونما ہو چکے تھے لیکن چڑیل کہاں تھیں قبرستان بھی گاؤں سے کافی دور تھا اور گاؤں کے آس پاس فصلیں ہی فصلیں تھی کوئی ویران جگہ بھی موجود نہ تھی۔ جہاں چڑیلیں اپنی بستی قائم کرتی۔ ادھر ہمارا بیٹا روشن دین بھی پانچ سال کا ہو گیا پورے گاؤں کے بچوں سے الگ تھلگ تھا جسم کے لحاظ سے بول چال کے لحاظ سے صفائی کے لحاظ سے طاقت کے لحاظ۔ حسن کی لحاظ سب سے منفرد تھا۔ بعض عورتیں تو یہاں تک کہہ دیتی کہ اسے چھپا کر رکھا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کو کسی کی نظر لگ جائے یا کوئی چڑیل بھگا کر لے جائے۔ چڑیل کا نام سنتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ چڑیل --- واقعہ عورت کی بات درست تھی ہمارا بچہ بھی چڑیل کا نشانہ بن سکتا تھا اس عورت کی بات نے میری آنکھیں کھول دیں اور میں نے بیگم کے ذمہ یہ کام لگا دیا کہ دن بھر اس کی پوری پوری حفاظت کرے۔ اور رات کو میں اس کی حفاظت کروں گا۔ ایک رات ہم دونوں میاں بیوی سو رہے تھے کہ صبح ہوئی تو ہمارا بیٹا روشن غائب تھا۔ ہم دونوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا میں نے گاؤں کا چپا چپا چھان مارا لیکن نہ وہ ملا اور نہ ہی اس کی لاش میں پاگلوں کی طرح اسے تلاش کرتا کرتا قبرستان جا پہنچا۔ کہ چڑیل گئی ہوگئی۔ قبرستان گیا تو۔ ایک قبر کے قریب روشن دین اکیلا بیٹھا مٹی سے کھیلتا نظر آیا میں نے اسے بلایا تو وہ بجلی کی طرح دوڑتا ہوا آیا اور میرے سینے سے چمٹ کر رونے لگا۔ میں اسے کندھے پر اٹھاتے بھاگتا بھاگتا گاؤں آگیا اور گاؤں والوں کو بچے کے مل جانے کی خبر سنائی اب ہر دوسرے تیسرے دن اسی طرح ہوتا کہ ہمارا بچہ قبرستان سے ملتا عورتیں کہتیں کہ تمہارے بچے پر چڑیلیں عاشق ہو گئیں ہیں۔ اور اب ہر روز اسے اٹھا کر لے جاتی ہیں اور کہیں ایسا ہی نہ ہو کہ وہ اسے مار دیں۔ عورتوں کی بات کافی حد تک درست تھی ایک دو سال کے دوران میں نے کئی دفعہ روشن دین کو قبرستان جا کر ڈھونڈا اب خدا نے ہمیں تیسرے بیٹے سے نوازا تو میں نے رات بھر جاگنے کا پروگرام بنالیا کہ کہیں یہ بھی رات کے اندھیرے میں موت کی آغوش میں نہ چلا جائے تمام رات بچے کی نگرانی کرتا رہا تہجد کا وقت ہوا تو سوچا کہ کیوں نہ دو نفل نماز ہی ادا کر لی جائے لہٰذا وضو کرنے کی غرض سے باہر صحن میں آیا پھر وضو کیا جب اندر داخل ہوا تو سوچا کہ ایک نظر بچے کو دیکھ لوں جب بچے پر نظر پڑی تو میری جیسے چیخ نکل گئی بچہ مرا ہوا تھا میری چیخ کی آواز سے بیگم اور روشن دین دونوں جاگ گئے اور پھر کیا تھا کہ گاؤں کی عورتیں ہمارے گھر آنا شروع ہو گئیں اور یوں میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے تیسرے بیٹے کو سپرد خاک کیا۔ ادھر گاؤں میں ہر ماہ کسی نہ کسی بچے کی موت ضرور ہوتی مرنے والے بچوں میں 12 سال سے زیادہ عمر کا کوئی بچہ نہ تھا کچھ سمجھ نہ آرہی تھی کہ گاؤں والوں پر یہ قیامت کیوں ٹوٹ رہی تھی اب تو گاؤں والے بھی خوفزدہ ہو چکے تھے کہ کوئی بلا گاؤں میں داخل ہوئی ہے اور ان کے بچوں کو اپنا نشانہ بنا کر غائب ہو جاتی ہے لیکن یہ بات بھی درست نہ تھی اگر ایسا ہی تھا تو پھر تیسرے بچے کی موت کے وقت میں نے کسی بلا کو گھر کے اندر داخل ہوتے نہ دیکھا تھا مجھے بزرگ صاحب کی باتیں یاد آنے لگیں انہوں نے کہا کہ خدا اولاد کی نعمت سے ضرور نوازے گا لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ لمبی زندگی پائیں گے۔ آج کی دی ہوئی بشارت سچ تھی میں نے بیگم سے مشورہ کیا کہ ان بزرگ کے دربار پر دوبارہ حاضری دیتے ہیں اور اپنے پیدا ہونے والے بچے کی لمبی زندگی کی دعا کرواتے ہیں لیکن بیگم بولی اگر انہوں نے اس بچے کا پوچھ لیا تو پھر کیا جواب دیں گے ہاں بیگم کی یہ بات درست تھی کہ روشن دین کی بارے میں بزرگ کو کیا جواب دیں۔ شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا میں نے وہاں جانے کا ارداہ ترک کر لیا لیکن ایک کسک ہی دل میں تھی کہ کاش میرا اپنا کوئی تو بیٹا بچ جاتا ادھر روشن دین جو ابھی بھی تھا اکیلا قبرستان چلا جاتا اور سارا سارا دن وہاں قبروں کے آس پاس کھیلتے گزار دیتا شام کو اسے خود لے کر آنا پڑتا۔ گاؤں کے تمام بچوں سے الگ تھلگ تھا۔ اسکی حرکتیں دیکھ کر بھی بعض دفعہ پریشان ہو جاتا کہ ایک معصوم بچہ بڑوں جیسی حرکتیں بعض دفعہ تو میرے ساتھ ڈیرے پر چلا جاتا میرے ساتھ چارہ کاٹتا بھینسوں کی حفاظت کرتا اور یہ تمام کام وہ اتنی پھرتی سے کرتا کہ میں بھی نہ کر سکتا تھا اس کی عمر 8 سال ہوگی لیکن دیکھنے میں وہ دس سال کا لگتا تھا گاؤں کے لوگ اس پر فخر کرتے تھے اور ہمیں کہتے تھے کہ خدا نے تمہیں راہ چلتے ہوئے ایک انمول تحفے سے نوازا ہے جب یہ بڑا ہوگا تو گاؤں والوں کا نام روشن کرے گا لیکن دوسری طرف وہ چڑیلوں کے ہاتھوں آئے دن گاؤں والوں کے بچے مرنے کا دکھ بھی تھا۔ ایک دن روشن دین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھ سے کہنے لگا کہ ابا آج کے بعد میں گھر کی بجائے ڈیرے میں ہی رات کو سویا کروں گا۔ اپنے نوکروں کو چھٹی دے دو اس کی اس بات پر میں کھل کھلا کر ہنسا اور پیار سے اسے گود میں اٹھا لیا کہ تم ڈیرے کی حفاظت کرو گے۔ بیٹے جب تم جوان ہو گے تب یہ کام تم نے ہی کرنے ہیں اب تم ماں کے پاس ہی رہا کرو خدا تعالیٰ نے اب ہمارے گھر پھر اپنی رحمت کر دی تھی اور جلد ہی خدا تعالیٰ نے ہمیں ایک اور چاند سے بیٹے سے نوازا۔ ایک طرف تو بیٹے کی پیدائش پر جشن منا رہا تھا۔ اور دوسری طرف آنکھوں میں آنسو بھی تھے کہ یہ بھی رات کو مر جائے گا یہ بھی دوسرے بیٹوں کی طرح صبح سویرے زندہ نہیں اٹھے گا لیکن آج رات میں نے پوری رات بچے کی حفاظت میں جاگنے کا پروگرام بنا لیا اور ایک کلہاڑی اپنے پاس رکھ کر دوسرے کمرے میں ایک کونے سے لگ کر بیٹھ گیا کہ جب بلا آئے گی تو میرے ہاتھوں سے بچ کر نہیں جائے گی جوں جوں رات گزرتی جا رہی تھی میری حفاظت تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی کلہاڑی ہاتھ میں ویسے پکڑ رکھی تھی کہ ابھی کسی کا سر قلم کر دوں گا جب رات کے دو بجے کا وقت ہوا تو روشن دین اپنے بستر سے نیچے اترا اور میری بیگم کی چار پائی کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا یہ روشن دین میری بیگم کی چار پائی کے پاس کیا لینے گیا ہے۔ شاید ڈر گیا ہے اور ماں کے پاس سونا چاہتا ہے اسے وہاں کھڑے دیکھ کر میں اس کے بارے میں سوچنے لگا لیکن جب اسے میرے بچے کو اٹھا کر زمین پر لٹا دیا اور اس کا گلہ دبانے لگا میں چیخ اٹھا بیٹے یہ کیا کر رہے ہو میری آواز سن کر اس نے میری طرف آتشی آنکھوں سے دیکھا اور سیاہ جن کی صورت تبدیل کر لی اتنا بڑا جن میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا وہاں کھڑے کھڑے اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا اور مجھے اپنے پنجوں میں دبوچتے ہوئے باہر صحن میں پھینک دیا میری چیخوں کی آواز سے میری بیوی بھی جاگ گئی اور یوں وہ جن غائب ہو گیا میں باہر ایسے زور سے گرا کہ میں درد کی وجہ سے چیخیں نکل رہی تھیں۔ بیگم بیمار تھی اٹھ کر میرے پاس نہیں آ سکتی تھی لیکن پھر بھی وہ اٹھنے لگی تو میں نے اسے روک دیا کہ لیٹی رہو میں ٹھیک ہوں۔ رینگتا ہوا بیگم کے پاس آیا میرا بچہ آخری ہچکیاں لے رہا تھا میرا رات بھر جاگنا بھی بچے کو نہ بچا سکا نجانے اس نے کتنا زور لگا دیا گلا دبانے میں کہ اس کی سانسیں اکھڑ گئی تھیں اور میرا بیٹا میرے ہاتھوں میں تڑپ تڑپ کر خدا کو پیارا ہو گیا صبح ہوتے ہی بچے کی موت کی خبر پورے گاؤں میں پھیل گئی روشن دین کا جن کے روپ میں آنا میں نے کسی پر ظاہر نہ کیا یہ راز اپنے دل میں ہی رکھا اگر یہ راز اگل دیتا تو گاؤں میں جتنی اموات ہوئی تھیں میرے ذمہ پڑ جاتی تھیں کہ یہ ہم نے قتل کیے ہیں میں نے اس راز کو اپنے دل میں ہی دفن کر لیا جب بچے کو دفنانے قبرستان گئے تو وہاں روشن دین قبروں میں اکیلا ہی بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے اس کی شکل دیکھ کر خوف آ رہا تھا اور گاؤں کے مرد اسے بار بار پیار کر رہے تھے کہ بیچارے کا کوئی بھی بھائی زندہ نہیں بچتا ہے جب بچے کو دفن کر چکے تو لوگوں نے کہا کہ روشن دین کو گھر نہیں لیکر جاؤ گے میں ان کی بات کا کیا جواب دیتا۔ انہیں کیسے بتاتا کہ یہ ہمارا بچہ نہیں ہے چڑیل کا بچہ ہے یہ بات بتا کر گاؤں والوں کو اپنا دشمن بنانا تھا۔ سو ان کی باتیں سن کر میں نے روشن دین کو اٹھا لیا اور اپنے دونوں کندھوں پر بیٹھا لیا۔ وہ اپنا وزن بڑھاتا جا رہا تھا اور مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ایک بچے کو اٹھا کے نہیں چل رہا ہوں ایک ٹن وزن لئے جا رہا ہوں اتنے وزن سے میرا دماغ چکرانے لگا اور میں گر گیا پھر مجھے ہوش نہیں رہا کہ میں کہاں ہوں جب ہوش آیا تو گھر میں بستر پر پڑا تھا اور روشن دین میرے قریب ہی بیٹھا تھا۔ روشن دین کو اپنے قریب دیکھ کر میں خوف سے لرز گیا اور پھر حوصلہ اور ہمت سے کام لیکر اٹھا اسے ایک کونے میں لے جا کر کہا۔ دیکھو یہاں سے چلے جاؤ بہت خون کر لئے ہیں تم نے میرے چار بچے مار دیئے ہیں گاؤں والوں کے بچے مار دیئے۔ گاؤں والے تمہارے خوف سے سہمے سہمے رہتے ہیں۔ تم یہ گاؤں چھوڑ جاؤ۔ میری اس بات وہ وہ کھل کھلا کر ہنسا اور کہا ہرگز نہیں۔۔ یہاں سے بھلا کیسے جا سکتا ہوں یہاں تو مجھے خوب خوراک مل رہی ہے خوب جینے کا مزا آ رہا ہے اگر دوبارہ ایسی بات کی تو تم بھی زندہ نہ رہ سکو گے۔ اس کی باتیں سن کر میں خوف اور ڈر سے پانی پانی ہو رہا تھا اور بغیر کسی کو بتائے میں گھر سے نکل پڑا اور شہر کی طرف جانے والی بس پر سوار ہو گیا کہ آج میں اس بزرگ سے ملوں گا اور انہیں تمام حقیقت سے آگاہ کروں گا۔ اپنی غلطی کی معافی مانگوں گا۔ راستے میں شام ہو گئی لیکن مجھے بزرگ صاحب سے ہر حال میں ملنا تھا شہر پہنچ کر میں بس سے اترا اور مزار کی طرف چل پڑا جب مزار کے قریب پہنچا تو اندھیرا کافی چھا چکا تھا بابا جی نے اپنے خیمے میں ایک دیا جلا رکھا تھا جس کی روشنی میں وہ قرآن پاک پڑھنے میں مصروف تھے۔ میں نے انہیں قرآن پاک پڑھتے دیکھا تو خیمہ کے باہر ہی کھڑا ہو گیا اور تلاوت سننے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں وہاں کھڑا رہا۔ میرے پاؤں سوجھ گئے ٹانگیں درد کرنے لگیں لیکن میں جانتا تھا کہ بزرگ کو میرے آنے کی خبر ہو چکی ہے اور جب وہ پڑھنے سے فارغ ہو جائیں گے تو اجازت دے دیں گے میری سوچ درست ثابت ہوئی بابا نے قرآن پاک پڑھنے کے بعد بند کیا تو اسے چوم کر آنکھوں سے لگا کر سینے سے لگا کر ایک طرف سٹول پر رکھ دیا جس پر کچھ اور بھی کتابیں موجود تھیں اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے جب دعا سے

فارغ ہوئے تو بولے بیٹا اندر خیمے میں آ جاؤ۔ میں اپنے جوتے باہر اتار کر اور اندر خیمے میں چلا گیا اس خیمے میں کم و بیش چھ افراد با آسانی بیٹھ سکتے تھے۔ خیمے سے قدرتی خوشبو آ رہی تھی۔ بولے کافی عرصہ بعد آئے ہو۔ میں نے کہا جی بابا جی۔ اور ساتھ ہی روتے ہوئے تمام کہانی سنا ڈالی۔ جب میں کہانی سنانے کے بعد خاموش ہو گیا تو بولے میرے منع کرنے کے باوجود بھی تم نے اس بچے کو اٹھا لیا میں جانتا تھا کہ وہ انسانی بچہ نہیں ہے۔ بچے کے روپ میں جن تھا بہر حال میرا خدا بہتر کرے گا۔ آپ سب کی یہ پریشانی جلد ختم کرے گا تم فوری جاؤ میں خود وہاں آؤں گا اور اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بھگا دوں گا۔ اپنی بیگم کو بھی ہمراہ لے آتے تو اچھا تھا۔ اس کا اکیلے وہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ بہر حال خدا فضل کرے گا وہ اپنی رحمت کرے گا۔ میں نے باہر دیکھا تو گھپ اندھیرا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ بجھائی نہیں دیتا تھا لیکن بزرگ صاحب نے واپس جانے کا کہہ دیا تھا۔ سو مجھے ہر حال میں جانا تھا۔ میں وہاں سے نکل پڑا اور سڑک پر چل چڑھ کر شہر کی طرف رواں دواں ہو گیا راستے میں چاروں طرف سے خوف ایسے آ رہا تھا جیسے ابھی کوئی چیز مجھے پکڑے گی کبھی خوف کی وجہ سے بھاگنا شروع کر دیتا اور کبھی پیدل چلنا شروع کر دیتا بالآخر شہر تک جا پہنچا اب وہاں سے گاؤں جانے کا مسئلہ تھا کوئی بس جانے کو تیار نہ تھی اور بابا جی کی اس بات نے بھی پریشان کر رکھا تھا کہ فوری گھر پہنچو اور بیگم کا اکیلے رہنا ٹھیک نہیں ساتھ لے آتے۔ یہ تمام باتیں میرے دماغ میں تیر برسا رہی تھیں اور بس کے بغیر ہی گھر بھی نہ جا سکتا تھا سوچا کہ اللہ بہتر کرے گا رات تو اس شہر میں ہی گذاری۔ ایک کمرہ کرائے پر لیا اور رات بسر کی لیکن پوری رات سو نہ سکا دل میں عجیب و غریب خیال آتے رہے بیگم کی صورت بار بار نظروں کے سامنے گھومتی رہی میں ان برے خیالات کو ذہن سے نکالنے کی بہت کوشش کرتا رہا لیکن بیگم کے بارے میں خیالات اتنے ہی زیادہ ذہن میں سوار ہوتے رہے۔ صبح سویرے ہی پہلی بس پر سوار ہو کر جب گاؤں پہنچا تو اپنے گھر کے دروازے کے سامنے مردوں کا رش نظر آیا اور عورتیں روتی آنکھوں کے ساتھ میرے گھر میں داخل ہو رہی تھیں۔ یہ سب دیکھ کر میرے پاؤں سے زمین نکل گئی میں نے دوڑ لگا دی جب گھر پہنچا تو سامنے چار پائی پر بیگم دنیا جہاں سے بے خبر مست سو رہی تھی اسے بھی اس خبیث جن نے قتل کر دیا تھا میرا سب کچھ لٹ چکا تھا میرا گھر اجڑ چکا تھا جب بیگم کو قبرستان لے جا کر دفن کیا گیا تو روشن دین قبرستان کی ایک کونے میں کھڑا مسکراتا نظر آیا مجھ سے نہ رہا گیا اور میں چیخ اٹھا ذلیل تو نے میرا گھر تباہ کر دیا۔ سب کچھ لوٹ لیا ہے بتا تیری خدمت نہیں کی یا پھر تمہیں پیار نہیں دیا تھا۔ تمہیں کیا دشمنی تھی تیری ہمارے ساتھ۔ کیا ظلم کیا تو نے مجھ پر اور گاؤں والوں پر میری یہ باتیں گاؤں والوں کی سمجھ سے باہر تھیں آج میں نے تمام راز افشاں کر دیئے کہ یہ بچہ۔۔۔ بچہ نہیں ہے جن ہے چڑیل کا بچہ ہے اس نے ہی گاؤں والوں کے گھروں میں قتل کیے ہیں اس نے ہی ہم سب کو تباہ کیا ہے اس نے ہی گاؤں والوں کے بچوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے ہیں۔ پکڑو اسے۔۔ اسے بھی خون میں رنگ دو۔ گاؤں والے ابھی اس کی طرف بڑھے تھے کہ وہ غائب ہو گیا اس کے غائب ہونے کے بعد گاؤں والوں کو پختہ یقین ہو گیا کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا تھا سچ کہہ رہا تھا۔ میں اپنا سب کچھ لٹا کر خالی ہاتھ گاؤں کی طرف چلا جا رہا تھا۔ بابا جی کی ہر بات سچ ثابت ہو رہی تھی کاش کہ میں چند دن رک جاتا اور بیگم کو ہمراہ لے جاتا میں نے حماقت کی تھی اسے اکیلا چھوڑنے کی اور جن سے میں بدلا کیسے لے سکتا تھا میری حالت دن بدن گرتی رہی۔ گھر کے ہر حصے سے اکیلے میں خوف آتا تھا بیگم کی یادیں تنگ کرتی تو اس کی قبر پر چلا جاتا۔ جہاں وہ خبیث شیطان نظر آتا۔ ایک ہفتہ گزرا تو بابا جی گاؤں میں تشریف لائے۔ انہیں خبر تھی کہ میں بیگم کو بھی دفن کر چکا ہوں سب سے پہلے تو میں بابا جی کا مرید ہوا اس کے بعد باقی کی کہانی بھی سنا ڈالی وہ بولے۔ اب آپ لوگوں کو فکر کرنے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ آج رات وہ جن یہاں سے چلا جائے گا۔ رات ہوئی تو بابا جی نے ایک کمرے میں بیٹھ کر کچھ پڑھا تو وہ جن کا بچہ لڑکھڑاتا ہوا زخمی حالت میں گھر آیا جسے میں دیکھ کر طیش میں آ گیا لیکن کچھ بھی کر نہ سکا۔ میری نظروں کے سامنے ہی وہ زنجیروں میں خود ہی جکڑا گیا اور پھر ہوا میں اڑنے لگا بابا جی کے سامنے وہ ایسے معصوم بنا کھڑا تھا جیسے اس سے شریف دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ بابا جی نے اسے زنجیروں میں باندھ کر ہاتھ کے اشارے سے اوپر پھینکا تھا کہ وہ اڑتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جب بابا جی کمرے سے باہر آئے تو پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ اب سمندر کے پانی میں جا کر گرے گا اس کی طاقت ختم کر دی گئی ہے اور وہاں پانی میں ہی ختم ہو جائے گا۔ بابا جی کی اس بات پر مجھے بہت حیرانی ہوئی لیکن وہ سب کچھ کر سکتے تھے۔ خدا تعالیٰ کے بہت قریب تھے۔ خدا تعالیٰ سے جو بھی دعا کرتے پوری ہوتی۔ جب بابا جی جانے لگے تو میں نے عرض کی کہ اب یہاں میرا کچھ بھی نہیں ہے۔ مجھے بھی اپنے ساتھ رکھ لیں وہ مسکائے اور مجھے بھی ہمراہ لے چلے چند برس بعد بابا جی نماز کی حالت میں خدا کو پیارے ہو گئے اور خدا کے فضل سے اور ان کی دعا سے میں نے بھی بہت کچھ حاصل کر لیا دنیا سے ناطہ توڑ کر دین سے رشتہ جوڑ لیا۔ اصل تو یہ ہے کہ جو سکون دین میں ہے دنیا کی رونقوں میں نہیں۔۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کالا ناگ

ظفر اقبال۔ پتوکی

پوری رات اور پورا دن ٹرین کا سفر کرنے کے بعد میں تھکا ہوا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا چلا جارہا تھا ٹرین میں ایک پل بھی سو نہ سکا تھا بوگی میں لوگوں کا شور گل، ہنسا مسکرانا میری نیند میں خلل انداز ہوتا رہا کبھی آنکھ لگتی تو زور زور سے آوازیں آتی وہ دیکھ کیا چیز ہے وہ دیکھو پہاڑ، وہ دیکھو سفیدہ، وہ دیکھو جنگل، لوگوں کی الٹی سیدھی باتوں سے میرا دماغ شل ہو جاتا شکر کیا کہ میری منزل آئی گاڑی سے اتر کر پیدل چلتا چلتا میں تانگوں کے اڈے کی طرف جارہا تھا اور ادھر ادھر بھی نظریں گھوما گھوما کر دیکھ رہا تھا کہ کوئی ہوٹل نظر آجائے اور دو گھونٹ پانی ہی زہر مار کرلوں۔ لیکن یہ کمبخت ہوٹل کہیں نظر نہ آرہا تھا آج کے دن رات ہی میرے لئے منحوس ثابت ہوئے تھے آخر دور سے مجھے ایک چھوٹا سا کھوکھا نظر آیا میں اس کھوکھے کی طرف چل پڑا۔ وہاں ایک آدمی چائے والے برتن دھونے میں مصروف تھا اور چار آدمی اٹھ کر میرے سامنے سے گزر رہے تھے میں ان کی جگہ پر جا بیٹھا۔ بیگ کو چارپائی کے نیچے رکھ دیا اور ایک پیالی چائے کا آرڈر کیا۔ اس نے جلدی سے چولہا جلایا۔ اس میں ہوا بھری اور ایک برتن اس پر رکھ دیا میری نظریں کھوکھے کی تمام چیزوں کا جائزہ لے رہی تھیں ایک بہت بڑی فلمی تصویر کھوکھے کے بالکل سامنے ہوا میں لہرا رہی تھی دوسری طرف بھی فلمی تصویریں لیکن یہ چھوٹی چھوٹی تھیں شاید اس نے اخباروں سے اتار کے لگا رکھی تھیں اور چھت پر ایک لالٹین لٹک رہی تھی جو اسے شام کے بعد جلاتا ہوگا۔ سامنے ایک بڑا سا تخت پوش تھا جس پر چولہا، چائے کے برتن، پیسوں والا لکڑی کا غلہ تھا اور ایک طرف مختلف قسموں کے بسکٹ پڑے تھے جو شاید صرف مکھیوں کے لئے تھے کیونکہ انسان تو ان بسکٹوں کی شکل دیکھ کر ہی پرے ہو جاتا تھا دو چارپائیاں تھیں درمیاں میں ایک ٹوٹا ہوا بینچ تھا ایک چارپائی پر میں چوڑا ہو کر بیٹھا ہوا تھا اور دوسری خالی تھی اس پر سے ابھی ابھی چند آدمی اٹھ کر گئے تھے قریب ہی ایک کچی سڑک تھی جہاں سے تانگے ریڑے، بھینسیں، گدھے وغیرہ گزرتے نظر آرہے تھے بابو جی یہ چائے۔۔۔۔ اس آواز نے مجھے چونکا دیا اس آدمی کی اتنی عمر نہ تھی جتنی بھاری اس کی آواز تھی۔ میں نے اس کے گیلے ہاتھوں سے چائے کی پیالی پکڑی اور سامنے ٹوٹے ہوئے بینچ پر رکھ دی۔ دکاندار نے برتن دھونے کے بعد اتنی زحمت نہ کی تھی کہ ہاتھ ہی خشک کرلیتا مجھے چائے کی شدت سے طلب تھی چائے کیسی ہی کیوں نہ ہوتی میں نے ہر حال میں پینی تھی چائے کی ایک چسکی لی تو دوسری چسکی لگانے کو دل نہ چاہا ایسے لگا کہ اس ایک چسکی سے ہی پیٹ کا تمام مال منہ کے راستے باہر آجائے گا لیکن ایسا نہ ہوا صرف طبیعت ہی خراب ہوئی اب میں جب چسکی لگانے لگتا تو اپنی آنکھیں بند کرلیتا کہ دل خراب نہ ہو۔ چائے ختم ہوئی تو اپنا بیگ جھاڑ کر کندھے پر لٹکایا چند روپے اس کے ہاتھ میں تھمائے اور آگے چل پڑا سورج غروب ہونے والا تھا۔ اور اس شہر سے دوست کا گاوں سات آٹھ میل دور تھا ایک خیال آیا کہ رات شہر میں گزار لیتا ہوں کیونکہ وہاں جاتے جاتے آدھی رات ضرور ہو جائے گی اور ویسے بھی تھکاوٹ اور نیند کی وجہ سے چلا نہ جارہا تھا یہ الفاظ ذہن میں آتے ہی میں دوبارہ اس کھوکھے والے کے پاس آیا اور رات ٹھہرنے کو کہا کہ ایسی جگہ بتاؤ جہاں رات گزار سکوں اس نے سامنے اشارہ کیا کہ وہاں چلے جاؤ۔ میں اس کے اشارے والی جگہ پر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا پہنچ گیا۔ وہاں ہوٹل کے سامنے ہی ایک دیوار کے ساتھ بہت ساری چارپائیاں کھڑی نظر آئیں جو پرانے زمانے کی دکھائی دیتی تھیں میں نے رات رہنے کی بات کی تو ایک آدمی بھاگا بھاگا گیا اور چارپائی اٹھا کر ہوٹل کی چھت پر لے گیا۔ اور ایک چادر چارپائی پر بچھادی۔ اور مجھے اوپر چھت پر آنے کو کہا۔ میں لکڑی کی بنی ہوئی سیڑھیاں چڑھتا ہوا چھت پر چلا گیا جو میرے چلنے سے ایسے کانپ رہی تھی جیسے ابھی گر پڑے گی میں نے چارپائی کا جائزہ لیا اور اس پر بیٹھ گیا وہاں چھت پر چاروں طرف سے بہت مزے کی ہوائیں آرہی تھیں ایسے لگا جیسے میں جنت میں آگیا ہوں میں وہاں بیٹھے بیٹھے ادھر ادھر نظریں گھمانے لگا۔ سڑک کی دوسری طرف ہرے بھرے کھیت تھے جو ہوا سے لہرا رہے تھے نگاہیں گھومتے گھومتے ایک جگہ جاکر رک گئیں اور وہاں ایسی رکیں کہ دوبارہ ہٹ نہ سکیں وہاں کا منظر دیکھ دیکھ کر میں حیران ہو رہا تھا ایک تقریباً "10'8 فٹ لمبا موٹا تازہ سانپ خود کو لپیٹے ہوئے گردن اٹھائے بیٹھا ہوا تھا اور سامنے ایک 50 سالہ عورت ایک مزار کے قریب بیٹھی ہوئی تھی نہ تو سانپ اسے کاٹ رہا تھا اور نہ ہی اپنی جگہ سے ہل رہا تھا کافی دیر تک یہ منظر دیکھتا رہا۔ ذہن میں طرح طرح کے خیالات آرہے تھے میں خدا کی قدرت دیکھ کر عش عش کر اٹھا۔ کہ ایک عورت کی حفاظت سانپ کے ذمہ لگا رکھی ہے کافی دیر تک یہ منظر دیکھتا رہا آہستہ آہستہ اندھیرا پھیلتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جارہا تھا جب وہ مزار اور عورت اندھیرے ہی بھر ہو گئی تو میں چارپائی پر لیٹ گیا اور لیٹتے ہی میری آنکھ لگ گئی پھر کیا کیا ہوا مجھے ہوش نہ رہا جب سورج کی دھوپ میرے چہرے کو روشن کرنے لگی تو میری آنکھ کھلی میں نے اپنا بیگ پکڑا اور چھت سے نیچے اتر آیا ہوٹل کے اندر ہی نہانے کا انتظام بھی تھا میں نے غسل کیا اور پھر ناشتے کا آرڈر دیا چند منٹوں میں دیسی مرغی کا گوشت پراٹھے اور ٹھنڈی لسی کا ناشتہ کیا پیسے دیئے اور چل دیا میرا رخ مزار کی طرف تھا کہ وہاں سلام کروں اور عورت کے بارے میں جس کا سرشام واقعہ دیکھا تھا اصل بات معلوم کروں کہ اندھیری راتوں میں اکیلے اسے ڈر نہیں لگتا اور سانپ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا جلدی اس مزار کے قریب پہنچ گیا مجھے دیکھ کر شاید سانپ بھاگ گیا تھا کہ مجھے نظر نہ آیا میں مزار پر دعا فاتحہ خوانی کی اور پھر میں نے اس عورت کو سلام کیا جس کا جواب مجھے بڑے خلوص سے ملا میں نے از راہ احترام و عزت کہاں ماں جی بیٹھ جاؤں- کیا کہا ماں جی تم نے مجھے ماں کہا ہے- میرے اس لفظ سے جیسے اس کے چہرے سے چمک پیدا ہوئی ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری میں کون تھا- وہ کون تھی ہم دونوں اجنبی تھے لیکن میرے ایک نے لفظ نے ایسا اثر چھوڑا کہ اس عورت نے آگے بڑھ کر میرا سر چوم لیا ہاں بیٹے بیٹھوں ____ کہاں سے آئے ہو اس عورت نے بڑے پیار سے مجھ سے پوچھا- میں نے کہا ماں جی وہ سامنے شہر میں رات ایک ہوٹل میں ٹھہرا تھا کہ سرشام آپ پر نظر پڑی تو ایک بہت بڑا سانپ نظر آیا اس سانپ کو دیکھنے کے بعد اس کی حقیقت کو جاننے آیا ہوں- میری اس بات پر وہ مسکرائی سانپ __ ہاں--- یہ سانپ----- اس سانپ کی وجہ سے میں ایک بنگلے سے یہاں تک پہنچی ہوں ساتھ ہی ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی قطار سوکھی زمین کو بھگونے لگی- بنگلہ میں بنگلے کا نام سن کر چونکا- چہرے سے یہ عورت کسی اچھے گھرانے کی نظر آتی تھی 50 سال عمر ہونے کے باوجود بھی ان کے چہرے پر سفیدی اور لالی تھی جس سے اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ وہ جوانی میں بہت زیادہ حسین و جمیل ہوں گی- ماں جی یہ بنگلے والا کیا واقعہ ہے آپ ایک بنگلے سے یہاں تک کیوں پہنچی اور اس میں سانپ کا کیا کردار ہے- میں نے ان کے آنسو خشک ہوتے دیکھ کر کہا تو انہوں نے ایک عجیب و غریب کہانی سنانا شروع کردی- ان کی کہانی سنتے سنتے میرا دل چاہا کہ میں ابھی یہاں سے بھاگ جاؤں _____ بیٹے یہ ایک بہت لمبی کہانی ہے- اور آج سے 35، 36 سال پہلے کی بات ہے

اور ابھی تک اس کہانی کا اینڈ نہیں ہوا- اور نجانے قبر میں جانے تک یہ سلسلہ چلتا رہے- میں 16 سالہ دوشیزہ تھی سرخ و سفید رنگ خوبصورت نین نقش، جو مجھے ایک بار دیکھ لیتا مجھے اپنانے کی خواہش کرتا لیکن میں نے خود کو سنبھال رکھا دل میں ایک خواہش تھی کہ اگر پیار کروں گی تو صرف اور صرف اپنے خاوند سے ورنہ پوری زندگی گزار دوں گی حالانکہ میرے والد صاحب عام آدمی نہ تھے ہمارا شہر میں بہت بڑا بنگلہ تھا والد صاحب کا اپنا بزنس تھا گاڑی تھی نوکر چاکر تھے ہر فرمائش منہ سے نکلتے ہی پوری ہو جاتی تھی اور یہ سب سے بڑھ کر میں والدین کی اکلوتی اولاد تھی نہ کوئی بہن نہ بھائی صرف میں امی ابو تھے اور ہماری بہت لمبی چوڑی رشتہ داری تھی دوسرے شہروں میں گاؤں میں------ والد صاحب کی لوگ بہت عزت کرتے--- ابو جان کی بزنس کے علاوہ گاؤں چوال میں بہت زیادہ زرعی اراضی بھی کم و بیش 20، 25 میرے زرعی اراضی تھی جس کی دیکھ بھال ان کے بڑے بھائی رواش کرتے تھے ان کی گاؤں میں بہت بڑی حویلی تھی جتنی ہماری زمین تھی اس سے زیادہ ان کی اپنی زمینیں بھی تھیں ابو جان دھیمے مزاج کے انسان تھے لیکن تایا جان بہت دبدبے والے جلال والے انسان تھے گاؤں کی گلیوں سے گزرتے تو پورے گاؤں کے لوگ کانپ کر رہ جاتے میں بچپن میں گاؤں گئی تھی لیکن اب دوبارہ شدت سے خواہش پیدا ہوئی تھی کہ گاؤں جا کر مہینہ دو مہینے رہ کر آؤں اور کھلی فضاؤں میں تایا کی بیٹیوں کے ساتھ کھیتوں وغیرہ کی سیر کروں گاؤں جانے کا پروگرام کب کا بنا ہوا تھا لیکن ابو جان کو فرصت نہیں ملتی تھی کہ وہ مجھے چھوڑ آئیں- آج نجانے کیوں ابو جان رات کو گھر آئے تو بولے- حسنہ بیٹے صبح تیار رہنا ہم سب گاؤں چلیں گے- اور جب تک تمہارا دل چاہے وہاں رہ لینا- ابو جان کے اچانک پروگرام سے میں اچھل پڑی اور پوری رات تارے گن گن کر گزاری- ایک لمحہ بھی سو نہ سکی- صبح سویرے ہی میں تیار ہو کر بیٹھ گئی اپنے تمام کپڑے وغیرہ بیگ میں رکھ لئے- جو جو چیز یاد آتی رہی اپنے بیگ میں رکھتی رہی ابو جان تایا جان کے بچوں کے لئے تحفے وغیرہ لے آئے تھے میں نے بھی اپنی کزنوں کے لئے کچھ تحفے تیار کر رکھے تھے وہ بھی بیگ میں رکھ دیئے- کچھ دیر بعد امی اور ابو بھی جاگ گئے- نوکرانی کو ہمارے جانے کا علم تھا اس لئے اس نے صبح سویرے ہی ناشتہ تیار کر لیا- ورنہ ہمارے گھر میں صبح کا ناشتہ نو بجے سے پہلے تیار نہ ہوتا تھا امی صبح جاگ جاتی تھیں ابو جان 8 بجے جاگتے تھے اور میں

میں اپنی مرضی کی مالک تھی جب آنکھ کھلتی جاگ جاتی ناشتہ تیار تھا جو ہم سب نے ایک ٹیبل پر کھایا اس کے بعد نوکروں نے ہمارا سارا سامان جیپ میں رکھا سو ہمارا سفر شروع ہو گیا- تقریباً" 12 بجے دوپہر ہمارا سفر ختم ہوا ابو نے شاید اپنی فیکٹری سے تایا جان کو خبر کردی تھی کہ ہم آرہے ہیں- اس لئے گاؤں سے باہر ہی ہماری گاڑی رکی ہی تھی کہ نوکروں نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر ہمیں سلام کیا تایا جان کے دو بیٹوں نے بھی ہمارے استقبال میں کھڑے تھے ایک پر وقار طریقے سے استقبال کرنے کے بعد ہمیں حویلی لایا گیا حویلی کا تمام نقشہ بدلا ہوا تھا مختلف رنگوں میں پھولوں کے پودے خوبصورت کیاریوں میں لگے بہت پیارے لگ رہے تھے لان کے اندر ایک مخصوص جگہ تھی جہاں سبز ترین گھاس تھا- جو پاؤں کو بہت نرم محسوس ہوتا تھا اس میں سیمنٹ کی بنی ہوئی کرسیاں تھیں اور سیمنٹ سے تیار کردہ ایک بہت بڑا ٹیبل تھا- یہ کرسیاں اور ٹیبل گھنے درخت کے سائے میں تھیں- اس سے کچھ آگے بڑھے تو سامنے برآمدے میں میری تینوں کزنیں تایا جان اور ان کی بیگم کھڑی ہمارے آنے کی منتظر تھیں- ہمیں دیکھ کر ان سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی کزنوں کو دیکھ کر میں بھی حیران رہ گئی وہ بھی جوان تھیں اور شہر کی لڑکیوں سے زیادہ ماڈرن تھیں ان سے مل کر میں بہت خوش محسوس کر رہی تھی ملنے کے بعد اندر کمرے میں گئی- یہ بہت بڑا ہال نما کمرہ تھا جہاں چاروں اطراف خوبصورت ڈیزائنوں سے تیار کردہ صوفے پڑے تھے جن پر ہم بیٹھ گئے- نیچے سرخ رنگ کا قالین اس کمرے کے وقار کو مزید پرکشش بنا رہا تھا دیواروں پر شیروں، ہرنوں اور مختلف جنگلی جانوروں کی تصویریں لگی ہوئی تھیں جنہیں دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ تایا جان کو شکار کھیلنے کا بہت شوق ہے وہاں مشروب وغیرہ پینے کے بعد میں کزنوں کے ساتھ دوسرے کمرے میں آگئی میری تینوں کزنیں نصرت، مسرت، عشرت نے مجھے حویلی کا ایک ایک کونا دکھایا جسے دیکھ کر میری حیرانگی بڑھتی گئی- ہمارا شہر کا بنگلہ صرف نام کا بنگلہ تھا اور یہ حویلی واقعی حویلی تھی تایا نے اسے بہت محنت سے بنوایا تھا حویلی کے اندر داخل ہوتے ہی میرے دل کو جیسے تسکین ہو گئی تھی اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس حویلی میں رونق ہی رونق تھی کزنیں کزن سب ہنس مکھ تھے خوب قہقہے لگا لگا کر باتیں کرتے- میں ایک دن میں ہی ان میں ایسے گھل مل گئی- جیسے برسوں سے یہاں رہ رہی ہوں- آخر مجھے بھی یہاں ایک دن دلہن بن کر آنا تھا اور میرا ہونے والا ہمسفر بہت پرکشش انسان تھا جو پہلی ہی

نظر میں میرے دل کا مالک بن گیا تھا- یہاں وقت کا احساس تک نہ ہوا کہ سورج ڈھلتا نظر آیا شام کے سائے پھیلتے ہی میں نے عشرت وغیرہ سے کہا باہر کھیتوں کی سیر کرنے چلیں گی بولیں ابو جان سے پوچھنا پڑے گا میں نے کہا یہ کام مجھ پر چھوڑ دیں میں انہیں منالوں گی اور میں نے تایا جان سے اجازت لی- تو انہوں نے ایک ہلکی سی پیار سے تھپک کر میرے منہ پر مارتے ہوئے کہا بیٹی میں نے کب منع کیا ہے- لیکن جلدی آجانا- میں نے کہا ٹھیک ہے جلدی آجائیں گی- جب اندھیرا کچھ گہرا ہوا چاند کی روشنی پھیلنے لگی تو ہم چاروں حویلی سے باہر نکل کر تایا جان سے گھر کی دو تین نوکرانیوں کو بھی ہمارے ساتھ چلنے کو کہا تو وہ بھی ہمارے ساتھ چلنے لگی- ہم گاؤں سے باہر نکل آئیں گندم کی کٹائی کے بعد تمام زمین خالی بہت پیاری لگ رہی تھی ہم بہت دور نکل گئی میری کزنیں کہنے لگی- اب واپس لوٹ چلیں ہم گاؤں سے بہت آگے نکل آئیں ہیں لیکن مجھے اتنا لطف آرہا تھا کہ میں آگے ہی بڑھتی رہی سامنے ایک بہت بڑا درخت نظر آیا اس درخت کی بڑی بڑی ٹہنیاں زمین کو چھو رہی تھیں ایسے لگتا تھا جیسے یہ قدرتی چھتری ہو وہ سب تو ایک جگہ تھک کر بیٹھ گئیں- لیکن میں وہاں درخت کے پاس چلی گئی اور اسی درخت کے نیچے بیٹھ گئی- کافی دیر تک میں وہاں بیٹھی رہی اپنی کزنوں کو آوازیں دیں کہ آجاؤ لیکن وہ نہ آئیں کچھ دیر گزرنے کے بعد مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے اس درخت سے کوئی چیز نیچے اتر رہی ہے- پتوں کی سرسراہٹ کو دیکھ کر میں نے اوپر دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہ آیا- لیکن کسی کے اترنے کی آوازیں مسلسل آرہی تھیں- میں خوف سے لرزنے لگی- زندگی میں پہلی بار واقعہ رونما ہوا تھا جب آوازیں مزید تیز ہو گئی تو میرے منہ سے چیخ نکل پڑی _ وہ سب کی سب میری چیخ سن کر میری طرف بھاگیں- میرے ہوش اڑے ہوئے تھے رنگ پیلا پڑا ہوا تھا ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے میری یہ حالت دیکھ کر وہ بھی پریشان ہو گئیں- اور مجھے کھینچتی ہوئیں درخت سے کافی دور تک لے گئیں- وہاں جا کر ایک جگہ مجھے بٹھایا- جب میرے ہوش درست ہوئے تو پوچھنے لگی کیا ہوا تھا کیوں چیخی تھی میں ابھی کچھ بتانے ہی والی تھی کہ مجھے کھیتوں میں وہی کسی کے آنے کی آوازیں آنے لگیں- خوف سے میں پھر کانپنے لگی- اب چلنے والا میرے سامنے تھا- جسے دیکھ کر میری چیخ نکل گئی- اور اسی چیخ کے ساتھ ہی میں بے ہوش ہو گئی جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو حویلی کے ایک کمرے میں پلنگ کے اوپر پڑے پایا- میری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حالت غیر ہو رہی تھی خوف و ڈر سے رنگ زرد ہو چکا تھا۔ سبھی لوگ میرے اردگرد بیٹھے میرے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے نظریں کھول کر سب افراد کو باری باری دیکھا۔ اور پھر خاموش ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ اور خود کو مکمل ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگی۔ جب ذہن درست ہوا تو دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔ تب گھر والوں نے وجہ پوچھی تو میں نے تمام واقعہ سنا دیا۔ کہ ایک بہت بڑا سانپ میری طرف بڑھتا آ رہا تھا جسے دیکھ کر میری چیخ نکل گئی۔ تایا رواش بولے بیٹی اطمینان رکھو یہ سانپ شام تک زندہ نہ رہے گا۔ اور وہ درخت جس سے تمہیں خوف آیا تھا وہ بھی شام کو کسی کو نظر نہ آئے گا تایا جان کی بات سن کر مجھے دلی مسرت محسوس ہوئی پھر بولے اس علاقے میں جتنے سانپ ہوں گے سب کے ٹکڑے رات سے پہلے پہلے تمہارے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ تاکہ آئندہ تمہیں ان چیزوں سے کبھی خوف نہ آئے۔ اتنا کہنے کے بعد وہ کمرے سے باہر نکلے۔ ان کی ایک آواز سے سب نوکر ان کے اردگرد کھڑے ہو گئے جیسے کوئی بہت اہم فیصلہ ہونے والا ہے تایا جان گرجے گاؤں والوں سے کہہ دو شام تک وہ درخت نظر نہ آئے۔ اور نہ سانپ۔ سب سانپوں کے مردہ جسم یہاں لائے جائیں تاکہ میری بیٹی پہچان سکے حکم کی تعمیل شروع ہو گئی۔ گاؤں والے گاؤں سے باہر ادھر ادھر بکھر گئے جہاں کہیں بھی انہیں سانپ نظر آیا اسے مار کر ایک ڈبے میں ڈالتے گئے ان سانپوں میں چھوٹے بڑے کئی سانپ تھے شام سے پہلے ہی درخت کا نام و نشان ختم ہو چکا تھا۔ اور حویلی کے باہر درجنوں مردہ سانپ پڑے تھے جو مجھے دکھائے گئے لیکن وہ سانپ نظر نہ آیا میں نے کہا ان میں وہ سانپ نہیں ہے لیکن اس جیسے اتنے ہی لمبے دو تین سانپ ہیں شاید انہی میں سے ایک ہو بہرحال مردہ سانپ دیکھ کر میرا خوف ڈر ختم ہو گیا میرے منگیتر کو میری بہت فکر تھی اس کا بس چلتا تو وہ سانپ کو کچا چبا جاتا اس کی نظروں میں بے پناہ اپنائیت کی کشش دیکھ کر میں شرم سے پانی پانی ہو جاتی تھی اس سے نظریں ملانے کی ہمت نہ ہوتی تھی ایکدل چاہتا تھا کہ اسے کہہ دوں کہ میں تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتی لیکن دوسرے ہی لمحے خیال آتا کہ نہیں میں محبت کا اظہار کبھی نہ کروں گی رات کے اندھیرے دھیرے دھیرے گہرے ہوتے رہے۔ اور آسمان پر چاند اپنی ٹھنڈی روشنی بکھیرنے میں مصروف تھا میں کزنوں کے ساتھ حویلی کی وسیع ترین چھت پر ادھر ادھر چکر لگا رہی تھی اور پھر اس جگہ کو غور سے دیکھنے لگی جہاں مجھے کل رات پتوں کے بار بار ہلنے کی آوازیں آ رہی تھیں لیکن آج وہاں درخت کا نام و نشان نہ تھا۔ اس درخت کی جگہ دھواں کافی دیر تک اٹھتا رہا۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ چڑیلوں جنوں کے بچوں کی اموت ہوئی ہیں۔ اور ان کا گھر اجاڑا گیا تھا اس جگہ سے میرا دھیان ہٹا تو حویلی کی دیوار کے قریب جا کر میری نظر رک گئی اور ایک مرتبہ پھر میں خوف سے کانپنے لگی اس حویلی کی دیوار کے قریب وہی لمبا سا سانپ بیٹھا نظر آیا اس کی تمام تر توجہ میری طرف تھی جیسے ابھی میں نیچے اتروں گی اور وہ میری زندگی کا خاتمہ کر دے گا مجھے اپنے زہریلے دانتوں میں دبوچ لے گا پھر اس سانپ نے رینگنا شروع کر دیا اور رینگتے رینگتے حویلی کے لان میں داخل ہو گیا۔ اسے حویلی میں داخل ہوتے دیکھ کر زور زور سانپ سانپ کی آوازیں لگانا شروع کر دیں میری کزنیں بھی سانپ کا نام سن کر خوف زدہ ہو گئی۔ آج ضرور حویلی میں کوئی واقع رونما ہونے والا تھا سانپ حویلی کی دہلیز پار کر آیا تھا۔ سانپ سانپ کی آواز سن کر حویلی میں جیسے افرا تفری پھیل گئی۔ نوکروں نے موٹے موٹے ڈنڈے ہاتھ میں پکڑ رکھے تھے اور حویلی میں ادھر ادھر گھوم رہے تھے ادھر میرے منگیتر صاحب بھی ہاتھ میں پستول پکڑے سانپ کو تلاش کرنے میں مصروف تھے لیکن سانپ جیسے حویلی کے اندر داخل ہوتے ہی غائب ہو گیا ہو اسے تلاش کرتے کرتے سبھی نوکر چاکر اور گھر والے نڈھال ہو گئے لیکن وہ کہیں نہ ملا آخر سب نے یہ نتیجہ نکالا کہ مجھے وہم ہوا ہے میرے تصور میں ہی سانپ حویلی میں داخل ہوا ہے ورنہ اگر یہاں سانپ ہوتا تو کسی ایک کو ضرور نظر آ جاتا میں اکیلی تھی سبھی ایک طرف تھے۔ سو مجھے بھی یہ بات ماننا پڑی کہ مجھے وہم ہو گیا ہے اور تصورات میں ہی سانپ نظر آتا رہا ہے بات آئی گئی ہو گئی۔ لیکن میرے اندر ایک ہلچل مچی ہوئی تھی کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے حویلی میں داخل ہوتے دیکھا ہے اور حویلی کے اندر ہی کہیں چھپ کر بیٹھ گیا ہے ضرور صبح تک کوئی نہ کوئی واقعہ رونما ہونے والا تھا ہم سب لڑکیاں چھت سے نیچے اتر آئیں اور کمرے میں بیٹھ کر سانپ کی بات بھلانے کی خاطر ادھر ادھر کی باتیں شروع ہو گئیں میں اپنے ساتھ جو تحائف لے کر آئی تھی سبھی کو دیئے انہوں نے میرے تحائف بہت پسند کئے اور ابو جان نے بھی جو چیزیں لائی تھیں وہ ان کے سامنے رکھ دیں۔ جن کو دیکھ کر تایا جان خوش ہو رہے تھے کافی دیر تک باتوں کا سلسلہ چلتا رہا اس کے بعد میں اپنے مخصوص کمرے میں آ گئی جو صرف

میرے لئے تھا۔ جہاں ایک اعلیٰ ڈیزائن سے تیار کردہ پلنگ تھا خوبصورت تصویروں سے کمرہ بھرا ہوا تھا یعنی سجاوٹ کے لحاظ سے حویلی کے تمام کمروں سے یہ نمبر ون کی حیثیت رکھتا تھا۔ میں پلنگ پر لیٹ گئی لیکن سانپ کی باتیں نہ بھول پائی اس کا حویلی میں داخل ہونا ایک خطرہ پیدا کر رہا تھا جیسے صبح ہوتے ہی یہاں خون بکھرنے والا ہے انہی خیالوں میں کمرے کی ایک ایک چیز کو گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی کہ ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی میرے پلنگ کو آہستہ آہستہ ہل رہا ہو کون ہو سکتا ہے۔ میں چونکی سر جھکا کر زمین پر پلنگ کے نیچے اور ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی چیز نظر نہ آئی۔ اسے میں نے ایک وہم سمجھتے ہوئے فراموش کر دیا چند لمحوں بعد دوبارہ ایسا ہوا اس بار پلنگ کے ہلنے کی آواز تیز تھی میں دوبارہ یہ دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی سامنے دیوار پر لگی ہوئی پرندوں کی تصویری نے اب حرکت شروع کر دی وہ ایسے لہرا رہی تھی جیسے تیز آندھی سے درخت کے پتے لہرا رہے ہوں۔ یہ منظر دیکھتے ہی میرے منہ سے نکلنے والی چیخ رک نہ سکی اور میری چیخ کے ساتھ ہی میرا دروازہ کھٹکنے لگا حسنہ بیٹی دروازہ کھولو ابو جان کی آواز سن کر میں پلنگ سے ایک چھلانگ ماری اور دروازہ کھول دیا باہر اکیلے ابو ہی نہ کھڑے تھے بلکہ گھر کے تمام فرد جمع تھے انہیں دیکھتے ہی میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے امی کے گلے لگ کر چیخیں مار مار کر رونے لگی۔ امی سمیت سب لوگ مجھے دلاسہ دینے لگے۔ اور میرے چیخنے کی وجہ سے معلوم کرنے لگے میں نے انہیں کمرے میں بیتنے والے واقعات سے آگاہ کیا تو سبھی پریشان ہو گئے تایا جان بولے میں تمہارے کمرے کا پہرہ خود دیتا ہوں دیکھتا ہوں کون مائی کا لال دوبارہ حرکت کرتا ہے انہوں نے اپنے شکار والی بندوق ہاتھ میں پکڑ لی۔ اور بولے بیٹی اب دروازہ بند کرنے کی ضرورت نہیں میں تیرے کمرے کے ساتھ والے کمرے میں بیٹھا ہوں تایا جان مجھے ایک لمحہ بھی پریشان نہ دیکھ سکتے تھے۔ پھر بھلا اتنی بڑی اذیت سے دو چار مجھے کیسے برداشت کر سکتے تھے تایا جان اپنے کمرے میں بیٹھ گئے نوکروں کی ڈیوٹی لگ گئی کہ آج کی رات کوئی نہ سوئے حسنہ بیٹی کا خیال رکھنا ہے اگر اندر مکھی یا مچھر بھی گھسے تو اسے بھی ختم کر دو اتنی تسلیاں اور ہمدردیاں دیکھ کر بھلا اب مجھے کیسے خوف آ سکتا تھا میں پلنگ پر لیٹ گئی اور کچھ دیر بعد آنکھ لگ گئی مجھے پھر ہوش نہ رہا کہ تایا جان اور نوکر کب تک میرے کمرے کی حفاظت کرتے رہے جب آنکھ کھلی تو سورج کافی اونچا آ چکا تھا سبھی لوگ کھانے کی ٹیبل پر میرا انتظار کر رہے تھے لیکن کسی نے مجھے جگانا مناسب نہ سمجھا کہ میری نیند میں خلل نہ پڑے۔ میں اپنی مرضی سے اٹھی جب سب کو اپنا منتظر پایا تو شرمندہ ہو گئی جلدی سے ہاتھ منہ دھویا اور ان سب کے بیچ میں بیٹھ گئی اور ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گئی ناشتہ کے دوران ہی مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی بار بار میرے پاؤں کو چھیڑ رہا ہے میرے سامنے میرا منگیتر بیٹھا ہوا تھا اس لئے میں سمجھ چکی تھی کہ وہ شرارت کر رہا ہو گا۔ لہٰذا اندر ہی اندر خوش ہو رہی تھی اور اس کے اس چھیڑ خانی سے لطف اندوز ہو رہی تھی لیکن یہ خوشی بھی مجھے راس نہ آئی کیونکہ اس بار اس نے چھیڑ خانی نہ کی تھی بلکہ کسی نے میرے پاؤں کی انگلی کو زور سے کاٹا تھا میں تڑپ گئی سامنے میز پر پڑے برتن میں تڑپنے سے ادھر ادھر گر گئے سبھی لوگ حیران رہ گئے۔ درد اس قدر شدید تھا کہ میرے منہ سے آہستہ آہستہ چیخیں نکل رہی تھیں۔ سبھی نے میز کے نیچے دیکھا تو نیچے کچھ نہ تھا ہر شخص فکر مند ہو گیا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے لمحوں میں ہی میرے پاؤں کی انگلی سوجھ گئی گاؤں کے حکیم کو بلایا گیا تو پتہ چلا کہ کوئی زہریلا کیڑا کاٹ گیا ہے۔ لیکن فکر کی ضرورت نہیں سوج کچھ دیر بعد ختم ہو جائے گی۔ زہریلا کیڑا یہ کیڑا اندر کیسے گھسا۔ لیکن اسے کون مارتا وہ تو غائب ہو چکا تھا ابو جان نے آج واپس شہر جانا تھا ایک ہفتہ کا کہہ کر چلے گئے کہ ایک ہفتہ بعد دوبارہ آؤں گا میں نے آج کا سارا دن پلنگ پر لیٹ کر گزارا حکیم صاحب کی بات درست تھی کہ سوج خود بخود ختم ہو گئی تھی لیکن آج گھومنے پھرنے کا موڈ نہ تھا کمرے میں ہی بند رہی میری کزنیں بھی سارا دن میرے پاس ہی رہیں۔ رات ایک مرتبہ پھر اپنا اندھیرا پھیلانے کی تگ و دو میں مصروف تھی اور جوں جوں اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا چاند اپنی روشنی تیز کرتا جا رہا تھا اندھیرا پھیلتے ہی مجھے پھر کمرے سے خوف آنا شروع ہو گیا۔ آج میرے منگیتر نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا اور ایک پستول میں گولیاں لوڈ کر لیں۔ کہ اگر کوئی چیز سامنے آئی تو زندہ نہ رہے گی اور نوکروں کی ڈیوٹی میں رات کا جاگنا شامل ہو چکا تھا گیارہ بجے رات کا وقت ہو گا کہ میرا کمرہ اس قدر تیز ہلا کہ دیواروں پر سجی ہوئی تمام تصویریں نیچے گر کر چور چور ہو گئیں ایک طوفان جو میرے کمرے میں ہل چل برپا کئے ہوئے تھا تصویروں کے شیشے ٹوٹنے کی آواز ریشن نے بھی سن لی اور اپنا پستول ہاتھ میں پکڑ لیا اور کسی چیز کے سامنے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ طوفان ختم ہوا تو سانپ میرے سامنے تھا اسے دیکھتے ہی میری چیخ نکل گئی میری چیخ کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آواز سن کر رمیش نے اپنا پستول اس پر تان لیا اور فائر کھول دیئے جو سیدھے سانپ کو نشانہ بناتے رہے سانپ نے ایک انگڑائی لی اور سر سے لے کر دم تک کھڑا ہو گیا اور ہوا کی طرح رمیش پر گرا اور اس کی گردن کو اپنے خوفناک منہ میں دبوچ لیا- وہ تڑپتا رہا نوکر ڈنڈوں کے وار کرتے رہے اتنے میں تایا جان اپنی بندوق لے آئے اس سے پہلے کہ وہ فائر کھولتے سانپ غائب ہو گیا اور ادھر رمیش تڑپ تڑپ کر ہلکان ہو رہا تھا- نوکر جا کر حکیم صاحب کو اٹھا لائے انہوں نے مرہم لگائی دوائی دی لیکن رمیش تڑپ تڑپ کر ہم سب گھر والوں کی نظروں کے سامنے ٹھنڈا ہو گیا آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی زبان باہر نکل آئی اور اس کے بعد رمیش کے منہ سے پیلا پانی باہر آنے لگا- حویلی میں کہرام مچ گیا گاؤں والے جوق در جوق حویلی میں داخل ہونے لگے- ابو جان کو راتوں رات ہی خبر کر دی گئی انہیں پہلے تو رمیش کی موت ایک مذاق لگی لیکن جب سانپ کی کہانی سنی تو انہی قدموں کو چلے آئے- تمام رشتہ دار دوست احباب سبھی کو اطلاع دی جا چکی تھی صبح تک حویلی میں ہر رشتہ دار وغیرہ پہنچ چکا تھا- یہ وہ حویلی تھی جہاں قہقہوں کی آوازیں گونجا کرتی تھی- لیکن آج کی رات ماتم ہوتا رہا رونا پیٹنا چلتا رہا- سامنے ایک جوان میت موجود تھی جو نجانے کیا کیا خواہش دل میں سجائے بیٹھا تھا مجھے بچاتے بچاتے خود موت کے منہ چلا گیا میرا گھر بسنے سے پہلے ہی اجڑ گیا- میری تمنائیں خواہشیں دل میں دم توڑ گئی وہ اکیلا دنیا سے نہ گیا تھا بلکہ میری خوشیاں بھی ساتھ لے گیا تھا اس کی موت کے بعد میں نے ہنسنا چھوڑ دیا تایا جان نے رمیش کی موت کے بعد اپنے چھوٹے بیٹے رگیش کے ساتھ میری منگنی کر دی کہ یہ حویلی کی عزت ہے- یہاں ہی رہے گی- رمیش مجھ سے چار سال بڑا تھا لیکن یہ مجھ سے دو سال چھوٹا تھا- یعنی پورے گھر میں یہ سب سے چھوٹا تھا اس سے بڑی تینوں بہنیں تھیں دو کے رشتے طے ہو چکے تھے اور ایک کی بات چل رہی تھی رمیش کی موت نے مجھے آدھا کر دیا تھا میں رمیش کی موت کے بعد ایک ماہ تک وہاں رہی اس کے بعد شہر لوٹ آئی- وہاں رونق میں رہ کر انجوائے کرنے گئی تھی لیکن مقدر میں جیسے خوشیاں نہ تھیں دکھ سمیٹ کر واپس آ گئی اپنی دنیا اپنے ہاتھوں سے لٹا کر آئی تھی یہاں شہر کی رونق مجھے بھی اچھی نہ لگی یہاں گھر سے بھی مجھے سکون نہ ملا رات بھر رمیش کی میت کی کھلی آنکھیں اور لمبی زبان مجھے خوفزدہ کرتی رہی اور دوسرا اتنا بڑا سانپ جانے یہ سانپ میرا دشمن کیوں بن گیا شاید اس لئے کہ

میری وجہ سے ان کا گھر اجاڑ گیا تھا کئی سانپوں کو مارا گیا تھا مختلف خیالوں اور سوچوں میں میں الجھ کر رہ گئی وہاں سے واپس آنے کے بعد میں تھک چکی تھی ابو امی مجھے حوصلہ دے رہے تھے کہ بیٹی خود کو سنبھال لیکن سانپ سے خوف سے میں بھلا کب تک بچ پاتی- گاڑی گھر کے صحن میں کھڑی تھیں- خوف سے بچنے کے لئے میں نے رات کو گھر کے صحن میں ٹہلنا شروع کر دیا حوصلہ اس لئے تھا کہ نوکر اور نوکرانیاں جاگ رہی تھیں کافی دیر چہل قدمی کے بعد میں برآمدے کے ایک تھم سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی- اور دھیرے میں پھیلی چاند کی روشنی کا منظر دیکھنے لگی اوپر آسمان پر کچھ بادل چاند سے آنکھ مچولی کھیلنے میں مصروف تھے کبھی وہ چاند کے سامنے آ جاتے اور کبھی پیچھے ہٹ جاتے اچانک میری نظر صحن میں کھڑی گاڑی پر پڑی جس کی ڈگی خود بخود کھلتی نظر آئی یہ دیکھتے ہی میں خوف زدہ ہو گئی اور خوف بھری نظروں سے ڈگی کو دیکھ رہی تھی ڈگی اوپر اٹھی اس میں سے وہی سانپ نیچے زمین میں اترتا نظر آیا سانپ کو دیکھتے ہی میری چیخ نکل گئی نوکروں نے میرے گرد گھیرا ڈال لیا میں چیختے جا رہی تھی سانپ کو مارو سانپ کو مارو- جب انہوں نے سانپ کو دیکھا تو جو چیز ہاتھ میں لگی اٹھا کر اس کی طرف بڑھنے لگے انہیں دیکھتے ہی سانپ غائب ہو گیا امی ابو بھی میرے پاس آ چکے تھے اور سانپ کی بات کا انہیں بھی علم ہو گیا تھا وہ بھی خوفزدہ ہو گئے اور مجھے لے کر کمرے میں آ گئے میں اکیلے نہیں سوؤں گی یہ سانپ مجھے ختم کر دے گا- ابو یہ سانپ نہیں ہے جن بھوت ہے امی نے مجھے اپنے پاس ہی سلا لیا پوری رات میں نے خوف سے گزاری ہے گھر کی کوئی چیز بھی ہلتی تو میں چونک جاتی کہ سانپ آ گیا ہے- رات جاگتے ہی گزار دی ابو جان میری وجہ سے سخت پریشان تھے ڈاکٹروں کو بلایا گیا جن سے پتہ چلا کہ کوئی جسمانی بیماری نہیں ہے وہم ہے اندر کا خوف ہے اور کچھ نہیں اور طاقت کی چیزیں بتائیں- جو صبح شام مجھے مجبوراً کھانا پڑتی- اگر کبھی ناغہ کر بھی دیتی تو امی ابو کے ہاتھوں شامت آ جاتی لیکن یہ میرے اندر کا خوف نہ تھا- ایک حقیقت تھی ٹھوس حقیقت موسم بھی کافی حد تک بدل چکا تھا دن گرم اور راتیں ٹھنڈی ہو چکی تھیں- رات کے پچھلے پہر ایسے لگتا جیسے سخت سردی ہو کافی دن یونہی گزر گئے تایا جان نے ابو کو اپنے پاس بلایا ان کے بلانے کا مقصد میں بخوبی سمجھ چکی تھی یہی کہ میرا رشتہ طے کرنا تھا کہ کب شادی کرنی ہے لیکن اب مجھے شادی کی خواہش نہ تھی جس سے پیار تھا وہ ہی ساتھ چھوڑ گیا تھا پھر شادی کا مزا-

لیکن والدین کی ہر خواہش کا احترام مجھ پر لازم تھا ابو جان نے صبح سویرے گھر سے نکلنا تھا امی سے انہوں نے بات کر لی تھی امی کی رائے بھی یہی تھی کہ جیسا وہ کہیں ویسا ہی کر لینا- رات کا وقت تھا میں صحن میں پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھی ٹھنڈی ہواؤں سے لطف اندوز ہو رہی تھی جو کافی عرصہ بعد آج ملی تھی کہ اچانک میری نظر صحن میں کھڑی گاڑی پر پڑی جسے دیکھ کر میں خوف سے پسینہ پسینہ ہو گئی کیونکہ وہی سانپ گاڑی کے نیچے سے نکل کر اس کی ڈگی کھول کر اس میں گھسنے میں مصروف تھا یہ منظر دیکھ کر میں نے شور مچا دیا ابو سانپ امی سانپ میری آواز پر نوکر اور امی ابو دوڑے آئے میں نے کہا ابھی ابھی گاڑی کی ڈگی میں سانپ گھسا ہے ابو آگے بڑھنے لگے تو میں نے انہیں پکڑ لیا رمیش کا نقشہ سامنے آ گیا تھا کہ کتنی بے دردی سے سانپ نے اسے دبوچا تھا کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا تھا ابو نہیں ابو میں آپ کو نہیں جانے دوں گی- میں ابو کو پکڑنے میں مصروف تھی کہ ایک نوکر نے ہاتھ میں ڈنڈا پکڑا اور ایک جھٹکے سے گاڑی کی ڈگی کھول دی لیکن گاڑی کے اندر سانپ اسے نظر نہ آیا تو پھر سب ہی باری باری گاڑی کے پاس جا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے- ڈگی میں گھستے ہی سانپ غائب ہو چکا تھا لیکن کہاں جا سکتا تھا کہاں غائب ہو سکتا تھا گاڑی کی تمام سیٹیں چیک کیں لیکن وہ نہ ملا ابو نے امی کو اشارہ کیا کہ اسے وہم ہے اور کچھ نہیں اور مجھے تسلی دیتے ہوئے اندر چلے گئے میں ان کی دی ہوئی تسلی پر کیسے صبر اور اطمینان کرتی جب نوکر چاکر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تو مجھے وہی سانپ گاڑی کی چھت پر بیٹھا نظر آیا اس کی پوری توجہ میری طرف تھی لیکن مجھے اسے دیکھ کر خوف آ رہا تھا پہلے تو میں خوف سے کانپتی رہی پھر خود میں ہمت پیدا کی اور اندر جا کر ابو جان کا پستول پکڑ لیا اور نشانہ سانپ کی طرف تان لیا یہ دیکھ کر سانپ نے کروٹ بدلی اور ایک مرتبہ پھر دم کے سہارے کھڑا ہو گیا اس کے منہ سے چنگاریاں نکلنے لگی- اس کی پھنکار سے صحن میں لگے تمام پودے ہوا کی طرح لہرانے لگے- پستول میرے ہاتھ سے گر گیا اور ایک خوفناک چیخ کے بعد میں بے ہوش ہو گئی جب ہوش آیا تو رات کی سیاہی دن کی سفیدی میں بدل چکی تھی سورج کی دھوپ کی کرنیں روشن دان کے ذریعے سامنے دیوار سے ٹکرا رہی تھیں میں اٹھی امی جان کے پاس گئی ابو کا پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ صبح سویرے ہی گاؤں بڑے بھائی رواش کے پاس چلے گئے ہیں- یہ سنتے ہی میرے اندر عجیب و غریب وسوسے پیدا ہونے لگے جیسے کچھ ہونے والا ہے ابو آج سانپ

کے ظالم دانتوں سے نہیں بچ پائیں گے میں چیخی امی آپ نے کیوں جانے دیا ہے ابو کو--- اگر انہیں کچھ ہو گیا تو تو______ میری بات امی کی سمجھ سے باہر تھیں- لیکن ان کے نزدیک صرف مجھے وہم کی بیماری کے علاوہ اور کچھ نہ تھا پورا دن میں نے پریشانی کی حالت میں گزارا- رات بھی آنکھوں میں گزر گئی- لیکن ابو نہ آئے میرے اندر چلنے والے وسوسے مزید سر ابھار رہے تھے کہ اب کچھ ہونے والا ہے- صبح سویرے ہی باہر گیٹ پر کسی نے دستک دی دستک کی آواز سن کر چونک گئی- ضرور ابو کی فوتگی کی خبر ہوگی جو صبح سویرے دروازہ کھٹکا ہے نوکر نے جا کر گیٹ کھولا سامنے لباس اور صورت سے ایسے لگتا تھا جیسے کسی گاؤں کا آدمی ہو میں نوکر اور اس کے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہی تھی کون ہو تم--- میں گاؤں سے آیا ہوں حویلی کے مالک سردار صاحب نے بھیجا ہے نوکر اسے اندر لے آیا اس آنے والے آدمی کے چہرے سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ خیریت کی خبر نہیں لایا تھا میں بھی کمرے سے باہر نکل آئی مجھے دیکھ کر اس نے آداب کہا اور بولا- آپ کے ابو______ کیا ہوا ابو کو- نہیں نہیں انہیں کچھ نہیں ہو سکتا- اس کی بات کاٹ کر میں چلانے لگی امی بھی باہر نکل آئی انہوں نے مجھے دلاسہ دیا لیکن آنکھوں سے آنسو نہیں رک پا رہے تھے آپ کے ابو نے بھیجا ہے ابو نے بھیجا ہے یہ الفاظ سن کر میری آنکھوں میں جیسے چمک آ گئی ہو آنکھوں سے بہنے والے آنسو خوشی سے ایک دم خشک ہو گئے کیوں بھیجا ہے ابو نے خیریت تو ہے نہیں خیریت کی بات نہیں ہے رات کو رمیش بابو کا خون ہو گیا ہے ایک سانپ نے انہیں ڈس لیا ہے- کیا کیا رمیش کا خون--- سانپ نے ڈس لیا ہے- میری آواز اندر کی اندر ہی رہ گئی پلکوں پہ جمے ہوئے آنسو دوبارہ تر ہو کر بہنے لگے آپ کے ابو نے گاڑی بھیجی ہے- کہ آپ دونوں کو لے آؤں- میں جس حال میں تھی ویسے ہی گاڑی میں بیٹھ گئی امی بھی نوکروں کو سمجھانے کے بعد گاڑی میں بیٹھ گئی اور یوں ہم گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے میرا ایک مرتبہ پھر گھر آباد ہونے سے پہلے اجڑ گیا ہے- میں ایک مرتبہ پھر اپنے منگیتر کا آخری دیدار کرنے جا رہی تھی وہ رمیش تو نہ تھا لیکن اس حویلی کا ہی تھا میرا اپنا تھا شاید اس کا ساتھ پا کر خود بخود اس کے پیار میں اپنا پیار پا لیتی لیکن مقدر میں سرخ جوڑا پہننا نصیب نہ تھا 12 بجے کے قریب ہم گاؤں کی حویلی میں تھے- جہاں لوگوں کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا عورتوں کی چیخ و پکار تھی- میری کزنیں مجھے گلے مل کر خوب روئیں- اور میری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چیخیں بھی نہ تھم سکیں۔ ایک قیامت تھی جو اس حویلی پر بیت رہی تھی ایک خونخوار منظر تھا جس کا سامنا حویلی والوں کو کرنا پڑ رہا تھا اور چیخ و پکار میں ہی اسے بھی دفن کردیا گیا رجیش کی آنکھیں بھی کھلی ہوئی تھیں۔۔ رمیش کی طرح اس کی بھی زبان منہ سے باہر لٹکی ہوئی تھی شاید سانپ کا ڈسنا بہت سخت تھا رات ہوئی تو میں اکیلی ہی حویلی کی چھت پر بیٹھی اپنی بربادی کا ماتم کرنے میں مصروف تھی کہ سامنے وہی سانپ بیٹھا نظر آیا مجھے اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اس کا اگلا شکار میں تھی ڈر اور خوف کی وجہ سے میں نیچے بھاگ آئی لیکن کسی سے کچھ نہ کہہ سکی پھر عجیب طرح کے خیالوں نے مجھے دوبارہ چھت پر جانے کو مجبور کردیا کہ اب تمہارا دنیا میں کیا رکھا ہے تمہارے دنیا میں رہنے کا کیا فائدہ ہے تمہاری وجہ سے حویلی میں دو اموات ہو چکی ہیں اس سے پہلے کہ کوئی اور سانپ کا شکار بنے خود کو اس کے روبرو پیش کردے۔۔ ختم ہو جاتو بھی۔۔۔ میں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے یہ سب سوچیں سوچ رہی تھی کہ سامنے چھت پر سانپ کو اپنا منتظر پایا۔ اس بار ہمت تھی یا پتہ اور کہ مجھے سانپ سے خوف نہ آیا میں اس کے قریب سے قریب تر ہوتی گئی جب اس کے بالکل قریب پہنچ گئی تو وہ سانپ اپنی دم کے سہارے کھڑا ہو گیا میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ میں موت کے منہ میں خود چلی گئی تھی پھر زندگی کی امید کیسے کرتی کافی دیر تک آنکھیں بند کئے کھڑی رہی جب سانپ نے مجھے کچھ نہ کہا تو میں نے آنکھیں کھول دیں ادھر ادھر دیکھا سانپ غائب تھا۔ اور مجھے خود یہ یقین نہ ہو رہا تھا کہ میں زندہ ہوں نیچے لان میں لوگوں کا ہجوم تھا سورج آہستہ آہستہ اپنی روشنی کھوتا جارہا تھا شاید میری طرح وہ بھی تھک گیا تھا میں نے چھت پر کھڑے نیچے دیکھا نیچے کا منظر بھی عجیب تھا آج پہلی دفعہ تایا جان کو روتے دیکھا تھا ان کے دونوں بازو کٹ گئے تھے دونوں جوان بیٹے ایک ہی موت مارے گئے تھے دو تین ماہ کے اندر اندر دونوں بیٹوں سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا اس کے چہرے پر سرداری کے آثار نہ تھے اور نہ ہی زبان میں پہلے والی گرج تھی ان کی حالت دیکھ کر میرے بھی آنسو بہہ نکلے رات بھر حویلی میں لوگوں کا آنا جانا لگا رہا۔ ان کی یہ حویلی مجھے کھانے کو دوڑ رہی تھی یہاں دلہن بن کر آنے کے خواب چکنا چور ہو گئے تھے مجھے انتقام لینا تھا ہاں انتقام ایک خونی انتقام۔ اپنے دونوں منگیتروں کے خون کا انتقام۔ اب مجھے عورت بن کر نہ جینا تھا ایک مرد بن کر جینا تھا میرا نشانہ سانپ تھا وہ سانپ جس کی وجہ سے میں برباد ہوئی ایک نئے جذبے کے ساتھ چھت سے نیچے اتری

رات کا اندھیرا چھاتا گیا اور لوگ واپس جانے لگے۔ آدھے سے زیادہ لوگ واپس چلے گئے اور باقی کے صبح جانے تھے ان کے جانے کا انتظار کرنے لگی رات آنکھوں میں گزار دی صبح باقی کے مہمان بھی جانے لگے ایک مرتبہ پھر گھر خالی ہو گیا۔ جس موقع کی میں تلاش میں تھی وہ موقع میرے ہاتھ لگ گیا جب تایا جان کو اکیلے ہی بیٹھا دیکھا تو ان کے قریب چلی گئی اور کہا انکل اب میں نہ تو دلہن بن کر آسکتی اور نہ ہی آپ کا یہ خواب پورا ہو سکتا ہے لیکن ایک بات کرنی ہے بلکہ آپ کو وہ بات ہر حال میں ماننا ہے جب انہوں نے بات ماننے کی حامی بھرلی۔ تو میں نے کہا کہ میری وجہ سے یہ دونوں خون ہوئے ہیں اور مجھے خود اس کا انتقام لینا ہے۔ مجھے اپنے کزنوں کا اپنے منگیتروں کا انتقام لینا ہے میری اس بات پر تایا جان نے ایسی نظروں سے مجھے دیکھا جیسے میں نے کوئی عجیب بات کہہ دی تھی لیکن وہ حامی بھر چکے تھے بولے بیٹی میں ابھی زندہ ہوں میرے اندر اتنی قوت ہے کہ میں خود انتقام لے سکوں اور اب بہت جلد وہ سانپ بھی اس دنیا میں نہ رہے گا۔ لیکن میں بھی بضد رہی وہ بولے ٹھیک ہے بیٹی اگر وہ تمہارے قابو میں جائے تو تم بھی اپنا انتقام لے لینا۔ تایا جان کی اتنی سی بات پر میرے اندر خوشی کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا میں نے رمیش کا پستول پکڑ لیا۔ اور اسے لوڈ کرلیا اب میرے اندر سوائے انتقام کے اور کچھ نہ تھا میری امیدیں میری خواہشیں میری تمنائیں سب ختم ہو گئی تھیں ویسے بھی خاندان سے باہر ہمارے رشتے نہ ہوتے تھے ایک دو اور لڑکے تھے جو ابھی جوان نہ ہوئے تھے بہرحال پستول میں ہاتھ میں تھامے میں رات ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ کہ جیسے ہی سانپ نظر آئے تو اس کا خاتمہ کروں سارا دن رات ہونے کے انتظار میں گزار دی میری کزنیں بھی بھائیوں کی جدائی سے چپ چپ سی رہنے لگی تھیں گھر میں جو بھی قہقہے رونما ہوا کرتے تھے اب ختم ہو گئے تھے شام کے سائے ڈھلنے لگے تو میں نے خود میں سانپ کا سامنا کرنے کی ہمت باندھی۔ اور حویلی کی چھت پر چلی گئی پھر خیال آیا کہ پستول میں گولیاں گنتی کی ہیں اگر وہ ان گولیوں سے ختم نہ ہوا تو پھر۔۔۔ یہ سوچ کر میں دوبارہ نیچے آئی اور ایک مزید میگزین لوڈ کرکے اوپر چھت پر لے گئی۔ اور ایک نئے جذبے کے ساتھ چھت پر ٹہلنے لگی۔ رات کے اندھیرے پھیلتے رہے۔ چاند کی روشنی تیز ہوتی گئی جب ہر طرف سناٹا ہو گیا تو مجھے حویلی کے باہر سے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی چھت پر آنے کے لئے جدوجہد کررہا ہے میں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پستول سیدھا کرلیا۔ لیکن

اس کے علاوہ اور کوئی نہ ہو سکتا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے سانپ چھت کی منڈیروں پر رینگتا ہوا نظر آیا میں نے اسے دیکھتے ہی فائر کھول دیئے ایک میگزین آنکھ جھپکتے ہی ختم ہو گیا۔ میرا کوئی بھی نشانہ خطا نہ گیا سبھی گولیاں سانپ کو خونخوار کرچکی تھیں۔ سانپ نے زخمی حالت میں انگڑائی لی اور دم کے سہارے کھڑا ہو گیا اتنے میں میں نے دوسرا میگزین بھی پستول پر چڑھا لیا تھا اس سے پہلے کہ میں اس کا نشانہ بنتی میں نے فائر کھول دیا اور وہ نیچے گرا۔ اور وہاں سے دھواں اٹھنے لگا اس دھوئیں سے ایک عجیب قسم کی ڈراؤنی اور خوفناک آواز بلند ہوئی اگر میں چاہتا تو تمہیں ایک لمحے میں ختم کر دیتا جلا کر راکھ کردیتا لیکن تمہارے ساتھ ایسا نہیں کرسکتا لیکن تم نے مجھے ختم کرنے کی کوشش کی ہے اس کی سزا تمہیں ایسی دوں گا کہ یاد رکھو گی تمہارے سامنے تمہارا سب کچھ تباہ کردوں گا تمہاری اس حرکت کا بدلہ تم جلد پاؤ گی۔ اتنا کہنے کے ساتھ ہی دھواں غائب ہو گیا میں خوف سے لرز رہی تھی پسینہ سے بھیگی ہوئی سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آگئی ان گولیوں کی آواز سے گاؤں والے اور حویلی والے جاگ چکے تھے میرے چہرے پر خوف اور ڈر کے اثرات نمایاں تھے ابو امی میری حالت دیکھ کر بار بار پوچھ رہے تھے کہ کون تھا جس پر گولیاں برسا رہی تھی میں انہیں کیا جواب دیتی ان سے کیسے کہتی کہ سب کچھ ختم ہونے والا ہے میں اسے صرف سانپ سمجھتی رہی تھی لیکن وہ سانپ جن بھوت تھا یہ خوف ہی میری جان لئے جارہا تھا جب تمام حقیقت سے گھر والوں کو آگاہ کیا تو سبھی پریشان اور خوفزدہ ہو گئے لیکن تایا جان بولے بیٹی کچھ نہیں ہوتا۔ اگر اس نے ایسا کیا تو میرے ہاتھ سے بچ نہیں پائے گا میں نے کہا ابو ہم صبح ہی یہاں سے چلے جائیں گے اور تایا جان آپ بھی یہ حویلی خالی چھوڑ دیں میں نہیں چاہوں گی کہ اب مزید کوئی ہم میں سے ختم ہو لیکن تایا جان میری بات کو سن کر بولے حویلی خالی کردیں یعنی اپنا وقار اپنے ٹھاٹھ داٹھ ختم کرکے چوروں کی طرح چلا جاؤں واہ بیٹی واہ خوب بات کی تونے۔ تم عورت ذات ہو تم میں وہ ہمت وہ جذبے نہیں ہیں جو مردوں میں ہوتے ہیں۔ تنہا جنگلات میں رات کے اندھیرے میں رہا ہوں شیر تک کا شکار کیا ہے اور یہ سانپ۔۔۔ تم خود کو سنبھالو کچھ نہیں ہو گا۔ تمہیں کہا تھا کہ یہ کام تمہارے بس کا نہیں ہے لیکن تم ضد پر قائم رہی حالانکہ میں جانتا تھا کہ تم اکیلی اسے ختم نہ کرپاؤ گی اس کے باوجود بھی میں نے تیرا دل نہ توڑا۔ اور اجازت دے دی اب حویلی چھوڑنا نہ بیٹی نہ اب دوبارہ

ایسے الفاظ منہ سے نہ نکالنا۔ تایا جان کی باتیں سچ اور وزنی تھیں میں نے واقعی ایک بہت بڑی حماقت کی تھی اپنی ضد پر قائم رہی تھی اور اب نجانے میری اس حماقت کا ہمیں کیا خمیازہ بھگتنا پڑنا تھا رات ڈر اور خوف میں بسر کردی سانپ کا اصل روپ کیا تھا وہ یہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی تھی کمرے کی در و دیوار سے خوف آرہا تھا باہر لان میں ہوا سے اگر کوئی چیز ہلتی یا سرکتی محسوس ہوتی تو ایسا لگتا کہ ابھی وہ سامنے آجائے گا اور ابھی میرا خاتمہ کردے گا میرے گھر والوں کا خاتمہ کردے گا ہم سب کو تباہ کردے گا۔ میں ایک پل بھی یہاں نہیں رہنا چاہتی تھی پتہ نہیں وہ رات کی کون سی گھڑی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی صبح جب آنکھ کھلی تو ہر طرح سے خیریت تھی کوئی ایسی ویسی پریشانی کی بات نہ تھی میں نے منہ ہاتھ دھویا اور ناشتہ کرنے کے بعد ابو جان سے کہا کہ ابو واپس شہر چلیں میں یہاں ایک پل بھی نہیں رکنا چاہتی ابو جان میری حالت کو سمجھ رہے تھے اس لئے انہوں نے تایا جان سے بات کی۔ جانے کی اجازت لی اور گاڑی میں بیٹھ کر چل پڑے۔ ابو نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی امی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی اور میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی گاڑی گاؤں سے باہر نکلی تو ابو نے گاڑی کی رفتار تیز کردی اتنی سپیڈ ابو نے کبھی نہ کی تھی جتنی آج کی تھی میں گاڑی کو اس قدر تیز چلتے دیکھ کر کہا ابو جان کیا بات ہے آج گاڑی بہت تیز چلا رہے ہیں لیکن ابو نے کوئی جواب نہ دیا ابو کے چہرے پر خوفزدگی طاری تھی ماتھے سے پسینہ گر رہا تھا اور پھر اچانک ابو کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ میں نے کہا ابو کیا ہوا ہے۔ گاڑی روکو۔۔۔ بمشکل ابو بولے ۔۔۔ بیٹی یہ گاڑی میں نہیں چلا رہا ہوں مجھے کسی نے اپنے بازوؤں میں جکڑ رکھا ہے گاڑی بجائے کہ شہر کی طرف جانے کی ایک ویرانے کی طرف جارہی تھی میں نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے چیخیں مارنا شروع کردیں ایک غیبی تھپڑ میرے منہ پر پڑا۔ اور میں بے ہوش ہو گئی جب ہوش آیا تو میں ٹوٹی پھوٹی سڑک کے کنارے پڑی ہوئی تھی اور کچھ دور ایک کھائی سے دھواں اٹھتا نظر آیا میں نے دھواں دیکھتے ہی اس طرف بھاگنا شروع کردیا اور ایک چیخ میرے منہ سے پھر نکلی اس سے قبل کہ میں بھی نیچے کھائی میں گرتی کسی غیبی طاقت نے سنبھال لیا اور میں وہیں کی وہیں رک گئی کھائی میں گاڑی جل رہی تھی اور ایک جگہ امی اور ابو کی جلی ہوئی لاشیں نظر آئیں۔ میں نے رونا پیٹنا شروع کردیا لیکن اس ویرانے میں کون تھا جو میری مدد کرتا جو ان لمحوں میں میرے کام آتا مجھے دلاسہ دیتا میرے ساتھ آنسو بہاتا۔ میرا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ردو بنا تا میری چیخ و پکار سنتا نہیں وہ تو ایک ویرانہ تھا اور دھوپ بھی اس قدر شدت سے تھی کہ ایسا لگتا تھا کہ سورج آج زمین کے بالکل قریب آ گیا ہو میں کہاں تھی مجھے معلوم نہیں یہ ویرانہ زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھا تھا جہاں تک نظر جاتی جھاڑیاں اور کھائیاں نظر آتیں نہیں دور دور درخت بھی نظر آتے۔ میں ایک ایسی جگہ کھڑی تھی جہاں انسانی آمدورفت نہ تھی ان جھاڑیوں میں کئی سانپوں اور نیولوں کو ادھر ادھر بھاگتے دیکھا جلتی دھوپ میں تن تنہا کھڑی امی ابو کی جلی ہوئی لاشوں کو دیکھ دیکھ کر رو رہی تھیں۔ چند گز کے فاصلے پر وہی سانپ ایک جھاڑی سے نکلتا نظر آیا جھاڑی سے باہر نکل کر اپنی دم پر لہرا ہو گیا اس کے جسم پر خون کے دھبے تھے جو یہ چیز ظاہر کر رہے تھے کہ وہ ابھی تک زخمی ہے۔ لیکن یہ زخمی ہونے کے باوجود بہت طاقت والا تھا اپنے اندر بہت قوت رکھتا تھا میں اس کے سامنے کچھ نہ تھی ایک نظر اسے دیکھا تو دوسری نظر اپنے ماں باپ کی جلی لاشوں کو دیکھا تو چیخ اٹھی آؤ آگے بڑھو۔ پی جاؤ میرا بھی خون مجھے کیوں چھوڑا تم نے مجھے کیوں ختم نہیں کرتے کیوں میری جان نہیں لیتے۔ میری چیخوں کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا نہ وہ آگے بڑھا نہ پیچھے ہٹا وہیں غائب ہو گیا وہ بتانے آیا تھا کہ میں نے اپنے زخموں کا انتقام لے لیا ہے واقعی اس نے مجھ سے بہت عبرت ناک انتقام لیا تھا میری دنیا اندھیر کر کے رکھ دی تھی میرا جینا دوبھر کر دیا تھا میں جاتی تو کہاں جاتی۔ آگے جھاڑیاں پیچھے اور درمیان میں ایک بے بس لڑکی جو نہ زندوں میں تھی اور نہ مردوں میں زبان پیاسی تھی جو پانی کو ترس رہی تھی اور پیٹ خالی تھا کھانے کو کچھ نہ تھا کہاں جاتی دور دور تک کوئی انسان نظر نہ آتا تھا رو دھو کر اور اپنی بربادی کا ماتم کرتی ہوئی میں نے ایک راستے کا انتخاب کیا اور اس طرف چل پڑی کہ کہیں نہ کہیں تو پہنچوں گی ویرانے کو دیکھ کر سانسیں اکھڑتی نظر آ رہی تھیں پیاس کی شدت اور بھوک کی وجہ سے چلنا بھی دشوار لگتا تھا آخر کار کافی دیر تک چلنے کے بعد ایک درخت کے سائے کے نیچے بیٹھ گئی ویرانہ اتنا وسیع و عریض تھا کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا چلتے چلتے پاؤں بھی سوجھ گئے تھے درخت کے نیچے بیٹھے ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ مجھے دور سے گرد و غبار اڑتی نظر آئی میری نظریں اس گرد و غبار کی طرف جم گئی۔ ایسے لگتا تھا کہ کوئی بجلی کی سی تیزی کی طرح بڑھتا آ رہا ہے اس گرد و غبار میں ایک گھڑ سوار نظر آیا اسے دیکھتے ہی میرے چہرے پر چمک پیدا ہوئی ہونٹوں میں ہلکی سی مسکراہٹ پیدا ہوئی جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا ہو۔ میں بھوکی پیاسی وہاں سے اٹھی سر سے دوپٹہ اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اور اسے لہراتی ہوئی بھاگنے لگی۔ کئی بار گری زخم بھی لگے لیکن مجھے ان زخموں کی ذرا بھی پرواہ نہ تھی میرا دوپٹہ سے اشارہ کرنا وہ سمجھ چکا تھا اور اس نے اپنے گھوڑے کی رفتار کم کر لی اور میرے قریب آ کر رک گیا اور ایک حسین و جمیل شہزادہ تھا شاید رستہ بھول کر ادھر آ نکلا تھا یا پھر کوئی فرشتہ تھا جو میری مدد کو آیا تھا میں نے اسے دیکھتے ہی کہا مجھے یہاں سے لے چلو اپنے گھوڑے پر بٹھا لو۔ میں پیاس اور بھوک کی وجہ سے مر رہی ہوں میری اڑی ہوئی رنگت اور چہرے پر پھیلی ہوئی زردی دیکھ کر وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور ایک درخت کے نیچے آ کر کھڑا ہو گیا میں بھی اس اجنبی شہزادے کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی درخت کے نیچے کھڑی ہو گئی اپنی کمر پر باندھے ہوئے ایک بٹوے سے بیگ کو کھول کر زمین پر رکھا اور بیٹھ گیا۔ مجھے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا میں بیٹھ گئی اس نے بیگ کھول کر چند روٹیاں نکالیں جو ایسے لگ رہا تھا جیسے ابھی ابھی کسی نے پکا کر بھیجی تھیں اور ایک بوتل پانی کی نکالی جو میں نے اس کے ہاتھ سے چھین کر اپنے منہ سے لگا لی اور گھٹا گھٹ کر سارا پانی ختم کر ڈالا جوں جوں پانی حلق سے نیچے اترتا جا رہا تھا ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے میں دوبارہ دنیا میں آتی جا رہی ہوں۔ اس کے بعد اس نے کھانا میرے سامنے رکھا اور خود ایک طرف ہو کر مجھے غور سے دیکھنے لگا میں نے وحشیوں کی طرح کھانا منہ میں ڈالنا شروع کر دیا میں اس بات کو بھول گئی تھی کہ کوئی مجھے غور سے دیکھ رہا ہو۔ اچانک جب اس پر میری نظر پڑی تو میں شرمندہ ہو گئی کھانے سے اپنے ہاتھ روک لئے لیکن وہ بولا کھاتی رہو اس وقت تم مجھے پہلے سے بھی حسین دکھائی دے رہی ہو اس کی اس بات پر میں چونک گئی پہلے سے حسین کیا مطلب کیا تم مجھے جانتے ہو۔ ہاں جانتا ہوں صرف جانتا ہی نہیں ہوں تمہیں پسند بھی کرتا ہوں تمہارا عاشق ہوں میں---- مجھے اس کی باتوں سے حیرانگی ہو رہی تھی میں نے اسے پہلی مرتبہ دیکھا تھا اس نے مجھے کہاں دیکھ لیا تھا ہاں مجھ پر دل پھینک دیا تھا میں نے بھی پیار کا ناٹک کیا تاکہ مجھے اس خوفناک جھاڑیوں سے نکال کر کسی انسانی بستی میں لے چلے۔ اور جب بستی میں پہنچ جاؤں گی تو لوگوں کی مدد حاصل کر لوں گی۔ مجھے اس ویرانے سے خوف آ رہا تھا ان جھاڑیوں ان کھائیوں جو میرے والدین کو کھا گئی تھیں سے خوف آ رہا تھا میں نے اپنا جھوٹا فیصلہ اس کے حق میں دیتے ہوئے کہا ہاں میں بھی تم سے پیار کرتی ہوں میرے خوابوں میں تم روزانہ

آتے ہو میری زندگی کے اک اک پل میں تم شامل ہو۔ چلو مجھے یہاں سے لے چلو۔ مجھے اس ویرانے سے نکال دو۔ تم جھوٹ بولتی ہو تم مجھ سے نفرت کرتی ہو۔ میری دشمن ہو۔ میری جان کی پیاسی ہو وہ ایک دم گرجا۔ اس کے گرجنے سے ایسا لگا جیسے زمین پھٹ جائے گی میں سمجھ نہ پا رہی تھی کہ وہ کون ہے اور میری نفرت کو بھی جانتا ہے میں اس کی گرجدار آواز سن کر سہم گئی اور خاموش ہو کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اور سوچنے لگی کہ یہ کون ہو سکتا ہے جو میرے بارے میں جانتا ہے میں اس سے نفرت کرتی ہوں اس کی جان کی دشمن ہوں اچانک مجھے سانپ کا خیال آیا کہ میری دشمنی تو سانپ کے ساتھ چل رہی ہے۔ جس نے مجھے تباہ و برباد کیا ہے۔ یہ خیال آتے ہی میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو سامنے کچھ نہ تھا۔ وہ شہزادہ غائب ہو چکا تھا۔ اور ایک طرف کچھ دور وہی سانپ مجھے جھاڑیوں میں گھستا نظر آیا۔ گھوڑا بھی غائب تھا وہ نہ تو انسان تھا اور نہ فرشتہ میرا دشمن تھا سانپ سانپ بلکہ جن بھوت اس کا یوں سامنے آنا اور غائب ہو جانا مجھے خوف زدہ کر گیا مجھے وہاں کی ہر جگہ سے خوف آنے لگا۔ لیکن ایک بات اطمینان بخش تھی کہ وہ میری جان کا دشمن نہ تھا بلکہ میرا عاشق تھا مجھے چاہتا تھا اور شاید وہ مجھے بھوک اور پیاس میں تڑپتا نہ دیکھ سکتا تھا۔ تبھی تو میرے لئے کھانا لے کر آیا تھا کیا میں جن کے قبضے میں ہوں یہ خیال آتے ہی میں ایک دفعہ پھر لرز گئی لیکن اب مجھ میں حالات کا مقابلہ کرنے کی ہمت تھی اب پیٹ خالی نہ تھا سو میں نے ایک مرتبہ پھر بھاگنا شروع کر دیا۔ میں شام کے سائے پھیلنے سے پہلے پہلے یہاں سے نکل جانا چاہتی تھی لیکن یہ ویرانہ بھی اتنا زیادہ ہوتا جا رہا تھا کہ ختم ہونے کا نام تک نہیں لیتا تھا جب بھاگتے بھاگتے تھک گئی تو ایک جگہ بیٹھ گئی۔ ادھر سورج بھی اپنی روشنی مدھم کرتا جا رہا تھا اس کے بھی چاروں طرف لالی پھیلتی جا رہی تھی اور میں رات کے تصور سے ہی کانپ رہی تھی منزل ختم نہیں ہو رہی تھی میری آنکھوں کے سامنے ہی سورج غروب ہو گیا اور آہستہ آہستہ اندھیرا چھانے لگا۔ اندھیرا چھاتے ہی جھاڑیوں میں سے عجیب و غریب آوازیں آنے لگی۔ چاروں طرف سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کوئی ابھی مجھے آ کر پکڑے گا۔ زندگی کی یہ پہلی رات تھی جو میں اکیلے ہی گزار رہی تھی اس سے قبل تو میں اپنے بنگلے میں بھی اکیلی نہ سوتی تھی۔ مجھے اپنے نرم بستر پر بھی ٹھیک طرح سے نیند نہیں آتی تھی اور آج نرم بستر تو دور کی بات ٹوٹی ہوئی چارپائی تک نہ تھی اندھیرا کافی پھیل گیا تو چاند نے اپنی روشن دنیا شروع کر دی اس روشنی میں ویرانے کی ہر چیز نمایاں نظر آتی تھی لیکن رات کے سناٹے سے خوف اس قدر آ رہا تھا کہ بار بار چیخ رہی تھی میں درخت سے ٹیک لگائے بیٹھی سوچوں میں غرق تھی کہ پیچھے کی جھاڑیوں سے مجھے سرسراہٹ اور کسی کے قدموں کی آوازیں آنا شروع ہو گئی۔ میں نے چونک کر پیچھے دیکھا تو ہڈیوں کے دو ڈھانچے قہقہے لگاتے ہوئے میری طرف بڑھ رہے تھے انہیں دیکھ کر ایک کربناک چیخ منہ سے نکلی اور میں نے بھاگنا شروع کر دیا ڈھانچے مسلسل میرا پیچھا کر رہے تھے میں چیخیں مارتی ہوئی بھاگتی رہی میری جوتی درخت کے نیچے ہی رہ گئی تھی دوپٹہ جھاڑیوں سے الجھ کر کہیں گر گیا تھا۔ میں ننگے سر، ننگے پاؤں نجانے کہاں تک اور کب تک بھاگنے کے بعد ایک جگہ گر گئی۔ اور پھر دوبارہ نہ اٹھ سکی اس وقت ہوش آیا جب سورج کی تیز روشنی سے میرے جسم سے پسینہ بہہ رہا تھا میں نے چاروں طرف دیکھا دور دور تک سوائے جھاڑیوں کے اور کچھ نہ نظر آیا یعنی دن کے وقت میں گاؤں کی تلاش میں آگے بھاگتی ہی تھی اور اب خوف کی وجہ سے پچھلی جانب رخ تھا سو پیچھے بھاگنا شروع کر دیا تھا اب میں ایک بار پھر جنگل کے درمیان میں تھی بھاگنے کی وجہ سے چبھنے والے کانٹوں نے میرے پاؤں لہولہان کر دیئے تھے خون بہہ بہہ کر خشک ہو گیا تھا اب درد کی ٹیسیں اٹھی رہی تھیں خدا سے دعائیں مانگنے لگی کہ یا باری تعالیٰ اپنی رحمت اور کرم کر مجھے یہاں سے نکال لے خدا نے شاید میری دعا سن لی تھی اسی جنگل ویرانے میں مجھے دور سے چند انسان آتے دکھائی دیئے ان میں ایک آدمی کے ہاتھ میں بندوق تھی۔ میں نے انہیں دیکھتے ہی ان کی طرف بھاگنا شروع کر دیا قریب جا کر انہیں دیکھ کر میری چیخیں نکل گئی۔ میرے سامنے میرے تایا جان کھڑے تھے جو میری اجڑی حالت دیکھ کر تڑپ کر رہ گئے میں ان کے گلے سے لپٹ گئی اور جی بھر کر روئی۔ وہ مجھے تسلیاں دیتے رہے جب آنسو تھمے تو انہیں امی ابو کی فوتگی کا اور اپنے اجڑنے کا تمام واقعہ سنایا ان کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے اور بولا۔ اسی سانپ کا شکار کرنے گھر سے نکلا ہوں وہ میرے ہاتھوں بچ نہ پائے گا خیر چھوڑو چلو حویلی چلتے ہیں یہ کہہ کر میں ان کے ساتھ چل پڑی کاش کہ میں پہلے ہی اس طرف کو بھاگ پڑتی تو جلدی سفر ختم ہو جاتا تقریباً ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم ویرانے سے باہر تھے وہاں تایا جان کی گاڑی کھڑی تھی اس میں بیٹھ کر ہم لوگ گاؤں کو چل پڑے جلد ہی گاؤں پہنچ گئے میری حالت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیکھ کر میری کزنیں تڑپ گئیں۔ میں ان کے گلے لگ کر خوب روئی۔ میری صورت ایک شہزادی کی مانند تھی جو اب ایک چڑیل لگ رہی تھی وہاں غسل کیا کپڑے تبدیل کئے اور تینوں کزنوں نے مل کر میرے پاؤں سے اور گرنے سے جسم میں جو کانٹے چبھے تھے نکال دیئے جب انہیں امی ابو کے بارے میں بتا دیا تو وہ بھی رونے لگی۔ حویلی آکر ایسے لگا جیسے میں دوزخ سے نکل کر جنت میں آگئی ہوں خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا پانی کی جگہ ٹھنڈے مشروبات پیئے۔ اور ایک کمرے میں پلنگ پر جاکر سو گئی اس قدر گہری نیند سوئی کہ نہ دن کا پتہ چلا اور نہ رات کا سوتے میں ہی دن بھی بیت گیا اور آدھی سے زیادہ رات بھی میری آنکھ کھلی تو سامنے کلاک پر صبح کے تین بج رہے تھے۔ ذہن بار بار اس ویرانے کی طرف لگا ہوا تھا۔ سانپ کا انسانی شکل میں آنا کھانا کھلانا امی ابو کے ڈھانچوں کا مجھے ڈرانا۔ ایک فلم کی طرح آنکھوں سے گزر رہا تھا۔ اب میرا اس حویلی والوں کے سوا اور کون تھا یہاں جسے میں اپنا کہتی میں تو وہ بد قسمت تھی جو امی ابو کے چہروں کا آخری دیدار بھی نہ کر سکی نجانے وہ کیسے کھائی میں گرے نجانے انہیں کتنی چوٹیں آئی تھیں میں نے تو ان کے جلتے ڈھانچوں کو ہی دیکھا تھا جب تایا کی موت کے بارے میں سوچا تو ایک دفعہ پھر کانپ اٹھی کیونکہ اب سانپ کا نشانہ تایا جان ہی ہو سکتے ہیں یا پھر کزنیں لیکن کزنوں کا کیا قصور۔ وہ تو بیچاری معصوم تھیں ان چیزوں سے بے خبر تھیں صبح ہوئی تو میں نے تایا جان سے کہا۔ تایا جان یہاں خطرہ ہے شہر چلے جائیں وہاں ابو کا کاروبار سنبھال لیں۔ لیکن وہ نہ مانے بولے بیٹی ان کے کاروبار کی مالک تم ہو۔ میں آج ہی سیٹھ حشمت سے بات کرتا ہوں اس کا ایک ہی بیٹا ہے۔ وہ سنبھالے گا تمہارے ابو کا کاروبار سیٹھ حشمت یہ نام میں نے پہلے بھی ابو کی زبانی ایک دفعہ سنا تھا لیکن کوئی خاص توجہ نہ دی تھی یہ ہمارے دادا جان کے بھائی کے بیٹے تھے سیٹھ حشمت اور ان کا بیٹا تھا جو بیرون ملک تعلیم حاصل کرکے واپس آیا تھا پہلے تو میں نہ مانی لیکن جب ابو کے کاروبار کی بات سامنے آئی تو میں نے اپنی زبان کو تالا لگا لیا اور سیٹھ حشمت کے گھر اطلاع کردی گئی کہ رشتہ طے کرنے آرہے ہیں وہ پہلے ہی یہی چاہتے تھے ان کی دلی مراد پوری ہونے لگی۔ دوسرے دن تایا جان چند نوکروں اور دونوں بڑی کزنوں کو لے کر چلے گئے میرا رشتہ وہاں طے ہو گیا۔ 15 دن بعد بارات آنی تھی تایا جان رشتہ طے کرنے کے بعد واپس آرہے تھے کہ ان کے ساتھ بھی امی ابو والا حادثہ ہوا ایک نوکر تقریباً" رات کے

اندھیرے میں حویلی آیا اور آتے ہی بتایا کہ گاڑی کو حادثہ پیش آیا ہے۔ تایا جان ایسے گاڑی چلا رہے تھے جیسے پچھ نہ پچھ ہوتا ہے ہم سب بار بار انہیں منع کر رہے تھے لیکن ان کے ماتھے پر پسینہ کپڑوں کو بھگو رہا تھا اور گاڑی ایسے اچھلتی ہوئی چل رہی تھی جیسے ایک بہت بڑی بلا گاڑی کو اٹھا اٹھا کر زمین پر مار رہی ہو جب نہر کا پل آیا تو پل کے کناروں کو توڑتی ہوئی گاڑی نہر میں جا گری قدرتی دروازہ کھل گیا اور میں سڑک پر گر پڑا دیکھتے ہی دیکھتے وہاں لوگوں کا ہجوم جمع ہو گیا لیکن گاڑی پانی کے اوپر دوبارہ نہ آئی۔ یہ سب سن کر ہم دونوں بہنیں چیخیں مار مار کر رونے لگی اپنے سر کے بال نوچ ڈالے ہمارا سب پچھ لٹ چکا تھا۔ رونا دھونا مقدر بن گیا۔ ہم دونوں کو جیسے چپ لگ گئی ہو۔ شہر کے بنگلے کی طرح آج حویلی بھی خالی ہو گئی تھی لاکھوں کے کاروبار اور مربعوں زمینوں کا کوئی مالک نہ تھا۔ ہم دونوں تھیں جو رات دن خوف سے کانپتی رہتی۔ ایک ایک ذرے سے خوف آتا تھا دن گزرتے گئے ایک دن سیٹھ حشمت صاحب اپنے بیٹے کو ساتھ لئے حویلی آگئے میری کزن سیٹھ حشمت کو جانتی تھی لیکن میں نہ جانتی تھی اصل میں وہ اپنے لڑکے کا مجھ سے نکاح کرنے آئے تھے جب مجھے اصل بات کا علم ہوا تو میں نے سیٹھ حشمت کو سمجھایا کہ آپ اپنے بیٹے کی عشرت سے شادی کردیں اسی میں بہتری ہے اگر مجھ سے شادی کریں گے تو آپ کا بیٹا زندہ نہ بچے گا۔ آپ اپنے اکلوتے بیٹے سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اس سے قبل تایا جان کے دونوں بیٹوں سے میری منگنی ہوئی لیکن دونوں ہی ایک آسیبی سانپ کے دانتوں کا نشانہ بنے اور سب کی آنکھوں کے سامنے ہی دنیا سے چل بسے اور اب میں نہیں چاہتی کہ کوئی اور .... امید ہے کہ آپ میری مختصر سی بات کو واضح لفظوں میں سمجھ چکے ہوں گے سیٹھ حشمت تو مان گئے لیکن ان کا بیٹا راحت نہ مانا وہ بضد تھا کہ آپ سے ہی منگنی ہوئی ہے اور آپ سے ہی شادی کروں گا۔ اور آپ ہی مجھے پسند ہیں۔ آپ کے علاوہ کوئی اور میری زندگی میں نہیں آئے گا۔ میں نے اسے سمجھایا میں اپنے باپ کا تمام کاروبار اور تایا جان کی تمام زمینیں آپ کے نام کردوں گی لیکن میری یہ خواہش پوری کردیں لیکن وہ نہ مانا اس نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ عشرت خوبصورت لڑکی نہیں ہے اور آپ خوبصورت ہیں اس کے ساتھ زندگی گزارنا زندگی کو عذاب بنانے کے برابر ہے وہ شہر کے ماحول کو کیسے سمجھ پائے گی ویسے اگر وہ شہری ماحول کو پا بھی لے گی تو میں تب بھی اس سے شادی نہیں کروں گا وہ مجھے پسند ہی نہیں

ہے۔ عشرت راحت کی تمام باتیں سن رہی تھی جب بار بار وہ اسے بدصورت کا لفظ بولتا تو اس کی برداشت سے باہر ہو گیا اور اندر کمرے میں جاکر دروازہ بند کرکے لیٹ گئی ادھر میری اور راحت کی بحث طویل ہوتی گئی وہ کہہ رہا تھا کہ اگر آپ سے شادی کرکے مجھے موت آجائے تو بھی قبول ہے آخر مجھے ہی ہارنا پڑا میں نے شادی کی حامی بھرلی۔ اور پھر میں اٹھی عشرت کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن اندر سے کوئی جواب نہ آیا دوبارہ کھٹکھٹایا کوئی جواب نہ آیا میرے شور مچانے پر راحت بھی آگیا اور دروازہ توڑ دیا اندر چھت پر عشرت کی لاش لٹکتے دیکھ کر میری چیخیں نکل گئیں۔ اس نے شاید بدصورتی والا داغ ہمیشہ کے لئے دھو دیا تھا اس کی لاش کو اتارا گیا اور گاؤں کے لوگوں کا ایک ہجوم حویلی میں جمع ہو گیا اور یوں عشرت بھی اپنے بہن بھائیوں ماں باپ کے پاس چلی گئی اسے بھی منوں مٹی تلے دفن کردیا---- اب اتنی بڑی حویلی میں میں اکیلی تھی حالات نے مجھے بالکل تن تنہا کردیا تھا۔ کوئی ایسا انسان نہ تھا جو میرے دل کے درد کو جانتا جو مجھے دلاسہ دیتا ایک ایک کرکے سبھی ساتھ چھوڑ گئے۔ نہ باپ رہا اور نہ ماں اور نہ ہی قریبی رشتہ دار کس کے سہارے زندہ رہتی جو مجھے دلاسہ دیتا ایک ایک کرکے سبھی ساتھ چھوڑ گئے کہ ایک ہفتہ بعد راحت کا مجھ سے نکاح ہو جائے گا اور ویسے بھی مجھے بھی کسی سہارے کی ضرورت تھی اتنا بڑا کاروبار اور زمینوں کی دیکھ بھال کرنے والا چاہیے تھا یہ سب کام میں اکیلے نہیں کر سکتی تھی ایک ہفتہ حویلی کے در و دیوار سے ڈرتے اور خوفزدہ ہو کر گزار دیا اس کے بعد سیٹھ حشمت چند مہمانوں اور راحت کے ہمراہ حویلی آگیا میں نے اپنا سب کچھ شہر کا کاروبار، اور تایا جان کی تمام زمینیں وغیرہ راحت کے نام لگوا دیں کیونکہ اب اصل مالک وہی تھا کاروبار کا بھی مالک وہی تھا اور میرا بھی سادگی سے نکاح ہو گیا۔ جب نکاح ہوا تو زمین پر بار بار زلزلہ آنے لگا پوری حویلی میں عجیب و غریب آوازیں سنائی دینے لگی۔ ایسے جیسے ابھی سب کچھ تباہ ہو جائے گا میں بات سمجھ چکی تھی کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔ اور راحت کو خود پر پورا پورا اعتماد تھا کہ اسے کچھ نہیں ہوگا وہ ایک بہادر انسان ہے ہر کسی کا مقابلہ کرنا خوب جانتا ہے اب میں بھی اپنے سہاگ کا قتل نہیں دیکھ سکتی تھی میں دلہن کے روپ میں سجی ہوئی بیٹھی تھی اور اب تایا جان کی رائفل میرے پاس تھی اگر اب کسی نے بھی مجھ پر یا میرے سہاگ پر حملہ کیا تو وہ اسے ختم کردے گی رات کو راحت میرے پاس آیا تو میں نے اپنے کاروبار اور زمینوں

کے تمام معاملات سے اسے آگاہ کردیا کہ اب آپ ہی ان سب چیزوں کے مالک ہیں وہ اندر ہی اندر خوش ہو رہا تھا کہ اتنی لمبی چوڑی جائیداد کاروبار اسے مل رہا ہے ہم ابھی باتوں میں مصروف تھے کہ حویلی کی در و دیوار ہلنے لگی بار بار کے جھٹکوں سے میں کئی بار گری میں نے تایا جان والی رائفل سنبھال لی کہ اگر کوئی سامنے آیا تو اسے ختم کردوں گی ابھی انہی خیالوں میں تھی کہ ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر پڑا ایک دردناک چیخ میرے منہ سے نکلی اور میں بے ہوش ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو ایک ویرانے میں پایا اسی ویرانے میں میرے نزدیک ہی راحت کی لہو میں ڈوبی ہوئی لاش پڑی تھی اور وہی سانپ اس کی گردن پر جھکا ہوا اس کے جسم سے خون کا قطرہ قطرہ چوس رہا تھا یہ منظر دیکھ کر میں پھر ایک چیخ کے ساتھ بے ہوش ہو گئی۔ اور اب دوبارہ اس وقت ہوش آیا جب سخت دھوپ کی تپش جسم کو جلا رہی تھی یہ پہلے والا ویرانہ نہ تھا یہ ریگستانی علاقہ تھا میرے چاروں طرف دور دور تک ریت کے ٹیلے تھے اور ان ٹیلوں میں جھاڑیاں تھیں جو کانٹوں سے بھری ہوئی تھیں کوئی ایسا درخت نہ تھا جس کے سائے میں میں بیٹھ کر اپنی بربادی کا ماتم کرتی جلتی تپتی ریت میں میں ادھر ادھر ننگے پاؤں منزل تلاش کر رہی تھی سورج جیسے سر پر آکر آگ برسا رہا تھا رو رو کر آنسو بھی خشک ہو گئے۔ کون تھا یہاں جو مجھے سہارا دیتا کس کو پکارتی کس کو آواز دیتی ایک بھٹکے ہوئے مسافر کی طرح میں ادھر ادھر چلتی دھوپ میں ڈگمگاتے قدموں سے چلتی جا رہی تھی آخر دور سے ایک درخت نظر آیا میں اس درخت کی طرف بڑھنے لگی۔ آخر ہمت کرکے اس درخت کے قریب پہنچ گئی۔ اس کے سائے میں بیٹھتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے اندر نئی روح پھونک دی ہو یہ درخت سیب کا تھا جو پھل سے بھرا ہوا تھا میں بھوکے شیر کی طرح اس پھلوں پر جھپٹی اور نجانے لمحوں میں ہی کتنے سیب نگل گئی اس کے بعد میں نے سر سے دوپٹہ اتارا اور اس پر سیب توڑ توڑ کر ڈالنے لگی۔ جینے کی ہمت پیدا ہو گئی اور دوسرا درخت کی ٹھنڈی چھاؤں سے خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی یہ وہ چیزیں تھیں جن کی طرف میں گھر میں آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتی تھی حقارت سے ٹھکرا دیتی تھی لیکن آج ان چیزوں کی قدر کو میں جان گئی تھی پانی کا قریب قریب تک نام و نشان تک نہ تھا لیکن اب جسم میں کچھ طاقت آگئی تھی میں نے پھل باندھ کر اپنے کندھے پر رکھ لئے اور پانی کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹکنے لگی سورج کی تپش گو کہ اب کم ہو گئی تھی لیکن ریت کی تپش سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاؤں جل رہے تھے ان میں چھوٹے چھوٹے چھالے بن گئے تھے لیکن میں آگے ہی بڑھتی رہی کہ کبھی نہ کبھی تو منزل پر پہنچ جاؤں گی چلتے چلتے تھک چکی تھی لیکن پانی نہ ملا۔ کا شدت پیاس سے دل ڈوبا جا رہا تھا یہ پھل پانی کی کمی تو پورا نہیں کر سکتے تھے آخر ایک اور درخت کے نیچے جا کر بیٹھ کر سی پڑی اوپر آسمان کی طرف دیکھا اور بھیگی آنکھوں سے خدا سے دعا کرنے لگی اور اپنے آنسوؤں کو اور پسینہ کو اپنی زبان سے چوسنے لگی۔ اور خدا سے دعائیں بھی کرتی جا رہی تھی خدا کو جیسے مجھ غریب کی حالت پر میری آہ و زاری پر ترس آ گیا دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر ادھر ادھر بادل گھومتے نظر آنے لگے پہلے سفید بادل نظر آتے رہے پھر سیاہ بادل نظر آنے لگے سورج غائب ہو گیا ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگی اس ویرانے میں جیسے بہار آ گئی تھی اور ساتھ ہی بوندا باندی شروع ہو گئی میں نے جی بھر کر بارش کا پانی پیا اب خدا نے جو میری دعا قبول کی تھی ضرور وہ میری منزل بھی مجھے دکھائے گا یہ سوچ کر میں نے بھاگنا شروع کر دیا سورج کی روشنی کی جگہ سیاہ بادلوں نے اپنا اندھیرا جما دیا تھا۔ اور آسمانی بجلی میری راہوں کی روشنی بنتی رہی میں بھاگتی رہی آخر ایک جگہ ایک چھوٹی سی جھونپڑی نظر آئی میں اس جھونپڑی کی طرف بھاگنے لگی جب جھونپڑی کے قریب پہنچی تو ایک خستہ حال مٹی کا بنا ہوا کمرہ تھا جو بالکل خالی تھا یہ کمرہ ویرانے میں کس نے بنایا تھا مجھے اس سے کوئی سروکار نہ تھا میں بغیر کسی دستک کے اندر گھس گئی اپنے بھیگے ہوئے کپڑوں کو نچوڑنے لگی۔ اور ساتھ ساتھ کمرے کا جائزہ لیتی رہی وہاں کچھ نہ تھا صرف ایک پرانا گھڑا تھا اور مٹی کا پیالہ گھڑے کے اندر مکڑیوں نے جھالے بن رکھے تھے جسے میں نے اپنے دوپٹے سے صاف کیا اور باہر بارش میں رکھ دیا خدا کی اس رحمت سے میں خوش ہو رہی تھی لیکن جب خود کو اتنے بڑے ویرانے میں خود کو اکیلی محسوس کرتی تو خوف اور ڈر سے لرز جاتی اور خدا سے دعا کرتی کہ یا باری تعالیٰ صرف میری عزت کو محفوظ رکھنا اس کے علاوہ نہ تو مجھے مرنے سے خوف آتا تھا اور نہ کسی اور چیز کا خطرہ تھا میں یہ بھی جانتی تھی کہ اس ویرانے میں کوئی جنگلی جانور مجھے چیر پھاڑ دے گا مجھے اپنے پنجوں کا نشانہ بنائے گا ظاہری بات تھی اکیلی تھی اور عورت ذات تھی مقابلہ کیسے کر سکتی تھی بہرحال گھڑا پانی سے لبالب بھر گیا تو میں نے اٹھا کر کمرے میں رکھ دیا اس کمرے کی چھت سے پانی ٹپک ٹپک کر اندر کمرے میں گر رہا تھا میں کمرے کے ایک کونے میں بیٹھ گئی اور خدا سے منزل کے مل جانے کی دعا کرنے لگی۔ باہر بجلی کے بار بار چمکنے اور بادلوں سے گرجنے سے ذہن پر ایک عجیب خوف طاری تھا ایک خطرہ یہ بھی تھا کہ یہ خستہ حال کمرے کی چھت کہیں اوپر نہ گر پڑے کمرے میں تنہائی کے علاوہ اندھیرا بھی تھا میں خوف سے خود کو بچانے کے لئے بار بار آنکھیں بند کرتی لیکن نیند کہاں آتی بادلوں کے گرجنے اور بجلی کے چمکنے کی رفتار کم ہو گئی ایسے جیسے بارش رکنے والی ہو میں اندر سے باہر آ گئی اور اب تیز بارش نہ تھی ہلکی ہلکی پھوہار تھی لیکن رات کے سائے پھیل چکے تھے دوپٹے میں بندھے ہوئے سیب نکالے اور کھانا شروع کر دیئے اس کے بعد پھر کمرے کے اسی کونے میں جا کر بیٹھ گئی سیب ہاتھ میں پکڑتی اور دانتوں سے چبا جاتی۔ بارش کے ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اس کمرے میں روشنی جلتی نظر آنے لگی یہ روشنی دیکھ کر میں کانپ گئی خوف اور ڈر سے برا حال ہو گیا اپنے ہاتھوں کو منہ پر رکھ لیا کہ منہ سے چیخ نہ نکل سکے اور اگر چیخ پڑی تو انہیں میرے یہاں موجود ہونے کی خبر ہو جائے گی میں ڈری ڈری، سہمی سہمی کونے میں بیٹھی جلتی روشنی کو دیکھتی رہی اس روشنی سے کمرے کے در و دیوار صاف نظر آ رہی تھیں اس کے بعد کسی کے ہلنے جلنے کی آوازیں آنے لگی میں نے خود کو سنبھالے رکھا یہ آوازیں کمرے کے دوسرے کونے سے آ رہی تھیں چند لمحوں بعد باہر سے کسی کے چلنے کی آوازیں آنے لگی ایک بدصورت انسان اندر کمرے میں داخل ہوا اس کے کندھے پر کسی کی لاش تھی جس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اس نے وہ لاش کمرے میں لٹا دی اور باہر نکل گیا کمرے میں پڑی لاش کو دیکھ دیکھ کر مجھے خوف آ رہا تھا نہ بول سکتی تھی اور نہ چیخ سکتی تھی چند منٹوں بعد وہی بدصورت انسان کندھے پر لٹکاتے ایک اور لاش لے کر کمرے میں داخل ہوا اس کی بھی آنکھیں کھلی ہوتی تھی اور پھر لگاتار کمرہ لاشوں سے بھرنا شروع ہو گیا۔ تقریباً" میرے سامنے کمرے میں 12، 14 لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور ان لاشوں کے درمیان میں اکیلی تھی۔ خوف اور ڈر سے پسینے چھوٹ رہے تھے اور سبھی کی کھلی آنکھیں چمک رہی تھی نجانے کب تک وہ لاشیں کمرے میں پڑی رہیں کہ اس کے بعد ایک ایک کر کے تمام لاشیں غائب ہونا شروع ہو گئی۔ لاشوں کے غائب ہوتے ہی کمرے میں جلتا دیا بجھ گیا ایک بار پھر کمرے میں اندھیرا پھیل گیا ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہ دیتا تھا اندھیرا پھیلتے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک انسانی ڈھانچہ کمرے میں داخل ہوتا نظر آیا اس ڈھانچے کے کمرے میں داخل ہوتے ہی کمرہ روشن ہو گیا جب پورے کمرے

میں چکر لگانے لگا اسے دیکھ کر میں خوف سے مزید اٹھی ہوئی شاید وہ کمرے میں کسی کو تلاش کر رہا تھا۔ جب میری طرف بڑھنے لگا تو میں اپنے منہ سے نکلنے والی چیخ کو نہ روک سکی۔ ایک خوفناک چیخ میرے منہ سے نکلی اور میں بے ہوش ہو گئی جب ہوش آیا تو کمرے میں کچھ نہ تھا خالی کمرہ تھا میں نے جلدی سے گھڑے سے پانی پیا۔ اور خود کو مکمل ہوش میں لانے لگی کمرہ سورج کی روشنی سے روشن تھا میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور کمرے سے باہر نکل آئی پھل کھا کر پیٹ کا دوزخ بھرا پانی پیا اور اب پھلوں کے ساتھ ساتھ میں گھڑا بھی ہاتھ میں لئے چلنے لگی دور دور سے مجھے لوگ گزرتے ہوئے نظر آنے لگے میری خوشی کی انتہا نہ رہی میں جیسے تیسے وہاں تک پہنچ گئی یہ سڑک میرے لئے انجان تھی کون سی جگہ تھی مجھے علم نہیں بہرحال ایک گاڑی والا وہاں آ کر رکا میں نے کچھ نہ دیکھا اس کی گاڑی میں بیٹھ گئی اور نجانے وہ مجھے کہاں سے کہاں لے گیا کوئی کون تھا جو میرے لئے انجان تھا وہاں ایک گھر کے سامنے گاڑی رکی اور مجھے لے کر وہ اندر چلا گیا اندر گھر میں ایک عورت اور ایک مرد تھا جو غالباً" اس آدمی کے ماں باپ تھے اس سے پہلے کہ وہ میرے بارے میں کچھ پوچھتے آدمی نے سب کچھ بتا دیا کہ میں ایک بھٹکی ہوئی اجڑی ہوئی لڑکی ہوں، ایک سڑک سے ملی ہوں اور اسے گھر لے آیا ان لوگوں نے مجھے بہت پیار دیا اور چند دنوں میں ہی گاؤں کی لڑکیاں عورتیں میری واقف بن گئی۔ جب ان لوگوں نے شادی کی خواہش کی تو میں نے انکار کر دیا اور اپنی تمام کہانی ان کو سنا دی جسے سن کر پہلے تو وہ خوفزدہ ہوئے پھر کوئی حل تلاش کرنے لگے اور جلد ہی ایک حل نکال لیا شام کو جب وہ آدمی (کاشف) جو مجھے ساتھ لے کر آیا تھا گھر آیا تو اس کے پاس دو تعویز تھے اس نے ایک تعویز میرے گلے میں پہنا دیا اور دوسرا خود پہن لیا اور دوسرے دن نکاح ہو گیا میرے دل میں ایک خدشہ تھا کہ وہ بھی نہیں بچے گا لیکن ایسا نہ ہوا میں بھی سلامت رہی اور وہ بھی ایک ماہ گزر گیا کہ مجھے ان کے گھر چھت پر وہی سانپ بیٹھا نظر آیا۔ خطرے کے آلارم بج چکے تھے اب کچھ نہ کچھ ہونے والا تھا۔ اس دفعہ سانپ نے سوائے ڈرانے کے اور کچھ نہ کیا شاید تعویز کا اثر تھا اور پھر تقریباً" ہر ماہ وہ سانپ مجھے گھر کی چھت پر نظر آتا اور پھر غائب ہو جاتا ایک سال گزر گیا دوسرا سال بھی گزر گیا لیکن خدا نے مجھے اولاد کی نعمت سے محروم رکھا لیکن خدا جنت نصیب کرے کاشف کو اس نے پورا پورا میرا ساتھ دیا میرا حوصلہ بڑھایا۔ کہ یہ اولاد اگر خدا نے ہمارے نصیب میں لکھی ہوئی ہے تو ضرور مل جائے گی۔ ان دو سالوں میں اس نے میرے والدین کا گھر بھی تلاش کر لیا تھا اور گاؤں کی حویلی بھی اور میرے مشورے سے شہر کا مکان گاؤں کی حویلی زمینیں وغیرہ فروخت کر دیں۔ کاشف کے ساتھ خود بھی شہر گئی اپنا مکان فروخت کیا اپنا کاروبار جو ملازموں کے ہاتھوں تباہ ہو رہا تھا کسی اور فیکٹری والوں کے ہاتھ فروخت کیا اور اسی کے بعد حویلی اور زمینیں شہر کے ایک بہت بڑے رئیس نے خریدیں۔ یوں گاؤں میں ایک عالی شان حویلی تعمیر کی گاؤں کے آس پاس کی تمام زمینیں خرید لیں۔ اور خدا کے فضل سے پہلے کی طرح ایک شان و شوکت والی زندگی بسر کرنے لگی سانپ ہر ماہ اپنا جلوہ ضرور دکھاتا رہا۔ تیسرے سال خدا نے مجھے بچہ دیا۔ جسے دیکھ کر میں خود بھی ڈر گئی وہ بچہ نہ تھا اس کا ایک لوتھڑا تھا نہ سر نہ ہاتھ، نہ پاؤں اس کی پیدائش سے گاؤں میں خبر پھیل گئی کہ میرے گھر بلا پیدا ہوئی ہے اور چند سال اور گزرے تو ایک اور بچہ پیدا ہوا اسے بھی دیکھ کر میں ڈر گئی تھی اس کا پورا جسم ٹھیک تھا لیکن آنکھ صرف ایک تھی اور وہ بھی ماتھے پر تھی گاؤں میں پھر شور اٹھا کہ میرے ہاں بلا پیدا ہوئی ہے۔ عورتوں کی باتیں میرے دل کو پاش پاش کر دیتی ان کی ہر بات میرے دل پر تیر کی طرح لگتی میں اندر ہی اندر کڑھتی رہتی آنسوؤں سے خود کو بھگو لیتی۔ لیکن کاشف مجھے تسلی دیتے کہ لوگوں کی باتوں سے دل برداشتہ نہ ہوا کریں خدا بہتر ہی کرے گا میں رو رو کر خدا سے دعا کرتی لیکن میری دعاؤں میں شاید اثر نہ رہا تھا کچھ عرصہ بعد تیسرا بچہ پیدا ہوا وہ پہلے بچوں سے بھی خوفزدہ تھا تھا تو وہ مکمل بچہ لیکن اس کے سر پر جانوروں کی طرح سینگ تھے تینوں بچے مردہ پیدا ہوئے تھے اس بچے کی خبر بھی گاؤں کی عورتوں تک پہنچ گئی اور پہلے کی طرح اس بار بھی وہ ایک دوسری کے کانوں میں کھسر پھسر کرنے لگی۔ اس بچے کی پیدائش پر میرا دل چاہا کہ خودکشی کر لوں چھت پر رسہ لٹکا کر لٹک جاؤں روز روز مرنے سے ایک دن کی موت بہتر تھی میری اس سوچ کا میرے شوہر کو علم ہوا تو انہوں نے مجھے ڈانٹا۔ زندگی میں پہلی ڈانٹ تھی جو انہوں نے مجھے دی تھی اور پھر خود رو دیئے اور بولے خدا کی بندی تو کیوں خود کو جلاتی ہو کیوں اندر ہی اندر کڑھتی ہو تمہیں کہا تھا کہ عورتوں کی باتوں پر نہ جایا کریں لیکن تم تو ہمت ہار بیٹھی ہو ان کے ان دلاسوں سے میں خوب جی بھر کر روئی اپنی قسمت سے شکوے کئے۔ ان عجیب المخلوق بچوں کی پیدائش پر ڈاکٹر صاحبان بھی حیران اور پریشان تھے کہ کیا وجہ ہے کہ اس قسم کی اولادیں پیدا ہو رہی ہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خیر دن گزرتے رہے دن ہفتوں میں ہفتے مہینوں اور مہینے سالوں میں بدلتے رہے میرا چوتھا بچہ پیدا ہوا۔ یہ ہر طرح سے ٹھیک تھا اور زندہ بھی تھا اسے صحیح سلامت اور زندہ دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی لیکن میری یہ خواہش بھی عارضی تھی ابھی میرے شوہر نے اسے اٹھایا ہی تھا کہ وہ ایک گھنٹہ کا بچہ بولنے لگا مجھ پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا میرے شوہر ڈر گئے اور خوفزدہ نظروں سے کبھی بچے کی طرف اور کبھی میری طرف دیکھنے لگے چند گھنٹوں کے اندر اندر اس نے عجیب و غریب باتیں کرنے کے بعد جان دے دی اس بچے کا مجھ پر بہت برا اثر پڑا اب تو میری ساس بھی مجھے اچھی نظروں سے نہ دیکھتی تھی۔ رشتہ داروں کو جب پتہ چلتا تو وہ بھی رنگ رنگ کی باتیں بناتے ادھر سانپ ہر ماہ لگا تار ڈیوٹی دیتا رہا شاید اس جن بھوت کا سایہ تھا جو مجھ پر سوار تھا اور اس سائے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا تھا ہر قسم کی دوائی استعمال کی لیکن فرق نہ پڑا میرے شوہر بھی اب اداس اداس اور پریشان رہنے لگے۔ وہ بھی دوستوں کی باتوں سے پریشان ہو گئے اب مجھ سے اکھڑے اکھڑے لہجے میں بات کرتے میں ان کی پریشانی کی وجہ اچھی طرح جانتی تھی لیکن اس کا اظہار کیسے کرتی میں نے کئی دفعہ انہیں کہا کہ آپ دوسری شادی کر لیں تاکہ اتنی وسیع جائیداد کے مالک بن جائیں لیکن بولے اگر اس بیوی سے بھی اسی طرح کی اولاد پیدا ہوئی تو کچھ کھا کر اپنی جان ختم کر لوں گا لیکن اس دفعہ پھر ایک عجیب و غریب بچہ پیدا ہوا جسم تو اس کا پورا تھا لیکن پورے جسم پر جانوروں کی طرح سیاہ لمبے لمبے بال تھے اس بچے کی پیدائش پر میں ایک چیخ مارنے کے بعد بے ہوش ہو گئی جب ہوش آیا تو خوب جی بھر کر روئی۔ شوہر نے تسلیاں دینے کے بعد کہا آپ کی کہانی اب سامنے آئی ہے آپ پر واقعی آسیبی سایہ ہے پہلے تو وہ جان لے لیتا تھا لیکن اب تعویز کی وجہ سے جان تو نہیں لے سکتا تھا لیکن عجیب و غریب کشمکش میں ڈال دیا ہے اب لوگوں کی باتیں مجھ سے برداشت نہیں ہوئیں اب مجھے زندگی کی ضرورت نہیں ہے اس زندگی سے موت بہتر ہے یہ کہہ کر انہوں نے گلے سے تعویز اتار دیا۔ اور ہاتھ میں ایک پستول پکڑ لیا کیونکہ میں جانتی تھی کہ سانپ میرے شوہر کو زندہ نہ چھوڑے گا للذا شام کے سائے ابھی پھیلے ہی تھے کہ مجھے چھت پر سانپ نظر آیا میں پاگلوں کی طرح چھت پر گئی اور فائر پر فائر کرنے شروع کر دیئے سانپ میرے سامنے لہولہان ہو گیا اور پھر غائب ہو گیا اس کے غائب ہوتے ہی ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر پڑا اس تھپڑ سے میرے منہ سے خوفناک چیخ بلند ہوئی جب رونے دھونے کی آوازیں میرے کانوں سے ٹکرائیں تو میری آنکھ کھل گئی گھر میں عورتوں کا ہجوم تھا جو ایک چارپائی کے اردگرد جمع تھا۔ میں پاگلوں کی طرح عورتوں کو دھکے دیتی ہوئی چارپائی کے پاس پہنچی تو سامنے چارپائی پر کاشف کی میت پڑی ہوئی تھی میں ایک مرتبہ پھر چیخ مارنے کے بعد بے ہوش ہو گئی جب ہوش آیا تو کاشف منوں مٹی تلے دفن ہو چکا تھا گھر میں رونا دھونا ویسے ہی تھا گاؤں کی کوئی عورت بھی مجھے سیدھی نگاہ سے نہ دیکھ رہی تھی ان میں چند عورتوں کی زبانی اپنے کانوں سے جب یہ الفاظ سنے تو میں پاگل ہی ہو گئی۔ "میں چڑیل ہوں پہلے جنوں کے بچے پیدا کرتی ہوں اب کاشف کو کھا گئی ہوں میں عورت نہیں ہوں چڑیل ہوں' یہ لفظ بار بار کانوں سے ٹکرا رہے تھے۔ میری ساس بھی مجھے اپنے گھر رکھنا نہیں چاہتی تھی عورتوں کی باتوں سے انہیں یقین ہو گیا تھا کہ میں عورت نہیں واقعی چڑیل ہوں وہ کہنے لگی کہ اپنی تمام زمینیں کاروبار خود سنبھالو اور یہاں سے نکل جاؤ دوبارہ اس گھر میں قدم رکھنے کی جرات نہ کرنا۔ اور دوسری طرف گاؤں کی عورتیں میرے سائے سے بھی خود کو اپنے بچوں کو دور رکھتی کہ کہیں میرا سایہ ان پر نہ پڑ جائے۔ اور ان کے گھروں میں بھی بلائیں پیدا نہ ہونے لگیں۔ میں اکیلی اندر کمرے میں گھس کر اپنی قسمت پر روتی لیکن میری کوئی بھی نہ سنتا میں نے عدت کے دن پورے کرنے تھے جن کا میں نے ساس کو واسطہ دیا کہ مجھے یہ دن پورے کر لینے دیں۔ پھر میں خود بخود یہاں سے چلی جاؤں گی انہوں نے اپنے گھر کے ایک کونے میں ایک چھوٹے سے کمرے میں مجھے جگہ دے دی۔ کوئی میری دیکھ بھال نہ کرتا۔ نہ دائی وغیرہ آتی اور نہ ہی میرے پاس کوئی رہتا مجھے ڈراؤنے خواب آتے اور ایسی ایسی ڈراؤنی اور خوفناک صورتیں نظروں کے سامنے آتی کہ میں اپنے کمرے میں چیخیں مار مار کر روتی رہتی۔ ایک ایک دن گزارنا میرے لئے مشکل ہو گیا تھا حرام موت مرنا نہیں چاہتی تھی اور اب مجھے سانپ سے بدلہ لینا تھا اس کا خاتمہ کرنا تھا۔ جس نے میرا سب کچھ تباہ کر دیا تھا۔ مجھے برباد کر کے رکھ دیا تھا خدا نے دولت اور جائیداد سے تو بہت نوازا تھا لیکن قسمت میں زخم ہی زخم لکھ دیئے تھے چار ماہ تک میں ان کے گھر ہی رہی نہ کسی برتن کو ہاتھ لگانے کی اجازت ہوتی اور نہ ہی کسی سے بات چیت کر سکتی تھی عدت ختم ہوئی تو ساس نے زمینوں کے تمام کاغذات میرے سامنے پھینک دیئے کہ منحوس' چڑیل یہ اٹھا اور نکل جا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میں

نے آخری نظر اس مکان پر ڈالی اپنے میاں کی قبر پر جا کر رو رو کر دعا کی۔ ان کی زندگی میں مجھے بہت پیار ملا تھا لیکن میری قسمت میں ان کا ساتھ بہت تھوڑا تھا۔ تقریباً" 12 سال وہاں قبرستان میں مجھے گاؤں کا ایک بزرگ آدمی ملا۔ جسے میری زندگی کے ایک ایک لمحے کی خبر ہو چکی تھی۔ میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا بیٹی یہاں سے 60، 70 میل دور ایک بزرگ کا مزار ہے وہاں جا کر ان کے طفیل خدا سے دعا کرو۔ خدا تعالیٰ تمہاری مراد پوری کرے گا اور تم اپنے مقصد کو پا لو گی انہوں نے تمام راستہ مجھے سمجھا دیا میں نے گھر آ کر گاڑی سٹارٹ کی اور پرس میں پیسے اور کاغذات ڈالے اور بزرگ کی بتائی ہوئی جگہ کی طرف چل پڑی تقریباً" ایک دو گھنٹے تک میں وہاں پہنچ گئی یہ مزار قبرستان کے قریب ہی تھا کچھ فاصلہ پر گاؤں تھا مزار کے کچھ دور ایک چھوٹی سی مسجد تھی جہاں گاؤں کے لوگ نماز پڑھنے آتے تھے اور پھر اسی مزار پر حاضری ضرور دیتے تھے یہ مزار شریف ایک کافی لمبی قبر تھی اور اس کے چاروں طرف گارے کے ساتھ اینٹوں کی چنائی کی ہوئی تھی۔ جس کے اندر قبر تھی میں نے گاڑی روکی اور مزار پر جا کر گر پڑی اور دل کھول کر روئی گاؤں کے لوگ مجھے دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے شاید انہوں نے کبھی گاڑی بھی نہ دیکھی تھی کہ گاؤں کے بچے میری گاڑی کے اردگرد جمع ہو رہے تھے کافی دیر رونے کے بعد میں نے باہر دیکھا تو چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور سب کو ایک ایک روپیہ دیا اب روزانہ وہ بچے آ جاتے اور میں انہیں پیسے دیتی اور ساتھ ساتھ مزار پر خدا کے نام پر لنگر کھول دیا پیسے روپے کی کمی نہ تھی ایک ماہ کے اندر اندر ہی آس پاس کے گاؤں والوں کو بھی لنگر کے بانٹنے کی خبر ہو گئی تھی اور یوں صبح سے شام تک لنگر چلتا رہتا میں نے ایک ملازم رکھ لیا جو میرے کہنے پر تھوڑی تھوڑی زمینیں بیچ کر پیسے لاتا رہتا اور وہ میں خدا کے نام پر لنگر تقسیم کرتی رہتی وہاں کسی کو میری کہانی کا علم نہ تھا۔ گاؤں کی عورتیں مجھے روزانہ دعوت دیتی کہ ہمارے گھر آ کر رہ لیا کرو لیکن میں مزار پر ہی رہنا پسند کرتی ویسے بھی میری منزل بھی یہ مزار ہی تھا یہاں کسی قسم کا کوئی خوف نہ تھا بزرگ بہت جلال والے تھے گاؤں والے کہتے تھے کہ ان بزرگ کے مزار پر کوئی شخص غلط حرکت نہیں کر سکتا اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو فوری اس کا نتیجہ دیکھ لیتا ہے پانچ سال تک میں نے اس مزار پر دن رات مسلسل حاضری دی لیکن سانپ روزانہ رات کو مزار پر آتا کافی دیر بیٹھنے کے بعد غائب ہو جاتا اتنا میں بھی جان چکی تھی کہ سانپ کا سایہ مجھ پر ہے جو چاروں طرف سے مجھے گھیرے ہوئے ہے۔ پانچ سال حاضری دیتے گزر گئے میں نے گاؤں کی مسجد کو وسیع کر کے مزار کے ساتھ ہی ملا دیا تھا لنگر صبح سے شام تک چلتا رہا دیگیں پکتی رہیں دال روٹی چلتی رہی۔ شاید خدا نے میری سن لی تھی کہ ایک رات میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک سفید داڑھی والے لمبے قد کے جتنی قبر تھی ان بزرگ کا اتنا ہی قد تھا نورانی چہرہ تھا سر پر سبز رنگ کی ایک بڑی پگڑی تھی اور عربی لباس تھا اچانک میرے سامنے آئے اتنے طویل قامت بزرگ کو اچانک سامنے دیکھ کر میں ڈر گئی لیکن وہ ہلکا سا مسکرائے اور میرے پاس ہی بیٹھ گئے بولے بیٹی جس مقصد کے لئے تم یہاں آئی ہو خدا نے وہ پورا کر دیا ہے تمہاری پچھلی زندگی میری نظروں کے سامنے ہے یاد کرو کچھ عرصہ پہلے تم ایک درخت کے نیچے رفع حاجت کے لئے بیٹھی تھی جو جنات کا گھر تھا سو اس دن سے ایک جن تم پر سوار ہوا اور تمہیں پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا وہ تم پر عاشق ہو گیا تھا اور جب تم لوگوں نے ان کا گھر تباہ کیا جلا دیا تو اس نے سانپ کے روپ میں تم سے ایسا بدلہ لیا کہ تم گھر سے بے گھر ہو گئی اور تم سے تمہارا سب کچھ چھین لیا بزرگ کی ایک ایک بات سچ تھی جو وہ کہہ رہے تھے بالکل یہی تھی میری زندگی بیٹی میرے قبضہ میں ایسے ہزاروں جن ہیں اور اپنا یہ عمل میں تمہارے سپرد کرتا ہوں اس علاقہ کے جنات تمام جن تمہارے قبضے میں دیتا ہوں تم چاہو تو بدلہ لو چاہو تو نہ لو۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا شفقت بھرا ہاتھ میرے سر پر رکھا تو میری آنکھیں روشن ہو گئیں۔ ایک ایک جن مجھے نظر آنے لگا جو سر جھکائے کھڑا تھا میں نے ادب سے ان بزرگ کے ہاتھ چومے چند لفظ انہوں نے مجھے بتائے کہ پڑھ لیا کریں اور جس جن کو چاہو حاضر کر لیا کرو اس کے بعد وہ اٹھ کر قبرستان کی طرف چلنے لگے اور چلتے چلتے ہی میری نظروں سے اوجھل ہو گئے آج میں بہت خوش تھی خدا تعالیٰ نے میری فریاد سن لی تھی جو جن مجھ پر سوار تھے جن کی گرفت میں تھی اب وہی جن میری گرفت میں تھے اور میرے اشاروں پر ناچتے تھے صبح ہوئی تو آج میں نے اپنے ہاتھوں سے پورا دن لنگر تقسیم کیا پہلے تو لنگر چلتا رہتا تھا اور میں مزار کے ایک کونے میں پڑی رہتی تھی لیکن آج خدا نے مجھے خوشی دکھائی تھی۔ لنگر تقسیم کرتے کرتے میری تقریباً" زمینیں بک چکی تھی باقی کی زمینیں میں نے خوش ہو کر اپنے اس ملازم کو دے دی اسے اپنی زمینوں کا مالک بنا دیا چند دن اس مزار پر مزید رہنے کے بعد میں وہاں سے ایک انجانی منزل کی طرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلی دی۔ ایک ویرانے کا انتخاب کیا وہاں رات کو وہی رُت کے بتائے ہوئے لفظ پڑھ کر پھونک مار کر اپنے عاشق جن کو ظاہر کیا یہ اس صورت میں حاضر ہوا جیسے ایک دفعہ جنگل ویرانے میں گھوڑے پر سوار ہو کر آیا تھا۔ اور میرے لئے کھانا لایا تھا مجھے پانی پلایا تھا۔ اس کی یہ نیکی میری نظروں کے سامنے تھی پھر وہی کلمات پڑھ کر میں نے اس کے تمام خاندان کو حاضر کیا جن میں چڑیلیں بھی شامل تھیں کم و بیش چالیس پچاس جن اور چڑیلیں میرے سامنے تھیں۔ میں نے اپنے عاشق جن سے کہا تم نے میرا خاندان تباہ کیا آج میں تیرا خاندان تباہ کردوں گی اور پھر وہ چند الفاظ پڑھ کر ان سب پر پھونک ماری تو سبھی میرے اور اس جن کے سامنے تڑپنے اور چیخنے لگے اور پھر ایک راکھ اور دھواں کی صورت میں غائب ہوتے گئے ان کا خاتمہ کرنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔ جس طرح تم نے مجھے تنہا کیا تھا آج میں نے تمہیں تنہا کردیا ہے تم بھی اکیلے میں بھی اکیلی تمہیں میں اس لئے معاف کرتی ہوں کہ تم نے جنگل میں مجھے کھانا کھلانے اور پانی پلانے کی نیکی کی تھی ورنہ تمہاری بھی راکھ اڑتی نظر آتی اب تمہاری یہ ڈیوٹی ہے کہ جہاں میں کہوں گی مجھے منٹ سے پہلے پہلے پہنچانا ہے۔ ماں جی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولی بیٹے اس دن سے لے کر آج تک میں مختلف مزاروں پر حاضری دیتی آرہی ہوں آج یہاں ہوں تو کل کہیں اور یہ خدا کے نیک بندے ہوتے ہیں اور خدا کے نیک بندے مرتے نہیں زندہ ہوتے ہیں یہاں گزرتے ہوئے یہ چھوٹا سا مزار نظر آیا۔ تو حاضری دینے چلی آئی ہوں اور ابھی جانے ہی والی تھی کہ تم آگئے۔ میں نے ماں جی سے اجازت لی انہوں نے مسکرا کر مجھے اجازت دی اور اٹھ کر مزار پر آخری بار دعا کی میں واپس مڑ کر چلنے لگ چکا تھا کافی دور آ کر جب میں نے مڑ کر پیچھے مزار پر دیکھا تو وہ عورت غائب تھی۔ میں وہاں سے پیدل ہی دوست کے گاؤں پہنچ گیا اور تمام کہانی اسے سنادی وہ بھی اس عورت کو ملنے کی خواہش کرنے لگا نجانے اب وہ دوبارہ اس عورت کا کب گزر ہوگا۔ اور کب اس کا دیدار ہوگا اس بیچاری کے ساتھ کیا کچھ نہیں ہوا اگر یہ سب میرے ساتھ ہوتا تو یقینا" میں کب کا ختم ہو چکا تھا لیکن میں داد دیتا ہوں اس کی ہمت کی اس کی طاقت اس کے صبر کی کہ اس نے ایک ایسی جنگ لڑی ہے جس میں اس کا سب کچھ تباہ ہو گیا ہے لیکن سب کچھ گنوانے کے باوجود بھی خدا کے سامنے دعا گو ہوں کہ ہمت اور صبر عطا فرمائے اور میرے مشن میں کامیاب و کامران فرمائے۔ خدا نے اس کی دعا سن لی اور جن چڑیلوں کو اس کے قبضے میں دیا ہے کہ اب چڑیلوں اور جنات پر حکمرانی کرے۔

منتخب اشعار

(منیر نیازی)

بے چین بہت پھرنا گھبرائے ہوئے رہنا
اک آگ سی جذبوں کی دہکائے ہوئے رہنا
اک شام سی کر رکھنا کاجل کے کرشمے سے
اک چاند سا آنکھوں میں چمکائے ہوئے رہنا
عادت ہی بنالی ہے تم نے تو منیر اپنی
جس شہر میں بھی رہنا اکتائے ہوئے رہنا

(صبا احمد، گڑھی شاہو)

(فرحت عباس شاہ)

بس ایک تمہاری ذات پر مرکوز تھی چاہت میری
تم جو گئے تو ٹوٹ کر بکھری کئی اطراف میں
ہر ایک خار پر ہنس ہنس کے پاؤں دھرنا ہے
مسافتوں کے سمندر میں یوں اترنا ہے
میں ریت ہوں کسی طوفاں کی زد آئی ہوئی
میرا وجود بہت دور تک بکھرنا ہے

(عظمیٰ وحید سندھ ملتان)

چیونٹی کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ جب انڈے سے بچہ نکلتا ہے تو وہ بحیثیت ماں دو چیزیں اپنے بچے کے ذہن میں بٹھا دیتی ہے ایک باہمی اتفاق دوسری سمت کی پہچان۔

ان کا بچہ جہاں بھی چلا جائے گھر نہیں بھولتا حتی کہ آندھی طوفان بھی اس کے مرجانے تک اسے گھر سے نہیں روک سکتے وہ دانہ اٹھائے اپنے گھر کا سفر جاری رکھتا ہے کاش ہم بھی اپنے بچوں کی تربیت اس لحاظ سے کریں کہ وہ آپس میں اتفاق اور امن سے رہیں دوسرے وہ جہاں بھی چلے جائیں اپنی زندگی کے اصل مقصد کو کبھی نہ بھولیں جو بحیثیت مسلمان نیکی اور صرف نیکی ہے۔

(یاسر نوید تراڑ کھل)

دو چار لفظ کہہ کے میں خاموش ہوگیا
وہ مسکرا کر بولے بہت بولتے ہو تم

(فوزیہ شاکر، صادق آباد)

اتنے جھٹکوں سے تو پربت بھی اکھڑ جاتے ہیں
تو نے ہولے سے تو دامن کو چھڑایا ہوتا

(جاوید اقبال، رحیم یار خان)

غزلیں و نظمیں

غزل

اگر مل سکے تو وفا چاہئے
ہمیں کچھ نہ اس کے سوا چاہئے
بہت بے سکوں ہیں ہم تیرے بن
ہمیں زندگی کی دعا چاہئے
کہیں چپ میں جاؤں پلٹ آؤں گا
مجھے بس تیری اک صدا چاہئے
ہو تکمیل جس سے میری ذات کی
بہاروں کی ایسی ہوا چاہئے
مجھے تیرے قدموں میں اے ہمنوا
اگر مل سکے تو جگر چاہئے
کہاں تک بھلا میں نبھاؤں وفا
کبھی تو مجھے بھی صدا چاہئے
سمندر سمندر میری زندگی
کنارا مجھے اے خدا چاہئے

☆ ---------- حرا ناز۔ حافظ آباد

غزل

ہجر کا تارا ڈوب چلا ہے ڈھلنے لگی ہے رات وصی
قطرہ قطرہ برس رہی ہے آنکھوں کی برسات وصی
تیرے بعد یہ دنیا والے مجھ کو پاگل کر دیں گے
خوشبو کے دیس میں مجھ کو لے چل اپنے ساتھ وصی
یونہی چپ کی مہر لگا کے کب تک گم صم بیٹھو گے
خاموشی سے دم گھٹتا ہے، چھیڑو کوئی بات وصی
آج تو اس کا چہرہ بھی کچھ بدلا بدلا لگتا ہے
موسم بدلا، دنیا بدلی، بدل گئے حالات وصی
میرے گھر خوشبو کا یہ رقص اسی کے دم سے ہے
اس کے چلی جائے گی پھولوں کی بارات وصی
چھوڑ وصی اب اس کی یادیں تجھ کو باگل کر دیں گی
تو قطرہ ہے وہ دریا ہے دیکھ اپنی اوقات وصی

وصی شاہ ---------- انیلہ غزل

قطعہ

چومنا کیا اسے آنکھوں سے لگانا کیسا
پھول جو کوٹ سے گر جائے اٹھانا کیسا
اپنے ہونٹوں کی حرارت سے جگاؤ مجھ کو
دمِ صبح یوں صداؤں سے جگانا کیسا

وصی شاہ ---------- حرا ناز۔ حافظ آباد

قطعہ

اس کی چاہت میں ہم زمانہ بھول گئے
اس کے بعد کسی کو اپنانا بھول گئے
اس سے محبت ہے بتایا سارے زمانے کو
بس یہ بات ہم اس کو بتانا بھول گئے

☆ ---------- حرا ناز۔ حافظ آباد

غزل

اب کے تجدید وفا کا نہیں امکاں جاناں
یاد کیا تجھ کو دلائیں تیرا پیماں جاناں
یونہی موسم کی ادا دیکھ کے یاد آیا
کس قدر جلد بدل جاتے ہیں انساں جاناں
زندگی تیری عطا کی تھی سو تیرے نام کی ہے
ہم نے جیسے بھی بسر کی تیرا احساں جاناں
مدتوں سے یہ عالم نہ توقع نہ امید
دل پکارے ہی چلا جاتا ہے جاناں جاناں
ہم بھی کیا سادہ تھے ہم نے بھی سمجھ رکھا تھا
غم دوراں سے جدا ہے غم جاناں جاناں
ہر کوئی اپنی ہی آواز سے کانپ اٹھتا ہے
ہر کوئی اپنے ہی سائے سے ہراساں جاناں
اب تیرا ذکر بھی شاید غزل میں آئے
اور اسے اور ہوئے درد کے عنواں جاناں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوش آیا تو سبھی خواب تھے ریزہ ریزہ
جیسے اڑتے ہوئے اوراق پریشاں جاناں
☆ ---------- انیلہ غزل

غزل (اپنے دوست کے دانش کے نام)

محبت تو کر بیٹھے پر یہ نہیں سوچا کہ انجام کیا ہو گا
شاید ہمیں بھول جائے پر تیرے بعد ہمارا کیا ہو گا
کہا بھی تھا اسے کہ لوٹ کے مت جانا
راستہ کٹھن ہوا تو پھر کیا ہو گا
محبت کو کھیل سمجھتے تھے ہم بھی
اب سوچتے ہیں کہ اگر وہ بدل گیا تو پھر کیا ہو گا
وعدہ ہم نے بھی اور اس نے بھی کیا ساتھ نبھانے کا
اب اگر وہ کسی اور کا ہو گیا تو پھر کیا ہو گا
☆ ---------- عدنان ملک

غزل (مزاحیہ)

سر درد میں گولی یہ بڑی زور اثر ہے
پر تھوڑا نقصان بھی ہو سکتا ہے اس سے
ہو سکتی ہے پیدا کوئی تعبیر کی صورت
دل تنگ پریشان بھی ہو سکتا ہے اس سے
ہو سکتی ہے کچھ ثقل سماعت کی شکایت
بیکار کوئی کان بھی ہو سکتا ہے اس سے
پڑ سکتی ہے کچھ جلد خراشی کی ضرورت
خارش کا کچھ امکان بھی ہو سکتا ہے اس سے
ہو سکتی ہیں یادیں بھی کچھ اس سے متاثر
معمولی سا انسان بھی ہو سکتا ہے اس سے
ہو سکتا ہے لاحق کوئی پیچیدہ مرض بھی
گردہ کوئی ویران بھی ہو سکتا ہے اس سے
ممکن ہے کہ ہو جائے نشہ اس سے زیادہ
پھر آپ کا چالان بھی ہو سکتا ہے اس سے
☆ ---------- رابی خان-پشاور

میڈیکل نظم

چلو فراز اب موسم کا مزہ چکھیں
تمام دوائیں بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں
فراز کیا ملنے کی اب جستجو کریں
طبیعت زیادہ خراب ہو تو ڈاکٹر سے رجوع کریں
ہماری چاہت کا کچھ تو خیال کریں
دوائی اچھی طرح ہلا کر استعمال کریں
دل میرا ڈوب گیا جب اس کی اٹھی ڈولی
صبح، شام ایک گولی
☆ ---------- انصر محمود اینڈ ارشد محمود فوجی-چڑیاں مندرہ

اے سال نو

جشن برپا ہے تیری آمد پہ یوں اے سال نو...... کھل اٹھی ہے دل کی کلیاں...... گل شگفتہ ہو گئے...... جتنے بھی تاریک پہلو تھے گذشتہ سال کے...... وہ امیدوں کے دیوں سے جگمگا کر رہ گئے...... تیرا ہر پل ہو مسرت کی نوید...... اے سال نو!...... تیرا ہر دن رز روشن کی طرح براق ہو...... تیری ہر شب...... چودھویں کی رات کا مصداق ہو...... ہر کس و ناکس کے لب پر ہے دعا تیرے لئے...... تو بہاروں کا امیں ہو پاسبان امن ہو...... تو محبت کا پیامبر ہو، پیامی علم کا...... مدتوں کہ زندگی کی سانس ہے ترسی ہوئی...... ہم سب ہل جائیں...... ہمیں جی جان سے پیارا ہے جو...... راہ حسن کی دیکھتی آنکھیں ہے پتھرائی ہوئی...... ہاں ملا دے اپنے پیاروں سے ہمیں...... اے سال نو!
☆ ---------- رابی خان-پشاور

تازہ حکایت

اک تازہ حکایت ہے سن لو تو عنایت ہے
اک شخص کو دیکھا تھا، تاروں کی طرح ہم نے
اک شخص کو چاہا تھا اپنوں کی طرح ہم نے
اک شخص کو سمجھا تھا، پھولوں کی طرح ہم نے
کچھ تم سے ہی ملتا تھا، باتوں میں، شباہت میں
ہاں تم سے ہی لگتا تھا، شوخی میں شرارت میں
دکھتا بھی تمہی سا تھا، دستور محبت میں
وہ شخص ہمیں اک دن غیروں کی طرح بھولا
تاروں کی طرح ڈوبا، پھولوں کی طرح ٹوٹا
پھر ہاتھ نہ آیا وہ، ہم نے تو بہت ڈھونڈا
تم کس لئے چونکے ہو، کب ذکر تمہارا ہے
کب تم سے تقاضا ہے، کب تم سے شکایت ہے
اک تازہ حکایت ہے سن لو تو عنایت ہے
☆ ---------- رابی خان-پشاور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں اداس ہوں

جسے سن کے غم میرا مٹ سکے
وہی گیت گا میں اداس ہوں
میرا ہم نشیں کوئی دل نشیں
سی غزل سنا میں اداس ہوں
تیرے بن بھی یہ دن گزر گئے
تیرے نقش دل سے اتر گئے
کبھی روبرو تیرے خواب میں
کسی روز آ میں اداس ہوں
میرے پیار کا یہ صلہ دیا
مجھے چار دن میں بھلا دیا
کبھی آ کے میرے مزار پر
کوئی دیا جلا میں اداس ہوں
☆ ---------- فرید علی نہی-سیت پور

دو پیڑ

بستی میں ایک کنارے...... دو پیڑ تھے بے چارے...... کہتے تھے کہ اپنا دکھڑا...... کس کو سنائیں پیارے...... انسانوں نے ہم سے بدلے...... کس بات کے یوں اتارے...... ہم تو انہیں دکھلائیں...... کیا دلکش حسین نظارے...... خود پاس کچھ نہ رکھیں...... دے دیں پھل ان کو سارے...... ان کے جانوروں کو بھی...... دیں ہم ہی چارے...... ہو جب دھوپ چلچلاتی...... دیں تب ہم ان کو سہارے...... گرمی میں ہم چلائیں...... ٹھنڈی ہوا کے دھارے
☆ ---------- وارث آصف خان نیازی-واں بھچراں

قطعہ

پیار کے نام پہ دیوانے چلے آتے ہیں
شام کے پیچھے پروانے چلے آتے ہیں
تم بھی چلے آنا موت پہ میری
اس دن تو بیگانے بھی چلے آتے ہیں
☆ ---------- عفیفہ عندلیب-علی نور چٹھہ

قطعہ

نہ رہے کوئی گلہ اس قدر وفا دیں گے
تیری اک خوشی کی خاطر آنسو تک بہا دیں گے
کبھی نہ بھلائیں گے تیری دوستی کو ہم
دور رہ کر بھی تمہیں دل سے دعا دیں گے
☆ ---------- عفیفہ عندلیب-علی پور چٹھہ

میری قربتوں کا ہمسفر

خزاں کے موسم میں گلاب چھوڑ گیا
زندگی بھر کا میرے لئے عذاب چھوڑ گیا
میری قربتوں کا ہمسفر بن گیا تو
تنہائیوں پہ لکھی ہوئی کتاب چھوڑ گیا
ضروری نہیں ہر کسی کو ملیں چاہتیں
کیا سوال تھا کیا جواب چھوڑ گیا
یہ جھوٹ ہے کہ اس سے ملا کچھ نہیں
یادیں وہ اپنی بے شمار چھوڑ گیا
☆ ---------- انتخاب:: محمد عمیر مظہر سنی-تبکیاں

غزل

بڑی چاہت ہے تیرے دل میں گھر بنانے کی
تجھے جو خوشیاں دینے تیرا دکھ اپنانے کی
میری ذات تیرے ریشے ریشے میں نہ بکھر جائے
بہت حسین ہے تیری ادا مسکرانے کی
پاس بیٹھو ہاتھ میرا تھامو اور قسم اٹھاؤ صدام
مجھے کبھی بھی چھوڑ کر نہ جانے کی
☆ ---------- رئیس صدام حسین-ٹی خان بیلہ

قطعہ

ہم چاہتے تھے جس کو وہ دل دکھا گئے
کچھ ایسے لوگ تھے جو ہم کو رلا گئے
جن لوگوں سے ہم کو توقع وفا کی تھی
وہ لوگ دل سے نقش درماں
☆ ---------- جبین حفیظ-لالہ موسیٰ

قطعہ

اپنی ہر سانس میں آباد کیا تم کو
میری جان بہت یاد کیا ہے تم کو
میری زندگی میں تم کہیں تو کچھ بھی نہیں

ہم نے اس قدر پیار کیا ہے تم کو
☆ ---------------- رئیس ارشد-شہر خان بیلہ

قطعہ

مجھے سب کچھ قبول ہے اے فلک
غم یار مجھ سے طلب نہ کر
میں اسے کیسے دل سے جدا کروں
جو میری عمر بھر کی تلاش ہے
☆ ---------------- کنول جہلم

قطعہ

ہم چاہتے تھے جن کو وہ دل دکھا گئے
کچھ ایسے لوگ تھے جو ہم کو رلا گئے
جن لوگوں سے ہم کو توقع وفا کی تھی
وہ لوگ دل سے نقش وفا تک مٹا گئے
☆ ---------------- حسین حفیظ-لالہ موسیٰ

نہ آنسو بہاتے

کبھی بن سنور کے جو آ گئے
تو بہار حسن وہ دکھلا گئے
میرے دل کو آگ لگا گئے
یہ نیا شگوفہ سا کھلا گئے
کوئی کیوں کسی کا لبھائے دل
کوئی کیا کسی سے لگائے دل
وہ جو بیچتے تھے دردِ دوائے دل
وہ دکان اپنی بڑھا گئے
میرے پاس جو آتے تھے دم بدم
وہ جدا نہ ہوتے تھے کبھی اک دم
یہ دکھایا چراغ نے کیا ستم
کہ مجھی سے آنکھیں چرا گئے
بندھے کیوں نہ آنسوؤں کی جھڑی
کہ یہ حسرت ان کے گلے پڑی
وہ جو کلیاں تھیں بڑی بڑی
وہ انہی کے بیچ میں آ گئے
نہ آتی جوانی نہ ہم دل لگاتے
نہ کرتے جو محبت تو نہ آنسو بہاتے

بہادر شاہ ظفر ------ وارث آصف خان نیازی-واں بھچراں

"تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو"

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ وعدہ وفا کے نبھاہ کا
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ لطف جو مجھ پہ تھے بیشتر
وہ کرم جو تھا میرے حال پر
مجھے سب یاد ہے ذرا ذرا
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ نئے گلے وہ شکایتیں
وہ ہر اک بات پر روٹھنا
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی
کبھی تم کو بھی ہم سے راہ تھی
کبھی ہم تم بھی تھے آشنا
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ بگڑنا وصل کی رات کا
وہ نہ ماننا کسی بات کا
وہ نہیں نہیں کی ہر آن ادا
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
☆ ------ انتخاب: وارث آصف خان نیازی-واں بھچراں

محبت

کرنی ہو محبت تو پھر سوچا نہیں کرتے
انجام ہو جیسا بھی یہ دیکھا نہیں کرتے
ہمت نہ ہو لڑنے کی تو اے جانِ وفا سن
یوں عشق کے میدان میں اترا نہیں کرتے
اے کاش کوئی زمانے کو اتنا ہی بتا دے
کہ بہتے ہوئے دریا کو روکا نہیں کرتے
ہوتے ہیں خوددار وہی لوگ جہاں میں
جو مر جاتے ہیں مگر اپنے پیار سے روکا نہیں کرتے
☆ ---------------- راجہ عمر-تھوتھال

قطعہ

ہر دل میں درد دبا ہوتا ہے
بیان کرنے کا انداز جدا ہوتا ہے
کچھ لوگ آنکھوں سے درد بھی لیتے ہیں
اور کسی کی ہنسی میں ہر زخم چھپا ہوتا ہے
☆ ---------------- سیدہ فرخ ناز

قطعہ

ہیں جسم مگر اس میں جان نہیں
اس سے بچھڑ کر جینا آسان نہیں
میرے رب اس کو ہمیشہ کے لئے میری قسمت میں لکھ دے
کہ اس کے سوا زندگی میں کوئی ارمان نہیں
☆ ---------------- رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ

قطعہ

ہنستے رہیں آپ ہزاروں کے بیچ
ہنستے ہیں جیسے پھول بہاروں کے بیچ
رہیں روشن آ دنیا میں ایسے
جیسے آسمان پہ ہے چاند ستاروں کے بیچ
☆ ---------------- ثناء کوثر-نواب شاہ

غزل

دل میں چاہت کا اک پھول کھلا کرتا تھا
وہ کبھی مجھ سے مروت سے ملا کرتا تھا
اس سے الگ رہ کر ہر لمحہ جنون سا ہوتا
وہ بھی مجھ سے نہ ملنے کا گلہ کرتا تھا
اس کی چاہت ہی جگاتی تھی مقدر میرا
میرے ہاتھوں کی لکیر وہ بنایا کرتا تھا
اب تو کرتا ہے نہ ملنے کے لاکھ بہانے
ہر بہانے سے جو شخص ملا کرتا تھا
آج زندہ بھی ہے اور مجھ سے الگ بھی
مر جاؤں نہ کبھی میں جدائی سے جو کہا کرتا تھا
☆ ---------------- عامر شہزاد اینڈ حماد ظفر-گوجرہ

غزل

لگتا نہیں کہ ساتھ نبھائے گا دیر تک
لیکن وہ مجھ کو نہ بھول پائے گا دیر تک
جو بھی قریب آئے گا اس کے اسے ضرور
وہ میری داستان سنائے گا دیر تک
ڈھونڈے گا وہ مجھے انہی گلیوں میں ایک دن
ڈھونڈے گا اور مجھ کو نہ پائے گا دیر تک
میں ساحلوں کی ریت پر لکھوں گا اس کا نام
وہ پانی میں میرے نقش بنائے گا دیر تک
کس حال میں ہوں اس کے بعد میں
سن کے اس کو یقین نہ آئے گا دیر تک
☆ ---------------- رئیس ارشد-شہر خان بیلہ

تجھے کیا خبر

ہم ٹوٹ کے بکھرے ہیں ایسے تجھے کیا خبر
زندگی گنوا کے جی رہے ہیں تجھے کیا خبر
تو اپنی خوشیوں میں مگن ہے اس قدر
ہم تنہائیوں کو پی رہے ہیں تجھے کیا خبر
تو اپنی جیت پہ حیران کیوں ہے اس قدر
ہم نے تو تجھے جیت کے ہارا ہے تجھے کیا خبر
تیرے ساتھ گزرے لمحات کی یاد میں
ہم رات دن تڑپ رہے ہیں تجھے کیا خبر
☆ ---------------- رئیس ساجد کاوش-ٹی خان بیلہ

غزل

لہو رونے سے ڈرتی ہوں
جدا ہونے سے ڈرتی ہوں
یہ میری آنکھیں بتاتی ہیں
کہ میں سونے سے ڈرتی ہوں
میری انگلی پکڑ لینا وسیم
مجھے تنہا نہیں کرنا
یہ دنیا ایک میلہ ہے
تجھے کھونے سے ڈرتی ہوں
☆ ---------------- کوثر وسیم-کنگن پور

غزل

سنو آج مجھے چاہنے کی اجازت دے دو
سو کا احسان پاس آنے کی اجازت دے دو
قریب سے بس تیرے دیدار کی حسرت ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بے نور آنکھوں کو پرنور ہونے کی اجازت دے دو
پاس بٹھا کر ایک بار تو دیکھو غور سے مجھ کو
کھل کر گلاب ہو جاؤں مہک جانے کی اجازت دے دو
دیکھو پیار کے قافلے کہیں رکتے نہیں جانا
عمر بھر ساتھ کون دیتا ہے دو قدم ساتھ چاہئے کی اجازت دے دو
☆ ---------------- محمد وقاص احمد حیدری-سہگل آباد

غزل

ہے دعا یاد مگر حرف دعا یاد نہیں
میرے نغمات کو انداز نوا یاد نہیں
میں نے پلکوں سے در یار پہ دستک دی ہے
میں وہ سائل ہوں جسے کوئی صدا یاد نہیں
میں نے جن کے لئے راہوں میں بچھایا تھا لہو
ہم سے کہتے ہیں وہی عہد وفا یاد نہیں
کیسے بھر آئیں سر شام کسی کی آنکھیں
کیسے تھرائی چراغوں کی ضیاء یاد نہیں
صرف دھند لائے ستاروں کی چمک دیکھی ہے
کب ہوا کون ہوا، کس سے خفا یاد نہیں
زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں
آؤ اک سجدہ کریں عالم مدہوشی میں
لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدا یاد نہیں
ساغر صدیقی ---------- رئیس ساجد کاوش-سٹی خان بیلہ

غزل

یارب! غم ہجراں میں اتنا تو کیا ہوتا
جو ہاتھ جگر پر ہے وہ دست دعا ہوتا
اک عشق کا غم آفت اور اس پہ یہ دل آفت
یا غم نہ دیا ہوتا یا دل نہ دیا ہوتا
ناکام تمنا دل اس سوچ میں رہتا ہے
یوں ہوتا تو کیا ہوتا اگر دل نہ دیا ہوتا
امید تو بندہ جاتی تسکین تو ہو جاتی
وعدہ نہ وفا کرتے وعدہ تو کیا ہوتا
غیروں سے کہا تم نے غیروں سے سنا تم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا کچھ ہم سے سنا ہوتا
☆ ---------------- رئیس ارشد-سٹی خان بیلہ

جواب دو

تم کبھو بنے تھے دل کا سہارا جواب دو
اب کہاں ہے پیار تمہارا جواب دو
کس کو تھا ناز اپنی اداؤں پہ ہر گھڑی
کس نے کیا وفا سے کنارہ جواب دو
ہم تو سہہ نہ سکیں گے جدائی کا غم علی
یہ قول تھا میرا پا کر تمہارا جواب دو
اک طرف زندگی ایک طرف موت ہے
اب کس طرف کرو گے اشارہ جواب دو
☆ ---------------- فرید علی نہی-سیت پور

"تم نے تو کہہ دیا"

تم نیت و کہہ دیا کہ محبت نہیں ملی
مجھے تو یہ بھی کہنے کی مہلت نہیں ملی
نیندوں کے دیس جاتے کوئی خواب دیکھتے
لیکن دیا جلانے سے فرصت نہیں ملی
تجھ کو تو خیر شہر کے لوگوں کا خوف تھا
اور مجھ کو اپنے گھر سے اجازت نہیں ملی
بے زار یوں ہوئے کہ ترے عہد میں ہمیں
سب کچھ ملا سکوں کی دولت نہیں ملی
☆ ---------------- فرید علی نہی-سیت پور

تلاش کر

شیشہ میرا وجود ہے پتھر تلاش کر
میرے گلے کے واسطے خنجر تلاش کر
قطرے سے میری تشنگی نہ بجھ سکے گی
میرے لئے تو کوئی سمندر تلاش کر
دنیا کے اس ہجوم میں ہرگز مجھے نہ ڈھونڈ
مجھ کو کہیں تو اپنے ہی اندر تلاش کر
☆ ---------------- A.H.C.-SeetPur

ہوا تھمی تھی ضرور لیکن

ہوا تھمی تھی ضرور لیکن...... وہ شام جیسے سسک رہی تھی...... کہ زرد پتوں نے آندھیوں سے...... عجیب قصہ سنا دیا تھا...... کہ جس کو سن کر تمام پتے...... سسک رہے تھے بلک رہے تھے...... نہ جانے کس سانحے کے غم میں...... شجر جڑوں سے اکھڑ رہے تھے...... بہت تلاش کیا ہم نے تم کو...... ہر ایک رستہ ہر ایک وادی ہر اک پربت ہر اک گھاٹی...... مگر کہیں سے خبر نہ آئی...... یہ کہو کہ ہم نے دل کو ٹالا...... ہوا تھمے گی تو دیکھ لیں گے...... ہم اس کے رستوں کو ڈھونڈ لیں گے...... مگر ہماری یہ خوش خیالی...... جو ہم کو برباد کر گئی تھی...... ہوا تھمی تھی ضرور لیکن...... بڑی ہی مدت گزر چکی تھی...... ہمارے بالوں کے جنگلوں میں...... سفید چاندی اتر چکی تھی...... فلک پہ تارے نہیں رہے تھے...... گلاب سارے نہیں رہے تھے...... وہ جن سے بستی تھی دل کی بستی...... وہ لوگ سارے نہیں رہے تھے...... مگر یہ المیہ سب سے برا تھا...... کہ ہم تمہارے نہیں رہے تھے کہ تم ہمارے نہیں رہے تھے...... ہوا تھمی تھی ضرور لیکن!

☆ ---------------- راحبہ عمر-تھوتھال

امن وامان چاہیئے

جس جگہ زندگی مسکرائی رہے
جس جگہ صبح نور جگمگاتی رہے
جس جگہ آرزو گنگناتی رہے
ایسا اک خوبصورت جہاں چاہئے

اس جہاں میں امن وامان چاہئے
جس جگہ زخم نفرت کے سلتے رہیں
جس جگہ دل محبت سے ملتے رہیں
جس جگہ پھول خوشیوں کے کھلتے رہیں

ایسا اک خوش نما گلستاں چاہئے
اس جہاں میں امن وامان چاہئے
جس جگہ موج ہو روشنی کی رواں
جس جگہ چاند تارے رہیں ضوفشاں

جس جگہ جھلملاتی رہے کہکشاں
ایسا اک خوش نظر آسمان چاہئے
اس جگہ امن و امان چاہئے
جس جگہ لوگ خوشیاں مناتے رہیں

جس جگہ لوگ کلیاں کھلاتے رہیں
جس جگہ لو خوشبو لٹاتے رہیں
ایسا اک باغ جنت نشاں چاہئے
اس جہاں میں امن وامان چاہئے
☆ ---------------- عائشہ رحمٰن-کبیروالہ

غزل

لپٹی رہی وجود سے خوشبو تمام رات
آتی رہی ہے یاد مجھے وہ تمام رات
اس نے بڑے خلوص سے مانگی تھی روشنی
گرتے رہے مکان پہ جگنو تمام رات
روتا رہا وہ آپ ہی اپنے نصیب پر
اپنے گلے میں ڈال کر بازو تمام رات
☆ ---------------- لقمان حسن-ڈیرہ اسماعیل خان

غزل

ابھی سورج نہیں ڈوبا ذرا سی شام ہونے دو
میں خود ہی لوٹ جاؤں گا مجھے ناکام ہونے دو
مجھے بدنام کرنے کے بہانے ڈھونڈتے ہو کیوں؟
میں خود ہو جاؤں گا بدنام پہلے نام ہونے دو
ابھی مجھ کو نہیں کرنا ہے اطراف شکست
میں سب تسلیم کر لوں گا یہ چرچا عام ہونے دو
میری ہستی نہیں انمول پھر بھی بک نہیں سکتی
وفائیں بیچ لینا پر ذرا نیلام ہونے دو
نئے آغاز میں ہی حوصلہ کیوں توڑ بیٹھے ہو؟
جیت جاؤ گے تم سب کچھ ذرا انجام ہونے دو
☆ ---------------- لقمان حسن-ڈیرہ اسماعیل خان

غزل

نہ گلا کیا نہ خفا ہوئے یونہی رستے میں جدا ہوئے
نہ وہ بے وفا تھا نہ میں بے وفا جو گزر گیا سو گزر گیا
وہ غزل کی ایک کتاب تھا وہ گلوں میں اک گلاب تھا
ذرا دیر کا کوئی خواب تھا جو گزر گیا سو گزر گیا
وہ اداس دھوپ سمیٹ کر کہیں وادیوں میں اتر گیا
ایسے نہ اب دے میرے دل سدا جو گزر گیا سو گزر گیا
یہ سفر بھی کتنا طویل ہے یہاں وقت کتنا قلیل ہے
کہاں لوٹ کر کوئی آ سکا جو گزر گیا سو گزر گیا
☆ ---------------- جنید سیف-ڈگری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے یہ شعر پسند ہے

ایک پل میں لاکھوں تصویریں ہر لمحہ ایک دنیا
کتنے عالم کھو دیتا ہے آنکھ جھپکنے والا
✪ .... محمد اسحاق انجم-کنگن پور

ہوتا ہے جونہی سامنا اتفاق سے چاہت
وہ دیکھتے ہیں ضرور مگر پہچانتے نہیں
✪ .... رائے عیس ولی چاہت-اڈہ جسوآنہ بنگلہ

اگر دیتا خدا کچھ اختیار کا معجزہ اے جان
میں اپنے ہاتھوں سے اپنے مقدر میں لکھتا تجھے
✪ .... رئیس ساجد کاوش-خان بیلہ

مت کرنا کبھی بھی غرور اپنے آپ پر اے انسان
نہ جانے خدا نے تیرے جیسے کتنے مٹی سے بنا کے مٹی میں ملا دیئے
✪ .... عطاء اللہ شاد-جڑانوالہ

میں اپنے لہو کا شکوہ نہیں کرتا اے قاتل
دکھ ہے کہ میرے پیاروں کو رلا دیا تو نے
✪ .... محمد وقاص احمد حیدری-سہگل آباد

یہ کہہ کر میرے دشمن مجھے ہنستا ہوا چھوڑ گئے چاہت
کہ اس کے اپنے ہی کافی ہیں اسے رلانے کے لئے
✪ .... رائے عیس ولی چاہت-اڈہ جسوآنہ بنگلہ

تم کیا ساتھ دے سکتے ہو میری وفا کا ساحل
ہمیں تو وہ شخص بھی چھوڑ گیا جس کا ہم نے دوسرا نام اعتبار رکھا تھا
✪ .... رئیس صدام حسین ساحل-خان بیلہ

ہوتی اگر محبت بادل کے سائے کی طرح
شاید کہ ہم تیرے شہر میں کبھی دھوپ نہ آنے دیتے
✪ .... محمد فاروق-رحیم یار خان

کسی کی آنکھ میں میں کھٹکتا ہوں وحید
کسی کے پول سے دل میں بھی خار ہے میرا
✪ .... نامعلوم

نہیں کچھ اس کی پرسش الفت اللہ کتنی ہے
کبھی پوچھتے ہیں آپ کی تنخواہ کتنی ہے
✪ .... وحید علی عبدالحمید-مانانوالہ

یہ محبت نہیں تو کیا ہے
دل دھڑکتا ہے تیرے نام کے ساتھ
✪ .... انعام علی-جنڈ

بہت سے راستے آئے ہیں میرے دل کی طرف ارشد
خلوص دل سے آنا فاصلہ کم لگے گا
✪ .... رئیس ارشد-خان بیلہ

میں دشمنوں کے وار سے نہیں ڈرتا انعام
مجھے تو اپنوں کی بے رخی مار دیتی ہے
✪ .... انعام علی-جنڈ

جنت کے محلوں میں ہو محل آپ کا پھولوں کی وادی
میں ہو شہر آپ کا ستاروں کے آنگن میں ہو گھر آپ کا
✪ .... ابرار احمد-گگومنڈی

اس کی آنکھوں میں ہم نے وفا دیکھی تھی
مہکتے پھول کی ادا دیکھی تھی
یہ نہ سوچا تھا تنہا بے وفا ہو گا
اس میں جو چاہت کی انتہا دیکھی تھی
✪ .... کنول تنہا-بھکر

تم پھولوں سے کیا پوچھتے ہو کیا ہے حسن و جمال
کبھی تپتی ریت پر ننگے پاؤں چل کے دیکھو
✪ .... محمد اختر جمال-ڈیرہ غازی خان

عجب انداز ہے ان کا جواب مانگنے کا
ہونٹوں پہ رکھ کے ہونٹ کہتے ہیں بولتے کیوں نہیں
✪ .... ایم فاروق-رحیم یار خان

ساتھ چلنے کو چلے تھے دوست دشمن سب ابرار
میری منزل تک کا ساتھ صرف میرا سایہ نکل
✪ .... ابرار احمد-گگومنڈی

اس کے بنا اب چپ چپ رہنا اچھا لگتا ہے
خاموشی سے درد کو سہنا اچھا لگتا ہے
جس ہستی کی یاد میں آنسو برسائے ہیں ارشد
سامنے اس کے کچھ نہ کہنا اچھا لگتا ہے
✪ .... رئیس ارشد-خان بیلہ

میری زندگی میں تیری ضرورت بہت ہے
تیرے لئے اس دل میں چاہت بہت ہے
تو چند لمحے اپنی حیات سے دے دے مجھ کو
تو میرے لئے تیری یہ رفاقت بہت ہے
✪ .... فرزانہ یاسمین-نون ڈگر

غرور میں ہو گیا ان کو اپنی محبت پہ اتنا ساحل
کہ وہ اپنی قدر کی سوچ میں ہماری قیمت بھول گئے
✪ .... رئیس صدام حسین ساحل-خان بیلہ

اس دل لگی کی آگ میں جلتا ہے کوئی کوئی
ہر غم کو سہنے والا ملتا ہے کوئی کوئی
مرنا تو سبھی نے ہے ایک دن کاوش
لیکن کسی کی خاطر مرتا ہے کوئی کوئی
✪ .... رئیس ساجد کاوش-خان بیلہ

نہیں وہ شخص مقدر میں پھر بھی اس سے ملتے ہیں فراز
بڑا پرلطف لگتا ہے مقدر کو سزا دینا
✪ .... ابرار احمد-گگومنڈی

کوئی منتظر ہے اس کا کتنی شدت سے ارشد
وہ جانتا ہے مگر انجان بنا رہتا ہے
✪ .... رئیس ارشد-خان بیلہ

اداس لمحوں کا نہ کوئی ملال رکھنا
طوفان میں بھی اپنا وجود سنبھال رکھنا
کسی کے لئے شرط زندگی ہو تم ارشد
کسی کی خاطر ہی اپنا خیال رکھنا
✪ .... رئیس ارشد-خان بیلہ

کسی کے نہ یاد کرنے سے سفر زندگی کٹ تو جاتا ہے
مگر اپنوں کا یوں بھلا دینا قیامت سے کم نہیں ہوتا
✪ .... رئیس ساجد کاوش-خان بیلہ

اپنے دل کی مجبوری کو الزام نہ دے
مجھے یاد رکھ بے شک میرا نام نہ لے
تیرا وہم ہے کہ میں بھلا دوں گا تجھے
میری کوئی سانس ایسی نہیں جو تیرا نہ نہ لے
✪ .... رئیس ساجد کاوش-خان بیلہ

قیمت پانی کی نہیں پیاس کی ہوتی ہے
قیمت موت کی نہیں سانس کی ہوتی ہے
دوست تو بہت سے دنیا میں ہیں لیکن
قیمت دوستی کی نہیں اعتبار کی ہوتی ہے
✪ .... لعل شاہ رخ خان-کرک

ٹوٹا ہوں کہ چھونے سے بکھر جاؤں گا
اب اگر اور آزماؤ گے تو مر جاؤں گا
ہاتھ پکڑو گے تو سایہ بن کے ساتھ رہوں گا
یہ شعر پڑھ کر بھی یاد نہ کیا ہمیشہ کے لئے بچھڑ جاؤں گا
✪ .... لعل شاہ رخ خان-کرک

نہ کر کسی کو مجبور کر وہ ٹوٹ جائے نہ دو پیار
کسی کو کرو خود کو بھول جائے
✪ .... حسن رضا-کالاباغ

یااللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں ایسی معافی جس کے بعد
گناہ نہ ہو ایسی ہدایت جس کے بعد گمراہی نہ ہو
✪ .... حسن رضا-کالاباغ

وعدے کرتے ہیں قسمیں کھاتے ہیں
پھر بھی نجانے کیوں لوگ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں
ہمیں تو تکلیف ہوتی ہے پھول توڑنے میں بھی
نہ جانے دل لوگ کیسے توڑ جاتے ہیں
✪ .... مسکان فاطمہ-کنگن پور

شاید یہ ان کا آخری ستم ہو عمر
یہ سوچ کر ہم ہر ستم سہہ گئے
✪ .... محمد عمر-میاں چنوں

نہ شمع ہوتی نہ پروانے ہوتے
نہ تم اسکول آتی نہ ہم تیرے دیوانے ہوتے
✪ .... ساگر کمبوہ-گوٹھ ابراہیم شاہ

اسے کہنا اداس ہے تیرے جانے سے
ہو سکے تو لوٹ آنا کسی بہانے سے
تو لاکھ خفا سہی ہم سے مگر اک بار
دیکھ کوئی ٹوٹ گیا ہے تیرے جانے سے
✪ .... محمد اسحاق انجم-کنگن پور

محبت کرنا تیرے بس کی بات نہیں
جو دل محبت کرتا ہے وہ دل تیرے پاس نہیں
✪ .... قمر اعجاز گوندل-گوجرہ

مجھے اس دنیا سے نفرت نہیں تھی آفتاب
اگر وہ شخص بے وفا نہ ہوتا تو
✪ .... آفتاب احمد-اقبال نگر

حسن والوں کی اداؤں پہ نہ مرنا یارو
عشق دھوکہ ہے عشق نہ کرنا یارو
✪ .... عبادت کاظمی-ڈیرہ اسماعیل خان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عمر بھر لکھتے رہے پھر بھی ورق سادہ رہا
جانے کیا لفظ تھے جو ہم سے تحریر نہ ہوئے
✪.................... عبادت کاظمی-ڈیرہ اسماعیل خان

وہ چاند تھا تو نور کی سوغات بانٹتا
یہ کرچیاں سی کیوں میرے دامن میں بھر گیا
✪.................... محمد عمر-میاں چنوں

وہ اجنبی تھا تو ہر روز یاد کرتا تھا دل
اسے اپنا ہونے کا احساس دیا تو یاد کرنا چھوڑ دیا
✪.................... ربیعہ ارشد-منڈی بہاؤالدین

زندگی نے بھی آج مجھ سے یہ بات کہہ ڈالی جانِ وفا
کہ کہاں گیا وہ شخص جو تجھے مجھ سے بھی زیادہ عزیز تھا
✪.................... ربیعہ ارشد-منڈی بہاؤالدین

خدا کرے میری محبت میں وہ مقام آئے
آنکھ بند ہو اور لبوں پہ تیرا نام آئے
✪.................... محمد واصف-واہ کینٹ

برسوں بعد ملا تو میرا نام پوچھ لیا مدیحہ
بچھڑتے وقت جس نے کہا تھا تم بہت یاد آؤ گے
✪.................... مدیحہ خان-میانوالی

بلبل کی چونچ میں گچھا انگور کا
ملنے کو دل کرتا ہے مگر سفر ہے دور کا
✪.................... اسد-مانانوالہ

بٹھا کے یار کو پہلو میں رات بھر غالب
جو لوگ کچھ نہیں کرتے وہ بھی کمال کرتے ہیں
✪.................... عقیل عباس-دھنی کلاں

میری جھکی نگاہیں تلاش کرتی ہیں
کوئی ضمیر کا لہجہ کوئی اصول کی بات
✪.................... عقیل عباس-دھنی کلاں

آشنائی کبھی نہ ہو غموں سے تجھ کو
تیرے چہرے پہ سدا سجی یہ مسکان رہے
✪.................... محمد عمیر مظہر سنی-تبکیاں

ہم تو بے نام سے بے آسرا لوگ ہیں قمر
کوئی اگر یاد بھی رکھے گا تو اس کی عنایت ہو گی
✪.................... ملک قمر رمضان بریال-پپلاں شریف

مجھے مسلمان سے کافر بنا کر فقط اس نے اتنا کہا غالب
تم تو اپنے رب سے وفا نہ کر سکے ہم سے کیا کرو گے
✪.................... شہزاد احمد-پشاور

مجھے اپنے خلوص کا اتنا تو یقین ہے فرازؔ
وہ مجھے چھوڑ تو سکتا ہے مگر بھول نہیں سکتا
✪.................... نعیم راج-کنگن پور

لوگ ہنستے ہیں تو اس سوچ میں کھو جاتا ہوں
موج سیلاب نے پھر کس کا گھروندا ڈھایا
✪.................... محمد عمر-میاں چنوں

تو سو جاتا ہے اکثر مجھے یاد کئے بغیر
مجھے نیند نہیں آتی تجھ سے بات کئے بغیر
قصور تیرا نہیں قصور تو میرا ہے
تجھے چاہا بھی ہے تو تیری اجازت کے بغیر
✪.................... ربیعہ ارشد-منڈی بہاؤالدین

تجھے اپنا غم دنیا کو دکھانے کی ضرورت کیا تھی؟
میں آج تک اس بات کو سمجھ نہیں پایا
✪.................... راحیلہ عالم-اسلام آباد

میں پی کے چپ رہا وہ پلا کے چپ رہا
کیا گلاب تھا جو مرجھا کے چپ رہا
✪.................... ثقلین ساجد-آزاد کشمیر

الزامِ آوارگی کے ڈر سے چھوڑ دیا شہر اپنا
ورنہ یہ چھوٹی سی عمر پردیس کے قابل نہ تھی
✪.................... عامر شہزاد وفا، ہری پور

تم کو بھول جائیں گے پر اک شرط پر جان
گلشن میں جا کے پھول سے خوشبو جدا کرو
✪.................... رانا محمد عمر حیات

تیری محبت کے پیاسے تھے تو ہاتھ پھیلا دیا صدام
ورنہ تو ہم اپنی زندگی کے لئے بھی غالب ست
✪.................... رئیس صدام حسین ساحل-سنی خان بیلہ

خوشیوں سے ناراض ہے میری زندگی
پیار کی محتاج ہے میری زندگی
میں ہنس لیتا ہوں لوگوں کو دکھانے کے لئے
ورنہ درد کی کتاب ہے میری زندگی
✪.................... محمد اختر جمال-ڈیرہ غازی خان

دل لے گیا ہے میرا وہ من تن چرا کر احسان
شرما کے جو چلے ہیں سارا بدن چرا کر
✪.................... احسان سحر-میانوالی

✪✪✪

بہترین شعراء اپنے پیاروں کے نام

بصیر احمد، علی پور والے کے نام

جانے کیوں اتنی سی بات پہ دل نے دھڑکنا ہی چھوڑ دیا
بس ذرا تصور ہی تو کیا تھا تیرے بغیر جینے کا

محمد فاروق-رحیم یار خان

مانانوالہ کے خالد بگا کے نام

دفنانے سے پہلے میرا دل نکال لینا خالد
کہیں خاک میں مل نہ جائیں دل میں رہنے والے

وحید علی عبدالحمید-مانانوالہ

کسی دوست کے نام

کیوں کسی اور کو درد سناؤں اپنے
اپنی آنکھوں سے بھی زخم جب چھپاؤں اپنے
میں تو قائم ہوں تیرے غم کی بدولت ورنہ
یوں بکھر جاؤں کہ خود ہاتھ نہ آؤں اپنے

محمد عمیر مظہر سنی-تبکیاں

چاہنے والے کے نام

سمجھا دو اپنی یادوں کو پیار سے وہ بن بلائے پاس آیا کرتی ہیں
تم تو دور بیٹھ کر ستایا کرتی ہو مگر وہ پاس آ کر رلایا کرتی ہیں

رئیس ساجد کاوش-خان بیلہ

ماہ نور بلوچ، بلوچستان کے نام

پہلے وہ پانی میں آگ لگانے آئے
پھر اسی آگ میں نہانے آئے
خود بھی ڈوبے ہیں وہ قسم
وہ بھی ڈوبے جو بچانے آئے

محمد وقاص احمد حیدری-سہگل آباد

H ملتان کے نام

کبھی دل میں مسکرا کر دیکھنا
ہماری غزل گنگنا کر دیکھنا
ہم بھول جائیں گے تم کو ایک شرط پر
پہلے تم ہمیں بھلا کر دیکھنا

محمد عمر-میاں چنوں

رانی مکر جی ٹنڈو آدم کے نام

جانے کیا جادو ہے تیرے ہاتھ کی روانی میں
گویا کہ آگ لگا دیتے ہو پانی میں
ہے تیرا لازوال عشق اے جاناں!
کرو لاچار مجھ کو یوں بھری جوانی میں

ساگر کمبوہ-ابراہیم شاہ

عارفہ بہن، کبیر والہ کے نام

وفا پہ ہماری اعتبار رکھنا
ہم بدل نہیں سکتے اتنا یاد رکھنا
دینا چاہتے ہو اگر خوشیاں ہمیں عارفہ
تو خود خوش رہنا اور اپنا خیال رکھنا

محمد منیر سحری-کراچی

ایس، مانگٹ کے نام

زندگی ملی تو کیا ملی، بن کر مجھ کو بے وفا ملی
اتنا میرا گناہ نہ تھا، جتنی مجھ کو سزا ملی

قمر اعجاز گوندل-گوجرہ

وارث آصف خان، واں بھچراں کے نام

جاگتی آنکھوں کو سپنوں کا خزانہ مل جائے
جو تم مل جاؤ ہم کو جینے کا بہانہ مل جائے

فرزانہ یاسمین-کلورکوٹ

ایس اے، آزاد کشمیر کے نام

بڑی مشکل سے سلایا ہے میں نے خود کو
اپنی آنکھوں کو تیرے خواب کا لالچ دے کر
آج اک بار میرے خواب میں آ جاؤ
تاکہ قائم میری آنکھوں کا اعتبار رہے

رئیس ساجد کاوش-خان بیلہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسد شہزاد، گوجرہ کے نام

نفرت کو ہزار موقعے دو کہ وہ محبت بن جائے لیکن
محبت کو ایک بھی موقع نہ دو کہ وہ نفرت بن جائے
علی تابش۔ منڈی بہاؤ الدین

محمد صہیب، حاصل پور کے نام

کچھ وقت کی روانی نے ہمیں یوں بدل دیا
وفا پہ اب بھی قائم ہیں محبت چھوڑ دی ہم نے
عمران پرنس۔ حاصل پور

حاصل پور میں اپنی چاہت کے نام

ہم تو بے جان چیزوں سے بھی وفا کرتے ہیں
تجھ میں تو پھر بھی میری جان بسی ہے
عمران پرنس۔ حاصل پور

سید زاہد حسین نقوی، کراچی کے نام

زاہد شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر
یا وہ جگہ بتا دے جہاں خدا نہ ہو
پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

محمد زبیر، رحیم یار خان کے نام

محبت کو ہمیشہ مجبوریاں ہی لے ڈوبتی ہیں دوست!
ورنہ کبھی کوئی خوشی سے بے وفا نہیں ہوتا
محمد فاروق۔ رحیم یار خان

صوبیہ کنول، جوہر آباد کے نام

عجب چراغ ہوں دن رات جل رہا ہوں صنم
میں تھک گیا ہوں اسے کہو وہ اپنی سانسوں سے بجا دے آ کر
شعیب شیرازی۔ جوہر آباد

اے، راولپنڈی کے نام

کبھی جو بچھڑنے کا ارادہ کرو تو یہ سوچ لینا
میری سانسوں کو تم بن چلنا نہیں آتا
اپنی وفا کا اتنا دعویٰ نہ کر
میں نے روح کو بھی جسم سے بے وفائی کرتے دیکھا ہے
مزمل عارف۔ مندرہ

مس اقراء، لاہور کے نام

نہ جانے کیا ہے اس کی اداس آنکھوں میں فراز
وہ پاس سے بھی گزرے تو بے وفا نہیں لگتا
سونیا ناز۔ گوجرانوالہ

مریم بی بی، راولپنڈی کے نام

اسے اپنی ضد کی فکر تھی، مجھے اپنے پیار کا خیال تھا
نہ مل سکے ہم پھر کبھی، وہ ہماری محبتوں کا زوال تھا
افضال عاجز۔ راولپنڈی

ملک قمر رمضان، پپلاں شریف کے نام

اسی مقتل میں رہتا ہوں، جہاں کٹتے ہیں انسان روز
کسی چوپائے کی مانند، اسی دنیا کا حصہ ہوں
جہاں انسان کی قیمت کسی کوڑی سے کم نہیں
یہاں آ تہذیب بکتی ہے ذرا تم دام تو بدلو یہاں ایمان بکتے ہیں
اختر گل۔ مردان

ایم، کوٹلہ سیدان کے نام

کتنی خوبصورت خطا کرتے ہیں، پتھروں سے بھی وفا کرتے ہیں
تم تو زخم دے کر بھول جاتے ہو، ہم چوٹ کھا کر بھی دعا کرتے ہیں
عبادت کاظمی۔ ڈیرہ اسماعیل خان

کسی اجنبی کے نام

نظر کی پیاس بجھانے کا حوصلہ نہ ہوا
ملے تو لب ہلانے کا حوصلہ نہ ہوا
پکارتی ہی رہیں دور تک نظریں
مگر زبان سے بلانے کا حوصلہ نہ ہوا
محمد عمیر مظہر سنی۔ تبکیاں

ملتان میں رہنے والی اپنی دوستوں کے نام

اب کس سے کہیں اور کون سنے جو حال تمہارے بعد ہوا اس دل کا
جھیل سی آنکھوں میں اک خواب بہت برباد ہوا
اس شہر میں کتنے چہرے ہیں کچھ یاد ہیں سب بھول گئے
اک شخص کتابوں جیسا تھا وہ شخص زبانی یاد ہوا
ہانیہ۔ ملتان

آپ کے خطوط

……ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ ستمبر 2011ء کا آدم خور حسینہ نمبر خوف اور دہشت بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا ہے۔ شہزادہ بھائی ٹائٹل اس بار ونڈرفل ہے۔ لگتا ہے بڑی محنت سے تیار کیا گیا ہوگا۔ صفحہ پلٹا تو سیدھا اسلامی صفحہ پر نظر پڑی۔ اسلامی صفحہ کو دیکھ کر دل کو سکون ملا اگر یہ ماہ رمضان شریف میں شائع ہوتا تو پتہ نہیں کتنے لوگ راہ راست پر آ جاتے اور ماہ رمضان شریف میں لوگ صحیح طریقے سے عبادت کرتے۔ شہزادہ بھائی اب اسلامی صفحہ ہر ماہ شائع کیا کریں۔ اس کے بعد سیدھے آپ کے خطوط کے تہہ خانے میں جا گرے۔ اپنے دو خط دیکھ کر دل کو سکون ملا۔ میں نے خطوط کی محفل میں جو دیکھا اور پڑھا اس سے پتہ چلا کہ وارث آصف نیازی کی اچھی دھلائی ہوئی تھی اور ہونا بھی یہی چاہیے۔ جو رائٹر بلاوجہ کسی دوسرے کی عزت نہ کرے تو اسے سبق سکھانا چاہیے۔ کہانیوں میں پرنس آف دی ورلڈ رائٹر ریاض احمد کی آدم خور حسینہ دوسرے نمبر خودغرض ایم منیر سحری تیسرے نمبر پر مظلوم بدروح شہزاد خالق چوتھے نمبر پر تھری سٹار فلیٹ نمبر 318 ایم امتیاز احمد اور مزمل اکرام عاسی کی شیطانی ناگن بھیانک اور زبردست سٹوریز تھیں۔ وارث آصف نیازی کی دونوں نقل شدہ تحریریں ہیں۔ میرے پاس ثبوت ہے۔ شکر ہے اس بار عمران رشید اور رابی خان کی تحریریں نہیں ہیں۔ آخر میں میرا پیغام مہرو قادری کے نام یہ ہے کہ پلیز آپ واپس ڈائجسٹ میں آ جاؤ آپ کی اچھی اچھی باتیں میری امی اور میں پڑھتا ہوں۔ (عبداللہ حسن چشتی۔ سیت پور)

……ماہ جولائی کا کالا جادو نمبر کافی لیٹ ملا۔ میرپور آزاد کشمیر کا موسم بہت گرم ہو چکا ہے۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر کنگ آف خوفناک ریاض احمد کی کالا جادو تھی، ویڈن ریاض احمد کہانی بہت مزے دار تھی۔ خاص کر اس کا اینڈ مجھے بہت پسند آیا۔ دوسرے نمبر پر طلسمی مورتی رہی، مس اقرا نے کافی محنت کی ہے امید ہے اگلی قسط بھی اچھی ہوگی۔ تیسرے نمبر پر پراسرار عورت تھی ویلڈن بابر علی سحر امید ہے کہ تم اور بھی کہانیاں تحریر کرو گے۔ جنون ایک لمبی اور بور کہانی تھی اگر یہ چھوٹی ہوتی تو شاید مزہ آتا۔ ننگن یہ بھی ایک معیاری کہانی تھی۔ پتھروں کا دیس ایس امتیاز احمد نے جس طرح سے شہزادی کے جذبات کی عکاسی کی ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی اس شہزادی کا ایک درباری رہ چکا ہے تمہاری سوچ کو ایک بار پھر سے سلام ہے۔ ظالم بدروح پڑھ کر مزہ آیا۔ سجاد حسن تم ایک اچھے رائٹر ہو۔ پراسرار بانسری اس کی دوسری قسط پڑھ کر فیصلہ ہوگا کہ یہ کیسی تھی۔ خوفناک قلعہ یہ و کہانی ہے ہی نہیں مجھے نہیں پتہ یہ کیا ہے اس کا نام ہونا چاہیے تھا قلعہ لاہور کی سیر یا گپ شپ یا میرا بس کا پہلا سفر۔ آخر کیوں سکندر حبیب کافی دکھی لگتے ہو اسی لئے تم نے اینڈ کافی عجیب کر دیا بہرحال کہانی اچھی تھی۔ مختصر خوفناک کہانیاں تمام کی تمام پیاری تھیں، تمام کے تمام اشعار، غزلیں و نظمیں عمدہ تھیں، سندیسے میں محمد عمیر کا سندیسہ بیسٹ تھا۔ تمام خطوط بھی پڑھ کر مزہ آیا۔ (راجہ عمر۔ تھوتھال)

……ماہ ستمبر 2011ء کا شمارہ ہمارے سامنے ہے دلفریب ٹائٹل کے ساتھ تمام تر سلسلے خوب رہے۔ سٹوریز اور غزلوں کا انتخاب لاجواب رہا۔ خوفناک ڈائجسٹ کا مورال بلند ہو رہا ہے جو کہ ایک اچھی بات ہے۔ ہمارے آرٹیکلز لگانے کا شکریہ۔ ہماری طرف سے آپ کو اور دیگر سٹاف اور خوفناک کے ڈائجسٹ کے تمام خوبصورت لکھنے والے رائٹرز اور تمام خوبصورت پڑھنے والے ریڈرز کو دعا سلام۔ (ایس امتیاز احمد۔ کراچی)

……سب سے اوّل نمبر پر آدم خور حسینہ ہر بار کی طرح اس بار بھی ریاض صاحب اپنا جادو چلانے میں کامیاب رہے ہیں۔ ناگن اور ساحر جو کہ واصف بھائی نے لکھی تھیں بہت ہی اچھی اور ساحر کا خوفناک طریقے سے اینڈ کیا ہے۔ خودغرض ایم منیر سحری صاحب کی پراسرار اور دلکش سٹوری تھی ویسے منیر صاحب آپ مجھے بہت دکھی انسان لگتے ہیں خیر تو ہے ناں بھائی۔ ان کے علاوہ خون آلودہ چہرہ، طلسمی مورتی، قاتل کی تلاش اور مختصر خوفناک واقعات یہ سب سٹوریاں خوفناک اور محنت سے لکھی گئی تھیں۔ اشعار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں سید قمر حسین، محمد بشیر، عاصم محمود، یوسف، شانی، عمران جاوید اور فرزانہ ضلع اٹک سے ان سب کے اشعار نئی طرز میں لکھے تھے۔ خطوط میں عبداللہ حسن چشتی، ساحل دعا بخاری اور ہانیہ فرام ملتان ان کے خط پڑھنے میں بہت مزہ آیا۔ آخر میں محمد بصیر فرام علی پور کو سلام۔ (محمد فاروق-رحیم یار خان)

......شہزادہ بھائی پھول اور کلیاں کے تمام اقوال زریں، اچھی اچھی باتیں اور لفظ موتی پڑھ کر سبق حاصل کیا۔ فرید علی کی غزلیں بے حد پسند آئیں اس کے بعد اپنے فیورٹ رائٹر سکندر حبیب کی سٹوری ادھوری پیاس پڑھ کر ڈائجسٹ کو ویلکم کیا ویری نائیس سکندر بھائی اس کے بعد پرنس آف دی ورلڈ رائٹر ریاض احمد کی سٹوری خونی تابوت کو رسیو کیا بہت خوب ریاض بھائی اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے اور آپ یونہی ہمارے لئے ہارر سٹوری لکھتے رہیں۔ اس کے بعد فضول کہانیوں کی لسٹ میں پہلے نمبر پر پراسرار دھن وارث نیازی کی، دوسرے نمبر پر ڈرتے ڈرتے رابی خان کی اور کون ساحل دعا کی ہیں یہ نقل شدہ تحریریں ہیں جو ڈائجسٹ کے معیار کو خراب کرنے کی کوشش کرنے میں مصروف تھیں۔
(عبداللہ حسن چشتی-سیت پور)

......ستمبر کا شمارہ جلدی ملا۔ ٹائٹل اس سے پہلے بھی اسی قسم کا 2004ء میں شائع ہو چکا ہے۔ کہانیوں میں ریاض احمد کی سٹوری ہمیشہ کی طرح دل کو چھوگئی۔ شہزاد خالق آپ میرے اچھے دوست ہیں لہٰذا میں آپ کی اس بورنگ سٹوری پر کچھ نہیں کہوں گا ہاں اگلی بار ایسی سٹوری آئی تو چھوڑوں گا نہیں۔ داستان عشق آپ کہانی پر اپنی گرفت مضبوط نہیں رکھ سکے ہیں بچپنا آ جاتا ہے تو کہیں الفاظ کے چناؤ زبردست اس کے ذو ہی معنی ہیں یا تو کہیں سے نقل کی ہے یا کسی سے لکھوائی ہے۔ کیوں جی؟ انیلہ غزل کی یہ کہانی نقل شدہ ہے ڈر ڈائجسٹ سے۔ شیطانی آنگن وہی پرانا موضوع جس کو پڑھ پڑھ کر تنگ آ چکے ہیں۔ ایس امتیاز آپ نے تو اس بار حد ہی کر دی اتنی عجیب اور گھٹیا کہانی میں نے پوری زندگی میں نہیں پڑھی۔ محمد ذاکر آزاد کشمیر تم پھر ٹپک پڑے۔ ابرار احمد اپنے آپ کو ذرا کنٹرول میں رکھو ابھی تو میں نے ہاتھ چلائے ہیں اگر منہ بھی چلانا شروع کر دیا تو تمہارا حشر نشر کر دوں گا۔ عبداللہ حسن آپ بھی خیال رکھنا زمانے کا کوئی بھروسہ نہیں۔ ساحل دعا بخاری تحریریں پسند کرنے کا شکریہ۔ جی میری کچھ مصروفیات ہیں جیسے ہی میں فارغ ہوا میں زاگ محل سی تحریر لازمی لکھوں گا آپ امید رکھیں۔ باقی جن لوگوں نے ناگن کو پسند کیا خاص کر پیارے جی فرام سرگودھا آپ کا شکریہ۔ (وارث آصف-واں بھچراں)

......شہزادہ عالمگیر صاحب خوفناک میں ساحر کی آخری قسط اچھی اور مظلوم روح بھی اچھی تھی باقی ساری کہانیاں بھی اچھی تھیں شہزادہ صاحب آپ سے درخواست ہے کہ میری کہانیاں شائع کریں۔ 2011ء سے لے کر ستمبر تک میرے پاس سارے خوفناک ڈائجسٹ پڑے ہیں۔ میں نے ایک قسط وار کہانی شروع کی ہے لیکن پہلے میری پہلی کہانی شائع کریں۔ شیطان کی پجارن میں نے اتنی محنت سے لکھی تو آپ کو کسی کا کیا خیال۔ آپ سے منت والی بات ہے کہ میری کہانی اور شعر شائع کر دیں۔ (وحید علی عبدالحمید-مانانوالہ)

......ستمبر 2011ء کا خوفناک ڈائجسٹ آدم خور حسینہ نمبر زبردست ٹائٹل کے ساتھ انتیس اگست 2011ء کو گوجر خان سے خریدا پہلے اسلامی صفحہ پڑھا جسے سجاد حسن صاحب نے خوبصورت الفاظ سے سجایا۔ کہانیوں میں سب سے پہلے قسط وار کہانیوں کی آخری قسطیں پڑھیں ساحر اور طلسمی مورتی کا اینڈ اچھا رہا۔ عمران بھائی کی اس ماہ بھی کوئی سٹوری نہ تھی پلیز عمران بھائی جلد ہی کوئی اچھی سی سلسلے وار سٹوری لے کر خوفناک میں آئیں۔ مکمل کہانیوں میں آدم خور حسینہ ریاض احمد، تھری سٹار فلیٹ نمبر 318 ایس امتیاز احمد، مظلوم بدروم شہزاد خالق، ناگن وارث آصف خان نیازی، داستان عشق صائمہ اور پریمی جن زادی ایم آفریدی اس ماہ کی اچھی کہانیاں تھیں۔ لیکن پریمی جن زادی کہانی پڑھ کر یوں لگا جیسے پہلے بھی پڑھی ہو۔ غزلوں کی محفل میں انیلہ غزل، وارث آصف، ہانیہ، عمران رشید اور کئی دوسرے رائٹرز کی غزلیں اس ماہ نہیں تھیں۔ غزلیں تھیں تو پرانی لیکن سبھی پسند آئیں۔ بھائی شہزادہ عالمگیر آپ سے گذارش ہے کہ رسالے میں پرنٹنگ کا معیار بہتر کریں کیوں کہ کئی کہانیوں اور دوسرے کالم میں الفاظ غلط لکھے ہوتے ہیں اور بھائی کچھ تحریریں ارسال خدمت ہیں پلیز انہیں ایک ساتھ ہی شائع کیجئے گا میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ مجھ ناچیز کی تحریریں اپنے ڈائجسٹ میں شائع کرتے ہیں۔ (ایم عمیر

مظہر سنی-تبکیاں)

......بہت دنوں کے انتظار کے بعد ماہ ستمبر کا خوفناک ڈائجسٹ بالآخر مل ہی گیا اس مرتبہ سب کی سب سٹوریاں اچھی شامل تھی فرسٹ نمبر پر آدم خور حسینہ نمبر تھی جسے ریاض احمد نے تحریر کی تھی۔ اقراء فرام لاہور کی سٹوری طلسمی مورتی بھی زبردست طریقے سے اختتام پذیر ہوئی نورین خان فرام تربیلہ کی غزل اچھی تھی۔ (رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ)

......ستمبر کا شمارہ حسب معمول محمد رمضان خان نے لا کر دیا اس بار میری فیورٹ کہانی ساحر کا آخری حصہ شامل تھا پڑھ کر دل خوش ہو گیا شکر ہے کہ وارث آصف نے دیگر رائٹرز کی طرح اینڈ میں دکھی نہیں کیا۔ ناگن ان کی دوسری سپر ہٹ سٹوری جس نے دل و دماغ کو جکڑ لیا۔ بہت زبردست تحریر نہ تو لمبی نہ بورنگ عام سے الفاظ مگر پلاٹ جاندار پڑھنے والے کو اپنے اندر اتار دینے والی ویلڈن نیازی۔ ریاض احمد ہمیشہ کی طرح اپنے قلم سے قارئین کو محصور کرتے ہوئے اس بار بھی اک زبردست کہانی کے ساتھ موجود تھے۔ ابرار احمد ابھی تمہارے دودھ کے دانت ہیں لہٰذا دوبارہ میرا نام مت لینا یہ میری وارننگ ہے۔ قاتل کی تلاش انیلہ غزل تم یہ سٹوری سینڈ کرتے وقت شرم سے مر کیوں نہیں گئی ایسی گھٹیا سٹوری بھی ہوتی ہے مجھے معلوم نہ تھا۔ میرے پیارے بھائی منیر سحری آپ کی سٹوری دل کو بھا گئی آپ سے فون پر بات کر کے اچھا لگا۔ (فرزانہ یاسمین-کلور کوٹ)

......خوفناک ڈائجسٹ جلد ملنے کی وجہ سے بہت خوشی ہوئی اس مرتبہ بھی ماہ ستمبر کا ڈائجسٹ وقت پر ملا ٹائٹل والی سٹوری زبردست سٹوری تھی جسے ریاض احمد فرام باغبانپورہ لاہور نے اپنے جادوئی قلم سے تحریر کی تھی۔ اقراء لاہور کی طلسمی مورتی زبردست سٹوری تھی جو اس ماہ اختتام کو پہنچی اس مرتبہ اسلامی صفحہ بھی پڑھنے کو ملا جسے سجاد حسین جھولے والا نے اپنے خوبصورت ہاتھوں سے سجایا تھا۔ آخر میں آپ کے خطوط پڑھے جس میں بہت سے رائٹر دوسروں کی تنقید کرنے میں لگے ہوئے تھے شاید انہیں یہ سب کر کے بہت مزہ آتا ہوگا۔ شہزادہ عالمگیر صاحب آپ تنقید کرنے والوں کے خطوط مت شائع کیا کریں۔ (رئیس ارشد-شہر شان بیلہ)

......ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ ماہ ستمبر آدم خور حسینہ نمبر میں اکثر نیو کمر رائٹر کی سٹوریز ریلیز ہوئیں سب نے اپنی سٹوریز پر خوب محنت کی۔ داستان عشق سیما گوجر خان، پریمی جن زادی ایم آفریدی، خون آلودہ چہرہ ایم شاہد سلمان، ٹھگراری نے بہت زیادہ محنت کی میں ان سب نیو رائٹرز کو ویلکم کہتا ہوں اور اچھی کہانی لکھنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ (رئیس صدام حسین ساحل-خان بیلہ)

......اگست کا شمارہ جس میں پہلی کہانی خونی تابوت پڑھی کہانی اچھی تھی لیکن وہ مزہ نہیں آیا جو قسط وار میں ہوتا ہے پھر اقراء کی طلسمی مورتی اچھی کہانی تھی اگلی قسط امید ہے اچھی ہوگی اس کے علاوہ تمام کہانیاں اپنے حساب سے لوگوں نے ٹھیک لکھی ہیں سب کو مبارکباد غزلیں بہت زیادہ تھیں لیکن اچھی کچھ کچھ تھیں اس کے علاوہ خطوط کی محفل پہلے کی طرح ٹھیک رہی باقی تمام لوگوں کو سلام اور دعائیں۔ (محمد وقاص احمد حیدری-سہگل آباد)

......جولائی کے شمارے میں خطوط کے بعد کہانیوں کی طرف آیا اس ماہ کہانیاں بہت زیادہ تھیں مختصر بھی تھیں مگر میرا دل کوئی بھی کہانی پڑھنے کو نہیں چاہتا تھا۔ سب سے پہلے ادھوری پیاس پڑھی اچھی لگی اس کے بعد رسالے کو بند کر کے رکھ دیا۔ اچانک ہوا کا تیز جھونکا آیا اور ورق الٹنے پلٹنے لگے اچانک ایک جگہ پر ورق رک گئے میں نے بیزاری سے اس طرف دیکھا تو ساری بوریت غائب ہو گئی عمران بھائی کی غزلیں جنہیں پڑھ کر مزہ آ گیا اور اب تک تو دس دس بار پڑھ چکا ہوں مگر وہ اتنی مزے دار ہیں کہ دل مانگے اور۔ پھر کہانیاں پڑھیں پراسرار دھن میرے خیال سے دوسری بار شائع ہوئی ہے۔ طلسمی مورتی اور اعزاز موت ابھی تک نہیں پڑھ سکا۔ پراسرار بانسری دوسری قسط غائب تھی۔ خونی تابوت، ادھوری پیاس، کالا علم، کون، ڈرتے ڈرتے اور پراسرار مندر بہت پسند آئیں۔ باقیوں پر بھی خوب محنت کی گئی تھی۔ ایم حسن صاحب جب اوکھلی میں سر دے دیا جائے تو موسلوں سے نہیں ڈرا کرتے۔ آپ کی کہانی حد سے زیادہ لمبی تھی اگر آپ اس میں صرف اہم اہم واقعے لکھتے تو کہانی بری نہیں لگتی۔ کالا علم کہانی نے تو مزہ ہی دے دیا مگر اینڈ کچھ...... قارئین کرام جس کھارے پانی کو پی نہیں سکتے اس سے آگ تو بجھا سکتے ہیں اگر آپ کو عمران بھائی کی کہانیاں پسند نہیں آتیں تو کم از کم ان سے کوئی اچھی بات تو حاصل کر سکتے ہیں۔ میں نے اب تک جتنے لوگوں پر بھی تنقید کی ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان سے میں ہاتھ جوڑ کر معافی چاہتا ہوں میں مانتا ہوں کہ میرا آپ کی تنقید سے روکنے کا طریقہ غلط تھا مگر میرا مقصد آپ لوگوں کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔ اب یہ میرا آخری خط ہے اس کے بعد آپ میرا کوئی خط نہیں دیکھیں گے۔ اس امید کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں کہ اب آپ تنقید برائے تنقید نہیں کریں گے۔ ہمیشہ خوش رہیں ہنستے مسکراتے رہیں اور دعاؤں میں ضرور یاد رکھئے گا۔ (محمد اختر جمال-ڈیرہ غازی خان)

......اگست کا شمارہ ملا اس ماہ کی بیسٹ سٹوریز پراسرار سمندر، کالا علم، ڈرتے ڈرتے، ادھوری پیاس اور خونی جزیرہ تھیں۔ باقی سٹوریز بھی اچھی تھیں لیکن اتنی بھی نہیں میرا مطلب گزارے لائق تھیں۔ پھول اور کلیاں میں نزہت ساجن، خضر حیات، انعام علی اور عفیفہ عندلیب کی تحریریں اچھی تھیں۔ احسان دانش، فوزیہ سحر، ندیم وفا، لقمان حسن، انعم الطاف، وقار ساحر، فرید علی نہی، ہانیہ اور محمد عمیر مظہر کی غزلیں پسند آئیں۔ (محمد نعمان-ہربنس پورہ، لاہور)

......جناب مارچ کا ڈائجسٹ ہاتھ آیا تو پہلے ٹائٹل دیکھا بہت اچھا لگا اس پر ڈراؤنی آنکھوں والی لڑکی اور نیچے عجیب سا بچھو جو تھا وہ بہت خوفناک تھا۔ سب سے پہلے میری نظر سندیسے پر پڑی تو میری تو خوشی کی انتہا نہ رہی کہ میرے دو سندیسے شائع ہو گئے بہت خوش تھا میں۔ اس کے بعد غزلوں میں افضال احمد عباسی راولپنڈی، نعیم راج کوٹ نتو کے اور رابعہ عمر تھوتھال کی غزلیں بہت اچھی تھیں۔ اشعار میں سبھی نے اچھے اشعار لکھے لیکن ریحان بک ڈپو بھکر، حماد اینڈ عامر گوجرہ، فیصل شہزاد فتح جنگ اور رضوان علی گوجرہ نے سب سے بیسٹ شعر لکھے۔ پھول اور کلیاں پڑھیں مزہ آیا اور بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ (رائے امیر حمزہ-اڈا جسوآنہ بنگلہ)

......ماہ جون کا خوفناک ڈائجسٹ حسب معمول اخبار ہاکر والے سے طلب کیا ماہ جون 2011ء بھٹکی روح نمبر میرے سامنے پڑا ہوا ہے ٹائٹل اس بار بھی بھیانک تھا شہزادہ بھائی مجھے خوشی ہے کہ آپ مزید کر کے خوفناک ڈائجسٹ کا سرورق بھیانک سے بھیانک تر بنا رہے ہو اور ٹائٹل دجنت کا عالم طاری کر رہی تھی اور شہزادہ بھائی میرا آپ سے یہ شکوہ اور گلہ ہے کہ آپ اسلامی صفحہ شائع نہیں کر رہے پچھلے تین چار ماہ میں آپ نے نہیں لگایا پلیز اسلامی صفحہ اور اپنی ذاتی صفحہ شائع کیا کریں تا کہ آپ کا حال احوال معلوم ہو سکے۔ شہزاد خالق فرام کلر سیداں بھائی آپ کا خط پڑھا دلی صدمہ ہوا ہم سب آپ کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ ماجدہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ کہانیوں میں مایہ کال قسط 6 عمران رشید راولپنڈی بیسٹ تھی۔ جنگلی محمد ذاکر راولپنڈی، خونی بدروحیں شہزاد خالق کلر سیداں، ہسٹاپو کا بلیدان ایس امتیاز احمد کراچی، آدم خور کا نٹا قسط 5 ریاض احمد باغبانپورہ لاہور، شیطانی چکر قسط 4 پرنس کریم پشاور، ساحر حصہ دوم وارث آصف خان نیازی واں بھچراں، خونی ویمپائر یسین احمد واں بھچراں یہ سب سٹوریاں بہت ہی جاندار تھیں۔ غزلوں میں صرف ایک ہی غزل اچھی تھی تازہ حکایت رابی خان پشاور اور مجھے یہ شعر پسند ہے ان میں تو اچھے تھے۔ مبشر اینڈ عامر گوجرہ، انیلہ غزل، عامر شہزاد گوجرہ، فرید علی نہی سیت پور، رابعہ عمر تھوتھال اور پھول اور کلیاں وارث آصف خان واں بھچراں، شاہد نواز اینڈ احسان، بہادر عاربانی گھوٹکی۔ (رائے عیس ولی چاہت-اڈا جسوآنہ بنگلہ)

......ماہ ستمبر کا آدم خور حسینہ میرے ہاتھ میں ہے اور میں اس کا مطالعہ کر رہی ہوں۔ سب سے پہلے تو اس کے ملنے کی خوشی اور اس کے بعد اس میں اپنی تحریر کو چھپا دیکھ کر خوشی سے پھولے نہ سما رہی تھی۔ 7 ستمبر کو بڑی مشکل سے بازار سے ملا اور ہمیشہ کی طرح لیٹ۔ خیر ماہ جولائی کے شمارے میں اپنی ایک قسط وار تحریر پراسرار بانسری کو اشاعت میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی لیکن اس کی باقی قسطوں کو چھپا نہ دیکھ کر مایوسی بھی ہوئی۔ قارئین کی طرف سے تنقید اور تعریف کرنے کا شکریہ۔ (ایم آفریدی-مانسہرہ)

......ماہ مئی کا آدم خور کانٹا نمبر نارنگی سے خریدا۔ میر پور کا موسم بہت گرم ہو چکا ہے اس لئے ڈائجسٹ کو صرف رات میں ہی پڑھنے کا مزہ آتا ہے۔ سرورق نارمل تھا۔ اسلامی صفحہ حسب عادت غائب تھا۔ کہانیوں میں نمبر ایک پر آدم خور کانٹا تھی جس کی آخری قسط پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔ کہانی کا اینڈ کافی مختلف تھا۔ ویلڈن کنگ ریاض احمد اب جلدی سے کسی دوسری کہانی کے ساتھ حاضر ہو جائیں۔ دوسرے نمبر پر پراسرار قلعہ تھی ویلڈن رابی خان تمہاری کہانی پڑھ کر مزہ آ گیا تم بہت اچھی رائٹر ہو امید ہے کہ تمہاری اگلی کہانی بھی مزے دار ہو گی۔ تیسرے نمبر پر مس اقراء کی طلسمی مورتی تھی مس اقراء تمہاری کہانیاں دن بدن بہتر سے

بہترین ہو رہی ہیں مبارک باد قبول ہو۔ مایہ کال کے لئے صرف ایک لفظ کافی ہے بکواس۔ خوفناک لکیر کی دوسری اور آخری قسط جاندار تھی یہ ایک عمدہ کہانی تھی۔ کالا سایہ، ڈیڈ مین، جنات کا دشمن، بھیانک سانحہ، تمام کی تمام عمدہ خوفناک اور لاجواب کہانیاں تھی۔ موت کی حویلی ایم ذاکر حتی تم نے واقعی بہت محنت سے اور لگن سے کہانی لکھی ہے۔ مجھے پسند آئی اور کہانیاں بھی لکھو بیسٹ آف لک۔ پراسرار دھن، خونی ناگن شرارت، سنہری اینٹ، جنات کے دیس میں شیطانی چکر تمام بیوٹی فل اور ونڈر فل سٹوری تھیں۔ سندیسے میں محمد عمیر مظہر سنی کا سندیسہ بیسٹ تھا۔ تمام اشعار اور غزلیں لاجواب تھیں۔ خطوط بھی گرما گرم تھے۔ یاسمین گذارش ہے کہ وہ یہ ڈائجسٹ چھوڑ کر نہ جائیں اور لکھتی رہیں۔ (رابعہ عمر-تھوتھال)

......ماہ اگست لیٹ ملا ارے مجھے تو کبھی ٹائم پر چلا ہی نہیں۔ پراسرار مورتی اقراء، ریاض آپ کی سٹوری میں خوفناک نام کی کوئی چیز نہیں کوئی ایک سٹوری پر دھیان دو تو ٹھیک رہے گی ایک مکمل نہیں تو دوسری شروع اس طرح زیادہ لکھتا تھوڑا ٹھیک نہیں gape دے دیا کرو۔ اعزازی موت نقل شدہ نقل کرنے کی تو آپ کو عادت ہو گئی ہے۔ اپنے آپ سے سٹوری نہیں لکھ سکتے کیا ڈرتے ڈرتے رابی خان بھی نقل شدہ ہے۔ کھیری صائمہ صاحبہ سٹوری آپ کی ماں نے پنجابی میں ''وچ، تسی، ساڈے نال'' کر کے سنائی ہے اور آپ کیا لکھ رہے ہیں کچھ خود اپنی کہانی سمجھ میں آئی اور ہاں یہ درمیان میں عمران رشید کہاں سے آن ٹپکا کہانی آپ کی پیاری سی ماں کی ہے۔ پراسرار سمندر یا مندر پڑھ کر ہنسی چھوٹ گئی لگتا تو ہے جیسے آپ کا بھی کوئی وجود نہیں۔ ادھوری پیاس نام کی طرح سٹوری بھی ادھوری سمجھ نہیں آئی۔ کہانی میں اپنا اور نبیل نام ٹھیک نہیں لگتا اور ہاں واجد نگینوی اب لطائف میں بھی نقل کرنے لگ گئے۔ ویلکم جی آیاں نوں میرے پیارے دوست صحافی، رائٹر، شاعر جواب عرض کا دوسرا نام جناب انتظار حسین ساقی اب خوفناک میں بھی قدم رکھ رہے ہیں ہم دل کی گہرائیوں سے آپ کو ویلکم کرتے ہیں۔ (لعل شاہ رخ خان-ضلع کرک)

......قارئین میں جواب عرض سے آنے والے رائٹر جن کا نام انتظار حسین ہے، میں ان کو اپنی اور لعل شاہ رخ خان کی طرف سے خوفناک ڈائجسٹ میں خوش آمدید کرتا ہوں۔ شہزادہ بھائی میں خوفناک پڑھنے والا اتنا پرانا تو نہیں ہوں مگر جب سے پڑھا ہے میں خوفناک کا دیوانہ ہو گیا ہوں۔ ستمبر 2011ء کے شمارے میں مجھ کو سب سے جو اچھی کہانی لگی وہ ہے خود غرض منیر سحری فرام کراچی، دوسرے نمبر پر طلسمی مورتی مس اقراء فرام لاہور تیسرے نمبر پر آدم خور حسینہ ریاض احمد فراہم باغبانپورہ لاہور، نمبر چار پر ساحر وارث آصف خان نمبر پانچ مظلوم بدروح خالق صاحب بہت خوب نمبر چھ انتقام جو کسی نامعلوم بھائی کی تھی ان کی یہ کاوش بہت اچھی تھی۔ بس یہی کہانیاں اچھی تھیں۔ (محمد نقاش کشمیری-آزاد کشمیر)

......خوفناک ڈائجسٹ ٹیم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ جو بھی نقلی تحریر ملی ثبوت کے ساتھ بتاؤں گا لیکن آج کل مجھے خوفناک کے لئے بھی ٹائم نہیں مل رہا دوسرا ڈائجسٹ کیسے پڑھ لوں جس کا گواہ وہ خط ہے جو چند مہینے پہلے شائع ہوا کہ آٹھ سے زیادہ رسالے پڑھتے ہیں۔ ٹائم نہیں ملتا پڑھنے کو بہرحال نقل شدہ کا پتہ چلتا ہے مگر افسوس کہ وہ ڈائجسٹ اب میرے پاس ہوتے نہیں بہرحال کوشش ضرور کروں گا۔ (لعل شاہ رخ خان-کرک)

......ماہ ستمبر 2011ء کے ڈائجسٹ کی محفل خطوط میں جب میں نے اپنی پیاری بہن فرزانہ یاسمین کی تحریر خط پڑھی تو قسم سے مجھے بے حد خوشی ہوئی مگر کیوں؟ یہ میں نہیں جانتا لیکن کیا آپ یہ جانتی ہو کہ یہ الفاظ بے جان ہو کر بھی جاندار ہوتے ہیں۔ شاید نہیں جانتی۔ خط لمبا نہ ہو جائے اس لئے یہ ایک جملہ ہے کافی ہے اگر سمجھا جائے تو...... اسی ڈائجسٹ کے سب سے آخر پر جو خط تھا وہ تھا جناب فرید علی نہی صاحب فراہم سیع پور کا کیا آپ یقین کریں گے کہ میں نے آج تک کسی سے بھی دوستی نہیں کی اور اس کی وجہ کیا ہے؟ شاید میں جانتا نہیں۔ اگر دوستی کرنی ہے تو اپنا مکمل ایڈریس ضرور دینا، انتظار رہے گا۔ آخر میں آپ سب کو دعاؤں کے ڈھیروں مہکتے ہوئے پھول۔ (بابر علی سحر-سمندری)

......ماشاء اللہ خوفناک ڈائجسٹ اب بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ اب رائٹر حضرات محنت کر کے معیاری تحریریں بھیج رہے ہیں شہزادہ بھائی لقمان حسن کی بہت ہی اچھی اور معیاری کہانیاں ہوتی ہیں پلیز آپ اس کی بھی ہر ماہ کہانیاں شائع کیا کریں۔ آخر میں اپنی پیاری دوست مہرو قادری کو میرا اسلام قبول ہو۔ (عبداللہ حسن چشتی-سیت پور)

***

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوپن

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ

یہ شعر مجھے کیوں پسند ہے

یہ کوپن کاٹ کر ہمیں ارسال کریں، ہم آپ کا شعر "خوفناک ڈائجسٹ" میں شائع کریں گے۔
اس کوپن میں اپنا پسندیدہ شعر لکھ کر ہمیں ارسال کریں۔ شعر معیاری ہو غیر معیاری شعر شائع نہیں کیا جائے گا۔

نام ________ شہر ________ فون نمبر ________

میرا بہترین شعر

____

____

____

مکمل نام

____

____

خوفناک ڈائجسٹ

بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام

جس کے لئے شعر لکھا گیا ہے اس کا نام و مقام

نام .... شہر ....

شعر ....

....

....

....

شعر بھیجنے والے کا نام .... شہر ....

Courtesy www.pdfbooksfree.pk